حضرت امیر مختارؒ اور انقلاب اسلامی

پیش کردہ :- شیعہ خوجہ اثنا عشری ورلڈ فیڈریشن آف لندن

إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ

الحمد للہ کہ دریں زماں میمنت تواماں بلطف ایزد منان وبتائید پروردگار

ذوب النضار
امیر مختار

ایڈیٹ:- سید علی مہدی باقری

شیعہ خوجہ اثنا عشری ورلڈ فیڈریشن آف لندن

زیر سرپرستی حضرت علامہ جناب الحاج آقائے ملا اصغر علی دام ظلہ

نیو پیلاٹ پریس دھلی

قیمت:- [redacted]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واقعہ اول ذکر پیدائش مختارؒ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما بعد محمد احمد مخفی نے زیاد بن قدامہ سے روایت کی ہے کہ جب مختار ابن عبیدہ پسر مسعود ثقفی رحمۃ اللہ علیہ ابھی ماں کے شکم میں تھا اس کی ماں کہتی تھی کہ میں ہاتف غیبی سے ایک آواز سنتی تھی کہ اے زن بچہ پر اس بچہ کو ہرگز ہرگز کوئی زیان پہنچنے نہ پائے کیونکہ یہ اہل بیت پیغمبر کا دوست ہے۔ اور آل محمد کے دشمنوں کو بامداد الٰہی کم کریگا مختار کی ماں کا نام حلیمہ تھا جب وہ پیدا ہوا تو اس کے باپ نے اس کا نام مختار رکھا جب وہ تین مہینے کا ہوا تو اس کا باپ مر گیا اس کی ماں اس کی پرورش کرتی تھی اس کا چچا بھی نگراں تھا جب چار برس کا ہوا تو اس کے چچا نے مکتب میں پڑھنے کو بٹھا دیا کہ قرآن و علم دینیات و سواری اور فن تیر اندازی اور نیزہ بازی غرضکہ جو کچھ سپاہی کو چاہئے سب حاصل کرے۔ مختار کی ماں کہتی ہے کہ میں نے کبھی اسکو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ کشتی کرنا۔ گھوڑے پر سوار ہونا اس کا دستور تھا۔ مختار کا چچا روایت کرتا ہے کہ میں نے مختار کو دریا پر جاتے اور پیراکی سیکھتے ہوئے دیکھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے ہر قسم کا علم حاصل کیا ہے یہی سیکھنا چاہئے۔ مختار اس روز پیدا ہوا تھا جس روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ بدر میں تشریف لیگئے تھے۔ بعد اس کے ادب سیکھتا رہا یہاں تک کہ جناب علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہ کوفہ میں تشریف لائے اور زخمی ہو کر شہید ہوئے پس ایک مرد محبان آل محمد سے حضرت امام حسنؑ کو مختار کے گھر لایا۔ مختار کہتا ہے کہ میں اپنے مکان کے بالاخانہ پر تھا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کو دیکھتے ہی کوٹھے سے نیچے اترا۔ اور حضرت کے قدموں میں گرا اور پھر ان کی خدمت میں حاضر رہا یہاں تک کہ اس جناب کو زہر دیا گیا اور ان کی روح اقدس جنت کی کی طرف پرواز کر گئی اور جناب امام حسین علیہ السلام ان کی جگہ جانشین ہوئے۔ اہل کوفہ نے ان کو خط لکھے کہ آپ

کوفہ میں تشریف لائیے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ حضرتؑ نے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا تاکہ لوگوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت لیں جس نے بیعت سب سے پہلے کی وہ مختار تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنی جان و مال امام حسین علیہ السلام پر تصدق کروں گا پھر مسلم ہانی بن عروہ کے گھر آئے۔ ہانی سرداران کوفہ و دوستداران اہل بیتؑ سے تھا۔ دشمنان دین نے پسر زیاد کو خبر دی کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہوئے ہیں اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی طرف رغبت دلاتے ہیں عبیداللہ ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو طلب کیا جب وہ حاضر ہوئے تو کہا کہ اے ہانی میں سنتا ہوں کہ مسلم ابن عقیل کو تم نے اپنے گھر چھپا رکھا ہے اور وہ لوگوں سے حسینؑ کی بیعت لیتا ہے۔ ہانی نے کہا مجھ کو اس کی خبر نہیں ہے وہ ملعون یہ سنتے ہی خشمناک ہوا اور کہا کہ تم انکار کرتے ہو بہتر ہے کہ تم مسلم کو میرے حوالے کر دو ورنہ تمہارا سر تن سے جدا کیا جائے گا۔ ہانی نے کہا کہ اگر تو ایسا کرے گا تو تجھ کو کوفہ میں پانی پینے کی مہلت نہ ملے گی۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو قید کرو جب ہانی کے قید ہونے کی خبر اہل کوفہ نے سنی اس کا بیٹا مع اپنے اقربا اور دوستوں اور خیر خواہوں اور نیز مع حضرت مسلمؑ کے ہتھیار باندھ کر نکلے تاکہ ہانی کو چھڑا لائیں۔ اتفاقاً مختار اس روز کہیں گیا ہوا تھا جب اسکو یہ خبر پہنچی کہ مسلم ابن زیاد ملعون سے لڑ رہے ہیں مختار کوفہ کی طرف چلا تاکہ حضرت مسلمؑ کی مدد کرے جب کچھ راستہ طے کیا تو ایک مرد کو دیکھا۔ اس کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ مسلم کی خبر پوچھیں جب اس کے سامنے گئے اس سے کہا کہ تو کس قبیلہ کا آدمی ہے اس نے کہا کہ میں ایک مرد مسافر زید کے غلاموں میں سے ہوں مختار نے کہا کہ تو نے کسی جگہ راہ داروں کو بھی دیکھا ہے اس نے کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا مختارؒ بولا کاش میں تجھ سے یہ بات نہ پوچھتا۔ پھر اور ایک مرد سامنے آیا وہ اندھا اور گونگا تھا۔ مختار سکتہ میں رہ گیا اپنے غلام سے کہا یہ نیک فال نہیں معلوم ہوتی۔ غلام نے کہا مسلمؑ کا حال تو اس سے پوچھو پھر وہ غلام خود ہی پوچھنے لگا اس اندھے نے جواب دیا مسلمؑ ابن زیاد کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھے۔ کہ میں چل نکلا یہ سنتے ہی مختارؒ نے اپنا گھوڑا ایسا تیز دوڑایا کہ راہ داروں کو جا لیا۔ راہ داروں کا سردار ایک مرد مسافر تھا مختارؒ کو جانتا تھا کہنے لگا کہ اے جوان مرد لوٹ جا کہ کوفہ میں ابن زیاد مسلمؑ ابن عقیل سے لڑ رہا ہے اور عجیب و غریب شورش پیدا ہو رہی ہے۔ مختارؒ نے کہا کہ میں خدائے عزوجل کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ابن زیاد کو بلائے عظیم میں گرفتار کرے گا۔ یہ کہہ کر ایک ہاتھ اس کے سر پر مارا اور چل دیا۔ پھر چند مرد دیکھے کہ باہم کچھ گفتگو کرتے ہیں کہا کہ تم کیا باتیں کرتے ہو انھوں نے کہا کہ عبیداللہ ابن زیاد کا ذکر ہے۔ مختار نے کف افسوس مل کر کہا کہ یہی بیت پھر پڑھ جس کے یہ معنی تھے کہ اس کو مارتے ہیں قتل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ غدر کرتے ہیں مختار مسلمؑ کے لئے رونے لگا کہتا تھا کہ مجھکو خوف ہے کہ اس سید بزرگوار کو نہ قتل کر ڈالیں جب شہر کوفہ کے قریب پہنچا تھوڑا سا رستہ چلا تھا کہ ایک مرد بنی امیہ اسے نظر آیا اس نے مختارؒ کو پہچان کر کہا کہ اے میرے سردار کہاں جاتا ہے؟ کہا میں مسلمؑ کی مدد کے لئے جاتا ہوں اس نے کہا خدا تجھ کو اجر دے مسلمؑ قتل کئے گئے۔ مختار نے یہ سنکر نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا اس مرد نے

کہا عبیداللہ ابن زیاد سے ڈرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ کہیں تجھ کو بھی قتل کر ڈالے۔ مختارؒ نے اپنے یاروں سے کہا کہ تم سب اپنے گھروں کو پھر جاؤ خدائے تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے غلام سے کہا کہ اونٹ کو گھر لے جا۔ اور آپ ہتھیار اتار کر غلام کو دیئے اور آپ بازار میں آیا کالے علم اور ایک خیمہ دیکھا کہ عمر بن حارث جو کہ ابن زیاد کا قدیم تھا خیمہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا پکار رہا تھا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آئے اس کا جان و مال محفوظ رہے گا مختار نے جو یہ سنا خیمہ کی طرف گیا۔ عمر بن حارث مختار کے آنے کی خبر سن کر لب فرش آیا اور مختار سے بغلگیر ہوا اور خیمہ میں لایا اور نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا۔ مختار نے کہا اے ابن جعفر میں شکر کرتا ہوں کہ میں اس ہنگامہ میں شریک نہ ہوا اور نہ اس لڑائی کی مجھ کو خبر ہوئی۔ تاہم میں تیرے پاس آیا کہ میرے دشمن میری نسبت کچھ لگا بجھا نہ دیں۔ عمر بن حارث بولا کہ تم نے خوب کیا کہ اپنے گھر میں بیٹھے رہے اور شمع نہ روشن کی اب تم امیر کی پناہ میں ہو کوئی شخص تمہارے حق میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی کچھ کہے گا تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ مختار ہنگامہ کی رات میرے پاس تھا۔ دوسرے روز کوفہ کے سردار ابن زیاد کے پاس آئے وہ بدبخت تخت پر بیٹھا تھا اور غلام زریں پٹکوں سے کمریں باندھے اور آہنی عمود ہاتھوں میں لئے اس کے سامنے صف بصف کھڑے ہوئے تھے۔

مورخین محققین کہتے ہیں کہ عمر نے اس موقع پر خدا کا شکر کیا اور محمد مصطفےٰ پر درود بھیج کر کہا کہ خدا امیر ابن زیاد کی عمر زیادہ کرے کہ اس نے بہت سی فتوحات کیں اور مجھ کو امید ہے کہ علیؑ کی اولاد پر بھی جلدی ہی ہاتھ صاف کریگا۔ پھر ابن زیاد کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے امیر مختار کی صحبت سے پہلو تہی کر کہ وہ تیرا قوی دشمن اور یزید کا عدو ہے اور وہ ایک عالی مرتبہ شخص ہے کہ اس کو سب اہل کوفہ دوست رکھتے ہیں اور اس نے مسلم بن عقیل سے بیعت بھی کی تھی۔ ابن زیاد کے دل میں یہ بات کھب گئی شب و روز مختار کی فکر میں رہنے لگا۔ اگلے روز وہ ملعون تخت پر بیٹھا اور دربار آراستہ کیا کوفہ کے سردار ابن زیاد کے پاس آئے اسی اثناء میں مختار نے بھی آکر سلام کیا ابن زیاد بدنہاد نے جواب نہ دیا اور اس کی طرف منہ پھیر لیا کیونکہ مختار مرد عالی ہمت تھا شرمسار ہوا لیکن آگے بڑھ کر جلسہ مجلس میں بیٹھ گیا کہتے ہیں کہ غیرت کے مارے مختار کا رنگ سرخ ہو گیا عبیداللہ ابن زیاد نے کہا کہ اے مختار تو حد سے تجاوز کر گیا اور مجھ کو یہ خیال ہے کہ تو نے جو مسلم کی بیعت کی ہے۔ اس سے میں بے خبر ہوں اور تو اس کی مدد کو آیا تھا جب تجھ کو معلوم ہوا کہ مجھے خدا نے فتحیاب کیا تو تو نے اپنے یاروں کو رخصت کر دیا اور تنہا میرے پاس چلا آیا مختار نے کہا کہ اے امیر میں نے اپنی حد سے تجاوز نہیں کیا اور نہ تیری لڑائی میں شریک ہوا نہ مسلم کا حال بعد واقعہ شہادت کے معلوم ہوا۔ شاید کہ میرے دشمنوں نے بے جا باتیں آپ تک پہنچائی ہیں کیونکہ انسان کے دوست کم اور دشمن بہت ہوتے ہیں عمر بن حارث خلیفہ ابن زیاد نے اٹھ کر مختار کی بات کو قطع کیا اور کہا کہ اے امیر میں شاہد ہوں کہ مختار بے گناہ ہے۔ کیونکہ وہ کل لڑائی کے وقت میرے خیمہ میں اکیلا علم کے نیچے موجود تھا جبکہ عمر نے یہ کلمہ خیر کہا تو ابن زیاد کا دل نرم ہوا فی الفور چاہا کہ مختار کو ایک گھوڑا اور زر نقد اور خلعت فاخرہ بطور انعام دے کر اس کا دل خوش کرے اسی اثناء میں تقریباً سو عورتیں بلا ردا

کی خونی کپڑوں سے آئیں اور محل کے نیچے نالہ و زاری شروع کی ابن زیاد نے کہا کہ یہ شور کیسا ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ یہ راہ داروں کی عورتیں اور بچے ہیں کہ کل مختار نے ان کے شوہروں اور بھائیوں کو قتل کیا ۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو سامنے بلاؤ جب وہ حاضر ہوئیں تو دریافت حال کیا انھوں نے گذشتہ کیفیت من وعن بیان کی ابن زیاد کو یقین ہو گیا کہ مختار لڑائی کے لئے آیا تھا فوراً جیلخانہ میں بھیجدیا۔ محمد و ابراھیم پسران مسلم اس وقت کوفہ میں تھے امام حسین علیہ السلام کو مسلم کے مارے جانے کی مطلق خبر نہ تھی اور پسرانِ جناب مسلم بکیس و بے آشنا رہ گئے جب باپ کے مارے جانے کی خبر سنی تو اپنے سروں پر خاک ڈالی زار و قطار روتے تھے۔ ابراہیم نے محمد سے کہا کہ کوفہ میں رہنا قرین مصلحت نہیں اگر ان دشمنان رسولخدا کو خبر ہو گئی تو ہم کو زندہ نہ چھوڑیں گے جب رات ہوئی تو شہر سے باہر نکلے کوتوال نے گرفتار کر لیا آخر کار ان کو بھی قتل کیا امام حسین علیہ السلام نے جب اس واقعہ کی خبر پائی تو مدینے سے کوفہ کو روانہ ہوئے مختار کہتا تھا کہ کل امام حسین علیہ السلام کوفہ میں تشریف لائیں گے اور ابن زیاد کو قتل کریں گے اور میں بھی تلوار کھینچکر ان منافقوں کو جہنم واصل کروں گا۔ جب حضرتؑ کے کربلا تشریف لانے کی خبر ابن زیاد کو پہنچی دوسرے دن عمر ابن سعد کو لڑائی کے لئے بھیجا یہ خبر مختار کو پہنچی۔ لیکن وہ قید خانہ میں تھا اپنے ہاتھ اور بازؤں کا گوشت حیت کے مارے کاٹتا تھا اور کہتا تھا واحسرتا اگر میں قید نہ ہوتا تو کوشش کرتا اور اپنی جان کو فرزند رسولِ خدا پر نثار کر دیتا۔ پس عمر ابن سعد امام حسینؑ سے لڑنے کو گیا۔ وہ معصوم مع جمیع فرزندان و خویش و اقارب و ہوا خواہان کے قتل ہوئے اور وہ مردود ان کے سروں کو کوفہ میں لایا اور ابن زیاد بدنہاد کے سامنے پیش کیا اور فخریہ کہتا تھا کہ یہ سر فلاں اور فلاں کا ہے ابن زیاد بدنہاد نے حکم دیا کہ مختار حاضر کیا جائے جب وہ آیا تو کہا کہ اے مختار یہ ابوتراب کی اولاد کے سر ہیں ان کو دیکھ لے تاکہ تجھ کو غم پر غم اور صدمہ پہ صدمہ پہنچے۔ بعد اس کے مختار سے کہتا تھا کہ یہ سر فلاں کا ہے اور یہ سر فلاں کا اور زنانِ اہلبیت حضرت رسولخدا دور کھڑے ہوئے مثل بھوروں کے رو رہے تھے یہ حالت دیکھکر مختار بھی روتا تھا۔ ابن زیاد بدنہاد نے کہا کہ اے مختار جتنا جی چاہے رو تجھے کوئی نہیں روکتا۔ منقول ہے کہ اس وقت مختار نے کہا کہ آج سے زیادہ کوئی ہولناک اور پُر مصیبت روز مجھ کو پیش نہیں آیا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ام کلثوم دختر جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی بیٹیاں بھی میری برابر میں کھڑی ہوئی واویلا وامحمداہ واعلیاہ واحسنا واحسینا پکارتی ہیں اور جناب امام حسین علیہ السلام کی بیٹیاں بھی اسی طرح فریاد کرتی تھیں کہ ہم افسوس غریب الوطن اور یتیم و بیچارہ رہ گئیں اور کوئی سرپرست ہمارے سر پر باقی نہ رہا اور نوحہ کر کر روتی تھیں پس ابن زیاد نے ان کو یزید بن معاویہ کے پاس دمشق میں بھیجدیا اور مختار کو بدستور سخت قید کر کے قید خانہ میں لے گئے ✦

واقعہ دوم متضمن بہ قصہ معلم کثیر و خلاصی مختار از زندان

ابو مخنف نے لوط ابن یحییٰ ازدی سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور یزید بادشاہ

خود مختار ہو گیا تو پسر زیاد کے حکم سے منادی کی گئی کہ جو کوئی ابو تراب کو نیکی سے یاد کرے اس کا جان و مال ہم پر حلال ہے اور جو دوستان علی کو اپنے گھر میں پناہ دیگا اس کو قتل کر دونگا اور اس کا گھر جلا کر خاک کر دوں گا لوگ ڈر گئے اور کوئی علی علیہ السلام کا نام نہیں لے سکتا تھا اور حرم اہل بیت کے تمام دوست بھاگ گئے اور پراگندہ ہو گئے اس وقت کوفہ میں ایک معلم قبیلہ ہمدان سے کہ جس کا نام کثیر بن عامر تھا وہاں کے بچوں کو قرآن پڑھاتا تھا وہ دوستدار اہل بیت پارسا اور پرہیزگار تھا اور صفین کی لڑائی میں جناب امیرؑ کے ہمراہ تھا اور حضرت پیغمبرؐ کی بہت سی حدیثیں جناب امیرؑ سے سنی تھیں اور سفر و حضر میں ہمیشہ ساتھ رہتا تھا بنی امیہ اور سرداران کوفہ کے لڑکوں کو درس دیتا تھا ایک دن ایک سقہ جا رہا تھا۔ معلم نے اس کو آواز دی اور پانی کا کوزہ پینے کے واسطے اس سے لیا اور تشنگی امام حسین مظلوم کی یاد آئی پانی پیا اور کہا کہ خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جنہوں نے حسینؑ مظلوم کو پیاسا ذبح کر دیا اور پانی نہ دیا سنان ابن انس کا لڑکا وہاں موجود تھا اس نے اشکر کہا کہ جس شخص نے حسینؑ پر پانی بند کیا وہ اس شخص کا باپ تھا۔ اور تو جانتا ہے کہ ہم سب ان ہی لوگوں کی اولاد ہیں جنہوں نے حسینؑ ابن علیؑ کو شہید کیا اور تو ہمارے ہی روبرو لعنت کرتا ہے تجھ کو کچھ خوف نہیں تو نہیں جانتا کہ یہ کام بحکم ابن زیاد کس بہادری سے کیا گیا ہے تیرے پاس کیا دلیل ہے کہ تو ایسے لوگوں کو برا کہتا ہے معلم ڈر گیا اور کہا کہ یہ خطا مجھ سے سہواً وقوع میں آئی ہے۔ تم اس کا کسی سے ہرگز ذکر نہ کرنا اس لڑکے نے اپنے دل میں کہا کہ میں تجھ کو ایسی مصیبت میں مبتلا کروں گا کہ اس سے تیرا چھٹکارا نہ ہو گا۔ اس وقت تو لڑکوں میں جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی سی دیر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھا اور مثل اسپ تیز رفتار کے بھاگ کر نکل گیا اور معلم سے اجازت لیکر باہر جا کر اپنی پگڑی اپنی گردن میں ڈال لی اور ایک بھاری پتھر اٹھا کر اپنے پہلو پر مار لیا کہ اس کا تمام جسم زخمی ہو گیا اور ایک لکڑی اپنی ناک میں چڑھا کر خون نکال لیا اور تمام بدن خون میں شور بور کر لیا اور اپنے کپڑے پھاڑ کر روتا جھینکتا ہوا گھر پہنچا ماں باپ نے اس سے دریافت کیا کہ بتلا تیرا ایسا حال کس نے کیا ہے؟ اس بدبخت نے کہا کہ میں مسجد میں پڑھتا تھا اتنے میں ایک سقہ آیا معلم نے اس سے پانی پینے کے واسطے لیا کچھ سوچا اور پھینک دیا اور کہا کہ خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جنہوں نے امام حسینؑ کو کربلا میں پیاسا شہید کیا میں نے یہ بات سنکر پوچھا کہ تو کس پر لعنت کرتا ہے معلم نے جواب دیا کہ اے حرامزادے ملعون اول تیرے باپ پر اور ابن زیاد پر پھر شمر ذی الجوشن پر اس کے بعد یزید پر جب میں نے یہ سنا حمیت دین جوش میں آئی پکار اٹھا کہ دور ہو تجھ پر اے معلم کہ تو امیر یزید پر لعنت کرتا ہے تجھ پر اور تیرے باپ اور تیرے دوستوں پر لعنت ہو بس معلم میرا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے گیا اور میرے ہاتھ پاؤں باندھے اور کوڑے مار مار کر میرا یہ حال بنا دیا اور وہ میرے مارنے کے ارادے سے گھر میں چھری لینے گیا تھا میں دانتوں سے رسی کو کاٹ کر بھاگ آیا۔ سنان ملعون اپنے پسر نابکار کو لیکر ابن زیاد کے گھر پہنچا اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر آواز دی۔ بڑی رسوائی اور شرم کی بات ہے بڑی بے حرمتی اور بے عزتی کا مقام ہے ابن زیاد نے یہ آواز سنکر کہا کہ دیکھو یہ کون ہے؟ دربان بولا کہ سنان انس نخعی ہے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑے ہوئے آیا ہے ابن زیاد نے کہا کہ آنے دو جب وہ آیا تو ابن زیاد روسیاہ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ تجھے کیا ہوا سنان ابن انس نے جو کچھ اپنے ناخلف کی زبانی سنا تھا سب کہہ

سنایا بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ حاشیہ چڑھایا ابن زیاد بولا کہ ہم تو معلم کو اپنا دوست جانتے تھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ ہمارا دشمن ہے ہم کو تو آج ہی کھلا کہ وہ ابوتراب کا دوست ہے یہ کہہ کر خفا ہوا اور دربان کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں رافضی کو ہمارے پاس لاؤ دربان چند پیادوں کو لیکر معلم کے پاس گیا۔ اور پگڑی اس کی گردن میں ڈال کر کھینچتے لے آئے۔ ابن زیاد شوم کی جونہی نظر معلم پر پڑی ایک سخت جھڑکی دی اور کہا کہ اے رافضی کیا تو امیر یزید کی ولایت میں رہ کر عیش و عشرت سے گذر اوقات کرنے کو کافی نہیں سمجھتا بجائے اس کے تو اس پر لعنت کرتا ہے بتا تو کس دلیل سے ہم پر لعنت واجب جانتا ہے کیا اس لئے کہ ہم نے حسینؑ کو قتل کر ڈالا۔ معلم اس بہتان سے ڈرا بولا کہ اے امیر جو کچھ یہ میری نسبت بیان کرتا ہے میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ یہ بے گناہ بچہ کہتا ہے معلم نے کہا یہ جھوٹا ہے اگر وہ سچا ہے تو بھی کہیں تو میرا خون مباح ہے ابن زیاد نے کہا کہ اس بچہ کا قول میرے نزدیک علیؑ کے قول سے بہتر ہے۔ پس دربان کو حکم دیا کہ اس معلم کو ابوترابیوں کے جیلخانہ میں لے جاؤ معلم کو جیلخانہ میں لے گئے اور آہنی بیڑیاں اس کے پاؤں میں اور طوق اس کے گلے میں پہنا دیا اور ایسے تہ خانہ میں قید کیا جس میں اس قدر اندھیرا تھا کہ آدمی کو آدمی نہیں دیکھ سکتا تھا دروازہ بند کر کے چل دیئے۔ معلم سر زانو پر رکھ کر اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ تکلیف مجھ کو جناب امیر کی محبت کے طفیل میں ہے۔ وہ جناب صابر تھے تو بھی صبر کر اسی اثنا میں دور سے ایک روشنی دکھائی دی اور تیل کی بو اس کے دماغ میں پہنچی ۔ بیڑیوں کی جھنکار اور رونے کی آواز سنی معلم اٹھکر اس آواز گریہ کی طرف چلا گیا دیکھتا ہے کہ ایک جوان طاعیل کے کپڑے پہنے حجرے کے فرش پر بیٹھا ہے اور سر سے پاؤں تک لوہے میں جکڑا ہوا ہے سر کے بال اور ناخن حد سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں اور یا علیؑ یا محمدؐ کا وظیفہ زبان پر جاری ہے معلم نے اس کے پاس جا کر سلام کیا اور پوچھا کہ تجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا ہے جو حد سے زیادہ تجھ پر عذاب ہو رہا ہے جوان نے کہا کہ یہ سزا علیؑ اور اس کی اولاد کی محبت میں مجھکو ملی ہے معلم علیؑ کا نام سنتے ہی رونے لگا اور پوچھا کہ تو کون ہے اور کس قبیلے سے ہے اور اس طرح کیوں روتا ہے۔ اس جوان نے کہا کہ میرا نام مختار ہے اور ابو عبیدہ ثقفی کا بیٹا ہوں جب معلم نے مختار کا نام سنا پھر رویا اور مختار کا سر اپنی بغل میں لیکر اس کے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیا مختار نے پوچھا تو کون ہے؟ معلم نے کہا کہ میرا نام کثیر ہے اور میں عامر ہلالی کا بیٹا ہوں میں سرداران کوفہ کے بچوں کو پڑھایا کرتا تھا مختار نے کہا کہ یہ قیدخانہ معلموں کی جگہ نہیں ہیں تو اس لئے قید ہوا کہ میرا یہ ارادہ تھا کہ ولایت ان سے چھین کر جو اس کے مستحق ہیں ان کو دوں تو معلوم ہے تو کیوں قید ہوا؟ معلم نے جواب دیا کہ میں بھی اسی تہمت میں قید ہوا ہوں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت کا دوست ہوں پھر اول سے آخر تک اپنی سرگذشت بیان کی جب مختار نے یہ بات سنی تو کہا اے بھائی غم مت کر تو جلد رہائی پائے گا کیونکہ ان طالب علموں کے وارث جن کو تو پڑھایا کرتا تھا چند روز میں تیری سفارش کرکے تجھ کو فوراً چھڑا لیں گے۔ لیکن میرا چھوٹنا مشکل ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام کی حسرت اپنی قبر میں لے جاؤں معلم نے جواب دیا کہ اے مختار فکر نہ کر تو بھی اپنی مراد کو جلد پہنچے گا۔ میں نے جناب امیرالمومنینؑ کی حدیثوں میں دیکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام قاتل تیرے ہاتھ سے

قتل ہوں گے اور تو کوفہ اور تمام عراق پر قابض اور متصرف ہوگا اور علم قطیعان تک کے دروازہ پر گاڑے گا۔ یہ باتیں کرکے مختار کا دل خوش کرتا تھا اور مختار معلم کا دل بہلاتا تھا پس معلم رو دیا۔ مختارؒ نے کہا کہ بھائی تو کیوں روتا ہے۔ معلم نے جواب دیا کہ تیری قید کی سختی کے سبب سے میں بھی روتا ہوں اے میرے سردار اگر مجھ کو تیری رہائی کی کوئی صورت معلوم ہوتی تو میں اتنی کوشش کرتا کہ یا تو تجھ کو چھڑا لیتا یا آپ مارا جاتا۔ مختار نے کہا کہ اس طرح کی باتیں مت کر خدا تیری مدد کرے گا۔ صاحب اخبار روایت کرتا ہے کہ معلم کی ایک بھتیجی مسماۃ بستان نام کی تھی اور وہ ابن زیاد کے فرزندوں کی دایہ تھی اور اس نے اس کے تمام فرزندوں کو پالا تھا جب اس نے اپنے چچا کے قید ہونے کی خبر پائی تو فریاد کی اور اپنے تن کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اس کے فرزندوں کو لیکر ابن زیاد کی بیوی کے پاس لے گئی۔ اس کی بیوی نے جب یہ حال دیکھا پوچھا کہ تجھ کو کیا ہوا بولی کہ میرا ایک چچا ہے جس نے تیرے بچوں کو علم و ادب سکھلایا ہے اور تجھ پر حق رکھتا ہے۔ اب سنان ابن انس نے اس پر ایک تہمت لگائی اور ایسا بہتان باندھا ہے کہ امیر نے خفا ہو کر اس کو قید کر دیا برائے خدا اس کی سفارش کر عورت نے قبول کیا اور اس نے کہا کہ تو فکر نہ کر کہ میں ابھی امیر سے کہوں گی وہ عورت خوش ہو گئی اور اس کو دعا دی تھوڑی دیر کے بعد ابن زیاد بدنہاد گھر میں آیا عورت نے اٹھ کر کہا کہ تو نے جس معلم کو قید کر لیا ہے وہ بے گناہ ہے اور اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اس کو میرے واسطے معاف کر دے اور میری حاجت پوری کر ابن زیاد بولا کہ میں نے تیری حاجت روا کی فوراً دربان کو بلا کر حکم دیا کہ معلم کو قید سے چھوڑ دے معلم اور مختار ہمکلام تھے کہ ایک آواز انھوں نے سنی۔ مختار نے کہا کہ مبارک ہو تجھے کہ تجھ کو بلایا ہے معلم نے کہا کہ مجھ کو تیری جدائی نہایت شاق ہے اپنی حاجت مجھ سے کہہ اگر ہو سکے گا تو میں پورا کروں گا۔ مختار نے کہا کہ میری ایک حاجت ہے اگر تو پورا کرے گا تو خدائے تعالیٰ اس کا اجر تجھ کو دیگا اور میں تا مدت العمر تیرا احسان نہ بھولوں گا اس میری حاجت یہ ہے کہ جب تو قید سے چھوٹ جائے تو دوات و کاغذ و قلم میرے پاس بھیجد بیجو۔ مگر کسی کو خبر نہ ہو۔ معلم نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو بھیجوں گا۔ اس کے بعد دربان نے آکر کہا کہ اے معلم باہر نکل کہ ابن زیاد نے تجھ پر رحم کھایا پس اس کو قید خانے سے باہر لے گئے اور قید سے رہا کر دیا اور عبداللہ ابن زیاد کے پاس لے گئے ابن زیاد نے کہا کہ اے بنی امیہ کے معلم میں نے تجھ کو معاف کیا اس کے بعد ادب سے رہنا۔ اور کوئی خطا نہ کرنا معلم نے کہا کہ اے امیر میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد غلطی نہ کرونگا کیونکہ اس کے لڑکے نے جھوٹ اور بہتان مجھ پر لگایا تھا۔ یہ معلم بڑا مالدار تھا گھر پہنچتے ہی عورت کو طلاق دی تاکہ مختار کی حاجت پوری کرے اور عورت کو خبر نہ ہو پھر ایک بکری ذبح کرکے پکائی اور روٹیاں اور میوے اور ہزار دینار کپڑے میں باندھے اور حمال کے سر پر اٹھوا کر داروغہ جیل کے گھر آیا اور دروازہ پر دستک دی عورت باہر نکلی۔ اس سے کہا کہ جب تیرا شوہر گھر آئے اس سے کہنا کہ کثیر معلم کہہ گیا ہے کہ جب میں قید میں تھا تو میں نے منت مانی تھی کہ جب میں قید سے چھوٹوں گا تو تم سے سلوک کروں گا اب میں وعدہ کو پورا کرنے آیا ہوں پھر یہ چیزیں اس عورت کے سپرد کرکے اپنے گھر واپس چلا گیا۔ جب داروغہ جیل گھر آیا ان تحائف کو دیکھ کر کہا کہ مختار کے

واسطے معلم کو کچھ ضرورت درپیش ہے پس تیسرے دن اپنے بھائی کو اپنے کام پر چھوڑا اور آپ گھر رہا معلم بدستور سابق تحفے تیار کر کے داروغہ کے گھر لایا داروغہ خود باہر نکلا اور معلم کو گھر میں لے گیا اور اس کی بہت تکریم و تعظیم کی اور ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا حتی کہ یہ بھی پوچھا کہ اے معلم تو یہ تحفے کس غرض سے میرے پاس لایا اور تو کہتا ہے کہ میں نے منت مانی تھی اور میں گمان کرتا ہوں کہ یہ منت نہیں بلکہ تو مجھ سے کوئی حاجت رکھتا ہے مجھ سے بیان کر کہ تو کیا چاہتا ہے معلم نے کہا کہ ظاہری بات کا کیا پوچھنا۔ داروغہ نے کہا کہ میں محمد رسول اللہ کے حق میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مختار کے بارے میں کچھ حاجت رکھتا ہے تو میں اس کو ضرور پورا کروں گا اور مجھے اپنے مارے جانے کا کچھ خوف نہیں۔ معلم نے خوش ہو کر کہا کہ اے برادر مومن سن! جب ابن زیاد نے مجھ کو قید کیا میں نے مختار کو سخت قید کی حالت میں دیکھا جب میں نے رہائی پائی تو اس نے مجھ سے دوات و کاغذ و قلم کی درخواست کی تھی۔ اگر تو پہنچا سکتا ہے تو یہ مجھ سے کر اس تک پہنچا دے کیونکہ اس کا بڑا ثواب ہے داروغہ محبس نے کہا کہ یہ امر بہت دشوار ہے مگر انشاء اللہ تعالیٰ بسر و چشم اس کام کو سر انجام دونگا۔ کیونکہ ابن زیاد میری ذات خاص پر اعتمادِ کلی رکھتا ہے اگر اندیشہ ہے تو صرف اس قدر ہے کہ ایک گروہ کثیر جو میرے ماتحت ہے یہ سب میرے حالات کی نگرانی کرتے ہیں ان سے فی الجملہ خوفناک ہوں مگر اسی وقت مجھ کو ایک تدبیر سوجھی ہے وہ میں تجھ سے کہتا ہوں۔ معلم نے کہا وہ کیا تدبیر ہے۔ داروغہ نے کہا اُترنج اور طُل صبر کر بریوں کھانا پکا کر تیار کر اور اس میں اشیاء مطلوبہ چھپا دے پھر اس کھانے کو میرے پاس لائیو میں اس وقت تم سے دریافت کروں گا کہ کیا چیز ہے؟ تم کہنا کہ جب میں قید خانہ میں تھا اس وقت مختار نے مجھ سے کھانے کی درخواست کی تھی۔ اور ان چیزوں کو منگایا تھا اور کہا کہ مجھ کو اندیشہ ہے مبادا میں مر جاؤں اور ان چیزوں کی آرزو میرے دل میں رہ جائے۔ پس میں اس کی طلب کے موافق لایا ہوں نصف اس کو دیدو اور نصف تم تناول فرما لو۔ محافظین میری طرف دیکھ کر کہیں گے کہ داروغہ صاحب تمہاری اس باب میں کیا رائے ہے؟ میں کہدوں گا کہ میرے نزدیک مختار منجملہ جلتانہ کے مردوں کے ایک وہ بھی مردہ ہے اس کو اگر کھانا پہنچا دیا جائے گا تو کیا نقصان ہے وہ اس وقت کہیں گے کہ فی الحقیقت مختار مذکور زندہ درگور ہے پس اس حیلہ سے یہ چیزیں مختار تک پہنچ جائیں گی۔ معلم یہ سنکر اٹھا اور داروغہ کے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور کہا کہ تم نے خوب تدبیر بتلائی اب مجھکو یقین ہو گیا کہ تمہاری اس **ہمت مردانہ سے میں** اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاؤں گا اس داروغہ نے سڑک پر سے ایک طفل لاوارث کو اٹھا کر پرورش کیا تھا جو غالباً حرامی تھا جس وقت داروغہ اور معلم دونوں باہم گفتگو کرتے تھے وہ زمین پر لیٹا تھا بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ سو رہا ہے مگر دراصل جاگتا تھا تمام باتیں سنتا تھا اور ذہن نشین کرتا جاتا تھا۔ معلم نے بموجب حکم داروغہ کے سب سامان بہم پہنچا کر حمال کے سر پر رکھوا کر داروغہ کے گھر پہنچا دیا۔ داروغہ کے حبشی نے جب معلم کو یہ سامان لاتے ہوئے دیکھا تو وہ ابن زیاد کے دروازہ پر پہنچا اور شور و غل کیا اس نے اس طفل ملعون کو طلب کیا پوچھا کہ تجھے کیا معاملہ پیش آیا لڑکے نے کہا کہ اے امیر آگاہ ہو کہ میرا باپ اگرچہ بظاہر تیرا امین ہے۔ لیکن **فی الباطن خائن ہے**۔ اور

معلم سے مل گیا ہے۔ معلم دوات اور قلم روٹیوں میں رکھ کر مختار کو پہنچانے کی نیت سے میرے باپ کے پاس لایا ہے اس ملعون روسیاہ نے جو یہ بات سنی اسی وقت سوار ہو کر داروغہ کے گھر آیا لوگوں نے اس کو آتا دیکھ کر عادی چونکہ وہ مردک غصہ میں بھرا ہوا تھا داروغہ کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ تو بھی نمک حرام ہو گیا۔ داروغہ نے کہا کہ اے امیر میں نے کیا گناہ کیا ہے ابن زیاد بولا کہ مختار کے پاس دوات قلم بھیجنے کا حیلہ بنایا ہے۔ تاکہ وہ عبداللہ ابن عمر اپنے بہنوئی کو خط لکھے اور یزید کے نام وہ نامہ بھیجے اور مختار یزید کے حکم سے رہا ہو جائے۔ داروغہ نے کہا کہ میں اتنی مدت سے ہوں آپ کی خدمت میں ہوں کبھی مجھ سے ایسی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ مگر اس معلم نے منت مانی تھی کہ اگر میں رہائی پاؤں گا تو کھانا پکا کر قیدیوں کو کھلاؤں گا وہ آج اپنی نذر کو وفا کرنا چاہتا ہے۔ الحمد للہ کہ طعام حاضر ہے۔ اور کسی نے اب تک اس پر سے دستر خوان بھی نہیں اٹھایا ملاحظہ کر لیجئے کہ اس میں قلم دوات کا غذ ہے یا نہیں اگر ہو تو میرا اور معلم کا خون مباح ہے۔ معلم نہایت اندیشناک ہوا گمان کیا کہ میں اسی وقت مارا جاؤں گا ابن زیاد بد نہاد گھوڑے سے نیچے اترا اور کہا کہ کھانا سامنے لاؤ ایک ایک روٹی کو اوپر نیچے کرتا تھا۔ اور اس میں قلم دوات کو تلاش کرتا تھا معلم اور داروغہ بارگاہ ایزدی میں نالہ وزاری کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خداوندا تیری ذات عالم و دانا ہے ہم نے یہ امر تیری رضامندی اور اہل بیت کی خوشنودی اور ایک برادر مومن کی رہائی کے لئے اختیار کیا ہے تیری ذات قادر ہے اس بلا کو ہم سے دفع کر ابن زیاد بدنہاد نے ہر چند روٹیوں کو الٹ پلٹ کیا لیکن پروردگار نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ اس میں دوات وقلم کا کہیں نشان تک نہ پایا داروغہ سے کہا کہ میں ہر چند ڈھونڈتا ہوں اس میں نہیں پاتا۔ داروغہ نے کہا خدایا بادشاہ کی عمر دراز کرے یہ میرا لڑکا نہیں حرامی ہے۔ میں نے اس کو ایک روز کوچہ کی سڑک پر پایا تھا میری عورت نے اس کو دودھ پلا کر اور بحد امکان حفاظت میں کر کے پرورش کیا حتیٰ کہ جوان ہو گیا کل جو میں اپنے گھر میں آیا تو میں نے دیکھا کہ یہ میری عورت کو لپٹا ہوا تھا۔ میں نے اس کو بہت مارا اور گھر سے باہر نکال دیا اس لئے اس نے مجھ پر یہ بہتان باندھا ہے ابن زیاد کو یہ بات سنکر یقین آگیا۔ لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے ولد الزنا تو چاہتا ہے کہ میں خون ناحق میں گرفتار کیا جاؤں تلوار کھینچکر ایک وار میں اس کا کام تمام کیا اور اس کو واصل جہنم کیا۔ بعد ازاں حکم دیا کہ یہ کھانا لے کر قیدیوں کو کھلا دو اور مختار کو بھی بھجوا دو۔ معلم سے کہا تو نے خوب کیا کہ اہل زندان کو کھانا کھلایا ابن زیاد اللہ کر دار الکفر کو روانہ ہوا۔ معلم اور داروغہ کھانا مختار کے پاس لے گئے اور سب حقیقت حال عرض کی۔ کاغذ و قلم دوات اس کے ہاتھ میں دیا۔ مختار نے دو نامے لکھے ایک اپنے بہنوئی کے نام دوسرا اپنی خواہر صفیہ کے نام اور یہ مسماۃ عبداللہ ابن عمر کی زوجہ تھی خط میں اپنے بہنوئی کے نام وہی لکھا جو کہ اس پر گذرا تھا یعنی ابن زیاد نے مجھ کو بے گناہ قید کیا ہے اور ایسا کوئی نہیں جو میری خلاصی کے باب میں بول سکے۔ مگر چونکہ تیری قدر و منزلت یزید پلید کے نزدیک کسی قدر ہے لازم ہے کہ اس کو خط لکھو کہ وہ ابن زیاد کو رہائی کے بارے میں تحریر کرے۔ معلم سے کہا کہ اتنے برادر ایمانی اتنی اور کوشش کر کہ یہ میرے خطوط مدینہ منورہ میں پہنچ جائیں۔ ایک بہن کے پاس اور ایک

بہنوئی کے پاس مسلم نے کہا کہ اے میرے سردار تو مطمئن رہ انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا میں اس کا ذمہ لیتا ہوں یہ کہکر مختار سے رخصت ہوا اور جیلخانہ سے نکلا داروغہ نے مختار کے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیا اور جیل سے نکل آیا مسلم نے اسی وقت حجامت بنوائی اور پاکیزہ لباس پہنا اور حاجیوں کے لباس سے اپنے تئیں آراستہ کیا۔ اور اہل کوفہ سے کہا میں حج کو جاتا ہوں اس زمانہ میں کوئی شخص بغیر اجازت ابن زیاد بد نہاد کے شہر سے باہر نہیں جاسکتا تھا مسلم نے حاجیوں کا لباس پہن کر ابن زیاد کے پاس جاکر کہا کہ اے امیر میں نے نذر کی تھی کہ جب قید سے چھوٹونگا تو مکہ کا حج بجالاؤں گا اب بفضل خدا رہائی ہوگئی مکہ معظمہ کو جاتا ہوں۔ خانۂ خدا اور تربت محمد مصطفٰے کی زیارت بجالاؤں گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ اے مسلم تو اتنا خائف ہوا کہ جلد جلد نذریں بھی مان لیں مسلم بولا اے امیر مردہول کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے دوسری یہ بات ہے کہ جو شخص حاکم کا ڈر نہ مانے وہ دیوانہ ہے۔ پس رخصت لے کر باہر آیا اونٹ پر سوار ہو کر چلا یا چند روز میں مدینہ پہنچا پہلے عبداللہ ابن عمر کے گھر گیا اندر سے ایک لونڈی آئی باہر آکر پوچھا کہ تو کون ہے مسلم نے کہا کہ میں عراق سے آیا ہوں اور مختار کا خط لایا ہوں لونڈی گھر میں گئی اور کیفیت بیان کی مختار کی بہن سنتے ہی ایسی پریشان ہوئی قریب تھا کہ بیہوش ہو جائے۔ عبداللہ ابن عمر نے کنیز سے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ کنیز جاکر بلا لائی مسلم نے نزدیک جاکر سلام کیا اور دونوں خط عبداللہ ابن عمر کے حوالے کیے عبداللہ نے ایک خط اپنے پاس رکھا اور دوسرا خط اس کی بہن صفیہ کو دیدیا صفیہ نے اپنے شوہر سے اجازت مانگی کہ میں مسلم سے حال دریافت کرلوں عبداللہ بن عمر نے مسلم کو صفیہ کے پاس بھیجدیا۔ جب مسلم اس کے پاس گیا تو رونے لگا حضرت مسلم اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مختار کی کہانی اول سے آخر تک اس سے بیان کی صفیہ نے فوراً سر سے چادر پھینکدی اور رونے پیٹنے لگی عبداللہ نے کہا کہ اے عورت یہ کیا ماجرا ہے صفیہ نے کہا قسم ہے خدا و رسول کی جب تک مختار نہ چھوٹے گا تو مجھکو کبھی خوش نہ دیکھے گا۔ عبداللہ نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں جو یزید کے پاس میرا خط اس وقت لیجائے مسلم نے کہا اس کام کو میں انجام دونگا عبداللہ نے اسی وقت دوات وقلم منگا کر یزید کے نام نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ واضح ہو کہ اے یزید بن معاویہ تو جانتا ہے کہ مختار میری بی بی کا بھائی ہے اور عبداللہ ابن زیاد تیرے عامل نے اسکو بے گناہ کنوئیں کے اندر اندھیری کوٹھری میں طوق وزنجیر میں جکڑ کر قید کر رکھا ہے اور اس کی بہن دن رات روتی ہے اور اس نے میری زندگی کو تلخ کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تو ایک خط اپنے ہاتھ سے ابن زیاد کو لکھ کہ وہ مختار کی ایذا دہی سے دست بردار ہو جائے اگر ایسا کروگے تو مجھ پر احسان ہوگا اور اگر ابھی پہلو تہی کی تو قسم ہے خدا و رسول کی تمام قبائل عرب کو برہم کرکے اور لشکر بے شمار لیکر حسین مظلوم کے خون کا مطالبہ کرونگا پس اس امر کو اپنے دل میں خوب جانچ لو اور جان لو کہ یہ امر ممکن ہے یا ناممکن خط کو بند کیا اور اپنی بیوی اور بیٹیوں کے سر کے بال جو انھوں نے مختار کے غم میں منڈوائے تھے۔ ایک سیاہ تھیلی میں بھر کر مسلم کو دیے اور اس سے کہا کہ جب یزید نامہ کو پڑھے اس وقت یہ بال بھی پیش کر دینا اور جو کیفیت تیری چشم دید ہے اس کو بھی کہدینا یہ کہکر ایک ہزار دینار

مسلم کے آگے رکھے اس نے قبول نہ کیا اور جواب دیا کہ میں نے یہ کام واسطے رضائے خدا و خوشنودی رسولؐ اور اہلبیت کے اختیار کیا ہے۔ علاوہ ازیں خدا نے دھن دولت مجھ کو بہت دے رکھی ہے مجھ کو روپیہ اور پیسہ کی ضرورت نہیں اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اس امر میں کسی طرح سے دریغ نہ کروں گا یہ کہکر اونٹ پر سوار ہو کر دمشق کو روانہ ہوا اور وہاں پہنچکر ایک ترکاری فروش کی دکان کے نزدیک قیام کیا مسلم ہر روز یزید کی محلسرائے کے دروازہ پر جاتا تھا مگر اندر جانے کی اجازت نہ پاتا تھا۔ اسی طرح اٹھارہ دن گذر گئے ترکاری فروش نے کہا کہ تو اٹھارہ دن سے یہاں ہے اور ہمیشہ مسجد میں نماز پڑھتا ہے کسی سے اپنا حال نہیں کہتا اب بیان کر کہ تو کس کام کے واسطے آیا ہے تاکہ میں تیری حاجت کے پورا کرنے میں سعی کروں مسلم نے اندیشہ کیا کہ مبادا اگر میں اپنا حال اس سے کہوں تو معاملہ دگرگوں ہو جائے۔ شاید کہ یہ بھی دشمن اہل بیت ہو مگر ترکاری فروش مومن اور دوستدار اہل بیت تھا اور دن رات امام مظلوم کے حال پر روتا تھا مسلم نے کچھ نہ کہا ترکاری فروش نے مسکرا کر کہا کہ اے عراقی مجھکو قسم ہے حسینؑ شہید کربلا کی اگرچہ تو ایسی حالت میں ہوگا جس میں میری ہلاکت متصور ہو تب بھی تیری حاجت پوری کروں گا مسلم نے کہا تو نے سخت قسم کھائی اگر تو میرے حال سے آگاہ ہونا چاہتا ہے تو اپنا عقیدہ پہلے مجھ سے بیان کر ترکاری فروش نے کہا میرا عقیدہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ بنی مروان اور بنی امیہ اور خاصکر یزید پر لعنت کرتا ہوں مسلم نے کہا اب میں تم سے نڈر ہو گیا ہوں یہ کہکر اول سے آخر تک اپنی سرگذشت بیان کی بعد ازاں کہا کہ آج اٹھارہ دن مجھکو اس شہر میں آئے ہو گئے کہ ہر روز یزید کے دروازہ پر جاتا ہوں مگر اس کے ملازم مجھکو باریاب نہیں ہونے دیتے میں یہ خط اس تک پہنچانا چاہتا ہوں لیکن مجھ کو اندر جانے کا موقع نہیں ملتا اور میں اس معاملہ میں ناچار اور مجبور ہوں مجھکو اس خط کی یزید تک پہنچانے کی کوئی تدبیر نہیں سوجھتی۔ ترکاری فروش بولا کہ مختار کون ہے اور تم سے کیا تعلق ہے مسلم نے کہا کہ مختار اول تبرا کا شیعہ اور مومنین کی پشت و پناہ ہے اگر وہ جیل خانے سے آئیگا تو حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیگا ترکاری فروش نے کہا کہ تجھکو کیونکر معلوم ہے کہ وہ امام حسینؑ کے ساتھ یہ سلوک کریگا مسلم نے کہا کہ جناب امیرؑ سے منقول ہے انھوں نے رسولؐ خدا سے روایت کی کہ بعد میرے حسنؑ مظلوم کو زہر دینگے اور حسین علیہ السلام کو خنجر سے شہید کریں گے اور ایک مرد بنی ثقیف سے کہ جس کا نام مختار ہوگا خروج کریگا اور قاتلان امام حسین علیہ السلام سے ایک کو زندہ نہ چھوڑے گا اور جو کچھ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے سب سچ ہے ان کا قول کبھی جھوٹا نہیں ہوا اور نہ ہوگا بقال نے کہا کہ مختار وہی ہے کہ جس نے مسلم ابن عقیل سے بیعت کی تھی مسلم نے کہا ہاں بقال بولا تم سچ کہتے ہو اور جو کچھ تم نے کہا اگر پہلے ہی روز کہدیتے تو میں تم کو یزید تک پہنچا دیتا خیر علی الصباح نماز سے فارغ ہو کر لباس فاخرہ پہن کر یزید کی محلسرا پر جائیے اور دربانوں اور سرہنگوں سے نہ ڈریئے گا۔ کسی طرح کا خیال دل میں نہ لائیے گا۔ جب تم دروازہ کے اندر داخل ہو چکو گے تو تم کو ہر دو طرف سیاہ عمامے باندھے ہوئے سپاہی نظر آئیں گے۔ مگر ٹھیر نہ جانا سیدھے چلے جانا جب دوسری ڈیوڑھی پہنچیگا تو ہر دو طرف رنگا رنگ کے فرش بچھے ہوئے اور کرسیاں لگی ہوئی اور بڑے بڑے سردار دول

کو ان پر بیٹھے ہوئے دیکھے گا تو ان پر سلام نہ کرنا بدستور سیدھے چلے جانا جب تیسرے دروازہ پر پہنچے گا تو بساط شطرنج بچھی ہوئی اور دیبائے رومی کے پردے لگے ہوئے شاہانہ کرسیاں رکھی ہوئی اور امیر و وزیر وہاں بیٹھے ہوئے پائے گا۔ وہاں سے بھی سیدھے چلے جانا جب چوتھی ڈیوڑھی پر جائیگا تو خادموں کو قبائے دیبائی پہنے ہوئے پائیگا اور حریری اور ریشمی زربفت کے پٹکوں سے کمریں باندھے ہوئے پائے گا ان کی طرف بھی متوجہ نہ ہونا اور سیدھے چلے جانا جاتے جاتے جب تم اس کے صحن خانہ میں پہنچو گے تو برخلاف اس کے جو کچھ دیکھ چکے ہو کمریں سنہری زری پٹکوں سے بندھی ہوئی اور عصائے مرواریدی سروں پر رکھے ہوئے کہ ان لوگوں کو طشتیہ کہتے ہیں پائیگا کیونکہ اس گروہ نے سر مبارک امام مظلوم کو طشت میں رکھ کر یزید کو پیش کیا تھا ان سے بھی ہمکلام نہ ہوجیے گا اور آگے چلے جائیگا جب پانچویں ڈیوڑھی پر پہنچے گا تو وہاں فرش دیبائے رومی کے دیکھے گا اور وہ اس لئے بچھائے ہیں کہ جسوقت یزید حمام میں جاتا ہے تو اس فرش پر چلتا ہے تاکہ زمین کی گرد نہ لگ جائے اس فرش پر بیٹھ جائے گا۔ اس سے آگے نہ بڑھے گا جب آپ کو وہاں بیٹھے ہوئے کچھ عرصہ ہو جائے گا تو عجیب و غریب قسم کے خوبصورت غلام کو دیکھے گا کہ دیبائے سرخ کا جامہ پہنے ہوئے اور زریں پٹکا کمر سے باندھے ہوئے اور یاقوتی رنگ کا دوپٹہ سر پر رکھے ہوئے اور انگیٹھی ہاتھ میں لئے حمام کو جاتا ہے اور ایک غلام اس کے پیچھے آتا ہے کہ وہ بھی دیبائے سیاہ کی قبا پہنے ہوئے اور سیاہ خز کا عمامہ باندھے ہوئے شب و روز گریہ وزاری کرتا ہے اور یزید جانتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کا دوست ہے لیکن اس کو کچھ تکلیف نہیں دیتا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر اس غلام کے کہنے سے کربلا میں بھیجدیا تھا تاکہ سر تن سے ملحق کیا جائے اور وہ غلام دن کو روزہ رکھتا ہے شب کو نان جویں اور سرکے سے افطار کرتا ہے اور یزید کے ہاں کھانا نہیں کھاتا ہے اور کمربند بن کو بیچتا ہے اور اس میں اپنا گذارہ کرتا ہے جب تمہاری نظر پڑ جائے جلد اٹھ کر اس کو خط دینا وہ تمہاری مشکل کو آسان کرے گا اور یزید کو نامہ پیش کر دیگا اور جواب لکھوا دے گا معلم نے جب یہ بات سُنی سبزی فروش سے کہا کہ تجھ کو خدا جزائے خیر دے۔ دوسرے روز معلم اٹھا نماز پڑھی صاف کپڑے پہنے اور عبداللہ کا خط بغل میں مار یزید کے دروازے پر جا پہنچا اور موافق ہدایت سبزی فروش کے ہر اک دروازے سے گذر گیا اور سب کیفیتیں بعینہ موافق اس کے قول کے مشاہدہ کیں جب آخری دروازہ پر پہنچا اس سے بھی گذر گیا دیکھا کہ جا بجا فرش بچھا ہوا ہے اور دو غلاموں کو دیکھا کہ وہ حمام تک مشک و عود و عنبر جلاتے چلے جاتے ہیں۔ یزید ملعون کی یہ عادت تھی کہ علی الصباح اٹھ کر نماز پڑھتا تھا اور طلوع آفتاب تک وظیفہ میں مصروف رہتا تھا بعد ازاں حمام کو جاتا تھا۔ معلم ایک گوشہ میں بیٹھ گیا دیکھا کہ ایک ترکی غلام سیاہ لباس پہنے آتا ہے معلم نے اٹھ کر اس کے پاس جا کر سلام کیا غلام نے کہا کہ اے کثیر بن ہمدانی خدا تیرا آنا مبارک کرے اور تجھ سے رنج و فکر کو دفع کرے تو نے کیوں دیر لگائی میں تو اٹھارہ دن سے تیرا منتظر تھا۔ معلم کانپ اٹھا اور حیران رہ گیا۔ غلام نے کہا آپ کچھ ارشاد کیوں نہیں کرتے۔ معلم نے کہا تجھ کو میرے حال سے کس نے مطلع کیا۔ تجھ کو حسینؑ مظلوم کی قسم

سچ کہہ تجھ کو میرا نام کس نے بتایا غلام نے امام حسینؑ کا نام سنتے ہی رو دیا اور کہا کہ جبدن تو دمشق میں آیا میں نے اُس شب امام حسین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ میرے پاس آکر کہا کہ تو نے دنیا کو چھوڑ کر بہشت اختیار کرلیا ہے اب سُن کہ ایک مرد ہمارے دوستداروں میں سے کہ اس کا نام کثیر بن عامر ہمدانی ہے دمشق میں آیا ہے اور اس کے پاس یزید کے نام کا ایک خط ہے تجھ کو مناسب ہے کہ جو وہ خط تیرے پاس لے کر آئے ہماری حرمت اور جہت سے اس کی حاجت کو پورا کرنا۔ میں خواب سے چونکا ..... اور تیرے انتظار میں رہتا تھا حتی کہ کل رات پھر اس امام معصوم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تو نے دیکھا میرے جد کی امت نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا خاصکر اس یزید پلید نے مجھکو کیسے کیسے ظلم و ستم سے شہید کرایا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ خون حضرت کی گردن مبارک سے ٹپکتا ہے پھر فرمایا کہ کل کثیر بن عامر تیرے پاس آئے گا۔ اس کی حاجت پوری کرنا اور اس سے کہنا کہ میرے جد امجد تیری شفاعت کریں گے اور میرا اور تیرا حشر ان کے ساتھ ہوگا۔ معلم کا یہ بیان ہے کہ جب یہ بات میں نے اس محب اہلبیت سے سنی بہت رویا اور کہا کہ خدا کا شکر و احسان ہے کہ میری خدمت قبول ہوئی ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ یزید پلید حجرے سے باہر آیا اور ان فرشوں پہ سے گذرتا تھا وہ خدمتگار اس کے آگے اور پیچھے چلے جاتے تھے۔ میں اس کی طرف دیکھتا تھا وہ ملعون سیاہ رنگ، دراز قد اور ضعیف الجسم اور پیشانی پر ایک زخم رکھتا تھا اور خوف اس سے ظاہر ہوتا تھا میں نے دیکھا کہ اس ترکی غلام نے اس کے نزدیک جا کر اس کے ہاتھ پر بوسہ دے کر کہا کہ اے امیر تو نے مجھ سے کب یہ کہا ہے کہ ہر روز ایک حاجت مجھ سے طلب کرتا کہ میں اس کو پورا کروں اور یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ جس روز سے امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور ان کے سر مبارک کو طشت میں رکھ کر تیرے پاس لائے اس دن سے کوئی حاجت میں نے طلب نہیں کی یزید نے کہا تو سچ کہتا ہے اب جو تیری حاجت ہے اسکو بیان کر تاکہ میں اسکو پورا کروں غلام نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ اس نامہ کو پڑھکر اسی وقت اس کا جواب لکھدے اور نامہ لکھنے والے کی حاجت پوری کر یزید نے نامہ کو پڑھکر کہا کہ یہ خط عبداللہ ابن عمر نے لکھا ہے اور اپنی بیوی کے بھائی مختار کی سفارش کی ہے غلام نے کہا کہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ یزید نے کہا کہ خط کون لایا ہے غلام نے کہا کہ ایک مرد عراقی لایا ہے امیر نے کہا کہ اس کو میرے پاس لا تاکہ میں اسکو دیکھوں۔ غلام نے اس کے سوا کچھ چارہ نہ دیکھا معلم کا ہاتھ پکڑ کر یزید کے پاس لایا معلم کہتا ہے کہ جب میں نے یہ حالت دیکھی ڈرا اور خدا پر توکل کیا جب یزید کی نظر معلم پر پڑی بولا کہ یہ خط تو لایا ہے معلم نے جواب دیا کہ ہاں یزید نے کہا کہ میں تجھ سے ایک بات دریافت کرتا ہوں سچ سچ بیان کر امام حسین علیہ السلام کا مارا جانا تجھ پر گراں گذرا یا نہیں معلم کثیر نے کہا کہ میں مزدور آدمی ہوں عبداللہ بن عمر نے مجھکو دس دینار کے عوض اجیر مقرر کرکے بھیجا ہے مجھکو اس بات سے کیا واسطہ ہے غلام نے معلم کی بات کاٹ کر کہا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ نہ ہم کو کیا لازم ہے کہ اس سے اس امر کو دریافت کریں وہ جانے اور اس کا مذہب تو خط کا جواب لکھدے اور میری حاجت کو پورا کردے یزید نے بپاس خاطر غلام کے کہا کہ دوات قلم لے آؤ کہ میں خط کا جواب لکھوں خط کی عبارت یہ تھی یہ خط یزید پسر معاویہ خلف ابوسفیان کی طرف سے عبداللہ پسر زیاد کی طرف ہے اما بعد واضح ہو کہ

جس وقت میرا خط تیرے پاس پہنچے اور تو اس کو مطالعہ کرے فی الفور مختار ابن ابو عبیدہ کو جیلخانہ سے رہائی دے کر جسقدر تجھ سے اس کے ساتھ سلوک ممکن ہو کرکے عبداللہ ابن عمر کے پاس بھیجدے کیونکہ اس کی توقیر و قدر و منزلت میرے نزدیک بہت بڑھکر ہے اور اس میں ذرا تاخیر نہ کرنا والسلام۔ جب خط لکھ چکا غلام کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اگر ایک لاکھ دینار میرا خرچ ہو جاتا تو مجھ کو آسان تھا کہ یہ خط مجھکو لکھنا نہ پڑتا کیونکہ مختار علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہے یہ خط میں نے تیری اور عبداللہ ابن عمر کی خاطر سے لکھدیا وہ مسلم کے حوالہ کیا اور دو ہزار دینار اور ایک خلعت اسکو بطور عطیہ کے دیا۔ مسلم خوشی کے مارے جامہ میں پھولا نہ سماتا تھا نامہ لیا۔ اور غلام کو دعا دے کر رخصت ہوا اور سبزی فروش سے مل کر دمشق سے نکلا دن رات رستہ چلتا تھا۔ سڑک پر عبداللہ ابن عمر سے ملا اور مختار کی رہائی کا مژدہ اس کو پہنچایا لیکن اس کے پاس نہ ٹھہرا حتی کہ بہ ہیم عرب منہ چھپائے ہوئے کوفہ میں پہنچا تاکہ اس کو کوئی پہچان نہ لے دربانوں کے پاس آکر کہا کہ امیر سے خبر کرو کہ دمشق سے قاصد یزید کا نامہ لے کر آیا ہے دربانوں نے پسر زیاد کو مطلع کیا اس نے حاضر کرنے کا حکم دیا پس مسلم کو پسر زیاد کے پاس لے گئے اس وقت مسلم نے اپنا منہ کھولدیا ابن زیاد نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور کف افسوس ملنے لگا اور بولا کہ تو نے وہی کیا ناجو تیرا ارادہ تھا مسلم نے کہا کہ میں نے یہ کام رضا جوئی حق کے لئے کیا ہے یہ کہکر یزید پلید کا نامہ اس کے حوالے کیا۔

اس پاجی کا یہ دستور تھا کہ جس وقت یزید پلید کا خط اس کے پاس آتا تھا تو وہ اس خط کو با ادب کھڑے ہوکر پڑھتا تھا جب خط پڑھ چکا تو بوسہ دے کر اس کو اپنے سر پر رکھا اور حیرت زدہ ہوکر سر کو ہلایا مسلم سے کہا تو نے یہ کیا کام کیا افسوس تو نے میرے مار ڈالنے میں کوشش کی مسلم نے کہا اس قصہ کو کوتاہ کر اور مختار کو جلد جیلخانہ سے رہا کر۔ پس ملازم مختار کو جیلخانہ سے لائے اور غسل کرایا اور سر تا پا پاکیزہ لباس پہنایا اور حکم دیا کہ مسلم و مختار کو گھر میں لے جاکر کھانا کھلاؤ۔ جب کھانا سامنے آیا مسلم نے کہا اے سید بہت عرصہ ہوا کہ ہم دونوں نے باہم بیٹھ کر نان و نمک نہ کھایا تھا۔ مختار نے کہا کہ ہیہات ہیہات میں ہرگز اس کے کھانے کو نہ کھاؤں گا اور نہ اس خلعت کو پہنوں گا۔ مسلم نے سبب پوچھا مختار نے کہا کہ یہ امام مظلوم کو غریب و بے چارہ شہید کریں اور اس کے دشمن روئے زمین پر زندہ رہیں اور شادمانی سے اوقات بسر کریں میں ان کے دشمنوں کا کھانا نہیں کھانا چاہتا۔ مسلم نے بھی رغبت نہ کی اور اٹھ کھڑے ہوئے پسر زیاد شقی نے مسلم کو بھی خلعت دیا مختار باہر آکر سوار ہوا اور مسلم سے کہا کہ اے بھائی آج کے بعد تجھکو کوفہ میں نہ رہنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے کسی حیلہ سے مار ڈالیں جس جگہ قیام کرو میرے آنے کے منتظر رہو کہ میں ایک سپاہ عظیم شیعیان جناب امیر علیہ السلام کی مدد سے اس ملعون کی تلوار سے خبر لوں گا۔ اور ایک ایک کا خون زمین پر گراؤں گا اب ذرا تم اپنی حفاظت کرنا اور ہشیار رہنا۔ خدائیتعالی تیرا مددگار ہے اور دو توڑے روپیوں کے اور خلعت مسلم کو دے کر چلا گیا۔ مسلم بنی کندہ کے قبیلہ میں گیا۔ مختار نے مدینہ کا رستہ لیا شب و روز چل کر مدینہ میں پہنچا۔ مختار جب وہاں پہنچا تو اس وقت عبداللہ بن عمر کے سامنے کھانا رکھا گیا تھا وہ اپنی بیوی کو آواز دے رہا تھا کہ آؤ کھانا کھاؤ اس کی بی بی نے کہا کہ میں نے بارہا کہدیا ہے کہ جب تک میرے

بھائی کی خیر خبر آئے گی میں کھانا نہ کھاؤں گی۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مختار نے دروازہ پر جا کر زنجیر ہلائی اندر سے آواز آئی کہ کون ہے؟ مختار نے کہا کہ میں ہوں جب گھر میں یہ خبر پہنچی تو اس کی بہن دوڑی ہوئی آئی اور مختار کو دیکھتے ہی اس سے چمٹ گئی۔ مختار نے اپنی بہن کے سر پر بوسہ دیا اس کی بہن کو شادی مرگ ہو گئی اور بے ہوش گر گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ وہ مر گئی تھی۔ مختار نے جب یہ واقعہ دیکھا تو رو دیا اور واویلا کیا اور چیخیں مارنے لگا۔ پھر اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر عبداللہ بن عمر سے رخصت ہوا اور کہا کہ مجھکو ایک مہم درپیش ہے۔ تم بھی دعا کرو کہ خدا راست لائے دعا سے فراموش نہ کرنا اس کے بعد مکہ گیا۔ وہاں کا حاکم عبداللہ ابن زبیر تھا وہ خروج کا ارادہ رکھتا تھا ان ہی دنوں میں سلیمان بن صرد خزاعی بھی مکہ میں تھا اور اس کے پاس شیعوں کی ایک بڑی پارٹی جمع ہو گئی تھی اور وہ پسر زیاد بدنہاد کے ساتھ لڑائی کا ارادہ رکھتی تھی اور حضرت امام حسین علیہ السلام ... کے خون کے بدلے کی تمنی تھی۔

واقعہ سوم مختار کی رہائی کے بعد عبداللہ بن عمر سے ملاقات کرنیکا

اہل اخبار روایت کرتے ہیں کہ جب عبیداللہ ابن زیاد نے مختار کو رہا کیا تو اس سے کہا کہ ایک دن سے زیادہ کوفہ میں نہ ٹھہرنا خواہ خراسان کو چلا جا خواہ حجاز کو میں تیری دہشت سے بے خوف نہیں مبادا تو کوئی فتنہ اٹھا کھڑا کرے۔ مختار نے ہنس کر کہا کہ میں اسی وقت کوفہ سے جاتا ہوں اس کے سامنے سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر گیا کوفہ کے تمام سردار بھی اس کے پاس آئے عذر معذرت کرنے کے بعد رو دیئے۔ مختار نے کہا کہ گریہ مت کرو خدا کی قسم میں ابن زیاد کا یہود کا سا حال کرکے اس شہر سے نکالوں گا اور میں بہ اختیار خود سفر اختیار کرتا ہوں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ ان کے دشمنوں سے لوں اس وقت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں جاتا ہوں ان سے خروج کی اجازت لونگا اگر تمہارا ارادہ ہو تو میرے آنے تک تیار رہنا یہ کہکر مدینہ کی راہ لی اور مدینے سے مکہ گیا اور محمد حنفیہ کی زیارت کا قصد کیا۔ عبداللہ بن فریق سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں نے مختار کو تنہا ایک اونٹ پر جاتے ہوئے دیکھا میں نے کہا ذرا ٹھہر تو کہاں جاتا ہے۔ بولا میں خدا کے فضل سے امید کرتا ہوں کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام سے بدلا لوں گا اور سب کو قتل کروں گا۔ جیسا کہ انھوں نے اولاد پیغمبر کو قتل کیا۔ میں نے کہا اگر وہ بھاگ جائیں گے تو کیا کریگا۔ مختار نے جواب دیا کہ اگر سانپ کے سوراخ میں بھی چھپ جائیں گے تب بھی امام حسین علیہ السلام کے خون کا عوض لئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ عبداللہ بن فریق کہتا ہے کہ مجھ کو اس کی باتوں سے تعجب ہوتا تھا کیونکہ نہ اس کے پاس مال تھا نہ لشکر پس مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کے سر دمشق میں بھیجے اور یزید ملعون کے سامنے رکھے گئے تو وہ اس فتح سے بہت خوش ہوا بعد اس کے بہت دل تنگ ہوا اور غم نے اس کو گھیر لیا اور ایک بیماری میں مبتلا ہوا کہ کسی طرح اسکو چین نہ آتا تھا نہ طبیبوں کے ہی علاج معالجہ سے اچھا ہوتا تھا۔ شب بھر بیقراری سے

اس قدر آہ و زاری کرتا تھا کہ اس کے شور و فریاد سے تمام لوگ رات بھر بے چین رہتے تھے ایک شب ایک آتش پرست روم سے آیا وہ طبیب حاذق تھا اسکو یزید کے پاس لے گئے جب اس نے نبض پر ہاتھ رکھا تو کہا کہ یہ غم کی بیماری ہے کہ جس سے تیرے دل کو صدمہ پہنچا ہے سوائے اس کے اور کوئی بیماری نہیں یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ سوار ہو کر سیر کیا کرو بیشک اچھے ہو جاؤ گے۔ یزید نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ۔ اور شکار کے واسطے جنگل کو چلو۔ غرضکہ سوار ہو کر شہر سے دو دو روز کی مسافت پر شکار کو گیا اور اس روز شکار کیا بعد ازاں یزید کی نظر ایک نہایت خوبصورت ہرن پر پڑی لشکر کو حکم دیا کہ اس ہرن کو پکڑنا چاہیے۔ یزید نے اپنا گھوڑا ہرن کے پیچھے دوڑایا۔ ہرن نے جو دیکھا کہ سپاہیوں نے میرے پکڑنے کا ارادہ کیا وہ جنگل کو چڑھ گیا یزید نے بھی اس کا پیچھا کیا وہ نظروں سے غائب ہو گیا پھر دکھلائی نہ دیا۔ الغرض جب یزید اور ہرن میں فاصلہ بعید ہو جاتا تو وہ ہرن کھڑا ہو جاتا اور جب یزید اس کے قریب جاتا تو وہ بھاگ جاتا مختصر یہ ہے کہ ناچار ہو گیا اور آہو نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ یزید نے ارادہ واپسی کا کیا کہ دفعتاً ایک دیوار آتشیں ظاہر ہوئی اور بحکم پروردگار یزید کو گھیر لیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ وہ صحرا جہنم کا تھا جس جگہ دوزخیوں کو تا قیام قیامت عذاب کیا جاتا ہے ایک جماعت کا قول ہے کہ جس وقت وہ آہو کے پیچھے گھوڑے کو دوڑاتا تھا خدائے تعالیٰ نے اس کو مسخ کر دیا اور وہ کتا ہو گیا اور اہل حدیث لکھتے ہیں کہ وہ ایک فرشتہ تھا کہ اپنی صورت کو آہو کی صورت میں کر لیا تھا کبھی پوشیدہ ہو جاتا تھا اور کبھی یزید کو رغبت دلانے کے واسطے دکھائی دے جاتا تھا اور ایک گروہ کا قول ہے کہ اس مرض میں نہایت بدبودار کیڑے اس کے تالو اور زبان میں پڑ گئے تھے اور چہرہ اس کا کالا ہو گیا تھا اور زبان اس کے منہ سے باہر نکل پڑی تھی اور پیٹ اس کا سوج کر نقارہ بن گیا تھا دن رات العطش العطش کی فریاد کرتا تھا جب اس کے پاس پانی لے جاتے تھے تو کہتا کہ سانپ کو مار دو کیا غضب کی آگ ہے جو میری جان پر آ پڑی اور کہتا تھا کہ وہ دوزخی ہے جس کی فاطمہ دشمن ہے اور یہی کہتے کہتے جہنم واصل ہوا اور اسفل السافلین کے درجہ میں پہنچ گیا۔ اور آخرت اس کی نہایت بدتر اور ذلیل تر خلائق ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ دیوانہ ہو گیا اور کوٹھے پر سے گر کر مر گیا تھا اور چند لوگوں کا مقولہ ہے کہ جب یزید ہرن کے پیچھے گھوڑے کو دوڑائے جا رہا تھا اس کی سپاہ نے دیکھا کہ یزید کو عرصہ ہو گیا وہ اس کی تلاش میں منتشر ہو گئے مگر وہ نہ ملا۔ البتہ اس کے گھوڑے کو ایک کنوئیں پر بے زین کے کھڑا ہوا پایا سپاہیوں نے کہا اس کو اسی نواح میں ڈھونڈنا چاہیے خواہ زندہ ہو یا مردہ ناگاہ ایک صدا بایں الفاظ پیدا ہوئی کہ وائے ہو تم پر یزید پسر معاویہ ایک ایسے جہنم کے جنگل میں پڑا ہے کہ جو آگ اور سانپوں اور بچھوؤں سے پر ہے جب سپاہیوں نے اور غلاموں نے آواز سنی تو گھوڑوں سے نیچے اترے اور سروں پر خاک ڈالی اور کپڑوں کو پارہ پارہ کر لیا اور روتے پیٹتے شہر دمشق کو آئے۔ اہل بیت کے دوست خرم و شاداں ہوئے اور جناب باری میں شکریہ ادا کیا واضح ہو کہ یزید کے ایک بیٹا تھا جس کا نام معاویہ تھا دمشقیوں نے اس کی بیعت کی اور اس کے باپ کی جگہ تخت پر بٹھلا دیا اس نے ۴۰ روز بادشاہت کی مروان علیہ اللعن نے

اس کو زہر دے کر مار ڈالا اور بارہ شام میں فتنہ و فساد پیدا ہوا ابن زیاد ملعون ابن ملعون اس موقع پر بصرہ گیا ہوا تھا اپنے بیٹے عمر کو اپنی جگہ کوفہ میں چھوڑ گیا اور ابن زیاد نے ہزار مرد اہل بیت کے دوستوں میں زنجیر و طوق پہنا کر قید کر رکھے تھے اور یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ جس وقت یہ بصرے کو گیا تھا اور یہ ہزار کے ہزار آدمی نامی گرامی اور مطیع جناب امیر علیہ السلام تھے اور وہ اہل بیت سے دوستی رکھتے تھے اور ان کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے۔ مختار نے کہا کہ میں مکہ کو جاتا ہوں اور محمد بن حنفیہ سے چڑھائی کرنے کی اجازت لاتا ہوں اور ان سے معین و مددگار بھی لاؤں گا ابن زیاد بد نہاد محبان اہل بیت علیہم السلام کو پکڑ کر جیل خانہ میں بھیجتا جاتا تھا اور صرف کھانے کو ایک روٹی دیتا تھا اور ارادہ یہ تھا کہ سب کو یزید کے پاس بھیجوں گا دفعتاً دمشق سے مروان کا نامہ ابن زیاد کے نام اس مضمون کا پہنچا کہ یزید دنیا کو چھوڑ گیا اور سپاہ باغی ہو گئی لازم ہے کہ یہ خط جب تیرے پاس پہنچے خزانہ وغیرہ لیکر چلا آ۔ اب کوفہ میں نہ ٹھہر کہ اس باب میں مشورہ کرنا بہت ضروری ہے اور میں دن رات تیرا انتظار کروں گا خبردار کسی کو یزید کے مرنے کی خبر نہ کرنا عمر نے مروان علیہ اللعن کا خط پڑھ کر اپنے باپ عبیداللہ کو خط لکھا اور یزید کے مرنے کا حال درج کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ شام میں فتنہ و فساد برپا ہو گیا ہے مگر اہل عراق کو بالکل خبر نہیں تمہاری رائے اس باب میں کیا ہے تمہارے پاس آؤں یا تم میرے پاس آتے ہو جو کچھ منظور ہو جلد کرنا چاہیے حتی کہ اہل عراق کو خبر نہ ہونے پائے یہ خط لکھ کر کبوتر کے بازو میں باندھ دیا اور سونے کی گھنگھنیاں اس کے پاؤں میں ڈال دیں کہ اگر کوئی کبوتر پکڑے تو گھنگھنیاں نکال کر چھوڑ دے۔ پس کبوتر اڑتا اور اپنے سفر کے رستہ کو دیکھتا اور اسی طرف کو چلا جب بصرہ میں پہنچا تو ابن زیاد نے خط اس کے پر میں سے کھول کر پڑھا یزید کے مرنے کی خبر دیکھتے ہی قریب المرگ ہو گیا اور دنیا اس کی نظروں میں تیرہ و تار ہو گئی بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا جب ہوش آیا تو خط کو چھپا دیا اور جواب میں اپنے بیٹے کو لکھا کہ جب تیرے پاس یہ خط پہنچے تو لازم ہے کہ عیال و اطفال سمیت مدائن کے راستے سے بصرہ کو چلا آ والسلام۔ عمر نے جب اپنے باپ کا خط پڑھا فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا تمام اسباب باندھ لیا ہودج اور عماریاں عورتوں کے واسطے درست کیں۔ لوگ چاروں طرف سے آ آ کر جمع ہوتے تھے مگر کسی کو خبر نہ تھی کہ کیا ماجرا ہے اور کوفیوں لاکھوں نے مشعلیں اور چراغ روشن کئے اور کوٹھوں پر چڑھ کر تماشا دیکھنے لگے کہ کیا ہوگا لشکر کہاں جائے گا اور وہ دو ہزار آدمی جو قید خانہ میں قید تھے۔ یا غیاث المستغیثین و یا ارحم الراحمین پکارتے تھے یکایک آواز آئی جو کوفیوں نے سنی کہ کوئی اس طرح پر کہہ رہا ہے کہ اے اہل عراق خوشخبری ہو جیو تم کو یہ سنتے ہی ہزار مرد کوفی اپنے گھر سے نکلا اور ہر ایک لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علیاً ولی اللہ کہتا تھا اور ان کو یقین ہو گیا کہ یزید واصل جہنم ہوا پس تمام امیر المومنین کے دوستدار ہتھیار باندھ کر باہر آئے اور سب متفق ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے جیل خانہ کا دروازہ توڑ ڈالا اور ان دو ہزار مومنوں کو جو بندی قید خانہ میں قید تھے رہا کیا اور تمام راستوں کا انتظام کر لیا تاکہ ابن زیاد کا لشکر باہر نہ نکلنے پائے پھر ابن زیاد کے مارنے کا ارادہ کیا اور اس کے محل کو اس طرح گھیر لیا کہ اس میں سے پرندہ بھی پر نہ مار سکے یہ وہ وقت تھا کہ خزانہ کے صندوق لد چکے تھے اور اہل و عیال کو ہودج میں بٹھلا کر محل سے باہر نکال چکے تھے اور عمر زیاد کا

پوتا کپڑے پہن رہا تھا کہ یکا یک آواز آئی کہ یالثارات الحسین یہ سنتے ہی عمر نے حکم دیا کہ محل کا دروازہ بند کر لو اور اپنی جان کے خوف سے خزانہ کی کچھ پروانہ کی اس کے محل میں سے ایک راستہ تھا اس میں سے نکل کر چلدیا۔ کوفیوں نے مرد و عورت آزاد و غلام پیر و جوان چھوٹا بڑا جو کوئی عبید اللہ ابن زیاد کے لواحقین سے پایا تہ تیغ کیا حتی کہ عبید اللہ ابن زیاد کے تین بیٹوں اور سات لڑکیوں کو قتل کیا اور اس کے گیارہ خدمت گار جان سے مارے گئے اور سارا مال و اسباب اپنے تصرف میں لائے عمر کو ہر چند ڈھونڈا وہ نہ ملا پھر اس کے محل میں گھس کر جس سپاہی کو پایا اس کو قتل کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے گھروں کو لوٹ لیا اور آگ لگا دی۔ مگر عمر سعد اور شمر ذی الجوشن اور سنان ابن انس وغیرہ بھاگ گئے اکثر زمین کے کھنڈرات اور پہاڑوں کی کھوہوں میں جا چھپے غرضیکہ آدھی رات تک ایک ہزار چار سو آدمی کہ جن کا ابن زیاد سے تعلق تھا یا بمقابلہ امام مظلوم ہتھیار باندھ کر لڑنے کو گئے تھے۔ ان کو قتل کیا اور باقی ایک ایک کر کے کوفہ سے نکل گئے۔ عمر اور زیاد کی اولاد دس ماہ کھڑی ہوئی تھی۔ اور عورتوں کی طرف سے بہت پریشان ہو رہی تھی منتظر تھی کہ کسی طرح عورتوں کا حال معلوم ہو جائے دوسرے بھگوڑے عمر کے پاس آئے عمر نے عورتوں کا حال ان سے پوچھا انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں۔ ہم تو صرف اپنی جان بچا کر یہاں تک پہنچے ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علی کے طرفداروں نے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے قیامت کا سا حال دیکھ کر آتے ہیں کیا کھڑے ہو چلو اپنا راستہ لیں مبادا کسی اور بلا میں پھنس جائیں۔ مگر عمر کا دل چلنے کی حامی نہ بھرتا تھا کیونکہ وہ اپنی ماں بہنوں اور بھائی بندوں کا حال دریافت کرنا چاہتا تھا کہ ان کا کیا انجام ہوا آخر کار رفتہ رفتہ منجملہ بھگوڑوں کے آٹھ ہزار آدمی عمر کے پاس فراہم ہو گیا۔ پس محبان حسین علیہ السلام جمع ہوئے اور مسمی سلیمان بن صرد خزاعی جو کہ ایک مرد پارسا اور دیرینہ سال اور تجربہ کار اور جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ جنگ صفین میں رہ چکا تھا اس کی سب نے بیعت کی اور اسکو اپنا سردار بنایا تاکہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لیا جائے غرضیکہ شیعیان علی علیہ السلام کی تعداد بھی چار ہزار تک پہنچ گئی اور وہ لوگ جو جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں رہ چکے تھے اور اکثر کفار پر فتح پا چکے تھے۔ از اں جملہ پانچ آدمی ایسے تھے جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہ چکے تھے۔ اور جنہوں نے مسلم ابن عقیل سے بیعت کی تھی۔ پہلا ان میں سلیمان بن صرد خزاعی تھا دوسرا مسیب بن نجبہ اور تیسرے عبد اللہ بن وائل چوتھے عبد اللہ ابن نفیل ازدی پانچویں شداد ابن ارقم بجلی یہ پانچوں کوفہ کے سردار تھے اور قوم عرب ان کے ساتھ بہت تھی پس یہ پانچوں حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے روتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو ہم نے حضرت کو خط بھیجے کہ آپ ادھر تشریف لائیں ہم آپ پر جانیں نثار کریں گے اور یزید کی فوج سے مقابلہ کریں گے جب وہ حضرت ادھر تشریف لائے تو ہم جانے اور مدد کرنے سے مجبور ہوئے۔ عبد اللہ بن وائل نے کہا اے یارو اگر اس روز مجبور تھے جبکہ ابن زیاد نے تمام راہوں کو روک لیا تھا تو اس وقت تو کوئی روک ٹوک باقی نہیں اور یزید بھی فی النار و السقر ہو چکا ہے۔ اسی رات پسر زیاد کے بن و بنات

بدلہ لیں اور ان کو قتل کریں اور اپنے تئیں بھی قتل کروالیں تاکہ امام حسین علیہ السلام کی روح ہم سے خوش ہو سلیمان نے کہا کہ اپنے تئیں قتل کرنا عقلمندوں کا کام نہیں اور خدا و رسولؐ اور ائمہ اس سے خوش نہیں ہوتے مناسب یہ ہے کہ تلوار ہاتھ میں لے کر امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو تباہ و برباد کریں سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار ہو تاکہ ہم چڑھائی کریں سلیمان نے کہا کہ اے بھائیو ایسا ہی ہوگا اب ہم کوشش کرکے عمر تک پہنچیں۔ اور عمر سعد کو مع اس کے ہمراہیوں شمر ذی الجوشن اور سنان بن انس اور حجاج وغیرہ کو جو عمر کے ساتھ بصرے چلے گئے ہیں قتل کریں اور عبید اللہ بن زیاد سمیت جاو بائیں اور اپنی مراد کو پائیں اب تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ اور مسلح ہو کر کل صبح سب کے سب کوفہ کے دروازے پر جمع ہو جاؤ کہ میں وہیں ٹھیروں گا تاکہ ہم عمر سے لڑنے جائیں سب نے بات کو پسند کیا اور سب اپنے اپنے گھر کو گئے اور اس رات کوفہ میں کوئی نہ سویا اور عورتیں بھی لوٹ مارتی پھرتی تھیں دوسرے دن وہ چار ہزار آدمی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر یا آل ثارات الحسین پکارتے ہوئے بازار سے گذرے اور دروازے کی طرف آئے اور سلیمان بن صرد خزاعی اس رات علم سفید لے کر اپنی قوم کے ساتھ تنہا باہر نکلا جب صبح صادق ہوئی وہ چار ہزار آدمی سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے سلیمان ان کو اس طرح باسامان دیکھ کر خوش ہوا اور وہ عادی بصرہ جانے کی تدبیریں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں ایک شخص مدائن کی طرف سے آیا جو کوفہ کو جا رہا تھا اور وہ تربت پاک سلمان فارسی رحمتہ اللہ علیہ کا مجاور تھا اور مومن و پارسا تھا اس نے اپنے اوپر واجب کر رکھا تھا کہ ہر سال کوفہ میں آکر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی زیارت کیا کرتا تھا علم سفید دیکھ کر شاد ہوا سلیمان کے پاس جا کر سلام کیا۔ سلیمان نے اس کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور سلام کا جواب دیا اور کہا کہ اے عبداللہ تو کہاں سے آتا ہے اور کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہا کہ میں زیارت امام حسین علیہ السلام کے لئے جاتا ہوں۔ پھر کہا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ابن زیاد اور آٹھ ہزار مرد اپنا لباس چاک کئے ہوئے اور سروں پر خاک ڈالے ہوئے اپنے اہل وعیال کے لئے روتے ہیں اور شمر ذی الجوشن اور سنان ابن انس لڑائی کے لئے تیار تھے اور کہتے تھے کہ ہم کوفہ جا کر قتل عام کریں گے۔ سلیمان نے ہنس کر کہا انشاء اللہ تعالیٰ قسم بخدائے عزوجل ہم ان سب کو قتل کروں گا پھر اپنی سپاہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بھائیو تم جان لو کہ میں خون امام حسین علیہ السلام کے انتقام کے لئے جاتا ہوں پہلے کربلا پہنچ کر اس معصوم کی زیارت کروں گا پھر معافی مانگوں گا پھر اجازت لے کر دشمنوں پر حملہ آور ہوں گا اور جب دشمنوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم شہر سے باہر آگئے ہیں وہ خیال کریں گے کہ ہم بھاگ گئے حرص کرکے ہمارے قتل کا ارادہ کریں گے۔ ہم سامنے سے لڑیں گے اور اہل کوفہ پیچھے سے پس اس صورت میں یقین ہے کہ ایک بھی نہ بچے گا سب نے متفق اللفظ کہا کہ ہماری بھی وہی صلاح ہے جو آپ کی رائے ہے وہاں سے سب کے سب پیادہ کربلا کو چلے جس وقت کربلا کی زمین پر نظر پڑی بیساختہ گریہ وزاری شروع کی ہر چند ضبط کیا مگر ضبط نہ ہو سکا سلیمان حضرت کے مزار اقدس کے پاس گیا تمام کپڑے پھاڑ ڈالے اور خاک سر پر ڈالی اور کہا السلام علیک یا ابن رسول اللہ السلام علیک

یا شہید ابن شہید السلام علیک یا طاہر ابن طاہر السلام علیک یا وصی ابن الوصی السلام علیک یا عالم ابن عالم السلام علیک یا تقی ابن تقی السلام علیک یا سید ابن سید السلام علیک یا مظلوم ابن مظلوم السلام علیک یا مقتول ابن مقتول اس کے بعد خاک پر منہ رکھکر آہ و نالہ کیا اور واحسرتا واغربتاہ واحسیناہ کہہ کر فریاد کی تھوڑی دیر کے بعد اٹھا اور باقاعدہ زیارت کی اور ایک رات اور ایک دن کچھ نہ کھایا جب رات ہوئی تو سو گیا خواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام اس طرح پر نظر آئے کہ رخ انور مثل ماہ تاباں کے درخشاں تھا اور چادر کو اپنی گردن میں ڈالے ہوئے تھے اور گردن قفا سے کٹی ہوئی تھی اور خون کی بوندیں گردن سے ٹپکتی تھیں سلیمان سے فرمایا کہ اے سلیمان خدا تجھے جزائے خیر دے تو اس لئے بہت پشیمان ہوتا ہے کہ کہ میں کربلا میں حسین علیہ السلام کے ہمراہ حاضر ہوتا اگر حاضر ہوتا تو اپنی جان حسین پر فدا کرتا میری روح تیری نیت سے آگاہ ہے اے سلیمان تو نے دیکھا بھی کہ میرے نانا کی امت نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا کہ مجھکو جو بیس بھوکا اور پیاسا رکھکر مثل گوسفند کے ذبح کر ڈالا اور میرے اہلبیت کو شہر بشہر کوچہ بکوچہ ننگے سر پھرایا خدائے تعالیٰ کسی ایسے شخص کو ان پر مقرر کرے گا کہ ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا جس شخص نے کہ میرے اور میرے تابعین کے قتل کا حکم دیا تھا وہ اب بصد حسرت واپس جہنم میں پہنچ گیا۔ شداد، فرعون، نمرود کے پاس اس کا مقام ہے اے سلیمان جو کچھ تو نے نیت کر لی ہے اس سے نہ پھرنا اور میرے دشمنوں کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو اور میرے خون کے انتقام میں سعی کر تاکہ خدا و رسول تجھ سے راضی ہوں اور میری روح بھی تجھ سے خوش ہو سلیمان یہ خواب دیکھ کر چونک پڑا اور رقت نے غلبہ کیا روتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اے ابن رسول اللہ ایسا ہی کروں گا جیسا کہ تم نے مجھکو حکم دیا ہے پانی طلب کیا اور وضو کیا نماز پڑھی خدائے تعالیٰ سے اپنی مشکل دعا کی کہ الٰہی مجھکو ابن زیاد پر فتحیاب کیجیو جب دن نکلا تو اپنے یاروں کو جمع کیا اپنے خواب سے اطلاع دی سب کو یقین ہو گیا کہ امام حسینؑ نے ہم کو جنگ کی اجازت دی کہ ہم کافروں سے مقابلہ کریں۔ سلیمان نے دفعتاً لشکر کو دیکھا کہ مبادا بعض لشکری کوفہ کو چلے گئے ہوں جب دیکھا تو سب کو وہیں پایا۔ نقارۂ کوچ بجایا اور اور عمر پسر زیاد پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور عمر ابن زیاد کو یہ خبر پڑی تھی کہ چار ہزار مرد شیعہ کربلا کو گئے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ کس کام کو گئے ہیں عمر نے یہ سنتے ہی اپنی سپاہ کو آمادہ کیا اور براہ صحرا کوفہ کا قصد کیا اور ایک ہزار جوان عمر ابن سعد کے ہمراہ کر کے حکم دیا کہ تو کربلا کو چلا جا اور ان پر شبخون مارنے کی کوشش کر اور میں کوفہ کو جاتا ہوں اور سب کو قتل کرتا ہوں کوفہ میں پہنچکر قتل عام کا حکم دیتا ہوں ایک ہزار جوان شمر کو دیکر کہا کہ تو بھی عمر ابن سعد کے ہمراہ کربلا کو روانہ ہو اور وہاں جا کر شبخون مار سلیمان ابھی کربلا میں تھا اس کو خبر پہنچی کہ عمر سعد اور شمر دو ہزار سپاہ لیکر شبخون مارنے کے ارادے سے آتے ہیں اور خود عمر کا ارادہ کوفہ کے جلانے کا ہے جب کوفیوں نے سنا کہ عمر ہمارے قتل کے ارادہ پر آتا ہے لڑنے پر آمادہ ہو گئے کوفہ کے دروازہ کو بند کر دیا اور راستوں کا انتظام کر لیا جب سلیمان کو یہ خبر پہنچی کہ عمر سعد شمر کو ساتھ لے کر فلاں مقام پر پہنچ گیا۔

سلیمان نے لشکر یہ حکم دیا کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ مسیب بن نجبہ کو جو لشکر کا ہراول تھا ایک آدمی بھیجکر طلب کیا اور کہلا بھیجا کہ عمر سعد اور شمر ذی الجوشن مع دو ہزار سوار کے فلاں جگہ مقیم ہیں اور شبخون مارنے کا ہمارے اوپر ارادہ کرتے ہیں چونکہ تو اس فن سے خوب آگاہ ہے دو ہزار سوار لے کر پہلے سے پہلے پہنچ جا اور سب کو قتل کر تاکہ عمر ابن زیاد کا حوصلہ پست ہو جائے اور ہماری طرف سے اندیشہ نہ کرے۔ مسیب نے کہا میں آپ کا فرمانبردار ہوں جو حکم ہوگا اس کی تعمیل کروں گا۔ مسیب نہایت مرد دانا تھا یہاں تک صبر کیا کہ رات آگئی اس وقت دو ہزار سوار لیکر چلا جب ایک فرسخ پہنچا ایک اعرابی کو دیکھا کہ اونٹ پر چڑھا اور گیہوں لادے ہوئے آتا ہے مسیب اعرابی کو دیکھ کر خوش ہوا کیونکہ وہ اعرابی فتحیابی کی خوشخبری کے شعر پڑھتا تھا مسیب اس کے پاس آیا اور سلام کیا اور کہا مرحبا اے بھائی عرب تیرا کیا نام ہے کہا نام میرا حمید ہے۔ مسیب نے کہا کہ خدا تیرے کام میں برکت دے اور عرب کے نام کو فال سعید تصور کیا۔ پھر کہا تو نے شام کی سپاہ کہاں دیکھی تھی اس نے کہا کہ میں چھ ہزار سپاہی شامی اور پانچ نفر سردار جو ان کے افسر ہیں اور عبید اللہ پسر زیاد ان سب کا افسر ہے اور وہ سب کے سب مرد قوی پر زور کینہ وروں کی صورت بنائے ہوئے دیکھے ہیں اس اثنا میں عمر سعد اور شمر مع دو ہزار آدمیوں کے جو کربلا میں موجود تھے۔ اس جگہ آئے ہیں یہ دیکھ کر جلدیا مجھکو وہاں سے چلے ہوئے اتنا عرصہ ہوا کہ انھوں نے کھانا کھایا ہوگا اور اپنے گھوڑوں کو دانہ پانی کھلایا پلایا ہوگا اور ہراول ان کے رستوں پر کھڑے ہیں تم پر شبخون مارنے کا ارادہ کر رہے ہیں مسیب یہ سنکر اپنے یاروں کے پاس آیا اور کہا مستعد جنگ ہو جاؤ کہ سپاہ مخالف کا ایسا ایسا قصد ہے پھر اپنی سپاہ کے چار حصے کئے اور حکم دیا کہ تم اس وقت کمین گاہ سے باہر آنا جس وقت کہ للہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین یا آل ثارات الحسین کی آواز سنو یہ کہکر فوج کو تین طرف بھیجا اور خود پانچ سو سواروں سمیت رستے کے سرے پر کھڑا ہو گیا جب ایک گھڑی گذری گھوڑوں کی ٹاپوں اور لگاموں کی جھنکار کی آواز آئی عمر سعد نابکار اور شمر ذی الجوشن نابکار مع دو ہزار سپاہ کے نظر آئے مسیب مع پانسو سواروں کے ان کے سامنے آیا اور ان پر حملہ کیا اور نقارہ بجایا اور بآواز بلند کہا للہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین یا آل ثارات الحسین یہ سنتے ہی ڈیڑھ ہزار جوان دائیں بائیں سے نکل آیا اور زبانوں پر کلمہ جاری کیا کہ النبی محمد والوصی علیؑ اور اپنے تئیں فوج مخالف پر جا ڈالا اور نہایت جواں مردی اور مردانگی سے کشت و خون میں مصروف ہوئے اس اندھیری رات میں اپنے بیگانہ کی بالکل شناخت نہ تھی عمر ابن سعد ملعون نہایت استحکام سے کھڑا ہوا اور اپنی صفوں کو آراستہ کیا اور بآواز بلند پکارا کہ اے کشندگان مردم ابوتراب مرد بن جاؤ اگر مارے جاؤگے شہادت پاؤگے اور اگر زندہ رہوگے تو خدا کی رضامندی پاؤگے وہ یہ کلمہ کہہ رہا تھا کہ لشکر اسلام نے تینوں طرف سے آکر گھیر لیا اور یہ بھی سنا دیا کہ سلیمان بھی مع دو ہزار سپاہ کے آپہنچا یہ کہکر حملہ کیا اور کہا کہ اے آل ثارات الحسین والے دوستداران اہل بیت شجاعت کو ہاتھ سے نہ دینا ان گمراہوں کے رستہ کو گھیر لو اور خبردار کوئی آدمی قابو سے باہر نہ نکلنے پائے۔ چنانچہ یہ بات شامیوں نے بھی سنی اور اپنی پشت کے پیچھے

سپاہ کو دیکھا سب بھاگ نکلے مگر عمر سعد علیہ اللعن تنہا کھڑا رہا اسی اثنا میں شمر آیا اور کہا کہ اے امیر کیا کھڑا ہے تو نے
نہیں سنا ہے کہ سلیمان بن صرد خزاعی مع دو ہزار سواران مرد کے آپہنچا ہے عمر سعد نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تمام جہان
دشمن ہوگا تو بھی پرواہ نہ کروں گا کیونکہ میں نے دین اور دنیا کو ہاتھ سے دیدیا یہ سنکر شمر بھی بھاگا۔ مسیب نے یہ
حال دیکھ کر اللہ اکبر کہا اور بھگوڑوں کے پیچھے چلا تو مال غنیمت بہت کچھ ہاتھ آیا یہاں تک کہ وہ کوفے کے
دروازے تک پہنچ گیا وہاں پر معلوم ہوا کہ عمر ابن زیاد بھی آیا ہوا ہے اور کوفیوں سے لڑ رہا ہے ان بھگوڑوں نے
اس معرکہ کی ابن زیاد کو خبر دی وہ نابکار سنکر ڈر گیا اور کوفے سے ایک فرسخ پر راستے میں ایک دیوار تھی اس سے پشت
لگا کر بیٹھ گیا اور جنگ کے لئے ایک صف آراستہ کی ہر ایک راستہ پر سوار دوڑا دیا کہ اگر کوئی دشمن آوے مجھ کو
اطلاع دو اسی اثنا میں عمر سعد پابرہنہ سر جھکائے ہوئے آیا کیونکہ گھوڑے نے اسکو گرا دیا تھا اس لئے جان کے
خوف سے ننگے پاؤں چل دیا تھا عمر ابن زیاد نے جب اس کا یہ حال دیکھا غمگین ہوا اور ایک گھوڑا اور ہتھیار اس
کو دیئے اور منجملہ ان دو ہزار مردوں کے عمر ابن زیاد کے ہمراہ تھے ایکسو دو مرد واپس آئے باقی تمام مارے گئے۔
مسیب جب کوفے کے دروازے پر پہنچا تو کسی کو نہ دیکھا اسی جگہ کھڑا ہو گیا اور سلیمان کا انتظار کرنے لگا۔ سلیمان نے
جو میدان جنگ کی طرف دیکھا تو کوسوں تک مردوں کی لاشیں پڑی ہوئی نظر آئیں تقریباً ایک ہزار مردوں کے
کشتے خاص ایک جگہ پر پائے کہ جن کے تنوں سے سر جدا تھے اور ایک ہزار آٹھ سو سر نیزوں پر چڑھا کر لے گئے جب
سلیمان نے مسیب کو نہ دیکھا دل تنگ ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ مبادا مسیب پر دشمن فتحیاب ہو گیا ہو کیونکہ اگر مسیب
فتح پاتا تو میرے پاس ضرور آتا یا مجھکو اطلاع دیتا اب نہ مسیب ہی نظر آتا ہے نہ لشکر ہی دکھائی دیتا ہے آہستہ
آہستہ جا رہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ طبل و علم عمر سعد نابکار اور شمر ذی الجوشن نابہنجار کے زمین پر پڑے ہیں اور
پرچم اڑے ہوئے ہیں سلیمان یہ دیکھکر شاد ہوا اور آواز تکبیر بلند کی اور للکار کر پکارا کہ اے میرے دوستو!
تم کو مبارکباد ہو کہ ہمارے یاروں اور مددگاروں نے دشمنوں پر فتح پائی اور یہ علم علامت عمر سعد کی ہے کربلا
کے میدان میں اس کے سر پر اس کا سایہ ہو رہا تھا پروردگار عالم مومنوں کا معین و مددگار رہے۔ یہ کہکر کوفہ
کی طرف روانہ ہوا جب کوفہ میں پہنچ لیا مسیب نے خبر پائی وہ دشمنوں کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر
سلیمان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ سلیمان بہت شاد ہوا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا شکر بجا لایا مسیب کو مفتخر
اور ممتاز فرمایا اسی اثنا میں ایک جاسوس آیا اور اس نے سلیمان کو خبر کی کہ عمر بن عبید اللہ زیاد فلاں جگہ میں
صف آرا بقصد لڑائی کھڑا ہوا ہے ہم میں اور اس میں سات کوس کا فاصلہ ہے سلیمان نے تکبیر کہی عمر کی طرف
منہ کر کے چلا اور کوفہ سے پشت موڑی حتی کہ عمر کو جا لیا دیکھا کہ چھ ہزار سوار صف آرا ہیں اور علم عبید اللہ کا کھڑا
کر رکھا ہے سلیمان نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عمر کے لشکر کے مقابل پرا باندھ لیں۔ پس اسی وقت سلیمان کے
لشکر نے دشمن کے لشکر کے مقابل کھڑے ہو کر جنگ کا ارادہ کیا دونوں لشکروں سے ایک شخص طرفدار ان
ابوتراب سے خالد بن سلیمان کو بھیجا کہ جس کی اس وقت بیس برس کی عمر تھی اور چودھویں رات کے چاند کی

طرح اس کا چہرہ دمکتا تھا سلیمان مخالف کے لشکروں میں اس ہیبت سے پہنچا کہ ایک عمدہ گھوڑے پر سوار زرہ شاپوری فوز بر کئے ہوئے اور شکا زریں کمر میں لگائے ہوئے عمامہ خزیمانی سر پر باندھے ہوئے تیغ گلے میں حائل کئے ہوئے گھوڑے کو کودا تا دشمن کے لشکر میں گھس گیا اور للکارا کہ پروردگار عالم کا ہم پر شکر واجب ہو گیا کہ ہم کو اہل بیت علیہم السلام کی محبت کے لئے پیدا کیا تا کہ تم بے دینوں کو تہ تیغ کریں جیسا کہ جنگ جمل میں تمہارے باپوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جہنم رسید کیا تھا ایک مرد شام کے لشکر سے میدان جنگ میں آیا کہ جس کا نام مرہ بن حر بن یدریاحی تھا اور وہ ملعون شقی سعد کے مارولوں میں سے تھا۔ سعد وہ شخص تھا کہ جب اس نے میدان کربلا میں دیکھا کہ امام مظلوم سے لڑائی ٹھہر گئی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور رضا لیکر سپاہ مخالف سے لڑا اور شہید ہو گیا اور یہ مرہ ملعون جہنم کے کتوں میں ایک کتا تھا کہ یزید کو امام کہتا تھا اور اس کے باپ معاویہ کو پیغمبر جانتا تھا جب یہ ملعون خالد کی برابر آیا اس وقت لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اور ہمیشہ ان دونوں میں تنازع رہتی تھی کہ مرہ ملعون یزید حرامزادے کو حق پر جتلاتا تھا اور خالد کہتا تھا کہ جناب مرتضیٰ اور ان کے بیٹے حق پر ہیں۔ خالد نے کہا اے مرہ تو کس لئے اس طریق کو اختیار نہیں کرتا کہ جس رستہ پر تیرا باپ تھا۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا اور ایک نیزہ خالد کے مارا دونوں میں نیزوں کی بھالوں کی رد و بدل ہوئی خالد نے پیش دستی کر کے اس کے زین کی قربوس پر نیزہ مارا کہ نیزے کی انی قربوس سے گذر کر اس ملعون کی زرہ پر پہنچی اور مرہ گھوڑے سے گرا اور جہنم واصل ہوا خالد کے غلام نے اس ملعون کا سر کاٹ لیا اس کے گھوڑے اور ہتھیاروں کو لیکر اپنے لشکر میں چلا آیا خالد نے بغرض جنگ مخالف کی سپاہ سے دوسرا سپاہی طلب کیا اس وقت ایک سپاہی ایک لمبے گھوڑے پر سوار جو ہوا سے باتیں کرتا تھا ہتھیار پہنے ہوئے اور سخت سست کہتا ہوا آیا خالد اس کے سامنے گیا اور حملہ کیا اور یہ زبان سے کہا کہ النبی محمد والوصی علی اور وہ ملعون یہ کہتا تھا کہ النبی محمد والامام یزید خالد نے یہ سنتے ہی ایک ہی ضرب میں اس کو جہنم واصل کیا خالد کے غلاموں نے فوراً اس کا سر کاٹ لیا اور گھوڑا اور ہتھیار اس کے لیکر اپنے لشکر میں گھس گیا خالد آگے بڑھا اور جنگ طلب کی لیکن اپنا حسب و نسب حسب قاعدہ عرب نہ جتلاتا تھا۔ بلکہ یہ کہتا تھا کہ میں خدا کی رضا جوئی کے لئے جنگ کر رہا ہوں شہرت اور ریاست کی غرض سے نہیں لڑتا ہوں اور اس کا باپ سلیمان قلب لشکر سے آواز دیتا تھا کہ اپنا نام ہرگز نہ ظاہر کیجیو۔ میں جناب رسول خدا کے ہمراہ کافروں سے جب جنگ کرتا تھا تو اپنا حسب اور نسب نہیں جتلاتا تھا خالد نے دوبارہ للکار کر کہا کہ اگر کوئی شخص تم میں جنگجو ہے تو میرے مقابلہ میں آئے کوئی میدان میں نہیں آتا تھا اس واسطے کہ وہ اپنا اور اپنے باپ کا نام نہیں لیتا تھا ان کو یہ گمان ہوا کہ شاید یہ کوئی غلام ہے بعد ازاں ایک ملعون مانند ایک پہاڑ کے جھومتا ہوا اور ہتھیاروں میں غرق کہ جس کا نام امیر طبلوس تھا میدان میں آیا اور کہا کہ اے جوان اپنا نام بتلا اس واسطے کہ میں تجھ جیسے شجاعوں کو دوست رکھتا ہوں خالد نے کہا کہ میں جناب امیر علیہ السلام کا غلام ہوں مگر یہ لڑائی کی جگہ ہے مناظرہ کا مقام نہیں یہ کہکر حملہ کیا۔ امیر طبلوس نے

بھی حملہ کیا چار دفعہ باہم رد و بدل ہوئی مگر کوئی کسی پر دسترس نہ پاتا تھا خالد نے ہر چند چاہا کہ کوئی زخم اسکو پہنچائے لیکن نہ پہنچا سکا برہم ہو کر ایک جگہ لوٹ گیا امیر طبلوس نے جانا کہ میں نے خالد کو مارا گھوڑا بڑھا کر چلا اور خالد پر حملہ کیا چاہتا تھا کہ وار کرے خالد شیر کی طرح غرایا اور اس کے پہلو پر ایک نیزہ مارا کہ اس کے جگر سے پار ہو گیا۔ اور گھوڑے سے نیچے گر پڑا خالد کے غلام نے بھی اس کا سر کاٹ لیا اور اس کے ہتھیار لے کر اپنے لشکر کو چلدیا خالد نے پھر جنگ طلب کی شامیوں نے کہا شاید یہ سوار عرب نہیں کس لیئے کہ یہ اپنا نام نہیں لیتا بس جو سپاہی پر سپاہی اسی طرح آتا رہا اور خالد اُن کو جہنم میں پہنچاتا رہا حتیٰ کہ اٹھارہ جوانان جنگجو اور آزمودہ کو اسفل السافلین میں بھیجا پھر کوئی اس کے مقابلہ کو نہ نکلا خالد نے جب یہ دیکھا اپنے لشکر کو پھر گیا اور ایک اور گھوڑے پہ سوار ہو کر قلب لشکر پر حملہ کیا اور چاہتا تھا کہ اپنے تئیں عمر سعد تک پہنچائے۔ لیکن نہ پہنچ سکا اس واسطے کہ وہ دو ہزار سواروں میں گھرا تھا اور جس طرف یہ حملہ کرتا تھا شامی میدان خالی کر دیتے تھے یہاں تک کہ بارہ اور نامردوں کو مارا اور اپنے لشکر کو پھر گیا ایک لحہ لشکر میں ٹھہر کر آرام لیا۔ پھر اپنے باپ کے پاس آیا اور کہا میرا ارادہ یہ ہے کہ میں عمر سعد کو قتل کر دوں۔ تم ذرا میری طرف نظر رکھنا جس وقت میں یہ کہوں کہ یا آل ثارات الحسین تم تمام لشکر سمیت ٹوٹ پڑنا اور مخالف کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیرنے کی سعی کرنا پھر ایسا کرو کہ ان میں سے ایک زندہ نہ جانے پائے یہ کہکر گھوڑے سے نیچے کودا اور گھوڑے کے تنگ کو مضبوط کھینچا اور پھر سوار ہو شامیوں پر حملہ کیا۔ اور دائیں بائیں حملہ کرتا جاتا تھا اور کوفے کے لوگ اس کو جگہ دیتے جاتے تھے حتیٰ کہ اپنے کو عمر سعد کے پاس پہنچا دیا اور کہا کہ اے ولدالزنا اب ہماری ضرب کو دیکھ عمر سعد نے جو اس کو دیکھا چاہا کہ تلوار کھینچے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور کانپنے لگا۔ خالد نے ایک ضرب اس کی چھاتی کے نیچے لگائی کہ اس کی پیٹھ کے مہرے تک دو ٹکڑے کر دیا وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ خالد نے آواز دی کہ یا آل ثارات الحسین بن علی یہ سنتے ہی سپاہ مومنین سے آواز تکبیر بلند ہوئی سلیمان نے تمام لشکر کو لیکر شامیوں کے لشکر پر حملہ کیا نامردوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹتے تھے اور کشتوں کے پشتے لگاتے جاتے تھے عمر سعد نے جب یہ دیکھا تو بھاگ نکلا اور سنان بن انس بھی بھاگا اور بعضے قاتلان امام حسین علیہ السلام میں سے بغداد کو چل دیئے سلیمان مخالف کے لشکر کا پیچھا کئے ہوئے چلا جاتا تھا اور جو ملتا تھا اسکو قتل کرتا تھا یہاں تک کہ چار ہزار کو تہ تیغ کیا اور ایک ہزار دو سو کو زندہ گرفتار کیا اور لشکر گاہ شیعوں میں لے گئے اور تمام مال و اسباب دشمنوں کا لوٹ لیا سلیمان نے قیدیوں کو اپنے روبرو طلب کیا اور فضائل حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ان کے سامنے بیان کئے ان میں سے ایک بھی ایمان نہ لایا پس حکم دیا کہ ہر ایک کے کان اور ناک کاٹ کر گردن مارے جائیں اور جلا کر خاک کر دیئے جائیں بعد ازاں اپنے بیٹے خالد کو طلب کیا اور اس کو شاباش اور صد آفرین کے خلعت سے اس کی لڑائی کے صلہ میں خوش وقت کیا اس کے بعد تمام مومنین کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے بھائیو! خوب جان لو کہ خدائے عزوجل ہمارا حامی و مددگار ہے اب یہاں سے بصرہ کو چلتے ہیں اور ابن زیاد کی گرفتاری کا بندوبست کرتے ہیں اس وقت وہ تنہا ہے اگر وہ ہاتھ آجائے تو شاید رنج والم

کم ہو جائے۔ بعضوں نے کہا کہ پہلے ہم کو کوفہ چلنا چاہیے تاکہ مال غنیمت کو وہاں پہ رکھ آئیں سلیمان نے کہا بہت بہتر اور وہاں سے چل کر کوفہ میں آئے راوی نے لکھا ہے کہ عمر سعد نے ایک خط بنام عبید اللہ ابن زیاد رقم کیا اس کا مضمون یہ تھا کہ سلیمان بن صرد خزاعی چار ہزار سواروں کے ساتھ یہاں آیا اور تیرے اہل و عیال کو مار ڈالا اور ہمارے گھر لوٹ لئے غرضیکہ جو کچھ ہوا تھا سب کچھ لکھا ابن زیاد نے نامہ کو پڑھکر ہاتھ پہ ہاتھ مارا کبھی اٹھتا تھا کبھی بیٹھتا تھا۔ پھر ڈرا کہ مبادا اہل بصرہ کو مرگ یزید سے اطلاع ہو جائے پھر تو یہ بھی وہی کریں گے جو اہل کوفہ نے کیا ہے وہاں سے اٹھ کر مسجد میں گیا اور لوگوں کو جمع کیا۔ کسی کو یزید کے مرنے کی خبر نہ تھی پسر زیاد نے خطبہ پڑھا بعد ازاں کہا اے اہل بصرہ تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کس واسطے طلب کیا ہے انھوں نے کہا ہم نہیں جانتے عبید اللہ نے کہا کہ مجھ سے سنو امیر یزید نے میرے پاس خط بھیجا ہے اور یہ لکھا ہے کہ تو میرا محرم ہے مجھ کو ایک مہم درپیش ہے چاہتا ہوں کہ تجھ سے مشورہ کروں جس وقت میرا خط تیرے پاس پہنچے جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب لے کر بغیر سپاہ کے میرے پاس چلا آ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس کے حکم کے خلاف کروں اور لشکر کو ہمراہ لے چلوں سوائے اس کے کچھ چارہ نہیں کہ اس کے حکم کی تعمیل کی جائے اب یہ بتلاؤ کہ تم میں کونسا ایسا آدمی ہے کہ مجھ کو یزید کے پاس لے چلے اور غیر معروف راستہ سے دمشق میں پہنچا دے تاکہ میں ایک بدرہ سونے کا اس کو دوں میرا بیٹا کوفہ میں ہے وہ آئے گا تم اس کی اطاعت کرنا تا وقتیکہ میں لوٹ کر آؤں جب یہ بات کہی اس وقت عمر بن حارث جو نہایت مکار تھا اٹھا اس کے پاس سو اونٹ تھے جن کو وہ کرایہ پر حاجیوں اور سوداگروں کے ہاتھ چلاتا تھا اور خود بدرقہ کے ساتھ جاتا تھا کیونکہ خود نہایت مرد مردانہ تھا اس کے دس بیٹے تھے جو پانسو سپاہی کا مقابلہ کر سکتے تھے اور جب اونٹوں کو کرایہ پر بھیجتا تھا تو بیٹوں کو ساتھ کر دیتا تھا اور تمام شام و عراق میں جہاں جہاں پر کہ چور تھے اس کا نام سن کر بھاگ گئے تھے اس نے پسر زیاد سے کہا کہ اے امیر اپنے دل میں کسی طرح کی فکر نہ کرو میں تم کو صحیح و سلامت دمشق میں پہنچا دونگا عبید اللہ ابن زیاد یہ کلام سنکر خوش ہوا کہا بالفعل روپیوں کی ایک تھیلی تجھکو دیتا ہوں جس وقت دمشق میں پہنچوں گا تیرا کچھ اور حق بھی سمجھوں گا غرضیکہ تجھ کو خوش کر دونگا عمر نے کہا کہ اے امیر اگر ہمراہ لے چلنے کا ارادہ ہے تو میرے پاس سو اونٹ بار برداری کے لئے موجود ہیں دس بیٹے اور اپنے سب غلاموں کو اپنے ہمراہ لے آؤں اور تمہارے قدموں میں رہوں تا وقتیکہ تم دمشق میں پہنچ جاؤ اب یہ فرمائیے کہ کب ارادہ ہے عبید اللہ ابن زیاد نے کہا کہ آج کی شب عشاء کی نماز کے بعد اونٹوں کو لے آؤ یہ کہکر منبر سے نیچے اترا اور اپنے گھر چلا گیا۔ جب شب ہوئی عمر مع بیٹوں کے آیا اور اونٹوں کو لا کر درہم و دینار سے لاد دیا۔ عمر کے بیٹوں نے ہتھیار لگا لئے اور ہجاد نفر غلام جو زر خرید تھے ان کو بھی ہتھیاروں سے سجا دیا اونٹوں پر بیٹھ کر بصرے سے باہر نکلے اور جنگل کی طرف چلدیے جلد جلد چلے جاتے تھے کسی نے نہ جانا کہ اس کے چلے جانیکا کیا سبب ہوا دوسرے دن بصرہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ یزید پلید جہنم واصل ہوا اور پسر زیاد بھاگ گیا بصرہ کے لوگ کف افسوس ملتے تھے اور کہتے تھے کہ

اگر ہم کو خبر ملتی تو ہم پسر زیاد کو زندہ نہ چھوڑتے اور فرزندانِ رسولؐ کا ضرور انتقام لیتے اب یہ نہیں معلوم کہ وہ ملعون کس راستہ سے گیا ہے پس یہ خبر کوفہ میں سلیمان بن صرد کے پاس پہنچی کہ پسر زیاد بصرے سے بھاگ گیا اور دمشق جاتا ہے ایک مرد عمر بن حارث کو مع اس کے فرزندوں اور غلاموں کے رہبر اور بدرقہ اپنا کیا ہے اور مال کثیر اپنے ہمراہ لیا ہے اور کچھ پناہ نہیں رکھتا جب یہ خبر سلیمان بن صرد نے سنی اسی وقت منادی کرائی کہ اے آل ثار ات الحسین فراہم ہو جاؤ وہ چار ہزار آدمی فراہم ہوئے اور کہا کیا حکم ہے سلیمان نے کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد بصرے سے بھاگ کر دمشق کو جاتا ہے جلدی کرو اور تیار ہو جاؤ کہ ہم بھی چلتے ہیں اور اس کو گرفتار کرتے ہیں اور اہل بیت کا اس سے انتقام لیتے ہیں۔ سب نے کہا ہم آپ کے فرماں بردار ہیں پس کوفے سے نکلے اور جنگل کی طرف منہ کیا دمشق کی سمت چلے ہے سات روز تک دن رات چلا کئے آخر کار عبید اللہ کے قریب جا دجا پہنچے عمر کے بیٹوں میں سے ایک نے کوفہ کی طرف سے گرد و غبار اڑتا ہوا دیکھ کر اپنے باپ سے کہا کہ الحذر الحذر ہماری پیٹھ کی طرف سے غبار آ رہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوفے کے لوگ ہمارے پیچھے آتے ہیں تاکہ ہمارا مال ہم سے لے لیں اے باپ اگر ایسا ہوا تو ہم کو زندہ نہ چھوڑیں گے نہ پسر زیاد کو عمر نے کہا تو سچ کہتا ہے مگر یزید جیتا ہے یہ لوگ لوٹ مار نہیں کر سکتے ہیں۔ ذرا تو ہی ابن زیاد سے تو پوچھیں کہ وہ کیا کہتا ہے اس کو بھی معلوم ہے کہ یزید ہلاک ہو گیا ہے یا زندہ ہے یہ کہہ کر ابن زیاد کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر تم سے ایک بات پوچھتے ہیں سچ سچ کہنا تاکہ ہم اپنا بندوبست کر لیں مجھے یہ تو کہیے کہ آپ بصرے سے تنہا کیوں چلے پسر زیاد نے کہا یہ کیا بات ہے کہ تم تو مجھ سے پوچھتے ہیں جیسا ہے عمر نے کہا کہ میرا بیٹا جنگل کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے ایک غبار عظیم دیکھا ہے اس لئے پوچھتا ہوں یہ سنتے ہی پسر زیاد کانپ اٹھا اور کہا کہ اے بھائی خوب سن لے اور سمجھ لے کہ یزید مر چکا اور خبر مرگ کوفہ تک پہنچ لی اور کوفیوں نے خروج کیا ہے اور میرے عیال و اطفال کو مار ڈالا ہے اور میری دین دولت لوٹ لی اور یقین ہے کہ یہ لوگ بھی کوفہ ہی کے ہیں ان کو خبر پہنچ گئی ہوگی کہ عبید اللہ بصرے سے بھاگ کر دمشق کو جاتا ہے میری جستجو میں آتے ہیں اور جبکہ مجھ کو قتل کر چکیں گے تو دیکھا چاہئے کہ کیا بدعت پھیلاتے ہیں عمر نے ہاتھ پر ہاتھ ملا اور جہان اس کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گیا پھر ابن زیاد سے کہا تو نے بصرے ہی میں یہ بات کیوں نہ کہی کہ میں وہاں پر کچھ اور تدبیر کرتا۔ تو نے میرے اور میرے فرزندوں کے خون کرانے کا ڈھنگ ڈال دیا اگر کوفیوں سے لڑتا ہوں تو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا میں متحیر ہوں اور اس وقت کوئی علاج سمجھ میں نہیں آتا مگر یہ کہ تجھ کو ان کے سپرد کر دوں اور سب مجھے عراق میں جانتے ہیں کہ ایک مرد شتربان ہوں اور اونٹوں کو کرایہ پر چلاتا ہوں اب یہ کہہ سکتا ہوں کہ مال کی طمع میں بصرے سے باہر لایا تھا اور دمشق کو لیجاتا ہوں پسر زیاد نے کہا کہ اے بھائی میں تیری پناہ میں آیا تھا اور تجھ پر بھروسہ کیا تھا واللہ وہ ابھی آئیں گے اور مجھ کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ کچھ تدبیر کر اور مجھ کو ان کی شرارت سے بچا تاکہ میں تجھ کو دولت سے مالا مال کر دوں عمر نے کہا اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ تجھ کو اونٹ کی پشت سے باندھ دوں یا پانی کی مشک میں چھپاؤں یا اونٹ کے پہلو میں بستہ کر دوں اور ایک بڑا پالان تیرے اوپر ڈال دوں اگر انھوں نے

نہ دیکھا تو تیری جان بچ جائے گی اور اگر دیکھ پایا تو تجھ کو اور ہم سب کو مار ڈالیں گے۔ ابن زیاد نے کہا کہ جو کچھ تدبیر تجھ سے بن آئے جلد کر ایسا نہ ہو کہ وہ آپہنچیں عمر نے ویسا ہی کیا جیسا کہ کہا تھا اور اس اونٹ کو سب اونٹوں کے بیچوں بیچ چھوڑ دیا آہستہ آہستہ جاتے تھے ایک فرسخ پر نہ پہنچنے پائے تھے کہ سلیمان مع اپنے لشکر کے پہنچا ان کو گھیرے میں دے لیا اور نیزے بلند کئے عمر بن حارث نے جو یہ حال دیکھا آگے آیا اور کہا کہ اے یارو کس کو چاہتے ہو سلیمان نے جواب دیا کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام کو کہ جن کو یزید نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ پسر زیاد و عمر سعد و شمر ذی الجوشن وغیرہ ہیں۔ عمر نے کہا کہ اب تم اس لئے آئے ہو کہ مجھ سے اور میرے بیٹوں سے بر لاو۔ حالانکہ تم کو خوب معلوم ہے کہ میں ایک مرد شتربان ہوں اور اونٹوں کو کرایہ پہ چلاتا ہوں سلیمان نے کہا کہ مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تو پسر زیاد کو اپنے ہمراہ لے کر بصرے سے نکلا ہے اور غیر معروف راستہ سے اس کو دمشق میں لے جانے کا ارادہ رکھتا ہے اس نے تجھ کو ایک بدرہ روپیوں کا دیا ہے عمر نے کہا لوگ جھوٹ بولتے ہیں مجھکو خدا و رسول کی قسم ہے کہ یہ مال سوداگروں کا ہے جسکو میں لاد کر لاتا ہوں یہ سوء ظنی ہے جو تم نے میری نسبت خیال کیا ہے الحمد للہ کہ ہم جنگل میں ہیں آپ تلاشی لیجئے اور پسر زیاد کو ڈھونڈھ لیجئے سلیمان نہایت کریم النفس تھا۔ سپاہ کی طرف منہ کیا اور کہا جا بو عمر یہ کہتا ہے تم اگر پسر زیاد کو اس کے اونٹوں میں سے نکال لوگے تو خون اور مال عمر کا ہم پر حلال ہو جائے گا۔ یہ سنکر چار ہزار سپاہی اونٹوں کی ایک ایک قطار کو دیکھتے تھے قریب سو مرتبہ کے اس اونٹ کے پاس گئے۔ جس پر ابن زیاد تھا مگر وہی دکھلائی نہ دیا کیونکہ وہ اونٹ آبکش اس وقت تصور کیا گیا ناچار سلیمان کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے امیر ہر چند ابن زیاد کو تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا اب آپ کا کیا ارشاد ہے سلیمان نے کہا کہ عمر ہم سے جھوٹ نہیں بول سکتا مگر مجھ کو یقین ہے کہ ابن زیاد بصرہ سے چل دیا ہے شاید کسی اور راستے سے گیا ہو اب ہم کو نہر فرات پر چلنا چاہئے اگر وہ مل گیا تو بہتر ہے ورنہ جو بنی امیہ سے مل جائے اس کو قتل کرنا چاہئے یہ کہکر چل دیئے جب عمر نے دیکھا کہ لشکر سلیمان کا نظروں سے غائب ہو گیا تو پسر زیاد کو کھول دیا اس ملعون کے ہوش و حواس مارے خوف کے بجا نہ تھے جب ہوش میں آیا تو ایک لاکھ دینار عمر کو دیئے اور دمشق کو روانہ ہوا اور بہت جلد وہاں پہنچ گیا سلیمان فرات کے راستہ پر پڑ لیا تھا اور سیدھا چلا جاتا تھا جو شخص بنی امیہ سے سامنے آتا تھا اس کو قتل کرتا تھا یہانتک کہ ایک ہزار مرد اولاد بنی امیہ و یزید و معاویہ سے قتل کئے اور کوفہ کو چل دیا۔ مختار ان دنوں میں بمقام مکہ محمد حنفیہ کے پاس گیا ہوا تھا اور اجازت چاہتا تھا کہ دشمنان اہل بیت پر چڑھائی کرے۔ سلیمان نے ایک خط مختار کو لکھ دیا کہ جلد کوچ کر کے آؤ ہم نے عراق کو لے لیا اور قاتلان امام مظلوم کو جس جگہ پایا قتل کیا غرضکہ عراق کو بنی امیہ سے پاک و صاف کر دیا اب صرف تمہارا انتظار ہے جب تم آؤ تو شام پر چڑھائی کریں اور ابن زیاد کو ماریں جس وقت یہ خط مختار کے پاس پہنچا اس کو پڑھ کر جواب میں لکھا کہ میں نے ابھی تک محمد حنفیہ سے اجازت خروج کی حاصل نہیں کی ہے جس وقت مل گئی فوراً آؤں گا تم جانتے ہو کہ جناب محمد حنفیہ امام حسین علیہ السلام کے بھا ہیں اور امام زین العابدین علیہ السلام ابھی بچے ہیں جب مختار کا خط سلیمان کے پاس پہنچا اس کو پڑھا۔ اور

عراق کے امور کی درستگی میں مصروف ہوا یہانتک کہ عبیداللہ ابن زیاد ۸۰ ہزار آدمی لے کر لڑائی کے لئے آپہنچا جس سے جہم عظیم درپیش آئی انشاء اللہ آئندہ واقعہ میں اس کا ذکر کرتا ہوں رحمت ہو حیواللہ کی اوپر بہترین خلائق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کے۔

واقعہ چہارم عبیداللہ بن زیاد کا ۸۰ ہزار مردوں کو بحکم مروان بن حکم لیکر آنا اور سلیمان بن صرد خزاعی سے مقابلہ کرنا

راویان آثار و ناقلان اخبار نے روایت کی ہے کہ جب یزید واصل جہنم ہوچکا تو لوگ سلیمان بن صرد خزاعی کے پاس فراہم ہو کر آئے اور پسران پسر زیاد اور اس کے اہل وعیال کو قتل کیا اور تمام لشکر شام کو شکست دی۔ پسر زیاد بد نہاد بصرے سے بھاگ کر دمشق کو گیا جب وہاں پہنچا تو شام میں عجب شور و شغب ہو رہا تھا یزید کے ایک بیٹا تھا جس کا نام معاویہ تھا وہ اپنے باپ کی جگہ تخت نشین کیا گیا ۴۰ دن کے بعد مروان بن حکم نے اسکو زہر دلوا کر مروا ڈالا شام میں پھر فتنہ پیدا ہوا دمشق کے لوگوں نے چاہا کہ عبداللہ بن عمر خلیفہ دوم کہ جوان ایام میں پھر مدینہ میں گوشہ نشین تھا اور مختار کا بہنوئی تھا اس کی بیعت کریں جب پسر زیاد دمشق میں پہنچا اور اس نے ان لوگوں کا یہ حال دیکھا تو وہ مروان کے گھر میں آیا اس سے کہا کہ تجھ کو کیا ہوگیا اور کیوں اس قدر عاجز اور درماندہ ہے تو نہیں دیکھتا کہ سب لوگوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ عبداللہ ابن عمر کی بیعت کر کے خلافت اور امامت اس کو سونپ دیں میرے نزدیک تو اس کام کے لئے عبداللہ بن عمر سے زیادہ مستحق اور سزاوار امر خلافت کا تو ہے اور میں عبداللہ کی بیعت سے ہرگز راضی نہیں اور تیرے سوا کسی کو امام بھی نہیں جانتا مستعد ہو جا اور اس کام کی ذمہ داری اختیار کر قبل اس کے کہ امر خلافت ہاتھ سے نکل جائے۔ مروان نے کہا بھائی میں اس کام کا کیونکر ارادہ کروں اور وہ کیا تدبیر ہے جس سے کامیاب ہو جاؤں ابن زیاد نے کہا کہ مروبن کر مستعد اور آمادہ ہو اور لوگوں کو بلا کر جمع کر اور ان پر اپنی مہربانی کا اظہار کر مروان نے کہا اے بھائی یہ تو سب صحیح ہے لیکن میں نہ زر رکھتا ہوں نہ پر اگر زر ہوتا تو لوگوں کو دیتا وہ میری بیعت کرتے اور امام بنا لیتے ابن زیاد نے کہا تو اطمینان رکھ میں عراق سے اونٹ زر کے بھر لایا ہوں سب کے سب تجھ کو دیتا ہوں اور اپنی جان بھی تجھ پر فدا کرتا ہوں۔ اس واسطے کہ تو میرا برادر یعنی ابوتراب کی دشمنی میں ہے مروان بہت خوش ہوا اور اس کو دعا دی۔ پسر زیاد نے کہا کہ یہ اونٹ زر کے بھرے ہوئے اس شرط پر دیتا ہوں کہ جب تو امام ہو جائے مجھ کو اپنا سپہ سالار کر لیجیو اور سپاہ عظیم میرے حوالے کیجیو تاکہ میں عراق کو جاؤں اور سلیمان اور ان چار ہزار مردوں کو جو علی کے دوست ہیں اور سلیمان کے ساتھ ہو لئے ہیں سب کو قتل کر دوں اور خلقت سے تیری بیعت لوں عراق اور بصرہ اور کوفہ میں تیرے نام کا خطبہ پڑھوں خراساں اور ماوراء النہر کو فتح کر کے تیری ظفر کا علم چین سے تا چین

پہنچادوں پھر فارس اور کرمان اور غزنی اور ہندوستان تک کو اپنے قبضہ میں لاؤں جب مروان نے یہ بکواس سنی تو پسر زیاد بد نہاد سے خوش ہو کر کہنے لگا جو کچھ حکم کرے گا میں اس کی تعمیل کروں گا اور کسی کام پر بدول تیری رضامندی کے دست اندازی نہ کروں گا پسر زیاد اپنے مقام قیام پر گیا اور سوگدھے زر کے بھر لایا اور چمڑے کے ٹکڑوں پر ڈھیر لگا دیا تمام امیروں اور بزرگوں کو بلایا ہر ایک کو بقدر حصہ بطور انعام و اکرام کے دیا اور مروان کی بیعت لی اور ہر ایک سے قسم لی ہر شخص کو جداگانہ درہم و دینار دیتے تھے اور بیعت لیتے تھے اور سوگند دیتے تھے۔ حتیٰ کہ تمام سپاہ کو راضی کر لیا اور مروان کو یزید کی جگہ بٹھلا دیا پھر پسر زیاد نے جو کچھ یزید اور معاویہ کا زر نقد اور جنس اور ہتھیار خواہ وہ دفینہ تھا یا غیر دفینہ سب کو ہتھیا لیا اور مروان کو پرکھا دیا اور سب ایک مکان میں جمع کر دیا ہر طرف سے شامیوں نے رجوع کی چاروں طرف خراساں طبرستان۔ فارس و کرمان و اصفہان و کوہستان اور ہندوستان حتیٰ کہ دریائے عمان تک خلقت کو مروان کی بیعت کیلئے نامے بھیجے غرضیکہ جس جگہ خط پہنچا وہیں کے لوگ بیعت اختیار کر لیتے تھے۔ مگر حجازیوں اور عراقیوں نے کہ وہاں پر شیعہ رہتے تھے خط نہ روانہ کئے سب سے پہلے جو مروان نے کام کیا وہ یہ تھا کہ علم اور سرداری اور نشانی جنگ پسر زیاد کو دی اور چالیس ہزار سوار اس کو مسلح دے کر کہا کہ عراق کی طرف جاؤ اور جس کے منہ سے علیؑ کا نام نکلے اسی کو قتل کرو۔ اور جو شخص کہ حسینؑ کے خون کا دعویٰ کرے اس کو زندہ نہ چھوڑیو میں تجھ کو اسی لئے بھیجتا ہوں کہ تو ایک مرد جنگ ہے اول عبداللہ پسر زبیر کو تہ تیغ کر جیسا کہ پسر علیؑ کو کیا تھا پسر زیاد یہ حکم سنکر پھولا نہ سماتا تھا پسر زیاد نے کہا فہمائش کی چنداں حاجت نہیں اگر ممکن ہوا تو ان سب کو کوفے سے باہر لا کر آگ میں جلادوں گا پس مروان نے اس کو رخصت کیا یہ دمشق سے نکل کر مع ۴۰ ہزار سواروں کے عراق کی طرف چلا اور ارادہ سلیمان سے مقابلہ کرنے کا کیا جب یہ اس مقام پر پہنچا کہ جسکو عراقیہ کہتے ہیں وہاں اتر پڑا سلیمان کا جاسوس ان کے ہمراہ تھا جب یہ اس جگہ پہ اتر پڑے جاسوس نے دو دن اور دو رات برابر چل کر پسر زیاد کے آنے کی سلیمان کو خبر دی اور کہا کہ اے امیر اب اپنی محافظت کرے کیونکہ ابن زیاد کے ساتھ ۴۰ ہزار سپاہ ہے اور تجھ سے لڑنے کے ارادے سے آرہا ہے میں ان کو عرب میں چھوڑ کر آیا ہوں گھڑی کی گھڑی میں آیا چاہتے ہیں جب یہ خبر سلیمان کو پہنچی دوسرے دن لڑائی کا قصد کیا مختار ان دنوں مکہ میں تھا چاہتا تھا کہ محمد حنفیہ سے اجازت لے کر خروج کرے سلیمان اپنا لشکر فراہم کر کے عاملوں کو عراق کے شہروں میں بھیج چکا تھا اور ہر ایک کے نام جدا جدا نامہ لکھ چکا تھا۔ ان ناموں کا یہ مضمون تھا کہ جو لوگ تم سے مانوس ہیں یہ تمہارے توابعات میں سے ہیں سب کو اپنے ساتھ لے کر یکشنبہ کے دن پہلی ربیع الاول کو کوفے کے دروازہ پر حاضر ہو جائیں یہاں پر تمہارا منتظر بیٹھا ہوں لازم ہے کہ اس وعدے سے تجاوز نہ ہونے پائے۔ جب سلیمان کا نامہ ان لوگوں کو پہنچا وہ فوراً اپنے گھروں سے نکل کر سلیمان کے پاس آئے سلیمان مع چار ہزار سواران شیعہ کے اس جگہ موجود تھا ہر جگہ سے لشکر آکر جمع ہوتا تھا سب سے پہلے جو وہاں آیا اس شخص کا نام اسلم تھا اور اس کے ساتھ ایکہزار مرد تھے جو سب اس کے

پہننے والے تھے ان کے پیچھے گورگان کے لوگ آئے یہ تین ہزار مرد تھے جو زرہ اور جوشن اور بکتر سے آراستہ تھے
ان کے سردار کا نام محو حارث تھا ان کے بعد زین العقول آئے یہ بھی تین ہزار مرد تھے ان کے پیچھے انبار آئے یہ
چار سو مرد تھے بعد ازاں جولان کے مرد آئے یہ دو سو تھے غرض اسی طرح ہر سمت سے لوگ آتے تھے ان کے
بعد سردار اور بزرگ اپنی قوم اور قبیلے کے ساتھ آنے شروع ہوئے ان میں سب سے پہلے مسیب بن نجبہ مع ایک ہزار
سوار کے جن کے علموں کے پھریرے سفید تھے اور ان پھریروں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا ہوا تھا۔
اس کے پیچھے عبداللہ بن نفیل مع ہزار سواروں کے آیا جس کے سوار بہت آراستہ پیراستہ تھے پھر شداد بن نجبہ
آیا اس کے ساتھ آٹھ سوار تھے پھر عبداللہ وائل تیرہ سو سواروں سمیت آراستہ پیراستہ لوہے میں غرق آیا جس کے
ساتھ چار نشان بردار تھے اور ان پھریروں پر اماموں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ المختصر اسی طرح گروہ گروہ
یکے بعد دیگرے آ کر میدان جنگ پر جمع ہو گیا ابن زیاد ان دنوں میں موصل کے مقام تک مع چالیس ہزار شامیوں
کے پہنچ گیا تھا۔ جب سلیمان کی خبر پائی لشکر کو لے کر عراق کی طرف چلا سلیمان تین دن سے یہاں قیام پذیر تھا۔
اتنا اور ٹھیرا کہ بیرونجات سے سب آ گئے تمام سپاہ کا جائزہ لیا تو کل پندرہ ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تعداد میں تھے
تمام سرداران سپاہ کے فراہم ہوئے اور یہ صلاح ٹھیری کہ اے بھائیو جلد جلد چل کر پسر زیاد کا تعاقب کرنا چاہیے
تاکہ امام مظلوم کے خون کا انتقام اس سے لیں مسیب نے کہا کہ مصلحت وقت یہ ہے کہ پہلے بغداد کو چلیں وہاں پر
عمر سعد و شمر اور سنان بن انس بھاگ کر گئے ہیں اول ان کو قتل کریں پھر وہاں سے ابن زیاد پر حملہ آور ہوں سلیمان
نے کہا اے بھائیو عمر سعد وغیرہ کی ہلاکت مختار کے ہاتھ سے ہوگی کیونکہ میں ایک دفعہ امیر المومنین امام المتقین
علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زبان مبارک سے سن چکا ہوں ایک روز وہ جناب دریائے فرات کے کنارے
پر کھڑے ہوئے دفعتاً آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے لوگوں نے کہا یا امیر المومنین علیہ السلام آپ کو کس شے نے
رلایا آپ نے فرمایا کہ اے سلیمان یاد رکھو یہی جگہ ہے کہ جہاں پر میرے فرزندان اور اہلبیت کا خون بہایا جائیگا
پھر فرمایا کہ وائے ہو ان لوگوں پر کہ جو میرے فرزندوں اور تیرے بھتیجوں کو قتل کریں گے مختار بن عبید کا
منجملہ ان کے گروہ کا سر کاٹے گا اور ایک گروہ کو سولی پر چڑھائے گا اور ظالموں سے دنیا کو صاف کریگا ارشاد
جناب امیر المومنین صلوات اللہ وسلامہ ہرگز ہرگز ان کے فرمودہ کے خلاف نہ ہوگا کیونکہ جو کچھ وہ جناب ارشاد
فرماتے تھے حسب الحکم جناب ختمی مآب فرماتے تھے اور جناب رسول خدا بموجب قول جبرئیل اور حضرت جبرئیل بموجب
ہدایت حضرت رب الارباب کے آنحضرت صلعم کو حکم پہنچاتے تھے مجھکو قطعی یقین ہے کہ ہلاکت ان ظالموں کی مختار
کے ہاتھ سے وقوع میں آئے گی اس وقت یہی مناسب ہے کہ پسر زیاد پر حملہ آور ہوں اگر ہم مارے جائیں گے تو کچھ غم و فکر
نہیں کہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ ہمارا حشر ہوگا سب نے اس بات کو پسند کیا اور یک جان ہو کر مرنے مارنے کا
ارادہ کر لیا سلیمان نے دوبارہ لشکر کو اپنے حضور میں طلب کیا چار ہزار سواروں کو ان میں سے علیحدہ کیا اور ان کا
سردار مجبر ابن اخنف کو کیا لشکر کی پاسبانی کا عہدہ وارث بن سعد کو دیا اور لشکر کی سقائی کا اختیار کمیل بن زیاد کو

بخشا تاکہ لڑائی کے روز آب رسانی لشکر کا اہتمام کرے اور ہراول لشکر کا ورقہ بن مجاہد کو کیا اور پیش خیمہ لشکر کا قرین کو تفویض کیا اور سپہ سالار لشکر کا مسیب بن نخبہ کو بنا کر علم لشکر کا اس کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ دو ہزار بارہ مرد کو اپنے ہمراہ لیکر مقدمۃ الجیش ہو اور خود لشکر کے پیچھے پیچھے بقصد مقابلہ عبید اللہ بن زیاد روانہ ہوا یہ خبر سنکر تمام مرد و عورت کوفہ کے شہر سے باہر آئے لشکر کو دیکھکر بعضے دعائے فتح و ظفر مانگتے تھے اور بعضے صرف روتے تھے اور خدا سے استعانت طلب کرتے تھے اور دشمنان اہلبیت علیہ السلام پر نفرین و لعنت کرتے تھے سلیمان کا لشکر پہلے روز صماد بن فیض کے دیر میں پہنچا لشکر نے اسی جگہ خیمے گاڑ دیئے اس دیر میں ایک شخص حارث بن دقن جو سرداران عرب میں تھا وہاں پر رہتا تھا اور نہایت شجاع و دلیر تھا اور صدہا کارزار و معرکہ ہائے جنگ میں رہ چکا تھا وہ اہلبیت علیہم السلام پر بھی دل و جان سے شیدا تھا لیکن اس موقعہ پر بوجہ انتہا درجہ کی پیری کے میدان حرب کے قابل نہ رہا تھا۔ بفضل خدا سے مال و دولت بے انتہا اس کے قبضہ میں تھا جب اس نے سنا کہ سلیمان قلعہ کے دروازہ پر بقصد جنگ ابن زیاد کے جاتا ہے اس کے پاس ایک آدمی بھیجا تین روز تک مع ہزار سواروں کے مہمان رکھا اور ہر ایک کو انعام و اکرام دیا چوتھے روز جب سلیمان نے چلنے کا قصد کیا تو حارث نے کہا کہ اے امیر میں تجھکو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں اگر تو دل سے سنے سلیمان نے کہا ارشاد کیجئے حارث نے کہا کہ مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ عبید اللہ پسر زیاد کے پاس پچاس ہزار سوار اور پیادے ہیں جنگل میں اس سے جنگ نہ کرنا ورنہ پشیمانی اٹھاؤ گے تم نے بڑی چوک کی کہ پیادے اپنے ساتھ نہ لائے لڑائی کے دن پیادے مثل دیوار کے ہوتے ہیں جیسا کہ دشمن کی زد سے انسان کو دیوار بچاتی ایسا ہی پیادے بھی محافظ ہوتے ہیں چونکہ تمہارے پاس پیادے نہیں لہذا ہرگز ہرگز صحرا میں نہ لڑنا۔ دوسرے ہر ایک گروہ کو جداگانہ لڑائی کا حکم دینا۔ تیسرے جو کچھ مکر اور حیلہ بن آئے اس میں کوتاہی نہ کیجیو۔ سوائے مکر کے فتح جلد ممکن نہیں چوتھے خدا کو کسی حال میں فراموش نہ کیجیو۔ تاکہ خدائے تعالیٰ تمہاری اور تمہارے لشکر کی نصرت و یاری کرے سلیمان نے کہا کہ بسر و چشم منظور ہے یہ کہکر رخصت ہوا ناگاہ ایک قاصد نے آکر خبر دی کہ عبید اللہ ابن زیاد ۴۰ ہزار آدمیوں کو لے کر باہر سے نکل آیا سلیمان نے جب یہ خبر سنی تو لوگوں کو فراہم کیا اور لشکر کے درمیان ایک کرسی رکھوا کر بیٹھا اور خطبہ پڑھنا شروع کیا پہلے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا حال بیان کیا پھر جناب فاطمہ کے انتقال کا ذکر کیا پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت اور جو کچھ کہ ان پر جور و ستم ہوئے تھے لوگوں کو سنائے بعد ازاں حضرت امام حسین علیہ السلام کے زہر دینے کی کیفیت کہی پھر حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے فرزندوں اور عزیز و اقربا اور ہوا خواہوں کا واقعہ جانکاہ اور جو کچھ کہ اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گذرا تھا بیان کرکے اس قدر رویا کہ ایک شور و غل تمام خلائق میں مچ گیا اس کے بعد کہا اے بھائیو خوب سوچ سمجھ لو کہ ابن زیاد بدنہاد چالیس ہزار لشکر لے کر ایک دم کے دم میں ہمارے مقابلے کے لئے آیا چاہتا ہے اور مجھ کو یقین کامل ہے کہ یہ جنگ نہایت عظیم ہے بالغرض اگر میں اس جنگ میں شہید ہو جاؤں تو مسیب بن نخبہ میرے بعد تمہارا سردار ہے اس کی فرمانبرداری

کیجیو اور جو کچھ وہ حکم دے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کیجیو جب سلیمان یہ کہہ چکا تو مسیب بن نجبہ مودب کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو عبداللہ بن وائل التیمی تمہارا امیر ہے اس کے حکم کی تعمیل کیجیو اس کے بعد عبداللہ بن وائل نے کھڑے ہو کر نہایت ادب سے کہا کہ اگر میں بھی اس لڑائی میں کام آجاؤں تو رفاعہ بن شداد تمہارا رئیس اور سرگروہ ہے رفاعہ نے ادب سے گذارش کیا کہ اگر اس لڑائی میں میں قتل کیا جاؤں تو خدا اور رسول تمہارے مالک ہیں اگر دشمن غالب آجائے تو سب ایک جگہ متفق ہو کر شہید ہو جانا تاکہ خدا اور رسول تم سے خوش ہوں جب اس نے یہ بات کہی تو تمام لشکر نے ادب سے کھڑے ہو کر متفق اللفظ یہ عرض کیا کہ خدا کی رحمت اس شخص کو نصیب نہ ہو کہ جو آپ صاحبوں کی مرضی کے خلاف ورزی کرے جب سلیمان نے یہ کلمہ سنا بہت خوش ہوا اور سب کو دعا دی کوچ کا نقارہ بجا وہاں سے کوچ کر کے دریائے فرات پر پہنچے میر برابر ایک رات اور دن دوڑ دھوپ کر کے نکریب جا لیا پسر زیاد ابھی موصل میں تھا جب اسکو سلیمان کی خبر پہنچی تو اس نے نیت کی کہ موصل سے باہر نکلے، اسی فکر میں تھا ایک شخص بنی امیہ میں سے اس کے پاس آیا اور آداب بجا لا کر کہنے لگا کہ اے امیر اسوقت دریائے فرات سے آتا ہوں میں نے ایک فوج جرار جس کا سردار سلیمان ہے وہاں پر دیکھا ہے پسر زیاد نے کہا۔ تو نے اسکو کس ہیئت سے معائنہ کیا اس نے کہا میں نے مثل شیر ژیان کے پیاسے کے سلیمان کو پایا اور وہ امام حسین علیہ السلام کا خون طلب کرتا ہے۔ اس ملعون نے جب یہ بات سنی تو برہم ہوا اور غصے کے مارے کانپنے لگا پھر اس سے کہا کہ دیکھ تو سہی کون فتح پاتا ہے حکم دیا کہ کوچ کا نقارہ بجے اور سلیمان کی طرف منزل بمنزل چل دیا حتی کہ سلیمان کے قریب پہنچ گیا طرفین کے لشکروں میں تین فرسخ کا فاصلہ تھا وہاں پر اترپڑا اور خیمے ڈالدیئے تھوڑی دیر کے بعد رافع بن شیث شامی کو بلایا دس ہزار مرد لشکر کے چن لئے اور اس کے حوالے کئے اور حکم دیا کہ سلیمان پر شبخون مارو اگر اس میں کامیاب نہ ہو تو دوبارہ لڑو اور اس قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور ایسی کوشش کیجیو کہ سلیمان کا سر میرے پاس لے آنا اس ملعون نے کہا کہ ایسا ہی کروں گا اسی وقت دس ہزار سوار لیکر سلیمان پر دوڑا سلیمان کو بالکل خبر نہ تھی بلکہ یہ خیال تھا کہ یہاں سے کوچ کر کے موصل جاؤں گا اور موصل سے دمشق کہ دفعۃً موصل کے راستہ پر گرد و غبار نظر آیا اور گرد میں سے نشان پسر زیاد کا دکھلائی دیا جب سلیمان کی نظر اس علم پر پڑی پہچان لیا اور فوراً سوار ہوا اور کہا اے یارو جلد تیار ہو لو اور ہتھیار لگاؤ کہ خدا تعالی ہمارا معین و مددگار ہے آل احمد کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑو یا ہم ان کو مار لیں اور یا وہ ہم کو مار ڈالیں سلیمان کا یہ گمان تھا کہ یہ پسر زیاد ہے ایک لمحہ میں سب نے ہتھیار لگائے اور سوار ہو گئے تلواریں کھینچ لیں نیزوں کو سیدھا کیا اور کمانوں کو چلہ چڑھایا پھر آواز دی کہ یا آل ثارات الحسین ابن علی یہ کہکر لشکر سے باہر نکلے اور دفعۃً رافع پر حملہ کیا ایک ساعت کامل لڑائی رہی چار ہزار مرد اس کے لشکر کے قتل کئے اور چار سو آدمی سلیمان کے بھی مارے گئے رافع اس روز خود شمشیر زنی کرتا تھا کیونکہ وہ ایک زبردست پہلوان تھا جس طرف کو حملہ کرتا تھا کوئی اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکتا تھا اگر وہ ملعون نہ ہوتا تو مخالف کے لشکر سے ایک بھی زندہ نہ جا سکتا تھا۔ اس کافر نے اپنے تئیں سلیمان کی سپاہ پر لا ڈالا اور لشکر کے پاؤں اکھاڑ دیئے حتی کہ سلیمان کے قریب پہنچ گیا۔

یہ دیکھتے ہی خالد بن سلیمان نے فوراً دیکھا کہ وہ ملعون مست ہاتھی کی طرح جھوم رہا ہے خالد نے ایک ایسا نیزہ اس کے بائیں پہلو پر مارا کہ داہنے پہلو کو چیر کر نکل گیا اور گھوڑے سے نیچے گرا جب سلیمان کی سپاہ نے یہ واقعہ دیکھا تو یا آل ثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا چھ ہزار زیدیوں نے جو اپنے امیر کو مردہ پایا علم کو سرنگوں کر دیا اور بھاگ نکلے سلیمان نے تمام مال و اسباب ان کا لوٹ لیا اور اپنی تمام سپاہ کو بخش دیا اور اسجگہ کہ جہاں پر فتح پائی تھی اسکو لشکر گاہ قرار دیا جب پسر زیاد کے پاس وہ چھ ہزار آدمی گئے چونکہ وہ سب کے سب خستہ اور برہنہ اور مجروح ہو گئے تھے کسی کو شیعوں کی سپاہ کے خوف سے ہوش اور طاقت نہ رہی ابن زیاد نے جب ان کو دیکھا تو کہا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا دس ہزار مرد گئے تھے ان میں چھ ہزار تو خستہ اور مجروح واپس آئے اور اپنے افسر کو دشمن کو دے آئے انھوں نے کہا کہ امیر کیا پوچھتا ہے سلیمان کے طرفدار عجیب بلا کے مرد ہیں کہ ان کو مرنے سے ڈر نہیں اور اپنے مرنے کو غنیمت جانتے ہیں پسر زیاد نے جب یہ سنا تو تمام جہان اس مخبر اللعین کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گیا فوراً کوچ کا نقارہ بجوایا اور چھ ہزار آدمی لیکر سلیمان کیطرف چلا اور سلیمان کے لشکر سے نیم فرسخ کے فاصلہ پر اپنا لشکر گاہ مقرر کیا پھر دونوں لشکروں کے لڑنے کے لئے اپنے اپنے لشکروں سے باہر نکلے شیعوں کے دو سو مرد تھے اور شامیوں کے ایک ہزار دوسرے روز سلیمان نے ایک قاصد جس کا نام علی بن شہر تھا پسر زیاد کے پاس بھیجا علی بن شہر شیعیان جناب امیر المومنین سے تھا اس کی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ او کم بخت تجھ سے وہ حرکت ناشائستہ و پر جور و جفا اہلبیت پیغمبرؐ کے ساتھ وقوع میں آئی کہ نبیرۂ رسولؐ خدا کو قتل کیا ان کے خیموں کو جلا دیا ان کے اہل و عیال کو سر برہنہ در بدر شہر بشہر پھرایا حتیٰ کہ چھ مہینے کے بچے شیر خوار تک کو ذبح کر ڈالا تو بڑا ہی سنگدل اور شوخ چشم ہے تو نے نہ جانا کہ اس کا کیا انجام ہوگا یزید کی خاطر دیدہ و دانستہ جہنم کو کندہ بنا اب بھی میرے پاس چلا آ تو کر مروان اور آل مروان پر لعنت بھیج ورنہ چہار شنبہ کے روز ہماری تیری لڑائی ہے اگر خدا تعالیٰ نے مجھکو ظفر یاب کیا تو تجھکو گرفتار کر کے جینو تیری گردن میں ڈالوں گا اور آتش پرستوں کی ٹوپی تیرے سر پر رکھوں گا اور صلیب تیری گردن میں ڈالونگا پھر کوفہ کی ہر ایک گلی کوچہ میں پھراؤں گا کیونکہ میرے نزدیک تو یہودیوں سے بدتر ہے۔ خدائے تعالیٰ کی تجھ پر لعنت ہو قاصد گیا جب اس کے لشکر میں پہنچا پسر زیاد کے روبرو گیا سلیمان کے قاصد نے دیکھا کہ پسر زیاد ایک تخت پر بیٹھا ہے قاصد نے سلیمان کا پیغام زبانی دیا اس نے اس کا جواب لکھکر قاصد کے حوالہ کیا قاصد جواب لیکر سلیمان کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر جب میں نے اسکو بایں ہیئت دیکھا تو میں نے اسکو سلام نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ السلام من اتبع الہدیٰ اس وقت میں نے اس سے اس طرح پر کلام کیا جیسے کہ کوئی ذلیل آدمی سے بات کرتا ہے اور آپ کا پیغام بھی اسی طرح بلفظہٖ پہنچا دیا جیسا کہ آپ نے ارشاد کیا تھا اس کا دربان البتہ مجھ پر غصہ ہوا تھا کہ تو نے کس لئے امیر جلیل کو سلام نہ کیا پسر زیاد اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا خاموش خاموش پھر میری طرف منہ کر کے کہا تو سلیمان سے کہدیجیو کہ جو لوگ تجھ سے فاضل اور بزرگ تھے اور تجھ سے زیادہ سپاہ اور فوجیں رکھتے تھے اور شجاعت میں اشجع تھے اور یزید کے مقابلہ کا دعویٰ کرتے تھے وہ تو مارے گئے تیری کیا ہستی ہے جو کچھ تو کہتا ہے اس سے توبہ کر میں نے جو حسین ابن علی کو قتل کیا وہ راہ خدا میں جہاد تھا اور تجھ سے بھی بمثل مروان ابن الحکم وہی سلوک کرونگا۔ جو

آلِ فاطمہؑ سے کیا تھا۔ جب سلیمان نے یہ جواب پایا فوج کو آراستہ کیا اور بروز عدو جنگ میدانِ حرب میں آ پہنچا طرفین سے نقارہ جنگ بجا سبھوں نے ہتھیار لگائے اور اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے سلیمان نے ایک ہزار سوار مسیب بن نجبہ کو دیے اور اس کے علم کا پھریرہ سفید رکھا اسکو اپنے لشکر کا مقدمۃ الجیش بنایا اس کے بیٹے کو اس کے دائیں ہاتھ پر اور امیروں کو بائیں ہاتھ پر کھڑا کیا اور خود قلب لشکر میں کھڑا ہوا ابن زیاد کی طرف سے سات ہزار سوار و پیادے بہ سرداری حصین بن نمیر میمنہ کی طرف آئے اور سات ہزار سوار کو بسرداری یوسف بن عتاب میسرہ کی طرف بھیجا اور اسی قدر لشکر سعد ابن مسلم کو دیا اور خود قلب لشکر میں کھڑا ہوا یہ لڑائی چہار شنبہ کے روز آٹھویں جمادی الآخر ۶۵ھ کو واقع ہوئی پسر زیاد گھوڑے کو دوڑا کر میدان میں آیا اور کہا اے سلیمان تو نے میرے پانچ بیٹوں کو قتل کیا اور یہ سمجھ لیا کہ گویا میں زندہ نہیں سلیمان نے کہا او ملعون تو نے فرزند رسولِ خدا کو قتل کیا اور خدا سے نہ ڈرا میں نے بھی اگر چند حرامی بچوں کو قتل کیا تو کیا مضائقہ ہوا اس ملعون نے کہا کہ فرزند رسول کا قتل کرنا فرض تھا کیونکہ اس نے یزید امام زماں پر خروج کیا تھا اگر میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو تو لڑائی سے ہاتھ اٹھاؤ میرے ساتھ چل کر مروان کی بیعت کرو کوفہ اور بصرہ کی حکومت دلاتا ہوں دین و دنیا میں مخلصی پاؤ گے سلیمان نے کہا او ملعون اگر ایک قطرہ خون قاتلانِ امام حسینؑ سے میرے ہاتھ سے زمین پر گرے تو میرے نزدیک شرق سے غرب اور غرب سے شرق تک کے ممالک پر قبضہ کرنے سے دس گنا بہتر ہے یہ کہتے ہی اس ملعون پر حملہ کیا وہ اپنے لشکر کے اندر گھس گیا دائیں بائیں سے اس کا لشکر آیا اور اس کو بیچ میں لے لیا سلیمان نے آواز دی کہ یا آلِ ثارات الحسین والے برادران ایمانی دشمن بہت ہیں اور ہم تھوڑے اس کا اندیشہ نہ کرو کیونکہ خدائے تعالیٰ مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله والله مع الصابرین ۔ اگر ہم سب کے سب دفعتہ دشمن پر حملہ کریں گے تو وہ ہم پر غالب آئیں گے پس یہ بہتر ہے کہ ایک ایک آدمی جنگ طلب کرے تاکہ اپنا اپنا ہنر دکھلائیں پہلے میں لڑائی کے لئے جاتا ہوں اگر وہ غالب آگئے خدا مجھکو اور تم کو بخشے خبردار ہرگز پیٹھ نہ دکھانا اور بھاگ نہ جانا اور اس دنیائے چند روزہ پر مغرور نہ ہونا یہ کہکر گھوڑا بڑھایا اور میدان میں آکر جولان کیا یہ سلیمان وہ شخص ہے کہ جناب امیرؑ کا علمدار تھا اور جنگ جمل اور صفین میں حضرت کے ہمراہ تھا جس جگہ حضرت امیر المومنین امام المتقین علیہ السلام حملہ کرتے تھے یہ بھی اسی جگہ پس پشت ان حضرت کے رہتا تھا ابن زیاد کی طرف مخاطب ہو کر لڑائی کے لئے طلب کیا اور للکار کر کہا کہ تم میں کوئی شخص ایسا ہے کہ جو میرے مقابلہ کو آوے ایک شخص جس کا نام حلیم ابن معزی اور وہ دشمنانِ جناب امیر علیہ السلام سے تھا شام کے لشکر سے باہر نکلا ایک تازی گھوڑے پر سوار اور تیغ حمائل کیے ہوئے اور شکار زین کمر سے باندھے ہوئے اس ہیئت سے آیا اور یہ وہ شخص تھا کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ۔ ہاتھ لڑنے کو آیا تھا جس وقت حضرت عباس بن علی علیہما السلام پانی کی مشک بھر کر جناب امام حسین علیہ السلام کے واسطے لئے جاتے تھے اس ملعون نے ایک ضرب داہنے ہاتھ پر اس جناب کے ماری تھی جس وقت یہ ملعون سلیمان کے مقابل آیا سلیمان نے فی الفور پہچان لیا اور بہت دھمکایا حلیم نے چاہا کہ کوئی شعر پڑھے سلیمان نے اس کو مہلت نہ دی مانند شاہین کے اس ملعون کی طرف آگئے اور ایک نیزہ اس کے سینہ پر مارا کہ پیٹھ سے باہر نکل آیا گھوڑے سے نیچے گر کر دوزخ کو روانہ ہوا ایک اور سوار لشکر شام سے

نکلا اس کا نام ریاح بن کتب شیبانی تھا۔ اس ملعون نے نیز حضرت زینب بنت علی علیہا السلام کے سر سے چادر اتاری تھی سلیمان نے اس پر بھی حملہ کیا پہلا نیزہ اس کے حلقوم پر مارا کہ گدی سے باہر نکل گیا وہ ملعون گھوڑے سے گر کر خاک و خون میں لوٹتا تھا اور اللہ اکبر پکارتا تھا اسی حالت میں دوزخ کو سدھارا سلیمان نے تکبیر کہی اور آگے بڑھ کر کہا کہ اے شامیو اے باغیو باہر نکلو ایک سوار شام کے لشکر سے جس کا نام عتاب بن قیس تھا اور ابوجہل بن ہشام علیہ اللعن کا بھتیجا تھا جس نے کبھی نماز نہ پڑھی نہ روزہ رکھا تھا نہ غسل جنابت کے پاس گیا تھا یہ بھی کہتا تھا کہ محمدؐ کی پیروی نہ کروں گا اور اگر دس ہزار مرد بنی فاطمہ کو قتل کر ڈالوں تو بھی مضائقہ نہیں اس نے سلیمان پر حملہ کیا چند حملوں کی باہم رد و بدل ہوئی اس قدر گرد و غبار اڑا کہ دونوں اس میں پنہاں ہو گئے اس ملعون نے ایک تلوار سلیمان کے ماری لیکن نہ لگی دوبارہ چاہا کہ وار کرے سلیمان نے پھر کر ایک نیزہ اس کی ران پر مارا کہ نیزہ کی انی اس کے گھوڑے کی پیٹھ تک پہنچ گئی گھوڑا بیٹھ گیا اور اس ملعون کو گرا دیا گرتے ہی فوراً دوزخ کو چلدیا سلیمان نے اس کی نعش پر اپنے گھوڑے کو دوڑایا تھا تمام آلائش پیٹ کی نکل پڑی پھر گھوڑے کو آگے بڑھایا اور جنگ کا خواستگار ہوا عمر بن وان جو مسلح بکثیر سلاح ہونے کے سبب مثل پہاڑ کے ٹکڑے کے نظر آتا تھا۔ سلیمان کے سامنے آیا یہ ملعون شاعر تھا چار ہزار بیت حضرت علی و حضرت فاطمہ علیہما السلام کی ہجو میں کہی تھی اور چار ہزار بیت معاویہ اور یزید کی مدح میں تالیف کی تھی اور کہتا تھا کہ میں نماز اس لئے نہیں پڑھتا کہ شہادتین میں محمدؐ اور اس کے اہل بیت کا نام ہے اور ان ناموں سے میں اپنی زبان کو آشنا نہیں کرنا چاہتا اس ملعون نے چلا کر سلیمان پر حملہ کیا اور سلیمان نے اس پاجی پر حملہ کیا اور اتنی مہلت نہ دی کہ ایک گھونٹ بھی پانی پی لیتا النبی محمد والوصی علی کہتے ہی نیزے کو اس کے جگر کے پار کر دیا اور گھوڑے سے نیچے گرا دیا زمین پر گرتے ہی چاہا کہ بھاگ جائے سلیمان نے ایک ضرب اور ایسی ماری کہ وہ ملعون جہنم واصل ہوا سلیمان نے تکبیر کہی اور لڑائی طلب کی غرضکہ سوار جنگجو آتے تھے اور سلیمان سے لڑتے تھے اور جہنم میں پہنچتے جاتے تھے یہانتک کہ ستر نفر مردان جنگی کو سلیمان نے تہ تیغ کیا اور دوزخ میں پہنچا دیا پسر سعد نے اپنی سپاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے میری قوم کے لوگو بڑی شرم کی بات ہے کہ ایک مرد نے ستر آدمیوں کا کام ایک لمحہ میں تمام کیا اور تم سے کچھ بن نہ آیا شام کی سپاہ نے ارادہ کیا کہ سب کے سب مل کر دفعتاً حملہ کریں حصین بن نمیر آگے بڑھا وہ ملعون پسر سعد کے لشکر کا سپہ سالار تھا اس نے کہا کہ ایک ساعت اور ٹھہرو تاکہ میں اس پر حملہ کروں ایک ہزار مرد شام کی سپاہ سے علیحدہ کئے اور ان سے کہا کہ اے جوانو جنگ کیلئے آراستہ ہو جاؤ اور ایک طرف میدان میں ٹھہرے رہنا اور خیال رکھنا کہ جس وقت میں اس سامنے والے سوار کی برابر پہنچوں اور اس سے مناظرہ شروع کروں میرا اشارہ پاتے ہی سب کے سب دفعتاً حملہ کر دیجیو شاید ہے کہ ہم ان کے مکر سے رہائی پا جائیں شامیوں نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے جیسا کہ تو کہہ چلا ہے حصین بن نمیر میدان میں آ کر سلیمان کی برابر کھڑا ہوا اور کہا کہ حملہ نہ کیجیو میں صرف تجھ سے ایک بات کہنے آیا ہوں سلیمان ہنسا اور جان گیا کہ کوئی بات مفید مطلب نہیں تاہم اسکو اجازت دی کہ جو کچھ کہنا ہو کہہ حصین نے کہا میں فقط یہ پوچھتا ہوں کہ تم کیوں لڑتے ہو اگر مجھ کو معلوم ہو جائے تو میں اس کی فکر کروں دوسرے یہ کہ تجھ میں قدرت امیر مروان کے مقابلہ کی بھی نہیں سلیمان نے کہا اے حصین میں لڑائی دنیا کیلئے نہیں کرتا بلکہ آخرت کیلئے کرتا ہوں کیونکہ

خدا و رسول کی خوشی اسی میں ہے اگر میں مارا جاؤں گا شہداء کے زمرے میں داخل ہونگا نہیں تو یہ جہاد محض خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے ہوگا پھر سلیمان نے حصین سے کہا کہ تو کس لئے ایمان نہیں لاتا اگر ایمان لاتا تو آتش دوزخ سے بچ جاتا اس ملعون نے یہ بات سنتے ہی سلیمان کو گالی دی اور اپنے ہمراہیاں ایک ہزار کس خارجی کو حملہ کا اشارہ کیا جب سلیمان نے یہ دیکھا تو اس سے کہا کہ اے ولدالزنا تجھ کو مکر کرنا بھی نہیں آتا۔ اگر تجھ کو مکاروں سے مکر سیکھنے منظور ہیں تو مجھ سے سیکھ لے یہ کہکر گھوڑا دوڑا کر اس نامراد پر حملہ کیا۔ سلیمان کے بیٹے نے جو یہ صورت دیکھی تو فوراً اپنے باپ کے پاس پہنچا اور دونوں نے لڑنا شروع کیا باپ بیٹے نے چھ سو شامیوں کو قعر جہنم میں پہنچا دیا اور باقیوں کو لشکر ابن زیاد میں بھگا دیا سلیمان نے اپنی تمام فوج سمیت حملہ کرنا چاہا ناگاہ ایک غبار دکھلائی دیا جب گرد و غبار زائل ہوگیا اس میں سے عمر سعد و شمر ذی الجوشن اور سنان بن انس کا نشان مع ایک ہزار دو سو سواروں کے جو قاتلان امام حسین علیہ السلام تھے ظاہر ہوا جو پسر زیاد کی مدد کو آئے تھے وہ بدبخت ان کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور بہت تعظیم و تکریم کی سلیمان نے جب یہ دیکھا اپنے لشکر کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ تم لوگ سمجھتے تھے کہ پہلے بغداد میں عمر سعد و شمر ذی الجوشن سنان ابن انس کی لڑائی کے لئے جانا چاہئے الحمدللہ کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو ہمارے پاس ہیں پہنچا دیا تم نے دیکھا بھی کہ موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ پسر زیاد اڑتیس ہزار نامردوں کو لیکر حملہ آور ہوا جب سلیمان نے یہ دیکھا مع اپنی سپاہ کے حملہ آور ہوا نعرہ مار کر آگے بڑھے اور کہا کہ یا آل ثارات الحسین بن علی اول جس شخص نے کہ عمر سعد پر حملہ کیا مسیب بن نجبہ تھا کہ جس کے ماتحت ہزار سوار تھے اور سعد کے ایک ہزار دو سو آدمیوں میں سے دو سو کو قتل کر ڈالا۔ سلیمان کے لشکر نے تکبیر کہی اور عبداللہ بن نفیل نے مع ہزار سواروں کے حملہ کیا اس کے بعد ورقا ابن شداد نے پسر زیاد کے قلب لشکر پر حملہ کیا بعد ازاں عبداللہ بن وائل نے مع ہزار سواروں کے حملہ کیا۔ سلیمان اور اس کے بیٹے خالد نے بھی حملے کئے پھر تو ایسا غبار عظیم اٹھا کہ کوئی کسی کو نہ دیکھ سکتا تھا اور خون زمین پر بہہ رہا تھا اور اس میدان میں مردوں کے سر گھوڑوں کے سُموں پر مثل گیند کے لڑھکتے پھرتے تھے قریب تھا کہ شام کی سپاہ بھاگ نکلے سلیمان نے پیادہ ہو کر تیغ زنی شروع کی اور جس حلقہ پر کہ حملہ کرتا تھا اسی حلقہ کو تباہ کر دیتا تھا سلیمان کے اس کارنمایاں سے سپاہ شام کمال متحیر تھی اور خالد پسر سلیمان نے یہ تجویز کی کہ جو سلیمان کے پیچھے سپاہ تھی اپنے باپ کی پشت پر پیٹھ دے کر تلوار سے کام لینا شروع کیا حتیٰ کہ آفتاب غروب ہوگیا اسوقت طرفین کے سپاہی علیحدہ علیحدہ ہوئے پسر زیاد کی سپاہ کے دس ہزار آدمی مارے گئے اور سلیمان کی سپاہ کے صرف دو ہزار پانسو آدمی باقی رہے سو وہ زخمی تھے پسر زیاد اپنے لشکر گاہ کو لوٹ گیا۔ اور کہا اگرچہ ہمارے دس ہزار آدمی مارے گئے مگر ان کے بھی کچھ بہت سے زیادہ زندہ باقی نہیں رہے کل ان کو بھی قتل کروں گا جب سلیمان اپنے لشکر میں پہنچا دیکھا کہ سب زخمی اور مجروح ہیں سلیمان نے خود لشکر کی پاسبانی کی اور سلیمان کے بھی سات زخم کاری آئے تھے زخموں کے درد و اذیت سے روتا جاتا تھا اور سپاہیوں کے چاروں طرف پھرتا جاتا تھا جب ایک پہر رات گذری تو سب جمع ہوئے اور عرض کیا کہ اے امیر ہم لشکر عظیم اور جرار کوفہ سے

دار نکلے تھے اس وقت صرف دو ہزار پانسو باقی رہ گئے سو وہ بھی سب کے سب زخمی ہیں اب ہم میں لڑائی کی طاقت بالکل نہیں رہی پسر زیاد کے پاس لشکر وافر ہے اور چاروں طرف سے مدد چلی آتی ہے ہم کو کسی طرح سے مدد کی امید نہیں ہے اگر اب ہم لڑیں گے تو سب کے سب مارے جائیں گے مصلحت وقت یہ ہے کہ شب کو اٹھ کر لشکر گاہ کو آگ دیدیں یعنی دشمنوں کو خبر ہونے پائے جس وقت مخالف جاگیں گے تو آگ کے بجھانے میں مصروف ہوں گے ہم یہاں سے کوفہ کا سیدھا راستہ لیں اور عرب کے قبیلوں میں سے لشکر فراہم کریں دوبارہ سپاہ جرار اور قوی لیکر آئیں دشمنوں سے لڑیں اکثر کو داخل جہنم کریں اس وقت گر مارے جائیں گے تو کچھ ڈر کی بات نہیں سلیمان نے جس وقت یہ بات سنی تو ناپسند کیا گھنٹہ بھر تک اپنے سر کو گھٹنوں میں دیکر سوچتا رہا پھر سر اٹھا کر کہا کہ قسم بخدا میں ہرگز شامیوں سے منہ نہ پھراونگا اور دشمنان آل محمد سے یہاں تک تیغ زنی کروں گا کہ مارا جاؤں جس طرح پر کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور میں اپنے مارے جانے کو اس سے زیادہ تر دوست رکھتا ہوں کہ تمام روئے زمین کے ممالک میرے قبضہ اور تصرف میں آئیں۔ تم یہ لڑائی اگر خدا و رسول کی رضامندی کے لئے کرتے ہو تو مردانہ رہو اور اگر دنیا کے لئے کرتے ہو اپنے گھروں کو پھر جاؤ کوئی تم سے مزاحم نہیں اور اگر امام علیہ السلام کے خون کا انتقام لینا چاہتے ہو تو گھروں کو پھرنا کیسا اے یارو مردانہ ہمت مردانگی کو ہاتھ سے نہ دو اپنے دشمنوں سے لڑو اور کوشش کرو کہ درجۂ شہادت پاؤ اور قیامت کے روز شہدائے کربلا کے ساتھ محشور کئے جاؤ جب سپاہیوں نے یہ سنا تو سب کے سب متفق اللفظ ہو کر کہا کہ اے امیر جو کچھ تو نے ارشاد کیا ہماری سر آنکھوں پر لیکن ہم کیا کریں کہ ہمارے میں اتنی طاقت نہ رہی جو دشمن کا مقابلہ کر سکیں سلیمان نے کہا کہ اپنے دلوں کو شہادت کا شوق دلاؤ اور حضرات شہیدوں کا عہد کرو اللہ تعالیٰ تم کو قوت دے دیگا سب نے کہا ہم آپ کے فرماں بردار ہیں اور شہادت کو بھی دل میں ٹھان لیا اور اپنی جانوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام پر ضرور فدا کریں گے اور دوبارہ سلیمان کی بیعت کی پھر وہاں سے اٹھ کر اپنی اپنی جگہ پر جا سوئے۔ سلیمان بھی بستر پر سر رکھ کر سو رہا۔ اس وقت پسر زیاد بہ نفس خود ان کے قریب کھڑا تھا اس نے کسی کی آواز نہ سنی اور ان مقامات سے کچھ صدا نہ نکلی کہ جہاں سے تکبیر اور درود کی آواز آتی تھی جب ان پر خواب غالب ہو گیا تو شامیوں کا طلایہ کہ پہرا دیتا پھرتا تھا وہ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر تھوڑا عرصہ ہوا جب تک تو سلیمان کے لشکر سے آواز آتی تھی مگر اب کچھ آواز نہیں آتی شاید وہ سب کے سب سو گئے اگر ارشاد ہو تو ہم سب کے سب جائیں اور ان کو قتل کریں بلکہ ایسا کریں کہ ایک متنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑیں پسر زیاد نے کہا مبادا انھوں نے کوئی مکر کیا ہو اور ان کے سپاہی کمین گاہ میں بیٹھے ہوں جب تم ان پر حملہ کرنے جاؤ تم کو گھیرے میں دے لیں اور سب کو قتل کر ڈالیں صبر کرو میں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا شامی حرامی اپنی جگہ پر پھر گئے جب سلیمان سو گیا تو دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور بہشت عنبر سرشت ہویدا ہے چاروں طرف پھر کر تماشہ دیکھنے لگا ناگاہ اس کی نظر ایک محل پر پڑی جو یاقوت سرخ کے دانہ سے بنا ہوا تھا اور چاروں طرف اس کے پردے سبز رنگ کے پڑے تھے اور دروازے اس کے مروارید کے تھے اور اس قصر پر طوبیٰ کا سایہ تھا سلیمان نے اس محل میں گھسنے کا قصد کیا ایک عورت اس پر سے

پیچھے سے آئی جس کا برقعہ اس کے چہرے پر پڑا ہوا تھا چہرۂ اقدس سے اس کی روشنی مثل آفتاب کے تاباں تھی۔
سلیمان نے کہا کہ اے عورت تو کس کی بی بی ہے جواب دیا کہ اے سلیمان خدا تجھ کو جزائے خیر دے میں خدیجۃ الکبریٰ
حرم محترم حضرت محمد مصطفےٰ ہوں اور فاطمہ زہرا میری بیٹی ہے وہ بھی اس پردے کے پیچھے بیٹھی ہے تجھ کو سلام
کہلا بھیجا ہے اور پیغام دیا ہے کہ تو نے میرے فرزند حسین ابن علیؑ کے انتقام میں تقصیر نہیں کی لیکن میری آرزو ہے
کہ تو حسینؑ شہید کے دشمنوں سے یہاں تک جنگ کیجیو کہ شہید ہو کر کل میرے پاس آجائے کل دوپہر کے بعد تو اسی جگہ
ہوگا اور یہ مکانات و محل جو دیکھتا ہے سب تیرے اور تیرے ہمراہیوں کے لئے ہیں اس کے بعد حضرت امام حسنؑ
اور امام حسینؑ پردے کے پیچھے سے نکلے اور سلیمان کی بہت خاطر اور مدارات کی اور کہا اے سلیمان تو مع اپنے ہمراہیوں
کے لڑنے مرنے میں بہت کوشش کرنا اور میرے خون کا انتقام لینا کہ میں بہت مظلومی سے شہید کیا گیا ہوں اور کل انشاءاللہ
دوپہر کے بعد تم ہمارے پاس ہوگے تم اپنے ہمراہیوں کو یہ مژدہ سناؤ کہ یہ محل خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار کرا دیا ہے
اور کل تم سب اس محل میں ہوگے سلیمان نے کہا یا حضرت میں اس لئے مجبور ہوگیا ہوں کہ میرے ساتھی سب کے
سب زخمی ہوگئے جنگ کی طاقت نہ رہی یہ سنتے ہی حضرت امام حسین علیہ السلام پردے کے پیچھے سے ایک طشت یاقوت
سرخ کا ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور مجھ کو دیا اس طشت میں کچھ پانی تھا سفید تر دودھ سے شیریں تر
شکر سے خوشبودار تر مشک سے کہا اے سلیمان یہ پانی چشمہ فردوس کا ہے اپنے زخموں پر اور اپنے یاروں کے زخموں
پر چھڑک تاکہ فی الفور اچھے ہو جائیں پس سلیمان خواب سے بیدار ہوا دیکھا کہ ایک طشت اس کے سرہانے رکھا ہے
پس سلیمان خوش ہوا اور تھوڑا سا پانی اس میں سے لیا اور اپنے یاروں کے زخم پر ملا تمام زخم حکم پروردگار سے
اچھے ہوگئے پس سلیمان نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی جب دعا سے فارغ ہوا وہ طشت پروردگار کے
حکم سے غائب ہوگیا جب سب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ بدنوں پر زخموں کے نشان نہیں ہیں تعجب کیا اور کہا اے امیر
جب ہم سوئے تھے تو ہمارے جسم پر زخم تھے جب ہم جاگے تو کوئی نشان زخموں کا اپنے بدنوں پر نہ پایا یہ سنکر سلیمان
بہت رویا اور ماجرا خواب کا ان سے اس طرح کہا کہ میں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور فاطمہ زہراؑ اور حسنؑ مجتبیٰ
اور حضرت امام حسینؑ شہید کربلا کو ایک قصر بہشت میں دیکھا انھوں نے مجھ سے یہ ارشاد کیا ہے کہ تم حسینؑ کے
دشمنوں سے لڑو اور مردانہ وار سعی و کوشش کرو کل انشاءاللہ تعالیٰ بہنگام زوال تم اور تمہارے یار ہمارے پاس محل میں
ہوگے جب سلیمان کے ہمراہیوں نے یہ بات سنی تو مفارقت اہل بیت علیہم السلام میں بے طرح کی گریہ وزاری کی جس وقت
صبح ہوئی سب نے نماز صبح پڑھی ہتھیار سجائے جنگ کا نقارہ بجایا اور اپنے ہمراہیوں کو باین الفاظ کہ یا آل ثارات الحسین
پکارا ابن زیاد نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ سلیمان کے طرفدار سب کے سب مثل مُردوں
کے سوتے ہیں اس وقت تو ایسے دکھلائی دیتے تھے کہ گویا ان کے زخم کبھی لگا ہی نہ تھا خدا جانے کیا
کیا کہ ایک رات میں سب کے سب اچھے ہوگئے اور باز کی طرح پھر شکار کرنے کو موجود ہیں پھر باہم یوں کہنے
لگے کہ جائے تعجب نہیں ہے کیونکہ ان کا امام جادوگروں کا سردار ہے اس نے شاید کوئی جادو کیا ہو پسر زیاد

نے یہ کہکر جنگ کا نقارہ بجانے کا حکم دیا اور سپاہ کو آراستہ کرکے سلیمان کے برابر آیا اور کہا کہ اے سلیمان جس قدر زخم تمہارے بدن پر تھے وہ کیا ہوئے کیا جادو کر لیا ہے کہ جس سے ایسے تندرست ہو گئے سلیمان نے کہا کہ او ملعون یہ کرامت اور بزرگی حضرت پیغمبر خدا اور اہل بیت رسول ہدیٰ کی ہے وہ تم کو دکھلاتے ہیں لیکن چونکہ تمہاری بیچ کی پھوٹ گئی ہے لہذا تم کو کچھ نظر نہیں آتا اور تمام قصہ خواب متعلق طشت بیان کیا۔ پسر زیاد نے جب خواب کا ماجرا سنا تو وہ ملعون بولا کہ او کذاب تم کو اور یہ رتبہ بلکہ یہ ایک جادو ہے کہ جو تم نے ابو تراب سے سیکھا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ ابو تراب نے عمرا نضر کو جادو سے مارا تھا اور اپنے تئیں مثل چوروں کے قلعہ میں پہنچا دیا تھا۔ سلیمان نے ایک نعرہ مارا اور چلا کر کہا کہ اسکت قاتلک اللہ یعنی چپ ہو خدا تجھکو قتل کرے او ملعون عنقریب قیامت کے روز تجھ کو معلوم ہوگا کہ علیؑ اور اس کے دوستوں کا کیا مرتبہ ہے اور تیرے اور تیرے یاروں کیلئے اسفل السافلین کا درجہ ہے یہ کہکر سلیمان نے پسر زیاد پر حملہ کیا اور اس کو طعنہ دیا کہ او ملعون اگر مرد ہے تو سامنے آ پسر زیاد یہ سنتے ہی پیٹھ دکھلا کر بھاگا اور قلب لشکر میں جا کر دم لیا سلیمان میدان میں پھرتا تھا اور لڑائی طلب کرتا تھا ایک سوار کہ جسکا نام عتاب بن اسود تھا صف سے نکلا اور سلیمان کے مقابل آکر سلیمان پر حملہ کیا باہم رد و بدل ہوئی اور سلیمان نے ایک نیزہ اس ملعون کے سینہ پر مارا کہ اس کی پیٹھ سے باہر نکل گیا اور گھوڑے سے نیچے جا پڑا اور اپنے تئیں جہنم کے مالکوں کے سپرد کیا اس کے بعد ایک سوار نکلا جس کا نام علاق بن موفر جو بصرہ کا رہنے والا تھا آیا یہ وہ ملعون تھا کہ جس نے قاسم بن حسن صلوات اللہ علیہ کو کربلا میں شہید کیا تھا سلیمان نے جب اس کو دیکھا تو پہچان لیا اس سے کہا او ملعون ہمارے نیزے کے وار کو تو سنبھال یہ کہتے ہی نیزہ اس کے پیٹ میں گھسیڑ دیا کہ اس کی پشت سے باہر نکل گیا فوراً گھوڑے سے گر پڑا اور اپنے آپ کو داروغۂ دوزخ کے حوالہ کیا اسی طرح فرداً فرداً چھبیس نامردوں کو سلیمان نے داخل جہنم کیا جب پسر زیاد بدنہاد علیہ اللعن والعذاب نے سلیمان کی شجاعت بے انتہا دیکھی تو غضب آلود ہوا تین ہزار نامرد ایک سلیمان غریب پر ٹوٹ پڑے خالد سلیمان کا بیٹا یہ حال دیکھکر باپ کی مدد کو آیا اور اس کے پیچھے مسیب بن نجبہ حملہ آور ہوا اور عبداللہ بن وائل نے اتفاقی ہزار جوانوں کو لیکر حملہ کیا سخت لڑائی ہوئی حتی کہ ایک ساعت میں دو ہزار نامرد سپاہ شام کو واصل جہنم کیا اس میں ٹھیک دوپہر ہو گیا شامیوں نے دریا پر چار ہزار تیر اندازوں کا پہرہ بٹھا رکھا تھا مسیب کی سپاہ کو ایک قطرہ پانی میسر نہ آتا تھا سلیمان کثرت ہائے زخم سے گرانبار ہو گیا تھا گھوڑے سے اتر پڑا دامن سے کمر کو کس لیا تلوار کھینچ لی ہر سمت حملہ کرتا تھا اور سپاہ شام اس کے رعب سے ایک دوسرے پر گر پڑتی تھی سلیمان رضی اللہ عنہ جو ہر ایک حلقہ کو جو سامنے آتا تھا تباہ و پریشان کر دیتا تھا شام کی سپاہ اس کی شجاعت کے مقابلہ میں حیران و عاجز تھی آخر الامر دو ہزار سواروں نے سلیمان پر حملہ کیا اور اس کو درمیان میں لے لیا اس کو مارتے تھے ناگاہ ایک حرامی نے ایک تیر سلیمان کی پیشانی پر مارا کہ وہ گدی کی طرف کو نکل گیا سلیمان نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا محب آل رسول واشھد ان علیاً ولی اللہ یہ کہکر گر پڑا اور جان بحق تسلیم کی انا للہ وانا الیہ راجعون خالد نے جب اپنے باپ

کو بدرجہ شہادت فائز دیکھا دشمنوں پر حملہ کیا اور ایک حلقے کے حلقہ کو فی النار والسقر کیا مسیب بن نجبہ نے جو سلیمان کو شہید دیکھا انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر سلیمان کا علم لے کر دشمن پر حملہ کیا مگر چونکہ دشمن کی سپاہ بہت تھی ان پر غالب آنا ناممکن ہوگیا تو پانچ ہزار نامردوں نے اس تنہا کو حلقہ میں لے لیا وہ بھی لڑتا رہا حتیٰ کہ شہید ہوا جب عبداللہ نے مسیب کی صورت دیکھی سلیمان کا علم لیکر دشمنوں کے مقابلہ میں گیا اور جان توڑ کر لڑا یہاں تک کہ شام کی سپاہ نے اس کے حملوں کو مان لیا اسوقت عبداللہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑا جب شامیوں نے اسکو پیادہ پا دیکھا تب اس کو گھیر کر شہید کر دیا جب رفاعہ بن شداد نے عبداللہ بن وائل کا یہ حال دیکھا تو اس وقت وہ سلیمان کا علم لیکر شامی ملعونوں پر حملہ آور ہوا جب عمر سعد نے یہ حال دیکھا تو اپنے یاروں کو ہمراہ لیکر رفاعہ پر ٹوٹ پڑے سخت لڑائی ہوئی طرفین سے بہت آدمی مارے گئے اس وقت نقارہ بازگشت کا بجا رفاعہ نے جو اپنے لشکر کی طرف پھر کر دیکھا تو صرف تین سو آدمی باقی رہ گئے تھے رفاعہ و خالد بن سلیمان بھی بہت ہی زخمی ہو گئے تھے رفاعہ کو یقین ہو گیا تھا کہ ہم اب دشمنوں پر غالب نہیں آنے کے شب کے بارہ بجے سوار ہو کر مع اپنے تین سو سواروں کے کوفہ کو چلے گئے خالد پسر سلیمان مع چند سواروں اور سردار زادوں کے خراسان کو روانہ ہوا اور عبداللہ پسر حازم کے پاس جا کر ٹھیرا اور اس سے اپنی سرگذشت بیان کی اور کہا کہ ایک لشکر بنابر انتقام خون حسین فراہم کرنا چاہئے اس نیک طینت نے اس امر کو منظور کیا اور بے حساب لشکر فراہم کر کے عبدالملک بن مروان پر چڑھائی کی غرضکہ عجب کارنمایاں کیا پسر زیاد کو بالکل خبر نہ تھی کہ سلیمان کا لشکر کوفہ کی طرف چلد یا اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ کل ہم کو سلیمان کے آدمیوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا چاہئے جب دن نکل آیا تو عراقیوں کے لشکر میں ایک بچہ تک کو موجود نہ پایا جو کچھ ان کا اسباب خیمہ وہاں رہ گیا تھا اسکو لوٹ لیا۔ عمر سعد کے روز خم کاری آئے تھے پسر زیاد نے اسکو اور اس کے یاروں کو خلعت دیا اور اسکو کوفہ بھیجدیا اور خود موصل کو چلد یا سلیمان اور مسیب اور عبداللہ وہیں پر دفن کئے گئے اس نواح کے شیعوں نے اسجگہ کو اپنے رہنے کا مسکن بنالیا۔

واقعہ پنجم جس میں مختار کا مکہ سے کوفہ میں داخل ہونیکا ذکر ہے

ابو مخنف بن لوط بن یحییٰ ازدی نے روایت کی ہے کہ جب پسر زیاد بد نہاد سلیمان بن صرد خزاعی اور مسیب بن نجبہ و عبداللہ بن وائل اور ان کے ہمراہیوں کو قتل کر کے بمقام موصل جا پہنچا یہ خبر مختار کو بھی پہنچی اس نے سنتے ہی اپنے تن کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور زار زار رونا شروع کیا سات روز ماتم برپا رکھا جب یہ خبر اس کو پہنچی تو وہ طائف میں تھا وہ چڑھائی کرنے کی تدبیر میں لگا ہوا تھا وہاں سے نکل کر مکہ کو چلا اس موقع پر لشکر شام کا ایک لشکر کثیر بسرداری حصین بن نمیر جو یزید کے لشکر کا سردار تھا عبداللہ ابن زبیر پر چڑھائی کر کے آیا تھا کیونکہ عبداللہ بھی امامت کا دعویٰ کرتا تھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھواتا تھا اور کہتا تھا کہ امام میں ہوں نہ آل ہاشم جس روز مختار وہاں پہنچا تو عبداللہ بن زبیر پر کمال مصیبت کا وقت تھا مختار کے آنے کی خبر سنکر عبداللہ نے اس کو طلب کیا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ تو میری مدد کر اور یہ لشکر جو میرے مقابلہ میں چڑھکر آیا ہے ان کو شکست دے مختار نے کہا

تین شرطوں پر تیری مدد کرتا ہوں اول یہ کہ میرے لئے کوئی شخص تیری مجلس میں آنے کا مزاحم نہ ہو دوسرے یہ کہ اگر عراق کی بادشاہت تیرے قبضہ میں آئے تو کوفہ کا مجھکو حاکم کیجیو تیسرے یہ کہ اہل بیت کے بچے بچے کے ساتھ احسان اور مدارات پیش نظر رہے عبداللہ نے تینوں شرطوں کو قبول کر لیا مختار شامیوں کے مقابلہ میں نکلا اور شام کے لشکر کو شکست دیکر خدا کے فضل سے فتحیاب ہوا جب فتح حاصل ہوئی تو پسر زبیر تخت خلافت پر بیٹھا۔ حجاز، یمن، طائف عراق، کوہستان سب اس کے زیر حکومت ہو گئے۔ عبداللہ مذکور کے نام خطبہ پڑھا جاتا تھا اپنے کارندے اور سردار جابجا بھیجتا تھا۔ مدینہ کا حاکم اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو کیا اور خراسان کی حکومت عبداللہ پسر یزید کو دی اور اپنے لئے مکہ کو دار الخلافہ قرار دیا مختار کو بالکل بھلا دیا بلکہ دربان کو حکم دیا کہ اگر مختار میرے پاس آنا چاہے تو نہ آنے دو جو کچھ شرطیں مختار سے کی تھیں ان کی نسبت بہت پشیمان ہوا۔ مختار نے جب یہ حال دیکھا تو وہ سکتے کے عالم میں رہ گیا۔ کچھ نہیں بن آتا تھا کہ کیا کرے عبداللہ بن زبیر کے پاس عبداللہ بن مطیع سے زیادہ کوئی بزرگ نہ تھا۔ مختار کی اور اس کی بہت مدت سے دوستی تھی۔ مختار نے عبداللہ پسر زبیر کی اس سے یہ شکایت کی کہ جو کچھ اس نے مجھ سے شرطیں کی تھیں ایک بھی پوری نہ کی اور جو شخص اپنے وعدے کا سچا نہ ہو اس سے وفا کی امید نہیں سرداروں کے لئے جھوٹ بولنے سے بڑھکر کوئی عیب نہیں عبداللہ پسر مطیع بہت ہنسا اور کہا اے بھائی اگر تو اس سے یہ نہ کہتا کہ اہل بیت سے نیکی کیجیو تو وہ بیشک تجھ کو بڑا آدمی کر دیتا اور کسی پوری ولایت کا حاکم بناتا۔ مگر بسبب کلمہ مذکور کے وہ تجھ کو دشمن جانتا ہے اور تجھ کو خبر نہیں کہ ابن زبیر کو اولاد علیؑ سے ایک گونہ چشمک ہے لیکن خیر ہم میں اس سے کہونگا کہ وہ تجھ کو کوفہ کی حکومت عنایت کرے مختار نے یہ سنکر اس کو دعا دی عبداللہ نے پسر زبیر سے کہا کہ اے امیر مختار ایک سر و بزرگ زادہ ہے اور سید بنی ثقیف ہے اور تیرا دوست ہے اور تجھ سے نیکی بھی کی ہے اور تیرے مقاصد دلی بر لانے میں بہت سے رنج والم اٹھائے ہیں تو نے اس سے اس کی بہبودی کے کثر وعدے کئے تھے مگر ان وعدوں میں کوئی وعدہ ایفا نہ کیا۔ یہ وہی مختار ہے کہ جو طائف سے تیری مدد کو آیا اور تیری امداد کی۔ اور تیرے سوائے نیکی کے اس سے اور کوئی بات بھی نہیں دیکھی پھر کس لئے اپنے وعدے کو پورا نہ کیا اور کس واسطے کوفہ کا سردار نہیں کرتا پسر زبیر نے کہا کہ میں مختار کو چوکیداری بھی دینا نہیں چاہتا چہ جائیکہ کوفہ کا سردار کروں تو خوب جانتا ہے کہ کوفہ عراق کا سر تاج ہے جب تک کوفہ میں امن چین ہے تمام عراق اپنی نیند سوتا اور جاگتا ہے اگر کوفہ میں شورش پیدا ہوئی تمام عراق بے چین ہو جائے گا اور مختار ایک مرد بلند ہمت شیعیان علی سے ہے اور آل رسول کا دل و جان سے طرفدار ہے اگر میں اس کو کوفہ میں بھیجدوں تو میں ہرگز بے خوف ہو کر نہیں بیٹھ سکتا اگر وہ عراق کو لے لیگا تو قصد خراسان اور فارس کا کرے گا اور ان پر ظفر یاب ہو کر تمام جہان زیر و زبر کر ڈالے گا عبداللہ ابن مطیع نے کہا پھر مختار کی نسبت تیرا کیا ارادہ ہے پسر زبیر نے کہا کہ اگر ارتکاب جرم سے پہلے عذاب کرنے میں حرج نہ ہوتا تو میں مختار کو ہلاک کرتا۔ کہ جہان اس کی طرف سے بے فکر ہو جاتا پھر عبداللہ نے مختار کی نیکیاں بیان کرنی شروع کیں پسر زبیر نے کہا تو اس کی نیکیاں تو بیان کرتا ہے یہ بھی جانتا ہے کہ وہ ہمیشہ محمد حنفیہ کے پاس جاتا ہے اور ان سے خروج کی اجازت چاہتا ہے

ہیں نے اپنے ملازموں کو حکم دے رکھا ہے کہ مختار کی خبر رکھیں کہ وہ محمد حنفیہ کے پاس نہ جانے پائے اور اگر اس کو وہاں پر دیکھیں تو قید کر لیں اور بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈال دیں کہ تمام عمر اس قید سے رہائی نہ پا سکے اگر تو اس کا دوست ہے تو مختار سے کہدے کہ محمد حنفیہ کے گھر نہ جائے۔ عبداللہ ابن مطیع چپ ہو گیا اور وہاں سے اٹھ کر باہر چلا آیا اور مختار سے کہا کہ میاں میں نے پسر زبیر سے تمہارے باب میں بہت کچھ کہا اور جو کچھ تم سے اس نے وعدے کئے تھے وہ بھی یاد دلائے اور جو کچھ اس نے رد وقدح کی میں نے اس کی تکذیب کی سعی کی آخر الامر اس نے یہ کہا کہ مختار محمد حنفیہ کے پاس جاتا اور ان سے اجازت خروج کی چاہتا ہے میں نے چند آدمی موکل مقرر کئے ہیں اگر مختار محمد حنفیہ کے پاس جائے اس کو فوراً پکڑ لو اور قید کر دو تاکہ اس قید سے عمر بھر رہائی نہ پائے اخیر فقرہ یہ سنا دیا ہے کہ تم مختار کو محمد حنفیہ کے پاس جانے سے روکو مختار نے یہ سب رام کہانی سنکر کہا کہ اے بھائی اگر فی الحقیقت یہی صحیح ہے کہ جو کچھ تو نے بیان کیا تو اب مجھکو مشورہ دے کہ اب میں کیا تدبیر کروں پسر مطیع نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ تدبیر انسب ہے کہ چند روز کے واسطے مکہ سے عراق کی طرف چلا جا۔ کہ پسر زبیر کی شرارت سے بچا رہے۔ مختار نے کہا مجھ کو منظور ہے اس کے خلاف نہ کروں گا مگر مختار نے چاہا کہ ایک دفعہ اور بھی محمد حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خروج کی اجازت چاہوں مگر محمد حنفیہ ان دنوں اعتکاف میں تھے اور گھر میں سے باہر نہیں نکلتے تھے شب و روز یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے مختار اسی فکر میں تھا کہ محمد حنفیہ کے پاس کیوں کر پہنچوں محمد حنفیہ کا ایک غلام جس کا نام سعد تھا ایک روز مختار اس کو اندھیری رات میں اپنے گھر لے گیا حتی کہ کسی نے اسکو جاتے ہوئے نہ دیکھا سعد سے کہا کہ اے عزیز کوئی ایسی تدبیر بھی ہو سکتی ہے کہ تو مجھ کو میرے سید کے پاس لے جائے تاکہ میں ان سے دو باتیں کر لوں سعد نے کہا کہ میں نہیں لے جا سکتا کیونکہ پسر زبیر کے جاسوس اس گھات میں ہیں کہ اگر تجھکو میرے آقا کے پاس آتا جاتا پائیں تو شور و شر بپا کریں اور سید صاحب اعتکاف میں گھر کے اندر بیٹھے ہوئے عبادت میں مشغول ہیں گھر کا دروازہ نہیں کھولتے صرف کھانے کے وقت دروازہ کھلتا ہے اور جو چند آدمی کھانے کے لئے مقرر ہیں ان ہی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے ہیں ہر ایک شخص حضرت کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکتا مختار نے کہا کہ اے سعد اگر تو مجھکو سید کی خدمت میں پہنچا دے تو میں پچاس دینار دوں گا۔ سعد نے کہا کسی طرح ممکن نہیں مختار نے کہا کہ میں تجھکو سو دینار اور ایک گھوڑا چالاک اور پانچوں ہتھیار دوں گا سعد نے قبول کیا اور وعدہ کیا کہ فلانے وقت اور فلاں ساعت شب کو میرے پاس آؤ میں تم کو محمد حنفیہ کی خدمت میں پہنچا دوں گا مختار نے خوش ہو کر اس کو دعا دی سعد اس تدبیر میں تھا کہ مختار کو سید صاحب کی خدمت میں کیونکر پہنچائے آخر کار وعدہ کی شب آ پہنچی سعد مختار کا ہاتھ پکڑ کر محمد حنفیہ کے آگے لے گیا مختار روایت کرتا ہے کہ جب میں سید صاحب کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ جانماز پر ایک ادھوڑی کا تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں خدا کی قسم ایک ایسی ہیبت نے میرے دل میں اثر کیا کہ میں خوف کے مارے بات نہ کر سکا تھوڑی دیر کے بعد بطور تعزیت کے یہ چند کلمے میری زبان سے نکلے کہ یا حضرت فاطمہ زہرؑا کی وفات اور حضرت علیؑ

کی شہادت میں آپ نے کیونکر صبر فرمایا کیونکہ اگر یہ مصیبت کسی پر پڑتی تو دیوانہ ہو جاتا۔ لیکن خداوند عزوجل نے آپ کو بہت بڑا صبر دیا کہ آپ نے درجۂ صبر حاصل کیا محمد حنفیہ نے مختار کی مزاج پرسی کی پھر مختار نے عرض کی کہ اے سید معاویہ بن ابی سفیان نے سپاہ جمع کی اور بلادلیل سفر اختیار کیا خون عثمان کا دعویدار بنا میں چاہتا ہوں کہ مجھکو اجازت دیجیے تاکہ آپ کے بھائی سید الشہدا شہید کربلا علیہ السلام کے خون کا دعوی کروں محمد حنفیہ نے کہا کہ میں تم کو اجازت نہ دوں گا جب تک کہ خدائے تعالیٰ جس شخص کو چاہے اس کام کے لئے مقرر کرے مختار کہتا ہے کہ جب حضرت نے یہ کہا تو تمام بدن میرا تھرتھرا گیا اور میرا منہ غم سے زرد ہو گیا گھٹنوں میں سر دیکر بیٹھ گیا جب سید نے میری یہ کیفیت دیکھی تو سمجھے کہ مایوسی سے مختار کو بہت رنج ہوا اس لئے بعد میں محمد حنفیہ اٹھے میں بھی کھڑا ہو گیا انھوں نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ ابھی بیٹھ میں بیٹھ گیا محمد حنفیہ گھر میں گئے اور بعد ایک ساعت کے باہر تشریف لائے ایک کاغذ ان کے ہاتھ میں جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اس کو کھولا اور ملاحظہ فرماکر تبسم کیا اور کہا سچ فرمایا۔ امام عادل علی بن ابی طالب علیہ السلام نے پھر مجھ سے فرمایا کہ نامہ لے اور جس کام کا تیرا ارادہ ہے میں نے تجھ کو بہ نیابت امام زین العابدینؑ خروج کی اجازت دی یہ میرے باپ کا خط ہے خدا کے نام اور آنحضرت صلعم اور اہل بیت صلوات اللہ علیہم اجمعین کے نام پر اپنا کام شروع کر انشاء اللہ اپنی مراد کو پہنچے گا مختار نے کہا کہ میں وہ نامہ لیکر ہنسی خوشی حضرت کی خدمت سے باہر آیا اور زمین عراق کے جانے کا قصد کیا عبد اللہ ابن مطیع سے بھی ملا اور اس سے مرخص ہوا اس نے ایک اونٹ اور سو دینار مجھ کو دیے بعد ازاں میں پوشیدہ مکہ سے باہر نکلا اور اپنا رستہ لیا اور غیر معروف رستے سے کوفہ میں پہنچا جس شخص نے کہ پہلے مختار کو دیکھا وہ سلیم بن موسیٰ دشمن اہلبیت تھا اس نے جو مختار کو دیکھ کر جنگل سے آتا ہے۔ کہا اے سید کہاں جاتا ہے بہت بڑا سفر دور دراز کیا ایک عرصے تو کہاں تھا مختار نے کہا کبھی طائف کبھی مکہ میں اسوقت مکے سے آتا ہوں۔ مختار نے پوچھا عراق کا کیا حال ہے اس نے کہا آشوب سے پُر ہے اور دم بدم پریشانی پھیلتی جاتی ہے مختار نے کہا کہ میں ایسا کروں گا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مومنین کے دل خوش ہو جائیں گے سلیم نے مختار سے کہا کہ خدا سے ڈر اور فتنہ انگیزی نہ کر ایسا نہ ہو کہ مارا جائے مختار کو غصہ آیا اور کہا اے دشمن اہل بیت کیا میں تم کو نیک جانتا ہوں فرزند پیغمبر کا خون بہانا فتنہ نہ تھا اور اس کو فتنہ کہتا ہے خدا کی قسم کہ جب تک فاسقوں کا قتل قمع نہ کروں گا ہرگز آرام نہ لوں گا یہ کہکر تلوار کو دست بقبضہ کیا سلیم کہتا ہے خدا کی قسم میں ڈر گیا پھر بات نہ کی اور اس کے خوف سے بھاگ نکلا مختار شہر کوفہ میں پہنچا اور بنی کندہ کے محلے سے ہو کر نکلا اس محلے کے شیعہ لوگ تھے انھوں نے بھی مختار نے آنے کی خبر پائی مختار نے کہا تم کو مبارکباد ہو اے برادران ایمانی کہ تمہاری خوشی کا وقت آ پہنچا لوگ یہ سنکر خوشیاں مناتے اور باہم گر خوشخبریاں سناتے تھے اور مختار چلا جاتا تھا حتی کہ زبل کی مسجد میں پہنچا اس جماعت نے مختار کو دیکھا استقبال کیا اور خوشیاں منائیں مختار نے کہا کہ اے برادران ایمانی کب تک رنج و بلا کی مصیبت برداشت کرو گے اب وہ وقت آگیا کہ ہمارے رنج راحت سے

بدل جائیں لوگوں نے یہ سنکر مختار کو دعا دی لوگوں نے کہا کہ وہ موقع کب ہوگا مختار نے کہا کہ اس بات کے ظاہر کرنے کا ابھی موقع نہیں دوسرے وقت بیان کیا جائے گا اور اطلاع دی جائے گی کہ کیا کرنا چاہیے، یہ کہکر وہاں سے بھی چلدیا عبیدہ بن عمر کے محلہ میں پہنچا۔ یہ شخص سرداران کوفہ اور دوستداران اہل بیت پیغمبر سے تھا جب اس نے یہ خبر سنی تو وہ مختار کے پاس آیا اور پوچھا کہ اے عزیز اس قدر عرصے کہاں تھے اور اب کہاں سے آتے ہو کہا میں حجاز سے آتا ہوں اور خروج کرنے کی تدبیر میں لگا ہوا تھا اب اللہ تعالیٰ نے اسکو پورا کر دیا امید رکھتا ہوں کہ خدائے عزوجل میری مراد برلائے گا اور محمد حنفیہ سے اجازت خروج کی لے کر آیا ہوں تاکہ خون ناحق امام حسین مظلوم کا مطالبہ کروں عبیدہ نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ تیرا مطلب ہے اس کو بہت جلد حاصل کریگا۔ جب یہ خبر حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو پہنچی کہ مختار محمد حنفیہ سے نامہ خروج کا لایا ہے اور انتقام خون حسینؑ کا ارادہ رکھتا ہے ڈرے اور سب کے سب عمر سعد کے گھر میں جمع ہوئے اور کہا کہ اے امیر ہمارا ایک دشمن مختار جیسا کوفہ میں موجود ہے جس روز کہ حسینؑ شہید ہوئے اسی روز سے ہمارے خون کا پیاسا ہے جب تک وہ مکہ میں تھا ہم بے خوف تھے اب محمد حنفیہ سے خفیہ اجازت لے کر ہمارے قتل کے ارادہ سے آیا ہے اور ایک جماعت شیعیان حسینؑ نے اس سے اتفاق کر لیا ہے اگر کل خروج کرے گا ہم میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑے گا عمر سعد نے کہا کہ میری رائے یہ ہے ہم سب عبداللہ پسر زیاد کے پاس چلیں وہ کوفہ کا امیر ہے اور اس سے کہیں کہ مختار کو پکڑ کر قید خانے میں قید کردے اس کے بعد یہ کوشش کریں کہ وہ اس کو ہلاک کر ڈالیں یہ کہکر اسی وقت عمر سعد شمر ذی الجوشن حکم ابن طفیل و یزید بن حارث و شبث بن ربعی و عمرو بن حجاج و خولی یزید اصبحی وغیرہ عبیداللہ بن زیاد کے گھر گئے اور کہا کہ اے امیر تو مختار کو جانتا ہے اور اس کے مذہب سے بھی اطلاع رکھتا ہے کوئی وقت جاتا ہے کہ وہ تجھ پر خروج کرے گا لازم ہے کہ جلد تر اس کو قید کر تاکہ اس کی شرارت سے ہم مامون اور محفوظ رہیں عبیداللہ بن زیاد نے کہا اے میرے سردارو میں نے مختار کا کوئی گناہ نہیں دیکھا اور ارتکاب جرم سے پہلے سزا کا دینا اس کے کیا معنی محمد پسر طلحہ کہ بزرگ کوفہ تھا وہ بھی وہاں حاضر تھا مختار سے دلی عداوت رکھتا تھا۔ پسر زیاد سے کہنے لگا کہ دشمن کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے خاصکر مختار کو کیا تو نہیں جانتا کہ اس کا مذہب کیا ہے وہ عبداللہ پسر زبیر کا قتل واجب جانتا ہے اس کو گرفتار کرلے اور قید کردے اگر ایسا نہ کریگا پشیمان ہوگا اور بزرگان کوفہ کی بات پر عمل کر ورنہ پشیمانی سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اس قسم کے بہت کچھ کلام کئے آخرکار عبداللہ پسر زیاد خود سوار ہوکر مختار کے گھر پہنچا اور اس کو پکڑ لیا مختار نے کہا اے امیر میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ جو مجھکو پکڑ لیا ہے عبیداللہ بن زیاد کو شرم آئی سر نیچے جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا محمد بن طلحہ نے مختار سے کہا کہ میں تجھ کو جواب دیتا ہوں کہ اے غدار تو کشتنی و سوختنی گردن زدنی ہے کیونکہ تو نے عبداللہ پسر زبیر کی بیعت توڑ ڈالی مختار نے کہا کہ میں بے وفا نہیں ہوں غدار وہ ملعون تھا کہ جس نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی بیعت سے ہاتھ اٹھا لیا

اور بی بی عائشہؓ کے ساتھ ہو کر ان کے مقابلہ میں چڑھ آیا تھا جب مختار نے یہ بات کہی تو محمد بن طلحہ کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور تندی کلام سے پیچ و تاب کھاتا تھا اور کہتا تھا کہ تو ہمارے باپ دادا کو طعنے دیتا ہے بعد اس کے عبیداللہ پسر زیاد نے کہا کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ عبداللہ پسر زبیر امیر پر خروج کرے گا مختار نے کہا مجھکو تیری ذات سے بڑا تعجب ہوا کہ جو تو ایسی باتیں کہتا ہے بتلا تو سہی کہ میرے پاس کونسا سپاہ و لشکر ہے کہ جس سے اس کام کو سرانجام دوں گا خدا سے ڈر میں عبداللہ بن زبیر کے حکم سے اس جگہ آیا ہوں محمد بن طلحہ نے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور یہاں بھاگ کر آیا ہے مختار نے ہر چند حیلے بہانے کئے مگر کچھ سود مند نہ ہوئے آخر الامر مختار کو جیل خانہ بھیج دیا۔ دشمن بہت خوش ہوئے اور دوستوں کو رنج و الم کے صدمے پہنچے یحییٰ ابن عیسیٰ راوی ہے کہ ایک روز میں قید خانہ میں گیا جب مختار کے پاس پہنچا میں نے اس کو سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا وہ ایک بوریئے پر بیٹھا ہوا تھا دونوں پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں مجھ سے کہا کہ کوئی گھڑی جاتی ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ میں جیلخانے سے نکلوں گا اور خروج کروں گا اور دشمنان دین کو قتل کرونگا اور قسم بخدائے لایزال جب تک اس کام کو نہ کر لونگا چین نہ لونگا یحییٰ بن عیسیٰ کہتا ہے کہ مجھکو مختار کی باتوں سے بہت تعجب ہوا میں نے اپنے دل میں کہا عجب مرد دلیر ہے جیلخانہ میں بیٹھا ہوا ایسی باتیں کرتا ہے جب باہر آئے گا تو خدا جانے کیا غضب ڈھائیگا چند روز کے بعد دوبارہ میرا جیلخانہ میں جانے کا اتفاق ہوا میں نے مختار کو دیکھا کہ تسبیح پڑھکر دعائیں مانگ رہا ہے میں نے کہا اے سید صبر کر خدا صابروں کا ساتھی ہے مختار نے کہا کہ مجھ سے زیادہ تر کوئی صابر نہیں پھر ایک آہ سرد کھینچی اور کہا عنقریب تم دیکھو گے کہ میں قاتلان حسینؑ سے کیونکر پیش آتا ہوں اسی اثنا میں ایک غلام کہ جس کا نام خیر تھا دروازے سے آیا اور مختار کے سامنے دو زانو بیٹھ کر زار و قطار رونے لگا حالانکہ ابھی کچھ حقیقت بیان نہ کی تھی مختار نے کہا اے خیر بہت عرصہ ہوا سلیمان اور مسیب بن نجبہ اور عبداللہ بن وائل وغیرہ مومنین کے شہید ہونے کی خبر مجھکو مل چکی ہے خیر غلام نے کہا اے سید ایک اور واقعہ پیش آیا جس لئے میں رو رہا ہوں مختار نے کہا وہ کیا واقعہ ہوگا خیر نے کہا کہ محمد بن طلحہ تمہارے گھر پر آیا نقد اور جنس جو کچھ تھا سب لوٹ لیا غلام تمہارے پراگندہ کر دیئے اہل و عیال تمام بھاگ گئے ہیں اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے پاس جیلخانہ میں رہوں مختار نے کہا کہ سن او غلام میری بی بی حرم محترم حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہرگز بہتر نہ تھی میری بیٹیاں دختران امام مظلوم سے اعلیٰ نہ تھیں ہاں ایک ایسی چیز ہے کہ اس نے کبھی کسی سے وفا نہ کی اس کا کچھ اندیشہ نہ کر اللہ میرا یہ رقعہ شیعوں کے پاس لے جا اور اس کا جواب لے آ رقعہ میں یہ لکھا تھا کہ اے برادران ایمانی تم مجھ سے دور ہو میں تم سے دور ہوں اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو میرے دل کی کیفیت ہے تمہاری مفارقت میں میں نے چاہا تھا کہ تمہاری اتفاق رائے سے خروج کروں اور تم کو ساتھ لوں پھر یہ بلا پیش آئی۔ مجھکو دعا سے فراموش نہ کیجیو عنقریب قید خانہ سے باہر آکر خروج کرونگا اور قاتلان امام حسین علیہ السلام میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑوں گا جب یہ رقعہ مومنین کے پاس پہنچا پڑھا بے ساختہ دھاڑیں مار کر روئے اور ان کے

جواب میں لکھا کہ یہ خط ورقہ بن شداد و سعد حذیفۃ الیمانی و زید بن انس و عبداللہ کامل و احمر شمیط و ابو عمرو اسمٰعیل بن لیث کی طرف سے خدمت میں مختار بن عبیدہ ثقفی کی واضح ہو کہ جب تیرا نامہ ہم نے پڑھا اور کیفیت سے آگاہ ہوئے مفارقت کا فلک ٹوٹ پڑا ہم اس تدبیر میں ہیں کہ انشاءاللہ تعالیٰ پسر زیاد کے پاس جائیں اور تیری رہائی کی درخواست کریں اور تجھکو جیل خانے سے چھڑا لاویں جب مومنین کا خط مختار کے پاس پہنچا اس کو پڑھا اپنے غلام مسمیٰ خیر سے کہا تو جا اور تو مومنین کی خدمت میں عرض کر کہ ہرگز ہرگز تم لوگ میرے بارے میں کوئی بات ذکر نہ کس لئے کہ میرے دشمن بہت ہیں مبادا کہ میرا کام بگڑ جائے اور تم اطمینان رکھو میں نے اپنے کام کا خود تدارک کر لیا ہے پھر ایک خط عبداللہ پسر عمر کے نام کہ جو مختار کا بہنوئی تھا لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

آگاہ ہو کہ عبیداللہ ابن زیاد نے جو کوفہ کا حاکم ہے مجھکو گرفتار کر کے جیلخانہ میں بھیجدیا ہے حالانکہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا جبکہ میں جیل خانہ میں پہنچ لیا تو محمد بن طلحہ میرے گھر پر گیا اور میرا تمام مال و اسباب لوٹ لیا حتی کہ ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ بچی میں چاہتا ہوں کہ تم ایک خط بنام عبداللہ پسر زبیر لکھوا دو وہ عبیداللہ پسر زیاد کو کہ حاکم کوفہ ہے یہ لکھے کہ وہ مجھکو رہا کر دے زیادہ والسلام

یہ خط خیر اپنے غلام کو دیا اور کہا کہ مدینہ جاؤ اور عبداللہ پسر عمر کو دو۔ جب یہ خط عبداللہ پسر عمر کے پاس پہنچا جہاں اس کی آنکھوں میں تیرہ و تاریک ہو گیا فی الفور از راہ غیظ و غضب ایک خط بنام عبداللہ پسر زبیر لکھا جس میں یہ عبارت تھی کہ اے پسر نادان آگاہ ہو کہ تیرے عامل عبیداللہ پسر زیاد نے میری بی بی کے بھائی مختار کو گرفتار کر کے بے گناہ جیلخانہ میں اس کے دشمنوں کے کہنے سے قید کر دیا اور محمد بن طلحہ نے اس کا گھر لوٹ لیا۔

میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کس مذہب میں روا ہے کہ مختار کو بے سبب قید کر لیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فوراً اپنے عامل کو لکھ کہ اس کو چھوڑ دے اگر اس باب میں غفلت کی تو تمام ملک کو برانگیختہ کروں گا اور تجھ کو ضرر عظیم پہنچاؤں گا۔ اس خط پر مہر ثبت کر کے پسر زبیر کے پاس بھیجدیا جب یہ خط پسر زبیر کے پاس پہنچا اس نے پڑھا فوراً عبیداللہ پسر زیاد کے نام کہ جو کوفہ کا حاکم تھا نامہ لکھا کہ جب تیرے پاس یہ خط پہنچے فوراً مختار کو رہا کر دے اور ضامن لے لے کہ خروج نہ کرے جب یہ خط حاکم کوفہ کے نام پہنچا اس نے فوراً مختار کو بلایا اور کہا عبداللہ پسر زبیر نے مجھکو خط لکھا ہے کہ میں تجھ کو چھوڑ دوں بشرطیکہ تو دو مرد معتبران کوفہ سے اپنے ضامن پیش کر اور مختار کو پھر جیل خانہ بھیجدیا دس آدمی شیعی حاضر ہوئے کہ جنہوں نے مختار سے بیعت کی تھی ثابت بن مالک و زید بن انس و احمر شمیط عبداللہ بن شداد و عبدالرحمان ابن عمر و زائدہ بن قدامہ و نافع بن سعید اور شعر بن شعیران سب جواں مردوں نے حاضر ہو کر مختار کی ضمانت دی اس وقت عبیداللہ پسر زیاد نے مختار کو رہا کر دیا اور مختار سے قسم لی کہ مجھ پر خروج نہ کرے پس مختار باہر آیا شیعوں نے خوشی منائی قاتلان امام حسین علیہ السلام غمگین ہوئے دوسرے روز تمام مومنین مختار کے گھر میں جمع ہوئے اور کہا کہ اے امیر تو اس باب میں کیا کہتا ہے کہ عبیداللہ پسر زیاد نے تجھ کو قسم دلائی ہے کہ تو اس پر خروج نہ کرے مختار نے

کہا اے حاجی ہم کو اس قسم سے انکار کرنا چاہئے کیونکہ اس میں خدا کی خوشی ہے مثلاً اگر کوئی ظالم کسی کو جبرا سوگند دلائے کہ فلاں نہ پڑھا اور وہ شخص اپنی رہائی کے لئے قسم کھا جائے بعد اس کے نمازی پر کچھ بھی لازم نہیں ہو مگر کفارہ اپنی طاقت کے موافق دینا چاہئے۔ سب شیعوں نے کہا کہ تم نے نہیں کہا کہ اگر میں عبداللہ پر خروج کروں گا تو ہر اک غلام میرا آزاد ہو جائے گا مختار ہنسا اور کہا جو وقت ہمارا مقصد بر آئے گا تمام بندوں کو آزاد کروں گا اور ہر روز ہزار مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا اور کپڑے پہناؤں گا اور تم کچھ فکر نہ کرو جاؤ اور اسباب جنگ تیار کرو کیونکہ انشاء اللہ تعالیٰ میں بہت جلد خروج کروں گا ان سب نے کہا اے امیر ہمارے دل میں آتا ہے کہ کوئی تدبیر کرنی چاہئے کیونکہ جب تک عبیداللہ پسر زیاد کوفہ میں ہے ہم خروج نہیں کر سکتے کیونکہ وہ مرد باتدبیر ہے۔ تدبیر اس سب معلوم ہوتی ہے کہ ایک محضر عبداللہ بن زبیر کے پاس جو مکہ کا حاکم ہے اور سب اسکو خلیفہ جانتے ہیں اس مضمون کا لکھیں کہ عبیداللہ پسر زیاد بہت ظالم ہے اور رعیت پر بہت ظلم کرتا ہے اس کو معزول کرو بجائے اس کے اور دوسرا حاکم بھیجو جو رعایا پر رحم کرے پس جو امیر کہ آوے اس پر خروج کریں اور جو سوگند کہ کھائی ہے اتر جائے پس سب نے بالاتفاق لکھا اور جب پسر زبیر نے نامہ کو پڑھا اپنے اہل کاروں سے مشورہ کیا سب نے کہا کہ جس قدر جلد ہو سکے اسکو کوفہ سے بدل دو بہتر ہو گا تاکہ بادشاہت تیرے پاس قائم رہے پسر زبیر نے کہا کسکو اس عہدہ پر مقرر کروں؟ کہا عبداللہ پسر مطیع کو کہ وہ ایک مرد دبدبہ اور رعب والا ہے اور مختار میں اور اس میں قدیم دوستی ہے اور مختار اس کو نہیں ستائے گا کیونکہ مختار جس جگہ طائف میں تھا عبداللہ پسر مطیع ان دنوں وہاں کا حاکم تھا پس ایک آدمی بھیجکر اس کو طلبایا اور خلعت دیا اور کوفہ کی امارت کا علم اس کو سونپا اور پانچہزار فوج دے کر کہا تیرے واسطے طائف کی ولایت سے عراق کی ولایت بہتر ہے فوج لے کر کوفہ میں جاؤ اور انصاف کرو اور بد عمل پر تشدد رکھو عبداللہ پسر مطیع نے کہا کہ اے امیر کوفہ عراق کی ناک ہے اور عرب کے بہادر ابراہیم اور اشتر اور مختار اور عبداللہ وغیرہ بہت سے آج کل کوفہ میں ہیں اور میں ان کے مذہب سے آگاہ ہوں اور ان کے دلوں کے مرعلت واقف ہوں اور عرب کے چالیس قبیلے کوفہ میں ہیں اور مجھکو پانچہزار مرد کافی نہیں ہیں پسر زبیر خفا ہوا اور برا بھلا کہنے لگا کہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے میں تجھکو وہاں کے لوگوں کی سرداری کے لئے بھیجتا ہوں نہ لڑائی کے لئے۔ کوفہ کے سب لوگ میرے ہوا خواہ ہیں سوائے چند شیعان علی ابن ابی طالب کے جب کوفہ میں جائے تو قاتلان امام حسینؑ کو نوازنا اور سب کو خلعت و زر سے سرفراز کرنا تاکہ سب تیرے یار و دوست رہیں اور تجھکو قوت دیں پس عبداللہ بن مطیع سپاہ کو لے کر کوفہ کی طرف متوجہ ہوا جب کوفہ سے دو فرسخ کا بُعد رہا تو مقام کیا اور ایک قاصد کوفہ کے لوگوں کے پاس بھیجا کہ شہر کو آراستہ کرو تاکہ میں شہر میں آؤں کوفہ کے لوگوں نے کہا کہ جا اور اپنے امیر سے کہہ کہ ہم شہر تیرے واسطے اور کسی غیر کے واسطے آراستہ نہیں کرتے کیونکہ فرزند رسول خدا کے لئے ہمارے دل سوختہ ہیں جب ایلچی نے یہ بات سنی لوٹ گیا اور جو کچھ سنا تھا بیان کیا عبداللہ لشکر اور سپاہ کو لیکر

کوفہ میں داخل ہوا اور دار الخلافہ میں آبیٹھا اسی وقت ایک آدمی کو بھیجکر عمر سعد کو پوشیدہ بلوایا کیونکہ عبداللہ زبیر نے اس کو زبانی پیغام بھی دیا تھا اور لکھ کر بھی بھیجا تھا کہ عبداللہ مطیع کا قوت بازو بن کر رہو جب عمر سعد نے عبداللہ بن زبیر کے خط کو پڑھا کہا میں فرماں بردار ہوں تیری امداد کروں گا مگر ایک نصیحت رکھتا ہوں اگر تو نے۔ کہوں۔ کہا کہہ۔ جو کچھ تو کہے گا میں فرمانبردار ہوں مجھ کو قبول ہے کہا تو اس شہر میں قائم نہیں رہنے کا جب تک کہ شیعوں کو خوار و ذلیل نہیں رکھے گا پہلے جس مردود نے کہ شیعوں کو رافضی کہا عمر ابن سعد تھا عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ میں کس کو اپنا خلیفہ کروں گا انس بن معاذب کو کہ مرد بہادر ہے اور قاتلان امام حسین علیہ السلام سے ہے عبداللہ مطیع نے انس کو بلایا اور خلعت دے کر اس کو اپنا خلیفہ کیا اور کہا کہ یہ عتاب نامہ پسر زبیر کا کوفہ کے لوگوں کو پڑھ کر سنانا چاہیے جاتو کونسی جگہ قرار دیتا ہے انس نے کہا کہ کوفہ کے بزرگوں کو جمعہ و جماعت مسجد میں بلا کر امیر کا نامہ منبر پر پڑھکر سنائیں لیکن ہم کو مختار سے خوف کرنا چاہیے اور اس سے بے خوف نہ ہونا چاہیے عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ میں مختار سے بے خوف ہوں کیونکہ مکہ میں میں نے اس کو مارے جانے سے بچایا اور آتے وقت ایک اونٹ اور سو دینار اُسے دیئے اور جب عبداللہ بن مطیع کوفہ میں داخل ہوا مختار ایک گاؤں میں چلا گیا تھا کہ مبادا عبداللہ بن مطیع کے استقبال کو جانا پڑے اسی روز عبداللہ بن مطیع مسجد میں آیا اور شیعہ وہاں بہت نوکروں اور دوستوں کے جمع ہو کر آئے عبداللہ بن مطیع کے داہنی طرف بیٹھ گئے عبداللہ بن مطیع اٹھا اور منبر پر گیا خطبہ پڑھا اور وقت ختم خطبہ کے کہا کہ اے اہل کوفہ تم جانو اور آگاہ ہو جاؤ کہ مجھکو عبداللہ پسر زبیر نے اس ولایت میں بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں تم سے نیکی کروں اور چھوٹے بڑوں سے برعایت پیش آؤں۔ تم اطمینان رکھو کہ یہ مقام آرام کی جگہ ہے فوراً نائب ابن اشعری کھڑا ہوا اور عبداللہ بن مطیع کی طرف مُنہ کر کے کہا ہم تیرے فرماں بردار امیر کے تابع ہیں مگر یہ جو کچھ تو نے کہا کہ تمہارے نیکوں سے نیکی کروں گا بجا ہے کیونکہ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ۔ یعنی ہر شخص سے وہ سلوک کرنا چاہیے جس کے وہ لایق ہے دوسرے کسی پر ظلم و ستم نہ کرنا چاہیے کس واسطے کہ کوفہ عراق کا سرتاج ہے جبکہ کوفہ میں امن و چین رہیگا تو تمام عراق بھی شور و شغب سے پاک اور صاف رہیگا یہ کہکر بیٹھ گیا بعد ازاں انس کھڑا ہوا اور کہا کہ امیر شور و غل تو مچاؤ نہیں اور کسی کے ساتھ کوفہ کے لوگوں میں برائی نہ کرو اور نہ حکم خدا سے تجاوز کرو۔ مومنوں کے ساتھ نیکی کر اور بدکاروں کو تہ تیغ کرتا کہ کوفہ تیرا ہو جائے اس کے بعد عمر سعد کھڑا ہوا اور کہا ہم عبداللہ ابن زبیر کے فرماں بردار ہیں جب عبداللہ مطیع نے ایسا دیکھا پھر بات نہ کی اور یہ جان لیا کہ اگر میں کچھ اور کہوں گا تو یہاں کے لوگ دو گروہ ہو جائیں گے اور فتنہ برپا ہو جائے گا۔ منبر سے نیچے اترا اور دار الامارۃ کو چلا گیا۔ مختار اس وقت تک اسی گاؤں میں تھا تمام شیعہ ثابت بن مالک کے گھر کوفہ میں جمع ہوئے اور مختار کے نام نامہ لکھا جو کچھ گذرا تھا اس سے آگاہ کیا مختار اس خط کو پڑھ کر شہر میں آیا۔ انس بن معاذب نے عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ اے امیر مختار سے ڈرنا چاہیے۔ پسر مطیع نے کہا مجھکو مختار سے کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ مجھ میں اور

اس میں قدیمی دوستی ہے انس نے کہا کہ سب سے زیادہ تو تیرا دشمن وہی ہے اور اس ملعون نے بار بار اتنا کچھ کہا کہ عبداللہ بن مطیع کے دل میں مختار کی طرف سے خدشہ پیدا ہو گیا انس سے کہا کہ اس کے لئے کیا کرنا چاہیے۔ اس کو گرفتار کر کے قید کرنا چاہیے پسر مطیع نے کہا اے انس جبکہ اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا میں اسے کس حیلہ بہانہ سے گرفتار کر کے قید کر لوں۔ انس نے کہا کہ میں تم کو ایک تدبیر بتلاؤں تم کسی آدمی کو مختار کے پاس بھیجو اور اس کو بلالو جب وہ آجائے اس کو گرفتار کر کے قید کر لو تاکہ اس کے شر سے بے خوف ہو جائیں اگر تم یہ کام نہیں کرتے تو مجھ کو بھی خلافت سے علیحدہ کر دو اور یہ کام کسی اور کے سپرد کرو کیونکہ ایک ساعت کی ساعت میں مختار فتنہ کریگا پھر کسی طرح کا انتظام سوائے موت کے ممکن نہیں۔ یہ سنکر عبداللہ نہایت اندیشناک ہوا پھر انس نے کہا کہ اے امیر تو نے دیکھا بھی کہ شیعہ مسجد و مدینہ میں کیا کہتے تھے خدا کی قسم اگر ایک بات بھی تجھ سے اپنے مخالف سنتے تو اسی وقت فتنہ برپا کرتے اگر کوفہ کی محافظت چاہتا ہے تو شیعوں کو تنگ کر بلکہ قتل کر اور قاتلان امام حسین علیہ السلام سے دوستی رکھ تاکہ ہم اور تو ایک ہو جائیں اور انتظام تیرا پورا ہو جائے اگر میری بات سنتا ہے تو کسی کو بھیج اور مختار کو بلالے پہلے اس سے کہ تیرے کام میں خلل آئے اسکو جیل خانے میں بھیجدے عبداللہ بن مطیع نے زائدہ قدامہ کو بلایا اور کہا کہ مختار کے پاس جاؤ اور میرا سلام اس کو پہنچاؤ اور یہ کہو کہ پسر مطیع کہتا ہے کہ ایک ساعت کے لئے قدم رنجہ کیجئے کہ مجھکو تم سے مشورہ کرنا ہے جب تک تم نہ آؤ گے یہ کام ملتوی رہیگا اور حسین بن عبداللہ کو بھی اس کے ساتھ کیا اور مختار کے گھر بھیجا جب وہ مختار کے گھر پہنچے تو پیغام دیا مگر زائدہ قدامہ نہیں چاہتا تھا کہ مختار اس جگہ جائے ایک قرآن شریف دیکھا کہ آگے مختار کے رکھا ہے اس قرآن شریف کو اپنے ہاتھوں میں لیکر کہنے لگا سبحان اللہ کیا خوشخط ہے اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر رحمت ہو کہ جس نے اس کو لکھا ہے پھر ایک جگہ سے کھول کر یہ آیت پڑھی واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک و یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ تیرے واسطے مکر کیا ہے کہ تجھکو ایک جگہ میں قید رکھیں یا ماریں یا شہر بدر کر دیں زائدہ کہتا ہے کہ جب میں نے اس آیت کو پڑھا مختار نے معلوم کر لیا کہ اس کے ساتھ سلوک مندرجہ آیہ کیا جائے گا پس مختار نے کہا کہ بھائیو تم امیر سے جا کر کہدو کہ مختار کو بخار آتا ہے اور تکلیف حد سے زیادہ ہے کل انشاء اللہ آئے گا جب وہ مختار کے گھر سے باہر آئے تو زائدہ نے حسین سے کہا کہ بھی مختار سچ کہتا تھا کہ مجھ کو بخار آتا ہے کیونکہ اس کا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور تمام جسم میں رعشہ ہے حسین نے کہا کہ اے زائدہ کس واسطے جھوٹ بولتا ہے کیا میں نہیں جانتا کہ وہ آیت تو نے قرآن شریف کی کس لئے پڑھی تھی زائدہ نے کہا یہ بات نہیں جو تو کہتا ہے اس کو بھر اور باتوں میں لگا لیا حتیٰ کہ عبداللہ بن مطیع کے پاس پہنچے اور جو کچھ مختار سے سنا تھا وہ جا کہا اس ملعون نے کہا کہ شاید ایسا ہو بیانگ کہ شیعہ مختار کے پاس جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ یہ خروج کا کام تا وقتیکہ ابراہیم بن مالک اشتر نخعی تیری بیعت نہ کرے اور ہمارا ولی دوست نہ بن جائے سرانجام نہ ہوگا اگر اس نے اس امر کو قبول کر لیا تو پھر ہم کو کسی طرح وسواس

نہ رہے گا مختار نے کہا ابراہیم میری بیعت نہ کرے گا کس واسطے کہ وہ ایک مرد بلند ہمت ہے اور جبکہ تم اس کو اس کام کی رہبری کرو گے تو وہ پہلے یہ شرط قرار دے گا کہ تم اپنا امیر بناؤ اور دوسرے وہ کہے گا جب کہ امام کی اجازت نہیں تو میں اس کام کو کیونکر اختیار کروں ابراہیم ایک مرد بزرگ پروردۂ جناب امیرؑ ہے وہ ہرگز قبول نہ کرے گا کہ میری بیعت اختیار کرے زید بن اسدی نے کہا کہ واقعی تو یہی امر ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا مگر ابراہیم ایک مرد پرہیزگار رضا جو اور حریص انتقام خون شہید کربلا علیہ السلام ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ اس کو طلب کرو گے تو وہ منظور کرے گا مختار نے کہا تو اچھا تو یہی جا زید پسر انس اسدی اٹھا اور ابراہیم کے پاس گیا اور کہا اے میرے بھائی تمام شیعہ جمع ہو رہے ہیں اور یہ تدبیر درپیش ہے کہ عبداللہ پسر مطیع پر چڑھائی کر کے اس کا کام تمام کریں پھر پسر زیاد سے معرکہ آرا ہوں ابراہیم نے کہا مجھکو عبداللہ پسر مطیع سے کیا کام ہے۔ زید پسر انس نے کہا زبیر کا پوتا امامت کا دعویٰ کرتا ہے وہ امام ہے یا نہیں ابراہیم نے کہا وہ اہل بیت پیغمبرؐ کا دشمن ہے اسکو امامت سے کیا علاقہ پسر انس نے کہا تو آپ ہی اس کو قبول کیجئے اور عبداللہ بن مطیع کی لڑائی میں شریک ہو جئے ابراہیم نے کہا مجھکو بھی اس شرط پر منظور ہے کہ تم مجھکو اپنا سردار مان لو زید بن انس نے کہا بیشک تم اس رتبہ کے لائق تر ہو مگر تمام اہل کوفہ مختار کی بیعت کر چکے ابراہیم نے کہا کیا محمد حنفیہ نے اجازت دیدی پسر انس نے کہا یہ کام بموجب حکم محمد حنفیہ کے تجویز ہوا ہے ابراہیم نے کہا جبکہ محمد حنفیہ کی یہ تجویز ہے تو میں بھی جان و مال سے حاضر ہوں پھر مجھکو کیا عذر ہے زید بن انس مختار کے پاس آیا اور محمد حنفیہ کا خط لیکر ابراہیم کے پاس گیا اور تین شخص بزرگان شیعہ سے اپنے ساتھ لیتا گیا تاکہ شہادت ادا کریں کہ یہ خط محمد حنفیہ کا ہے ابراہیم نے جب خط کو دیکھا اور پڑھا اور گواہوں نے گواہی دی تو ابراہیم نے کہا کہ تم جاؤ میں کل مختار کے پاس آؤں گا اور اس کی بیعت بھی کر لوں گا زید مختار کے پاس خوش و خورم آیا اور مژدۂ بیعت ابراہیم مختار کو سنایا مختار بہت خوش ہوا اور خدا کا شکریہ ادا کیا ابراہیم دوسرے روز مختار کے پاس آیا مختار نے جو ابراہیم کے آنے کی خبر پائی تو برہنہ پا استقبال کے لئے دروازہ تک گیا اور بغلگیر ہوا دونوں آکر ایک مصلے پر بیٹھ گئے اول مزاج پرسی ہوئی پھر مختار نے کہا کہ اے سید خدا کی قسم اس امت نے فرزند رسول خدا سے بدی کی اور ان کو مع ان کے عزیز و اقربا اور انصار کے قتل کیا اور اس کے اہل بیت کو قید کیا اب جا بجا منبروں پر برا بھلا کہتے پھرتے ہیں خدائے تعالیٰ ان ملعونوں کو عذاب الیم میں معذب کرے کہ بدی سے باز نہیں آتے اب یہ فرمایئے کہ آپ کی اس باب میں کیا رائے ہے ابراہیم نے کہا کہ آپ اپنے ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپکی بیعت کروں جیسے کہ اور برادران مومنین نے بیعت کر لی ہے اسوقت یہ میرا قصد ہے کہ انشاء اللہ شام و عراق کو تہ و بالا کر دکھاؤں گا اور قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کا بھیجا نکال ڈالوں گا یہ کہکر مختار رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بیعت کی تمام مومنین خرم و شاد ہوئے کہ اب اسلام قوی ہوا لوگ اپنے اپنے گھروں سے مختار کے پاس چلے جاتے تھے اور بیعت کرتے تھے یہانتک کہ اٹھارہ ہزار مرد نے بیعت اختیار کی پھر چڑھائی

کا مشورہ ہوا اور شب پنجشنبہ قرار پائی مختار نے حکم دیا کہ اے برادر ایمانی سب صاحب پنجشنبہ کی شب کو ہتھیار پہن لو اور اپنے اپنے کوٹھوں پر عشا کی نماز کے بعد آگ روشن کرو جب یہ صورت دیکھو تو سمجھ لینا کہ یہ تمہارے خروج کی علامت ہے سب سے پہلے میں آگ روشن کرونگا جب تم میرے یہاں کی آگ روشن پاؤ تو جان لینا کہ میں نے خروج کیا تم بھی اپنے گھروں سے نکل آنا اور اگر سوائے پنجشنبہ کے آگ کو روشن پاؤ تو ہرگز اپنے گھروں سے نہ نکلنا اور نہ آگ جلانا سب نے کہا ہم آپ کے فرماں بردار ہیں انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور تہیہ سامان جنگ میں مصروف ہوئے کسی نے انس بن مغارب کو خروج مختار سے اطلاع دی کہ کیا بے خوف و خطر بیٹھا ہوا ہے اٹھارہ ہزار آدمیوں نے مختار کی بیعت کر لی ابراہیم بن مالک اشتر کو اپنے ساتھ ملالیا اور یہ تجویز قرار پا گئی کہ شب پنجشنبہ کو خروج کریں گے انس نے جب یہ بات سنی بہت پریشان حال ہوا اور اسی وقت عبداللہ پسر مطیع کے پاس گیا اور جو کچھ سنا تھا اس سے مطلع کیا عبداللہ بھی ڈر گیا اور کہا میں اس جگہ مسافر ہوں میں یہاں پر ہرگز ہرگز آنا نہیں چاہتا تھا تا وقتیکہ پورا پورا انتظام نہ کر لیتا انس نے کہا کہ کسی آدمی کو بھیج کر قاتلان حسین علیہ السلام کو بلا کر شیعوں کے محلوں پر تعینات کر دے تاکہ راستوں کو بند کر دیں اور کوئی مختار کی مدد کو نہ جا سکے اور سب صلاح و مشورہ دھرا رہ جائے اور جب شب پنجشنبہ گذرے سب کو بلا کر طرح طرح کے عذاب سے قتل کر پسر مطیع نے کسی کو بھیج کر قاتلان حسین کو طلب کیا کعب بن ابی کو اپنے سامنے بلایا اور کہا تو اپنے عزیز و اقربا کے ساتھ اپنے محلہ کی حفاظت کر اور جو شخص کہ شیعیان ابوتراب سے دکھائی دے جائے اس کو قتل کر ڈال اور زحر بن قیس کو حکم دیا کہ تو گروہ کو میدان کے لئے ثابت قدم رکھ اور اپنے محلہ کی نگہبانی کر غرضکہ ہر ایک محلہ ہر ایک شخص کے سپرد کیا اور چاروں طرف کی راہیں بند کر دیں انس بن مغارب نے کہا کہ اب ہر ایک طرح کے خدشے اور اندیشے سے بے فکر رہ آج کے دن اور آج کی رات اپنی حفاظت کر کے کل مختار اور اس کے یاروں کو قتل کر عبداللہ بن مطیع نے کہا اے انس تجھ کو بھی اپنی سپاہ ہمراہ لے کر تمام شہر میں پھرنا چاہئے اور جو شخص کہ شیعوں میں سے نظر آئے اسی کو قتل کر ڈالیں انس مع دو سو سوار پنجاہ نفر پیادے کے شہر میں پھرتا تھا وہ شب نہایت تاریک تھی ہزار نفر بھی مشعلیں روشن کئے ہوئے اس کے آگے آگے جاتے تھے اتفاقاً اس شب ابراہیم مختار کے پاس جاتا تھا کہ خروج کے باب میں مشورہ کریں اس وقت ابراہیم کے ساتھ اس کے عزیز و قریب ایک سو سوار مسلح موجود تھے اور مختار کے گھر کی طرف چلے جاتے تھے ابراہیم نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ کوئی اپنے ساتھ نیزہ نہ لے چلے تاکہ ہماری طرف کسی کو جنگ کا گمان نہ ہو کچھ راستہ چلے تھے کہ ابراہیم کا ایک دوست ملا اور کہا اے سید کہاں جاتے ہو عبداللہ مطیع نے ہر چہار سمت راستوں پر راہدار مقرر کر رکھے ہیں ابراہیم نے کہا مجھکو اس واقعہ کی خبر مل چکی ہے پھر کہا کہ انس بن مغارب کوفے کے بازار میں پھرتا ہے اس راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راستہ سے جاؤ مبادا تجھ کو دیکھ کر پکڑ لے ابراہیم نے کہا کہ اگر انس بن مغارب کے پاس پانچ ہزار آدمی بھی ہوں تو وہ میرا کچھ نہیں کر سکتا اور گرفتار کرنا تو در کنار ہے پس بازار کی طرف چلا جب بازار میں آپہنچا تو انس نے ان کو دیکھا گھوڑا دوڑا کر

ان کے سامنے آیا اور پوچھا تم کون ہو تم جانتے ہو کہ یہ سپاہ عبداللہ پسر مطیع کی ہے ابراہیم نے بھی اپنا گھوڑا تیز قدم ہانکا اور انس کے روبرو ہو گیا اور کہا کہ میں ہوں ابراہیم بن مالک اشتر انس نے جس وقت ابراہیم کا نام سُنا اسی وقت چہرہ کا رنگ فق ہو گیا انس نے کہا کہ اے ابراہیم یہ تو بتلا کہ تو آج کی شب کہاں جاتا ہے ابراہیم ہنسا اور جواب دیا کہ اے ملعون میں جانتا ہوں کہ جس جگہ مجھ کو جانا چاہیے اور میں وہیں جاؤں گا انس نے کہا کہ عبداللہ پسر مطیع نے حکم دیا ہے کہ کوئی آدمی گھر سے باہر نہ نکلے ابراہیم نے کہا مجھ کو اس وقت اطلاع ہو گئی آئندہ نہ نکلوں گا انس نے کہا کہ میں تجھ کو گرفتار کر کے امیر کے پاس لے جاؤں گا جو اس کے دل میں آئے گا وہ تجھ سے سلوک کرے گا۔ ابراہیم نے کہا اے انس کیوں تیری شامت آئی ہے جس کام کو انسان نہ کر سکے اس کو زبان پر نہ لانا چاہیے وہ ملعون یہ سنکر غصہ ہوا اور غرانے لگا ابراہیم کو اسوقت معلوم ہوا کہ اس کو ادب کا سبق دیا جائے تاکہ کسی اور کو اس طرح بے ادبی کا حوصلہ نہ ہو ایک مرد انس کے یاروں میں سے وہاں پر کھڑا تھا اور ابراہیم کا بھی دوست تھا ابراہیم نے اس کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا اور اپنے پاس بلایا جب وہ پاس آیا تو کہا اے فضل میں نے تجھ کو بہت عرصے سے نہیں دیکھا تھا تو کہاں تھا جب وہ قریب آیا تو ہاتھ بڑھا کر اس کا نیزہ اس کے ہاتھ سے لیا اور اپنے گھوڑے کو جولاں کیا یا محمدؐ یا علیؑ کہہ کر انس پر حملہ کیا اور ایک نعرہ مارا انس کانپ اٹھا ابراہیم نے نیزہ اس کے پیٹ پر مارا وہ گھوڑے سے نیچے جا پڑا اور دوزخیوں کی حوالات میں جا پہنچا۔ یہ حرام زادہ حسینؑ کے قاتلوں میں تھا جب اس کے ساتھیوں نے یہ کیفیت دیکھی بھاگ نکلے ابراہیم نے تکبیر کہی اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس ملعون کا سر کاٹ لے غلام گھوڑے سے نیچے اترا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اپنے ساتھ لیا پھر ابراہیم نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب رستہ میں کسی اجازت نہ لینی چاہیے. مختار کے گھر کی طرف چلدیئے جب مختار کے دروازہ پہنچے ابراہیم نے آواز دی کہ اے برادران ایمانی و اخلاء روحانی وقت معہودہ قبضہ سے نکل گیا پس آج ہی کی شب خروج کرنا چاہیے کیونکہ میں نے آج کی شب یہ کام کیا ہے کہ انس بن مضارب کو مار ڈالا اور اس کا سر تن سے کاٹ لایا یہ کہکر سر اس کا مختار کے سامنے ڈالدیا مختار اس شقی کا سر دیکھ کر بہت مسرور ہوا اور ابراہیم کو اپنی بغل میں لیا اور کہا اے بھائی تو نے آج مجھ کو بہت فرحناک کیا اور یہ شگون کامیابی ہے اور فتح و ظفر کی نشانی ہے ابراہیم نے کہا کہ کسی آدمی کو بھیجکر تمام دوستوں کو بلا بھیجو مختار نے کہا کہ بھائی چاروں طرف کی راہیں بند ہیں کیونکر کسی آدمی کو بھیجوں خود ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہو کر ۲۴ جوانوں کو ساتھ لے کر چلدیا ابراہیم نے بارہ علم رنگ برنگ کے کھڑے کر دیئے اور حکم دیا کہ اسی وقت بالاخانہ مختار پر آگ روشن کرو عشاء کی نماز کا وقت تھا کہ شہر میں شور و غل مچ گیا کہ انس بن مضارب مارا گیا اور مختار نے خروج کیا وہاں کی خلقت جوش میں آئی۔

واقعہ ششم نائب حاکم کوفہ کا قتل ہونا اور مختار کا باتفاق ابراہیم اشتر کے خروج کرنا

مورخین محققین نے لکھا ہے کہ جب ابراہیم نے انس ابن مضارب کو قتل کر ڈالا اور مختار کے پاس پہنچ گیا تو یہ خبر عبد اللہ بن مطیع کو بھی پہنچی غمگین ہوا انس کے بیٹے کو بلایا اور کہا کہ اے پسر انس ابراہیم اشتر نے تیرے باپ کو مار ڈالا کوئی ساعت جاتی ہے کہ نقارہ خروج کا بجتا ہے راشد پسر انس نے جب اپنے باپ کے مارے جانے کی خبر سنی تو بیساختہ ہائے دہائیاں دینے لگا عبد اللہ بن مطیع نے اس بات پر اسکو بہت جھڑکا اور کہا کہ رونے سے کیا فائدہ جلد جا میں نے تجھکو تیرے باپ کا عہدہ دیا انس کے خون کا مطالبہ کر تجھکو لازم نہیں کہ جب تک ابراہیم کا سر اتار کر میرے پاس نہ لے آئے گھوڑے سے نیچے اترے راشد مذکور لڑائی کے ڈھنگ سے خوب واقف تھا دو سو سوار اور پیادے لیکر کوفہ کے بازار میں کھڑا ہوا مختار نے بھی اسی موقع پر اپنا علم کاڑ رکھا تھا اس سبب کہ ہر چہار طرف گلی کوچوں کے راستے بند تھے۔ اور اس شب خروج کا وعدہ بھی نہ تھا ہر چند آگ روشن کی گئی اور نقارے بجائے گئے مگر نتیجے یہی جانا کہ دشمن کا مکر ہے مختار متحیر کھڑا تھا اس کے پاس سپاہ بھی نہ تھی صرف سولہ غلام اور اٹھائیس دوست اور سو سوار ابراہیم کے ساتھ تھے مختار نے ابراہیم سے کہا کہ دیکھا بھائی ہمارے یاروں نے کیا کیا ابراہیم نے کہا کہ اس میں ان کی کچھ خطا نہیں کیونکہ ہمارے خروج کرنے کا کل کا دن ہے دوسرے دشمنوں نے چاروں طرف ناکہ بندی کر رکھی ہے نقارے کی آواز کو بھی دشمن کا مکر جانتے ہیں تو میں کمزارہ میں جاتا ہوں اور مومنین کے لانے میں کوشش کرتا ہوں مختار نے کہا بہت اچھا پس ابراہیم وہاں سے مع اپنے یاروں کے چلا اور شامیوں کی مسجد کو جا لیا وہاں پر ایک بہت بڑا محلہ تھا جس میں چار سو شیعہ رہتے تھے جب ابراہیم اس جگہ پہنچا تو عبد اللہ بن مطیع کے تین سو آدمیوں نے آگھیرا اور سوال کیا کہ تم کون لوگ ہو ابراہیم نے کہا کہ میرا نام ابراہیم بن مالک اشتر ہے ابراہیم نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں تیرے اور تیرے امام کا دشمن ہوں اور میرا نام عمر بن حجاج زبیدی ہے اور یہ ملعون سرداران کوفہ سے تھا اور معرکہ کربلا میں بھی طرفدار یزید تھا ابراہیم نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا کہ میں تیرا سر چاہتا ہوں ابراہیم یہ سنتے ہی غضبناک ہو کر حملہ آور ہوا عمر اپنے گھوڑے کی باگ پھیر کر بھاگ نکلا ابراہیم نے مع اپنے ہمراہیوں کے اس کا پیچھا کیا چالیس آدمیوں کو مار ڈالا پھر ابراہیم اس کوچہ میں آیا اور اس محلے کے لوگوں کو مختار کے خروج کی اطلاع دی اور ان کو سوار کر کے مختار کی طرف روانہ کیا پھر آپ وہاں سے محلہ بنی کندہ تک گیا اس جگہ پر ایک شخص کو کھڑا ہوا پایا۔ ابراہیم نے اس سے پوچھا تو بھی جانتا ہے کہ یہ محلہ کس کی نگرانی میں ہے اور کس نے کوچہ ہائے نافذہ کو بند کر رکھا ہے اس نے کہا کہ زجر بن قیس اس محلہ پر تعینات ہے تاکہ کوئی شخص مختار کی مدد کو نہ جا سکے۔ ابراہیم نے کہا کہ اس مردود پر خدا کی لعنت ہو جو جنگ صفین میں حضرت امیر کے ساتھ تھا اور اب ان کے دشمنوں کا یار غار ہوا انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کو سزا دوں گا آگے بڑھ کر ایک مرد کو پکڑا اس سے پوچھا کہ تو کس کے دوستوں میں ہے اس نے کہا سنان بن انس کا محب ہوں ابراہیم نے جب سنان ابن انس کا نام سنا۔ ہتھیار

اس کے چھین لئے اور مختار کے پاس لے گیا مختار نے حکم دیا اس کو جلد گردن مارو عبداللہ بن مطیع نے جانا کہ مختار کے پاس تو لشکر اور سپاہ بہت ہے اور میرے پاس کم ہے کیونکہ تمام سپاہ کو کوچہ بندی پر تعینات کر چکا تھا لہذا شیث بن ربیع کو بھی ہزار سوار دے کر مختار کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ دن نکلنے سے پہلے اس سے لڑمر۔ شیث نے کہا اے امیر اندھیری رات ہے لڑائی ممکن نہیں صبر کر دن نکل آوے تو روشنی میں جنگ کی ٹھہراؤں عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ جو کچھ میں نے تجھ کو حکم دیا ہے وہ کر گذر شیث مع ایک ہزار سوار کے مختار کے گھر کی طرف روانہ ہوا عبداللہ بن مطیع حجاز بن حر کو اس سے پہلے ایک جگہ روانہ کر چکا تھا چونکہ رات اندھیری تھی ان دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا مختار کا لشکر سمجھ کر کٹ مرے جبتک آفتاب نکلا برابر لڑائی ہوتی رہی کیونکہ دونوں لشکروں کے پاس کوئی شناخت کا نشان نہ تھا تین سو آدمی دونوں طرف سے مارا گیا آخر کار حجاز ان پر ظفریاب ہو کر اپنی جگہ پر لوٹ گیا اور اس کا یہ خیال تھا کہ میں نے مختار کے آدمیوں کو مار شکست دی ہے شیث بن ربیع بھاگ کر پسر مطیع کے پاس گیا کہا اے امیر میں نے نہ کہا تھا کہ شب کو لڑائی نہ کرنی چاہیے پس اب تو میں تیرے حکم کی تعمیل کر چکا عبداللہ بہت رنجیدہ ہوا اور مختار سے ڈرا اور اپنی جگہ سے ایک قدم نہ ہلتا تھا اور اگر ایک مکھی بھی اُڑتی تھی تو کہتا تھا کہ وہ مختار آیا اور جب یہ خبر آئی تو وہ بہت خوش ہوا۔ ابراہیم نے کہا اے بھائی مختار عبداللہ بن مطیع یہ جانتا ہے کہ ہمارے پاس لشکر بہت ہے اسی سبب سے وہ ہمارے مقابلہ کو نہیں آسکتا مگر مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس آدمی بہت کم آئے ہیں وہ چڑھ آئے اور ہم کو ہلاک کر ڈالے۔ پس سعی کر کے شیعوں کو اطلاع کرنی چاہیے کہ وہ ہمارے پاس چلے آئیں۔ مختار نے کہا یہ تم نے سچ فرمایا لیکن میرے ہوا خواہ اور دوستان دلی شاکر یکی گلی میں بہت ہیں کوئی آدمی وہاں جائے۔ اور ان کو خبر کر آئے ابراہیم نے کہا میں نے سنا ہے کہ کعب اس کوچے کی گلی راستوں پر متعین ہے۔ مختار کے لشکر میں سے یہ بات سنکر ایک مرد کھڑا ہوا جس کا نام بشیر تھا اس نے کہا اے امیر میں جاتا ہوں اور آپ کا پیغام ان کو پہنچاتا ہوں کہ وہ یہاں چلے آئیں۔ مختار نے کہا تجھ کو ڈر نہیں معلوم ہوتا مبادا تجھکو پکڑ لیں اور قتل کر ڈالیں بشیر نے کہا اے امیر میں ایک مرد مسافر ہوں مجھکو کوئی نہیں پہچانتا اور اگر مارا بھی جاؤں گا تو خدا کی راہ میں شہید ہونگا مختار نے اس کو دعا دی اور کہا کہ جا خدا تیرا مددگار ہو جیو۔ اس نے پرانے کپڑے پہنے اور پرانی پگڑی سر پر باندھی اور ایک عصا ہاتھ میں لے کر روانہ ہوا جب وہ کعب کے لشکر کے پاس پہنچا لشکری اس کو پکڑ کر کعب کے پاس لے گئے۔ کعب نے کہا تجھ کو کچھ مختار کی بھی خبر ہے اس نے کہا اے امیر کیا پوچھتا ہے جو کچھ آج کی شب اس نے مجھ کو تکلیف دی ہے کوئی کافر کے ساتھ بھی وہ سلوک نہیں کر سکتا اور میں تو مسافر غریب الوطن ہوں میں سرائے میں ٹھیرا ہوا تھا دفعتاً مختار کی دوڑ آئی سب کو لوٹ لیا اور جو کچھ وہاں پایا اٹھوا لے گیا چنانچہ پرانے دھرانے چیتھڑے میرے بیان کے شاہد ہیں میں وہاں سے ننگے پاؤں وننگے سر بھاگ کر اس ہیئت سے یہاں تک آیا ہوں۔ مختار شہر کے لوٹنے میں مصروف ہے اور چاروں طرف سے خلقت

اس کے پاس آ کر فراہم ہوئی ہے پھر کعب نے پوچھا کہ مختار کے پاس کس قدر لوگ ہیں جو جا بجا غارتگری کر رہے ہیں۔ اس نے کہا اے امیر اول تو اہل کوفہ ہی اس سے ملے ہوئے ہیں کعب نے کہا خیر تو ایک مرد مسافر ہے تو یہ بتلا کون سے محلہ میں جانا چاہتا ہے اس نے کہا میرا اسی محلہ میں ایک دوست رہتا ہے میں نے اس کو کچھ امانت سونپ رکھی ہے اس کے پاس جا کر ٹھہروں گا جب تک یہ فتنہ رفع دفع نہ ہو جائے پھر اپنے گھر چلا جاؤں گا کعب نے کہا کہ خیر اخدا تجھ کو اس کا اجر دے کہ جو مختار نے تیرے ساتھ سلوک کیا پس وہاں سے وہ اس کوچہ میں گیا جہاں کا ارادہ کر کے آیا تھا دیکھا کہ بہت بڑا کوچہ ہے چودہ سو آدمی کے قریب اس میں رہتے ہیں وہ سب مختار کی بیعت کر چکے تھے ان کو آواز دی کہ یا معاشران اس ایک آدمی کو میرے پاس بھیجو تاکہ میں اس سے ایک بات کہوں ایک مرد ہتھیار سجکر اس کے پاس آیا بشیر نے تمام حال اس سے کہا اس مرد نے اپنے یاروں کو جا کر اطلاع دی کہ مختار نے خروج کیا ہے تم کیا بیٹھے ہو کہ یہ آوازِ طبل مختار ہی کی آرہی ہے اور بالاخانوں پر آگ اسی نے روشن کر رکھی ہے ہم کو جلد اس کی مدد کو چلنا چاہئے پس دروازہ کھولا اور لشکر باہر نکلا اور کہا اے بھائیو ہم مختار کے پاس جاتے ہیں یہ حرام زادہ کہ رستہ کے سرے پر کھڑا ہے ہمارے محلہ میں آئے گا اور ہمارے عیال واطفال کو قید کر لے جائے گا آؤ پہلے اس سے تو نبٹ لیں جب یہ ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے گا اس وقت ہم مختار کے پاس چلیں گے سب متفق ہو کر میدان میں نکل پڑے اور نعرہ یا آل ثارات الحسین بلند کیا جب یہ نعرہ کعب نے سن لیا کانپ اٹھا گمان کیا کہ یہ مختار ہے معلوم ہوتا ہے کہ مختار نے سب جگہ سے فراغت حاصل کر کے اب ہمارا قصد کیا ہے سپاہ چھوڑ کر بھاگ نکلا جب سپاہ نے یہ دیکھا تو وہ بھی بھاگ نکلی۔ راستہ صاف ہو گیا۔ وہ چودہ سو مرد مختار کی خدمت میں آئے اور توقف کا سبب عرض کیا مختار نے کہا اے میرے دوستو تم معذور تھے اللہ تعالیٰ تمہارے رنج کو ضائع نہ کرے گا ان لوگوں کے آنے سے مختار کا دل قوی ہو گیا۔ مختار نے ابراہیم سے کہا کہ اے بھائی ایسا انتظام کرنا چاہئے کہ ہر ایک گلی کوچہ سے تمام دوست واحباب دن نکلنے سے پہلے فراہم ہو کر آ جائیں ابراہیم نے کہا بھائی تم اسی جگہ ٹھیرے رہو جب تک کہ لوٹ کر میں آؤں جب ابراہیم کچھ راستہ طے کر کے آگے بڑھے تو سواروں اور پیادوں کے گروہ نے اس کا آ کا گھیر لیا ابراہیم نے گھوڑے کو آگے بڑھا کر پوچھا کہ تم کون ہو اگر کوئی نشانی رکھتے ہو تو بتاؤ انھوں نے کہا کہ علامت ہماری یہ ہے کہ ہم یا آل ثارات الحسین ابن علی بن ابی طالب کے گروہ ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ تمہارا سردار کون ہے انھوں نے کہا عبد اللہ پسر قراد خثعمی وہ آگے آیا ابراہیم نے اسکو اپنی بغل میں لیا عبد اللہ نے کہا کہ اے سردار ہمارے خروج کا وعدہ کل شب آئندہ تھا ابراہیم نے اس کے جواب میں تمام حقیقت کہہ سنائی اور کہا جلدی اپنے تئیں مختار کے پاس پہنچاؤ اور خود اوروں کے بلانے کو گیا۔ تھوڑا سا رستہ چلا تھا کہ لوگ ایک شخص کو گرفتار کر کے ابراہیم کے پاس لائے ابراہیم نے پوچھا کہ اے مرد

تیرا کیا نام ہے اور تو کس گروہ کا آدمی ہے وہ مرد چپ تھا ابراہیم نے پھر کہا اے شخص تو کیوں نہیں بولتا اس مرد نے کہا میاں چپ رہو دو گروہوں میں جنگ عظیم واقع ہو رہی ہے پھر ہر چند اس سے پوچھا مگر وہ نہ بولا ابراہیم نے حکم دیا کہ اس کی مشکیں باندھ کر مختار کے پاس لے جاؤ پھر ابراہیم آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک گروہ ہتھیاروں سے آراستہ پیراستہ ہے نقارے بجاتے مشعلیں جلاتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ ابراہیم اُن کے سامنے گیا اور کہا تم کون لوگ ہو اور تمہارے پاس کیا نشان ہے کہا کہ ہمارا نشان یا آل ثاراۃ الحسین بن علیؑ ہے۔ ابراہیم بہت خوش ہوا اور کہا کہ میرا نام ابراہیم بن مالک اشتر ہے۔ پھر ابراہیم نے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے لوگوں نے کہا کہ حارث بن عمرو ہے اور یہ حارث بزرگان کوفہ سے تھا وہ ابراہیم کے آگے آیا تو ابراہیم نے دیکھا کہ چند تازہ زخم اس کی پیشانی پہ لگے ہوئے ہیں اور ان سے خون ٹپک رہا ہے ابراہیم نے کہا اے جان برادر یہ زخم کیسے ہیں اس نے کہا کہ اے سردار میرے جب نقارے کی آواز ہمارے کان میں آئی اور آگ کو روشن پایا ہم نے اپنے دل میں خیال کیا شاید یہ ہمارے دشمنوں نے مکر کیا ہے اسی اثنا میں شاکر یہ کوچہ سے ایک ضعیفہ آئی کہا کہ اے محبان حسینؑ کربلا شاکر یہ سے ایک ہزار چار سو مرد مختار کی مدد کو آگئے ہم یہ سنتے ہی گھروں سے نکل پڑے تھوڑا سا رستہ چلے تھے رستہ میں دیکھا کہ ایک گروہ کھڑا ہے ہم نے ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انھوں نے کہا ہم شمر کے گروہ کے آدمی ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم شیعہ ہیں اور مختار کی مدد کو جاتے ہیں انھوں نے ہمارا آگا روک کر لڑنا شروع کیا جب لڑائی شروع ہوئی تو میں بھی لڑتا بھڑتا شمر تک پہنچا اور اس کے ایک ضرب کاری لگائی اس نے مجھ پہ بھی وار کیا یہ وہی زخم ہیں آخر کار وہ بھاگ گئے ہم ظفریاب ہوئے ابراہیم ان کو مختار کے پاس بھیجکر آگے چل دیا تاکہ اوروں کو فراہم کرے تھوڑا سا رستہ چلا تھا کہ ناگاہ ایک شور و شغب کی آواز سنی ابراہیم آگے بڑھا ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہارا کیا نشان ہے انھوں نے کہا ہم منصور یا آل ثاراۃ الحسین بن علیؑ ہیں۔ ابراہیم نے پوچھا تمہارا سردار کون ہے؟ کہا کہ قاسم بن قیس سپاہیوں نے اس کو خبر کی کہ ابراہیم بن مالک اشتر آیا ہے۔ قاسم حاضر ہو کر ابراہیم سے بغلگیر ہوا دونوں بہت روئے کیونکہ قاسم کا باپ حسینؑ مظلوم کا قاصد تھا جب وہ کوفہ کی طرف آتا تھا تو لوگ اس کو گرفتار کر کے عبیداللہ پسر زیاد کے پاس لے گئے اس ملعون شقی ازلی نے ان کو شہید کیا پھر ابراہیم اور قاسم دونوں خود مختار کے پاس گئے جب رات دو حصے گذر گئی اس وقت عبداللہ بن مطیع نے سپاہ مختار سے لڑنے کو بھیجی کیونکہ اسکو خوف تھا کہ اگر دن نکل آئیگا تو لوگ مختار کے پاس جمع ہو جائیں گے اور مجھ پہ ظفریاب ہو نگے اور مختار بھی عبداللہ بن مطیع سے اندیشناک تھا عبداللہ بن مطیع نے اپنے چچا ہارون کے بیٹے کو ایک ہزار سوار دے کر مختار سے لڑنے کو بھیجا اور حکم دیا کہ ابراہیم کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آؤ یہ عبداللہ پسر ہارون عرب کے جنگجوؤں میں تھا جب مختار کے پاس آیا دفعتاً جوش و خروش میں آیا اور ایک نعرہ مارا جب مختار کے کان میں آواز آئی تو کہا کہ یہ ہمارے دشمنوں کی ہانک پکار ہے مجھکو خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ

اپنے فضل وکرم سے ان کو رسوا کرے گا اور اس روز کوفہ کی مسجد میں اٹھارہ جگہ نقارے بج رہے تھے اور ہر جگہ پر امام حسینؑ کے قاتل کھڑے تھے اور تمام راستے روک رکھے تھے اور مختار کے دوستوں کو رستہ نہیں ملتا تھا کہ گھروں سے نکل کر آئیں پس پسر یاروں نے کہ گروہ پسر مطیع سے تھا مختار سے لڑائی شروع کر دی۔ مختار نے ابراہیم سے کہا کہ اے امیر رات بہت تاریک ہے مصلحت وقت یہ ہے کہ ہم اور تم باہم ایک جگہ رہیں۔ اور پراگندہ نہ ہوں ابھی یہ بات ختم نہ ہوئی تھی کہ پس پشت سے نقارہ کی آواز آئی مختار اس کی طرف گیا تاکہ معلوم کرے کہ کون سا گروہ ہے ناگاہ ایک آواز آئی کہ یا آل ثارات الحسین ابن علی صلوۃ اللہ علیہما یہ سنکر مختار نے آواز دی کہ تم کس قبیلے کے لوگ ہو اور میں مختار بن ابی عبیدہ ہوں انھوں نے جواب دیا کہ ہم گروہ ورقا بن عازب سے ہیں مختار سمجھ گیا اور اپنے دوستوں کو خوشخبری دی سب نے دفعتاً تکبیر کہی اور عبداللہ بن مطیع پر چڑھ گئے اس کے محل کی بنیاد اکھاڑ ڈالی اور اس پر غالب آئے وہ بھاگ نکلا اس کے بہت سے ہتھیار مختار کے ہاتھ لگے بیس آدمی ان میں سے مارے گئے عبداللہ بن مطیع کے لشکر سے بہت کچھ کام آئے مختار کے لشکریوں نے مخالف کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اور جب تک کہ آفتاب طلوع ہو وہیں ٹھیرے رہے قاسم جو حضرت امام حسینؑ کے قاصد کا بیٹا تھا شہید ہوا اس کی لاش کو اپنے گھر لے گئے قاسم نے وصیت کی تھی کہ جب میں شہید ہو جاؤں تو مجھکو کربلا میں لے جانا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مختار نے ایک آدمی کو بہ تبدیل لباس مسجد میں روانہ کیا تاکہ وہ مسجد میں جا کر دیکھے کہ عبداللہ مطیع پہلے روز دوسری رکعت میں کونسی صورت پڑھتا ہے۔ عبداللہ بن مطیع مسجد میں آیا اس نے نماز اس طرح پڑھی کہ پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ عَبَسَ وَتَوَلّٰی اور دوسری رکعت میں اذا زلزلت الارض پڑھا مختار نے جب یہ خبر پائی فوراً کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی وقت ان میں زلزلہ پیدا ہو گا یہ کہکر مختار نے نماز پڑھی پہلی رکعت میں بعد سورۂ الحمد سورۂ والنازعات اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ پڑھا اور اس نے یہ بھی کہا کہ صرف ۵۰ آدمیوں نے عبداللہ بن مطیع کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور یہ سب کے سب زرہ اور جوشن پہنے ہوئے تھے باقی لشکر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا یہ کہتا تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوں تو مختار سے لڑائی شروع کریں عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ سپاہیوں کو محلوں سے طلب کرنا چاہیے۔ راشد بن انس نے کہا اے امیر پہلے میری بات سن لیجئے وہ یہ ہے کہ جو لوگ محلوں کی کوچہ بندی پر متعلق ہیں ان کو نہ بلاؤ کیونکہ جب یہ آجائیں گے تو مختار کا لشکر آگے بڑھ جائے گا۔ کوفہ کے لوگوں کا مختار سے تعلق دلی ہے وہ مل جائیں گے عبداللہ نے کہا میں کیا کروں تو حکم دے تا دونوں طرف سے لشکر آ کر مختار سے لڑائی کرے اور ایک طرف سے میں جاؤں دوسری طرف سے تم خود چل دو یا جو شخص کہ تم کو دوست رکھتا ہو وہ تمہارے ساتھ جائے جب لوگ ایسا دیکھیں گے تو تمہاری مدد کو چلے آئیں گے اور اگر ایسا کرو گے تو ابراہیم اور مختار دونوں کا سر تمہارے پاس آجائے گا عبداللہ نے کہا کہ میں نے اس تیری تدبیر کو پسند کیا پس شیث ربعی کو مع دو ہزار سپاہ کے ایک طرف بھیجا اور کہا کہ تو مختار کے دائیں میں جا مختار کا ایک

جاسوس عبداللہ کے لشکر میں تھا اس نے یہ خبر سنتے ہی مختار کو جا سنائی۔ مختار نے ابراہیم کو راشد کے مقابلہ میں بھیجا اور یزید بن انس کو شیث بن ربیع کے اور خود قلب لشکر میں قائم رہا زید اور شیث کے درمیان لڑائی شروع ہوئی زید شیث کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا ایک آدمی کو مختار کے پاس بطلب مدد بھیجا مختار نے اپنے غلام کو مع لشکر کثیر کے اس کے پاس روانہ کیا جب یہ خبر مخالف کو پہنچی لڑائی سخت ہوئی اور ان دو ہزار مردوں نے شیث کو درہم برہم کیا بعض کو مارا اور بعض کو زخمی کیا اور وہ بھاگ نکلے پس زید ظفریاب ہو کر مختار کے پاس آیا اور مختار نے اس کو انعام و اکرام سے ممتاز کیا ادھر ابراہیم بھی راشد کے مقابل ہوا اور کہا اے ملعون تجھ کو بھی تیرے باپ کے پاس پہنچاتا ہوں راشد نے کہا اے لڑکے کیا تو اپنے آپ کو مرد جانتا ہے اور مجھ کو عورت کیا تیرے پاس لوہے کی تلوار ہے اور میرے پاس لکڑی کی آگے تو بڑھ میں بھی دیکھوں اور امتحان ہو جائے کہ مرضی خدا کیا ہے راشد ایک قوی پہلوان تھا دونوں اپنے گھوڑوں کو جولان دیکر میدان جنگ میں آئے دونوں طرف سے باہم رد و بدل ہوئی راشد نے چشتی کرکے ابراہیم کو زخمی کیا۔ لیکن زخم خفیف آیا ابراہیم نے غصہ میں بھر کر ایک ایسی آواز سے نعرہ کیا اور ایک ہاتھ اس زور سے اس کے سر پر مارا کہ تا بناف وہ ناپاک دو نیم ہو گیا لشکر راشد یہ دیکھتے ہی بھاگ نکلا ابراہیم منصور و مظفر پھرا جب وہ بھگوڑے عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے اس نے ایک آدمی ان لوگوں کے پاس بھیجا جو محلوں کی کوچہ بندی پر مقرر تھے اور ان کو طلب کیا جب سپاہ کوچہ بندی کے کوچوں سے اٹھ گئی مختار کے دوست میدان خالی پاکر پندرہ ہزار کے قریب مختار کے پاس آ جمع ہوئے اور دفعتہً یا آل ثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا جب ابراہیم نے یہ آثار دیکھے تو کہا کہ اب ہم کو قطعی امید فتح و نصرت کی ہے پس مختار اور ابراہیم کھڑے ہوئے ایک آدمی سے کہا کہ تو جاکر سرداران لشکر کو حکم دے کہ وہ جلد حاضر ہوں پس تمام سرداران لشکر مختار کے پاس جمع ہو گئے مختار نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور کہا کہ اے میرے پیارے بھائیو اور اے اہل بیت رسالت پاک کے شیعو صرف خدا کی ذات پر بھروسہ رکھو اور اسی سے استعانت چاہو اور دل توڑ کر لڑو کہ خدا تمہارا حامی و مددگار ہے اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال ہے اور منافقین ملعون خدا کی لعنت کے تودے ہیں پس کوشش کرو اگر مارے جاؤ گے تو درجہ شہادت پاؤ گے اور اگر ان پر غالب آؤ گے تو تمہارا رنج ضائع نہ جائے گا بہر حال پیش خدائے ذوالجلال جناب رسالت پناہ تمہاری شفاعت کے لئے موجود ہیں۔ جب لوگوں نے اس قسم کے کلمات مختار سے سنے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور سب نے کہا کہ اے سردار تیرے مطیع اور فرماں بردار ہیں جس طرح تو حکم دیگا بجا لائیں گے ادھر عبداللہ مطیع نے اپنی سپاہ کو جمع کیا اور کہا کہ اے جوانو تم خوب یاد رکھو کہ مختار جیسا شخص تمہارا دشمن ہے اگر وہ تم پر دسترس اور قدرت پائیگا تو سب کو قتل کرے گا اور تمہارے زن و فرزند کو اسی طرح جیلخانے میں رکھیگا جس طرح کہ تم نے اولاد رسول کو قید خانہ میں مقید کیا تھا پس لازم نہیں کہ کاہلی اور سستی کام میں لاؤ بلکہ دل و جان سے کوشش کرو اور مرشو عمر بن حجاج رشیدی

نے کہا کہ قسم ہے مجھکو قبر یزید بن معاویہ کی کہ اگر مختار ہم پر قدرت پائیگا تو اس سے بدتر حال بنائے گا جو کچھ تو نے کہا ہے پھر اپنی قوم کے لوگوں کی طرف منہ کیا اور کہا کہ اے میری قوم کے لوگو ہم وہ گروہ ہیں کہ جنھوں نے حسینؑ کے خون گرانے میں سعی کی اور آخر کار ان کو قتل کیا اور یہ مختار صرف حسینؑ کے قاتلوں کے خون کا پیاسا ہے پس اگر تم بھی ایسی جنگ اور سعی کرو کہ اس کو اور اس کے ہواخواہوں کو تہ تیغ کر ڈالیں جیسا کہ کربلا کے جہاد میں ثواب حاصل کیا ہے اس سے زیادہ اس جہاد میں ثواب پائیں گے اور اگر خدا نخواستہ ہمارے دشمنوں نے ہم پر فتح پائی تو ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے جب اس ملعون نے اپنی قوم کے لوگوں سے یہ کہا سب کو لڑنے کی حرص دامنگیر ہوئی اس وقت پسر مطیع کے پاس سولہ ہزار فوج تھی طرفین سے صفیں جم گئیں کوفہ کے لوگ اپنے اپنے کوٹھوں پر خورد و بزرگ کھڑے ہوئے اس واقعہ کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا امام علی ابن الحسین ہے اور حسین کے قاتلوں کی جورویں چلاتی تھیں کہ ہمارا امام عبداللہ بن زبیر ہے سب سے پہلے جو میدان میں آیا وہ عبدالرحمٰن بن سعد تھا اس نے عبداللہ پسر مطیع سے آ کر کہا کہ مجھ کو اجازت دے تاکہ میں لڑنے کو جاؤں اس نے اجازت دی عبدالرحمٰن ایک ہزار مرد کو مع نشان لشکر میدان میں لے کر آیا اور صف کو آراستہ کر کے چلایا کہ وہ کون شخص ہے شیعیان علی سے کہ جس کی موت گلوگیر ہے لازم ہے کہ میرے مقابل آئے مختار نے اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کون شخص ہے کہ جو اس ملعون کو ترکی بہ ترکی جواب دے احمر بن شمیط نے کہا میں جاتا ہوں مختار نے کہا کہ بسم اللہ خدا تجھ کو جزائے خیر دے احمر بن شمیط مسلح گھوڑے پر سوار ہوا وہ نہایت جنگ آزمودہ مرد تھا میدان میں عبدالرحمٰن کے مقابل آیا اور کہا او بد نصیب تیرا باپ جناب علی مرتضیٰ کا خدمتگذار تھا اور تو اس کے دشمنوں کی مدد کو آیا ہے بہت دیر تک اس امر میں مباحثہ رہا آخر کار یہ کہا کہ تو کس واسطے مختار کا ناصر نہیں بنتا کیونکہ وہ فرزند رسول کے خون کا مطالبہ کرنے کو آیا ہے اس پاجی نے کہا کہ مختار خارجی ہے اس سے لڑنا فرض ہے کہ وہ آل فاطمہ کا طرفدار ہے احمر بن شمیط نے جب اس ملعون سے یہ بات سنی تو غضبناک ہو کر ایک نعرہ مارا اور چشمہ دستی کر کے ایک ایسا ہاتھ اس کے مونڈھے پر دیا کہ اس کی زرہ کو کاٹ کر شانہ میں اتر آیا عبدالرحمان ایک آہ کھینچ کر بھاگ نکلا تمام اس کی سپاہ بھی اس کے ساتھ بھاگی۔ عبداللہ بن مطیع نے جب یہ دیکھا غصہ ہوا اور کہا نہ تو مرد ہے اور نہ عورت ہے جب تجھ کو یہ معلوم تھا کہ میں نامرد ہوں تو کس واسطے سب سے پہلے میدان میں گیا اسکو جھڑک کر اپنے پاس سے نکالدیا اور عبدالحمید بن مرہ کو بلایا۔ یہ ملعون بھی امام مظلوم کے قاتلوں میں سے تھا اس سے کہا تو میدان نبرد میں جا کہ تو اس کے قابل ہے اور لڑائی طلب کر اور جو تیرے سامنے آئے اس کا سر اتار کر میرے پاس لا عبدالحمید ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ لوہے کے ہتھیاروں میں غرق تھا احمر بن شمیط اپنے لشکر میں جا چکا تھا جب مختار کے دوستوں نے اس ملعون کو دیکھا سب نے متفق اس پر لعنت کی اور کہا کہ کون ہے کہ جو میدان میں جائے اور اس ملعون کے دل کو چیر کر میرا دل شاد کرے۔ ورقا بن عازب نے کہا اے امیر اگر حکم ہو تو میں جاؤں مختار نے کہا جا خدا تیری مدد کریگا۔

ورقا سوار ہوکر عبدالحمید بولا تو نے پارسا ہوکر مذہب خارجی کیوں اختیار کیا ورقا نے کہا کہ اے ملعون خارجی میرا مذہب کہاں ہے اور میں جناب مرتضیٰ کے غلاموں میں سے ہوں عبدالحمید نے کہا میں تو ان کا دشمن ہوں ورقا غضبناک ہوا اور نعرہ مارا اور کہا اے حرامی پہلے تو میرے اس وار کو روک یہ کہتے ہی ایک نیزہ اس ملعون کے سینہ پر ایسا مارا کہ وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا فوراً اس کا سرتن سے اتار لیا اور مختار کے پاس لا کر حاضر کیا مختار قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا خدا تجھ کو جزائے خیر دے کہ تو نے اس وقت بہت ہی شاد کیا بعد ازاں ایک شخص زید بن الانس الاسدی نامی جو نہایت عابد بزرگان شیعہ سے تھا مختار کے پاس آیا اور میدان کی اجازت چاہی وہ سالار شیعہ کے نام سے مشہور تھا اور جناب امیر کے ساتھ جنگ صفین میں موجود تھا جس وقت میدان میں اترا تو اسی آدمی اس کے قبیلہ کے اس کی مدد کو آموجود ہوئے عبداللہ بن مطیع ملعون نے جب یہ ماجرا دیکھا تو حجاج کو بلایا اور علم سیاہ اور پانسو سوار دے کر میدان کو بھیجا اور کہا جلد جا اور تیغ زنی دوستان ابوتراب سے کر جس وقت زید بن انس کی اس پر نظر پڑی دونوں ہاتھ ملنے لگا اور زبان سے کہتا تھا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ یہ ملعون ہمیشہ خدا کی لعنت میں گرفتار رہیگا حجاج نے ہنس کر کہا کہ اے انس کے پوت مجھکو ابوتراب کی دشمنی سے ملامت کرتا ہے میں بخدا اس کی دشمنی کو واجب جانتا ہوں میں جنگ صفین میں اس کی تیغ سے زخمی ہوا تھا آج تک درد ہے زید بن انس نے دیکھا کہ وہ اس علم سیاہ کو نکال دیکر خوش ہوتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میرا امام یزید ہے دفعتاً انس اس کے پاس پہنچا اور کہا اے دشمن خدا و رسول خبردار میرے وار کو روک اور ایک تلوار اس کے سر پر ایسی ماری کہ بناف شگافتہ کر دیا اور وہ سیاہ جھنڈی ہاتھ سے گر پڑی۔ حجاج فوراً جہنم کو سدھارا اس کے ہمراہی پراگندہ ہوگئے زید نے ان پر دھاوا کیا یہانتک کہ انھوں نے اپنے قلب لشکر میں جا کر پناہ لی لیکن تاہم اڑتالیس نفر اس نامرد کے لشکر کے زید کے ہمراہیوں کے ہاتھ سے مارے گئے عبداللہ بن مطیع نے جب یہ ماجرا دیکھا بہت ڈرا اور کہا کہ عجب نہیں کہ مختار کا لشکر اسی طرح حملہ آور ہو اور ہمارے لشکری اسی طرح بھاگ آئیں پس مناسب ہے کہ میں خود میدان میں جاؤں یہ کہکر میدان میں آیا اور چیخ کر بولا کہ جو شخص مجھکو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ اس وقت پہچان لے کہ میں امیر کوفہ عبداللہ بن مطیع ہوں تم اپنے مختار سے کہدو وہ تمہارا سردار ہے کہ میدان میں نکل کر آئے تاکہ میرا اور اس کا مقابلہ ہو۔ مختار نے جب اس کی آواز سنی اپنے گھوڑے کو جولان کیا اور باگ اٹھا کر چلا مگر اس کا لشکر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور سب نے روک لیا اور کہا کہ اے ہمارے سردار ہرگز ہرگز آپ قدم نہ بڑھائیے پہلے ہم کو اذن جنگ ہو۔ مختار نے کہا نہیں وہ مجھکو بلاتا ہے تم میں سے ایک کو بھی جانے کی اجازت نہ دوں گا کس واسطے کہ اس کو شاید کچھ زعم ہے بخدا مجھکو اس سے ہرگز کسی قسم کا خوف و خطر نہیں یہ کہکر گھوڑے کو ایڑ دی اور عبداللہ کی برابر جا پہنچا عبداللہ مطیع نے کہا کہ اے مختار وہ جلسۂ صحبت اور ہمدردی اور دوستی کہاں گئی جو ہم دونوں میں تھی میرا ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ تو مجھ پر تلوار

کھینچیگا میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی اور قتل ہونے سے رہائی دی جبکہ عبداللہ بن زبیر تیرے خون کا پیاسا تھا اب اس کا یہی عوض ہے کہ تو نے فتنۂ عظیم برپا کیا اور تمام ملک میں شور و شغب مچا دیا مختار نے کہا کہ جو شخص عوام الناس کے قول کا پابند ہو اس کا یہی علاج ہے عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ جس کا یہ عوض ہے مختار نے کہا کہ عبداللہ بن زبیر کی سب سے پہلے میں نے مدد کی اور کیسی کیسی فتوحات مجھ سے عمل میں آئیں اور یہ سب اسلئے تھا کہ اس نے مجھ سے چند شرطیں کی تھیں لیکن ان میں سے ایک بھی وفا نہ کی۔ اور تو کہ اس کا وزیر تھا میرے پاس یہ خبر لایا کہ عبداللہ بن زبیر تیرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تجھ کو لازم ہے کہ مکہ سے باہر چلا جا میں تیری بات پر بھروسہ کر کے یہاں چلا آیا اور جبکہ تجھ کو حکومت کوفہ اور بصرے کی ملی اور شہر میں آیا تو تو نے عمر سعد کو طلب کیا اور پسر زبیر کا سفارشی خط اس کے پاس بھجوایا تا کہ وہ تیری مدد کرے میرے نام کا خط کیوں نہ لکھوا کر بھجوایا کہ میں تیرا معین و مددگار رہتا اور بالاتفاق قاتلانِ فرزند رسولؐ سے انتقام لیتے باوجود اس کے میں نے تجھ سے کوئی برائی نہ کی تھی جب تو پہلی دفعہ شہر میں آیا میری گرفتاری کا قصد کیا جب لوگوں نے یہ کہا کہ اس کی کوئی خطا نہیں تب تو پشیمان ہوا پھر کیا منہ لے کر بات کرتا ہے اب عمر سعد سے کہہ کہ وہ تیری مدد کرے ع چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ عبداللہ مطیع نے چاہا کہ کچھ اور کلام کرے مختار نے کہا کہ شکایت کا وقت نہیں ہے میں تیری ملاقات کو خدا اور رسول کی دوستی سے بہتر نہیں جانتا اگر جنگ کے لئے آیا ہے تو آگے قدم بڑھا اور ہنر دکھلا جوانمردی کے یہ معنی ہیں کہ کسی کو لڑائی کے وقت حیلہ اور مکر سے قتل نہ کیا جائے عبداللہ بن مطیع یہ سنکر غصہ ہوا اور مختار پر حملہ کیا اور مختار میں اور اس میں تھوڑی دیر تک باہم رد و قدح ہوئی ناگاہ اسی اثنا دار و گیر میں کسی نے ایک پتھر مختار کے سینے پر مارا مختار نے فوراً گھوڑے کی باگ پھرائی اور اپنے لشکر میں پھر آیا مختار کا رنگ متغیر ہو گیا تھا حتی کہ بے ہوش ہو گیا ابراہیم نے حکم دیا کہ گلاب اس کے چہرے پر چھڑکیں گلاب کے چھڑکتے ہی ہوش میں آیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے سردار آپ کو کیا صدمہ ہوا کہ لوٹ آئے اور بیہوش ہو گئے۔ مختار نے کہا کہ میں جنگ میں مصروف تھا۔ دفعتاً ایک پتھر آیا اس نے میرے سینہ کو چور کر دیا میں نے جانا کہ میری روح بدن سے مفارقت کر گئی۔ پھر حکم دیا کہ زرہ میرے بدن سے اتارو۔ الغرض زرہ اتارنے کے بعد جو دیکھا تو تمام سینہ ورم کر آیا تھا اور سیاہ ہو گیا تھا۔

مختار نے قرۃ بن عبداللہ نخعی کو طلب کیا اور کہا کہ اے برادر عبداللہ بن مطیع کے مقابلہ پر جا اور اس سے لڑ بھڑ اور یہ شخص خاصان مختار اور نیزہ بردار جناب امیرؑ تھا وہ میدان میں گیا عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ اے قرۃ مختار کو کیا ہوا کہ میرے سامنے سے بھاگ نکلا قرۃ نے کہا کہ مختار ایسا آدمی ہی نہیں ہے کہ تیرے سامنے سے بھاگ جائے مگر تو نے چاہا تھا کہ اس سے مکر کرے قرۃ نے کہا کہ تو خود مختار کے ساتھ لڑائی میں مشغول رہا اور اپنے سپاہیوں سے کہہ دیا کہ اس کے سینہ پر پتھر دے مارا اللہ تعالیٰ نے اس کو تیرے مکر سے اپنے حفظ و امان میں رکھا اور کسی طرح کا نقصان نہ پہنچا۔ عبداللہ بن مطیع ہنسا اور کہا کہ اے قرۃ میں چاہتا ہوں

کہ تو اپنے مذہب سے مجھے مطلع کرے قرۃ نے کہا میرا مذہب یہ ہے کہ میں خدا کو ایک جانتا ہوں اور محمد و علی و فاطمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین سے دوستی رکھتا ہوں اور اب علی بن الحسین کو اپنا امام جانتا ہوں یہ کہکر اس پر حملہ کیا چند دفعہ باہم رد و بدل ہوئی تیسرے حملے میں عبداللہ بن مطیع نے ایک تلوار ماری اس کا داہنا ہاتھ زخمی ہو گیا ابراہیم فوراً اس کے پاس پہنچا اور کہا اے ملعون کہاں جاتا ہے میں ابراہیم خلف مالک اشتر غلام جناب امیرؑ ہوں جب ابراہیم کا نعرہ سنا فوراً بھاگ نکلا۔ ابراہیم نے حملہ کیا اور اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کیا کہ کیا کھڑے ہو ابراہیم اور یزید بن انس اور عبداللہ بن حمزہ اور احمر بن شمیط اور عبداللہ بن کامل سب نے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کیا اور مختار نے پہلے ہی حملہ میں کفار کے پاؤں اکھاڑ دیے اور تین ہزار مردان کار جنگی کام آیا باقی سب بھاگ نکلے پھر ابراہیم نے حکم دیا کہ تمام دروازے کے راہ داروں کو تاکید کی جائے کہ کوئی متنفس شہر سے باہر نکلنے نہ پائے عبداللہ جس دروازہ پر جاتا تھا راستہ نہیں پاتا تھا کہ کوفہ سے باہر چلا جائے ناچار دارالامارہ گیا اور دروازے بند کر لیے مختار مع سپاہ کے اس کے محل پر پہنچا اور تمام محل کے دروازوں کو توڑ ڈالا اور ابراہیم بن مالک اشتر اس دروازے پر کھڑا ہوا تھا کہ جس دروازے سے امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک لے گئے تھے۔ شیعہ اس دروازہ کو باب الجبار کہتے ہیں اور مختار باب الفیل پر موجود تھا قاتلان امام حسینؑ کونوں میں چھپتے پھرتے تھے کہتے ہیں کہ چوتھے روز عبداللہ پسر مطیع نے مختار کو بایں مضمون خط لکھا کہ میں نے تو تیرے ساتھ نیکی کی ہے اور مارے جانے سے رہائی دلوائی۔ اونٹ سواری کے لئے پیش کیا اس کا یہی عوض معاوضہ ہے کہ تو مجھ سے عداوت کرتا ہے مجھ کو راستہ دے تاکہ جس طرف کو چاہوں چلا جاؤں جب یہ خط مختار کے پاس پہنچا اس نے قلم دوات طلب کر کے جواب میں یہ لکھا کہ جو کچھ تو کہتا ہے میں نے تیرے ساتھ ایسا اور ویسا کیا میں سب کو قبول کرتا ہوں اور تیرا آج تک مجھ پر یہ احسان تھا اس وقت جو تو اس کو زبان پر لایا وہ تمام احسان مجھ پر سے جاتے رہے اور جو کچھ تو نے مجھ کو دیا تھا میں اس سے سہ چند تجھکو دیتا ہوں تاکہ تیرا کوئی احسان مجھ پر باقی نہ رہے مختار نے حکم دیا کہ اس خط کو تیر میں باندھ کر محل کے اندر پھینکدو۔ عبداللہ بن مطیع اس کو پڑھکر غمگین و اندیشناک ہوا اور کہا جبکہ مارا ہی جاؤں گا تو اونٹ اور روپیہ میرے کس کام آئے گا پھر ایک اور خط جیسے کہ کوئی غلام اپنے آقا کو عجز اور انکسار کے ساتھ لکھتا ہے لکھا کہ اے امیر جلیل کبیر مختار اپنے غلام پر رحم کر اور میرے قتل سے باز آ کہ میں ایک مرد ضعیف ہوں اور کشندگان حضرت امام حسین علیہ السلام سے نہیں ہوں اس وقت میری یہ حالت ہے کہ جیسی ماہی بے آب کی ہوتی ہے میرے حال پر بخشش و کرم فرما کہ تیرا امام بھی کریم تھا اور جو کچھ تو کرم کرے وہ تیرے لائق ہے اور میں بندۂ خطاوار ہوں اور بخشش مالکوں سے ہوتی ہے اگر کریموں سے کرم نہ ہو تو کرم باقی نہیں رہتا والسلام۔ یہ خط ایک پگڑی میں باندھ کر محل سے نیچے پھینکدیا۔ جب یہ خط مختار کے سامنے پیش ہوا اس کو پڑھا چونکہ مختار کریم الطبع تھا اور عبداللہ نے بھی یہ لکھا تھا کہ تیرا امام کریم تھا

ابراہیم کی طرف رخ کیا کہا اے بھائی دنیا میں اس سے بدتر کوئی چیز نہیں کہ امیری کے بعد فقیری پیش آئے اور عزت کے بعد ذلت منہ دکھلائے اس وقت مجھکو عبداللہ بن مطیع پر رحم آتا ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ میں کشتگان امام حسین سے نہیں ہوں اس کو پناہ دیتا ہوں تیری کیا رائے ہے ابراہیم نے کہا بہت بہتر جو آپ کا حکم ہو مختار نے خط لکھکر عبداللہ پسر مطیع کے پاس بھیجدیا مضمون یہ تھا کہ عشا کی نماز کے بعد تو فلاں دروازہ سے باہر آنا میں بھی وہاں پر رہوں گا اور تجھ کو رخصت کردوں گا مختار حسب وعدہ خود اس جگہ گیا اور عبداللہ بن مطیع کو حاضر پایا باہم ایکدوسرے کو دیکھا اور عذر و معذرت کے بعد مختار نے کہا اے برادر جو کچھ تو نے میرے ساتھ نیکی کی تھی میں نے بھی اس کے مقابلہ میں کمی نہیں کی لیکن آئندہ یہ امر ملحوظ رہے کہ ہماری تمہاری دوستی میں فرق نہ آئے میری نیکی کو فراموش نہ کردینا۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو لشکر کو لے کر لڑائی کے لئے میرے مقابل میں آئے گا کیونکہ مجھ کو حضرت نے خبر دی ہے میں نے اس دفعہ تجھکو دیدہ و دانستہ رہا کیا ہے خبردار اس کے بعد نہ چھوڑوں گا انشاء اللہ تعالیٰ عبداللہ نے قسم کھائی کہ میں بعد اس کے مختار سے کبھی بدی نہ کروں گا اور دونوں مرخص ہوئے مختار اپنی جگہ پر آیا دوسرے روز لوگوں کو خبر ہوئی کہ عبداللہ پسر مطیع کو رہا کردیا۔ مختار کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ اے امیر تم نے یہ کیا کام کیا ایسے دشمن کو چھوڑ دیا اور قتل نہ کیا مختار نے کہا اے میرے دوستو اس نے مجھ سے نیکی کی تھی میں نے بھی اس کے ساتھ احسان کردیا اگر اب آئے گا تو نہ چھوڑوں گا اور میں جانتا ہوں کہ جو کچھ اس کے ساتھ سلوک کروں گا اور ایک یہ بھی بات ہے کہ وہ قاتلان امام حسین سے بھی نہ تھا خدا کی قسم اگر میرا بھائی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ لڑنے کو گیا ہوتا تو میں اس کو بھی امان نہ دیتا اور وں کا تو کیا ذکر ہے اب جو یہی مناسب ہے کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام کو ان کفار میں چن لیا جائے مختار کے ساتھیوں نے کہا کہ اے امیر دارالامارۃ میں چلنا چاہئے وہاں پر قیام کرو عبداللہ بن مطیع مصعب بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر کے پاس بصرے گیا ہے تاکہ تیرے خروج سے مطلع کرے اور حرص دلا کر لشکر کثیر کے ساتھ تیرے مقابلہ پر لا ڈالے +

واقعۂ ہفتم مختار کے دارالامارۃ پر قبضہ کرنے اور دشمنانِ اہل بیت سے انتقام لینے کے بیان میں

مورخین نے لکھا ہے کہ جب مختار دارالامارۃ میں آکر تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا تو بہت اسباب اور ہتھیار اور پچاس ہزار دینار اس کے ہاتھ آئے بالاخانہ پر گیا جس جگہ مسلم بن عقیل کو سولی دی تھی بہت رویا اور چند روز ان کی تعزیت میں بیٹھا بعد اس کے بعد امارت کی طرف رجوع کی اور ابراہیم بن مالک اشتر کو سپہ سالار لشکر کا کیا اور عبداللہ بن کامل کو اپنا خلیفہ اور ابو عمرہ کو دربانی کا عہدہ دیا اور خیر نامی ایک شخص جو اس کا

غلام تھا اس کو خزانچی مقرر کیا اور قطامہ کو بیت المال کا سردار بنایا اور احمر بن شمیط کو پیشوائے لشکر کیا اور محمد بن ربیعہ کو عیسی بنایا اور دوسرے روز کوفہ کے تمام سردار اور سن رسیدہ لوگ سلام اور مبارکباد ظفریابی کے دینے کے لئے مختار کے پاس حاضر ہوئے مختار نے کہا کہ اے لوگو میرا مطلب نہ سرداری کوفہ سے ہے اور نہ ولایت کے لینے سے غرض ہے بلکہ جناب امام حسینؑ کے قاتلوں سے حضرت کے خون کا انتقام لینا مقصود ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ عدل کروں گا ستم کو روا نہ رکھوں گا نہ کسی کو ظلم کرنے دوں گا اور نہ ظالموں کو دوست رکھوں گا کوفہ کے لوگ یہ بات سنتے ہی شاد شاد ہو گئے اور دعائیں دینے لگے علماء کوفہ سے ایک مرد اٹھا اور مختار کو دعا دے کر کہنے لگا کہ خدائے تعالیٰ سرداری کوفہ کے بارے میں تیری مدد کرے میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ تیرے پاؤں میں بیڑی پڑی تھی۔ اور گردن میں طوق تھا اور پسر زیاد کے سامنے کھڑا تھا بعد ازاں سرہائے شہدائے اہل بیت پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین اس تخت کے سامنے پیش کئے جاتے تھے آج میں بارتعالیٰ کا شکریہ کیونکر نہ ادا کروں کہ اسی تخت پر بجائے پسر زیاد کے تجھکو بیٹھا ہوا پاتا ہوں۔ مختار نے کہا میرے خدا کو ہر ایک امر کی اطلاع ہے وہ ہر ایک بندے کی مراد کا بر لانیوالا ہے جو کچھ بندہ اس سے مانگتا ہے وہ دیتا ہے مگر اس سے مانگنا ضروریات سے ہے وہ بیکسوں کا معین و مددگار ہے اس کے بعد مختار کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوئے جہاں جہاں شیعہ تھے وہاں سے مختار کے پاس آتے تھے اور ہر طرف مختار نے عمال کو بھیجتا تھا چنانچہ اپنے چچا کے بیٹے اسحق بن محمد کو مدائن کی امارت پر بھیجا۔

نیز جا بجا خلیفہ مقرر کئے اور مطلق قصد قاتلان امام حسینؑ کا نہ کیا کیونکہ وہ وقت ایسا تھا دشمن بھی جا بجا تدبیروں میں مصروف تھے اور زوال حکومت مختار کے درپے تھے اور مختار بھی جانتا تھا کہ بیس ہزار آدمی اس قسم کے ہیں کہ اگر ایک شخص پر ہاتھ ڈالا جائیگا تو فتنہ برپا ہو جائے گا ایک روز مختار محل کی کھڑکی میں بیٹھا ہوا تھا دفعتاً ایک آواز شور و غل کی اس کے کان میں پہنچی قبل اس کے کہ حال معلوم ہو خود اٹھا اور حضرت مسلم بن عقیل کی قبر تک پہنچا کیا دیکھتا ہے کہ کوفہ کے تمام بوڑھے اور جوان سب کے سب تردد میں ہیں۔ مختار نے اپنے دل میں جانا کہ یہ وہی بیس ہزار نامرد ہوں گے جو قاتلان امام حسینؑ سے ہیں اور انہوں نے خروج کیا ہو گا جب کان دھر کر سنا تو یہ آواز آئی یا آل ثارات الحسین بن علی علیہ السلام دشمنوں کے مقابلہ کو تیار ہو جاؤ۔ قبل اس کے کہ وہ تم تک پہنچیں واللہ اعلم مختار کیوں بے خبر ہے مختار نے جو یہ بات سنی اپنے غلام خیر نام سے کہا کہ جلد جا اور خبر تو لا کہ یہ کیا معاملہ ہے خیر چلا ہی تھا کہ دروازے پر عبداللہ بن کامل آ پہنچا۔ اس نے کہا کہ امیر آپ نے عبداللہ بن مطیع کو ناحق رہا کیا وہ کم بخت یہاں سے بصرے گیا اور مصعب بن زبیر کے پاس گیا اور جنگ پر آمادہ کیا اور کوفہ کی امارت کی حرص دلائی اور کہا کہ تم میرے ساتھ کوفہ چلو۔

مختار خارجی کو ایک لمحہ میں کوفہ سے نکال باہر کریں گے کیونکہ کوفہ میں بے شمار خلقت ہماری خیر خواہ موجود ہے پہلے عراق کو فتح کرنا چاہئے جب فتح ہو جائے گی تو میں تمہارا ویسا ہی خلیفہ رہوں گا جیسا کہ

تمہارے بھائی کا تھا مصعب نے منظور کرلیا غرض تیس ہزار سوار و پیادہ کچھ اپنی ولایت سے اور کچھ قبائل عرب سے فراہم کرکے بصرے سے آیا ہے سپاہ کے دو حصے پندرہ ہزار عبداللہ مطیع کو دے کر خشکی کے راستے روانہ کیا ہے اور پندرہ ہزار کو کشتیوں میں بٹھا کر براہ دریا بغداد سے کوفہ کو آرہا ہے اور قسم کھائی ہے کہ جب تک کوفہ کو فتح نہ کرلوں گا اور لوٹ نہ لوں گا واپس نہ آؤں گا اس لئے شہر میں از بس تردد و فکر لاحق ہورہا ہے مختار نے سنکر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور لاحول پڑھی کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس مردک نے خدا اور رسولؐ اور کلام اللہ کی قسم کھا کر عہد کیا تھا کہ میں تم سے مقابلہ کو یا لڑائی کو نہ نکلوں گا اور نہ تمہارے طرفداروں سے قصد جنگ کروں گا با ایں ہمہ وعدہ و عید اب پھر فوج آزمودہ کار لیکر آیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اب کی دفعہ پوری پوری سزا دوں گا یہ کہکر دارالامارۃ کو لوٹ گیا اور جنگ کے پھریرے بلند کئے اور حکم دیا کہ جنگ کا نقارہ بجایا جائے اور عبداللہ پسر کامل کو کوفہ کے بازار میں بھیج کر منادی کرائی کہ اے آل ثارات الحسین دشمن آپہنچا جلد فراہم ہو جاؤ پھر مختار نے لڑائی کے جھنڈے شہر سے باہر اور دارالامارۃ پر کھڑے کردیے اور خود ہتھیار سجکر محل سے نکلا تو دیکھا کہ اس کی سپاہ یا محمدؐ یا علیؑ کے نعرے بلند کررہی تھی مختار نے وہ تلوار جو حضرت محمد حنفیہ نے دی تھی گلے میں ڈالی اور جو گھوڑا جناب امام زین العابدینؑ نے عطا فرمایا تھا اس پر سوار ہوا اور شہر کوفہ سے باہر نکل کر اس شاہراہ پر جو بغداد کو جاتا تھا کھڑا ہو بعد ازاں ابراہیم بن مالک اشتر مع سواران عرب بنی نخعہ کے گھوڑے پر سوار ہوکر اور وہ شمشیر جو جناب امیرؑ نے مرحمت فرمائی تھی گلے میں حمائل کرکے مختار کے پاس آیا اس کے بعد عمر حاجب مع اپنے لوگوں کے اس کے عقب میں عبداللہ بن کامل مع اپنے ہمراہیوں کے پھر ورقا بن عازب مع اپنے ساتھیوں کے سب کے بعد زہیر بن انس مع اپنی قوم کے بحضور مختار آکر حاضر ہوئے۔ اسی طرح براء امراء بھی اپنی اپنی قوم اور قبیلہ سمیت آآکر حاضر ہوئے جاتے تھے تھوڑے سے عرصہ میں تیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہوگیا اور سب نے نعرہ یا آل ثارات الحسین کا بلند کیا جب مختار نے اپنے طرفداروں کی جمعیت پر نظر کی اور ابراہیم کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ مصعب بن زبیر و عبداللہ بن مطیع جیسے شخصوں سے جو مقابلہ آپڑا ہے وہ بیس ہزار عرب کے میدان جنگی اور اہل حجاز کہ جو کہ حرب ہائے شدیدہ و جنگ ہائے عظیمہ کے عادی ہیں لیکر آتے ہیں اور ہمارے لشکری اکثر بازاری ہیں اور فن سپہ گری سے بالکل ناآشنا ہیں کبھی لڑائی میں بھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا ایسے موقع پر کیا کیا جائے ابراہیم نے عرض کیا اے سردار ہم کو اور ہمارے طرفداروں کو مخالفین کا ذرا بھی اندیشہ نہیں ہے بخلاف مخالفین کہ ہماری طرف سے اندیشناک اور مخمر دے اور بے صبرے پائے جاتے ہیں شیعیان علیؑ کی لڑائی کے مقابلہ میں بالکل ہی ناکارہ ہیں آپ ہرگز اندیشہ نہ فرمائیں اور ہم کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجیئے ہمارے ساتھ وہ جوانمرد ہیں کہ جنہوں نے اپنے مرنے کی قسم کھائی ہے اور کثرت سپاہ دشمن کی کچھ پروا نہیں رکھتے جب ابراہیم نے یہ بات کہی تیس ہزار فوج نے دفعتہ پکار کر کہا اے سپہ سالار ما ابراہیم اور ہم اسی بات پر قائم ہیں کہ جس کا آپ نے اسوقت

ذکر کیا بیشک ہم اپنی جانوں کو راہ حق میں فدا کریں گے مختار نے سب کو دعا دی اور بہت خوش ہوا اور اپنے بیٹے مسمیٰ ثابت کو کوفہ کا خلیفہ مقرر کیا اور خود سپاہ لے کر منزل بمنزل چل نکلا یہاں تک کہ قلعہ کے پاس پہنچے اہل قلعہ نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا مختار کی سپاہ کے ہاتھ دانہ گھاس وغیرہ اشیائے خوردنی فروخت کرنے سے انکار کیا۔ مختار نے برہم ہو کر حکم دیا کہ اس قلعہ کو آگ سے جلا دو اور جو لوگ اس کے اندر ہیں بھون ڈالو۔ باشندگان حصار نے جب یہ حکم سنا تو تمام مرد و زن قلعہ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئے اور عرض کیا ہم پناہ چاہتے ہیں اس وقت جو فوج کے سردار تھے وہ مختار کے پاس گئے اور کہا اے امیر اس قلعہ کے باشندے پناہ مانگتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ باہر آ کر لشکر سے خرید فروخت کا معاملہ جاری کریں۔ مختار نے کہا میں نے پناہ دی اور ان کے جرم سے درگذرا مگر ان سے دریافت کرنا چاہیے کہ تم نے ہماری کیا زیادتی دیکھی تھی کہ قلعہ کا دروازہ بند کر لیا تھا انھوں نے اس کے جواب میں کہا ہم نے یہ جانا تھا کہ بنی امیہ کی سپاہ ہے کیونکہ جب کبھی پسر زبیر کا گذر اس طرف ہوتا ہے تو وہ بالکل تباہ و برباد کر دیتا ہے جبکہ ہم نے آپ کا بیشمار لشکر دیکھا ہمارے دل میں وہی خیال پیدا ہوا کہ یہ بھی ویسا ہی کریں گے۔ مختار نے کہا وہ کم بخت ظالم ہے ہم ظالم نہیں ہم تو صرف حضرت امام حسینؑ کے خون کا انتقام چاہتے ہیں۔ یہ سنکر اہل قلعہ نے بے فکر ہو کر تمام کھانے پینے کی چیزوں کو لشکریوں کے ہاتھ بیچنا شروع کر دیا۔ دوسرے روز مختار وہاں سے چل کر ندی کے کنارے جا اترا راہبر سے کہا کہ دریا میں سے کس جگہ سے پار جانا چاہیے۔ رہبر تھوڑی دور جا کر کھڑا ہوا اور کہا اے امیر اس جگہ سے بآسانی گذر سکتے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ مختار چاہتا تھا کہ سوار ہو کر دریا کے پار ہو جائے تمام لشکر کے سردار جمع ہوئے اور کہا کہ اے امیر ہمارے نزدیک یہ انسب ہے کہ آپ کوفہ کو لوٹ چلیں کیونکہ آپ کے صاحبزادے ثابت سے کوفہ کی نگرانی نہ ہو سکے گی مبادا قاتلان امام حسینؑ فتنہ برپا کریں اور پھر اس کی اصلاح دشوار ہو یا ہمارے عقب میں کوفہ سے چل کر مصعب زبیر کی کمک کیلئے اس سے جا ملیں اگر آپ کوفہ میں ہونگے تو ہم سب کا اطمینان ہے مختار نے جانا کہ یہ سب درست کہتے ہیں مختار نے ابراہیم سے کہا کہ اے بھائی تیری اس باب میں کیا رائے ہے اس نے کہا کہ میرے نزدیک یہی مناسب ہے کہ جو یہ کہتے ہیں مختار نے منجملہ تیس ہزار کے ۱۵ ہزار سپاہ ابراہیم کے حوالے کی اور نشان فوج کا بھی اسکو دیدیا اور کہا کہ میں تمہاری رائے کے موافق کوفہ کو جاتا ہوں کیونکہ وہاں پر دشمن بہت ہیں اور تمکو تمہاری فوج کو خدا کے سپرد کرتا ہوں یہ کہکر خود کوفہ کو چلدیا ابراہیم بھی اسی وقت مصعب کی طرف مع لشکر کے روانہ ہو گیا حتیٰ کہ بمقام خازم پہنچا اور خازم ایک ولایت ہے جس کے متعلق بے شمار دیہات ہیں۔ لشکر وہاں پر اترا ابراہیم نے منادی کرائی کہ اے لوگو تم کو معلوم ہو کہ ہم مسلمان ہیں اور کسی کے مال پر دست درازی نہیں کرتے البتہ امام حسینؑ کے قاتلوں کی تلاش میں ہیں پس تم لوگ کھانے پینے کی چیزیں ہمارے ہاتھ جس قیمت پر کہ چاہتے ہو فروخت کرو جبکہ وہاں کے باشندوں نے یہ منادی سنی ہر ایک گاؤں سے لشکر میں آنے شروع

ہوئے اور خرید و فروخت جاری کی بڑا بھاری بازار لگ گیا وہ سہ شنبہ کا دن تھا ابراہیم نے تین روز اس جگہ قیام کیا مصعب کا جاسوس بھی اس جگہ پر تھا اس نے مصعب سے سب حال جا کہا اور عرض کیا اے امیر ابراہیم بن مالک اشتر سے پرحذر رہنا چاہئے کہ آج کی شب مع پندرہ ہزار سوار خونخوار کے آپہنچا ہے مصعب نے جو یہ بات سنی وہیں ٹھیر گیا اور ہر قسم کے انتظام میں مصروف ہوا سپاہ کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور پندرہ ہزار سپاہی بہادر و دلیر چن کر عبداللہ بن مطیع کو دے کر کہا کہ تو آگے چل میں بھی دریا کے راستہ سے آتا ہوں اگر ممکن ہو تو لڑائی شروع کر دے اور اس قدر کوشش کر کہ میرے آنے تک تو فتحیاب ہو جائے پسر مطیع نے کہا ایسا ہی ہوگا اور میں بھی ایسا ہی کروں گا یہ کہکر ایک منزل چل کر جا اترا۔ ابراہیم بھی اپنی فرودگاہ سے آگے بڑھکر عبداللہ بن مطیع کی سپاہ کے مقابلہ میں جا اترا اور آواز بلند کہا کہ اے خدائے عزوجل کے جوانمردو وہ تمہارے دلوں کے حالات سے آگاہ ہے اور خوب جانتا ہے کہ تمہاری یہ لڑائی کسی ولایت کے لینے کی غرض سے نہیں ہے بلکہ اسی ذات پاک کی رضامندی کے لئے ہے پس لازم و واجب ہے کہ لڑائی کے وقت دل توڑ کر لڑیں اور دشمن کو پیٹھ نہ دکھلائیں سب نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں پس ایک نعرہ یا آل ثارات الحسین بن علی ؑ کا بلند کیا دونوں طرف سے لشکر کی صفیں تیار ہوئیں میمنہ میسرہ کو درست کیا ابراہیم کی فوج کا یہ نعرہ تھا کہ ہمارا امام علی بن الحسین ہے اور عبداللہ پسر مطیع کے لشکر کا یہ قول تھا کہ عبداللہ بن زبیر ہمارا امام ہے۔ مخالف کی دس ہزار فوج نے یکبارگی حملہ کیا ابراہیم نے جب یہ دیکھا آگے بڑھا اور مخالف کے لشکر میں گھس گیا اس کے پیچھے اس کا لشکر بھی جا پہنچا سخت لڑائی ہوئی گرد و غبار بے انتہا اٹھا۔ تاریکی چھا گئی ایک ساعت میں خون کے ندی نالے بہہ گئے ابراہیم نے یا محمد و یا علی کہکر اپنے تئیں پسر مطیع کے قلب لشکر میں جا ڈالا اور لشکریوں کو قتل کر کے ایک دوسرے پر ڈالتا تھا اس کے پیچھے احمر بن شمیط نے حملہ کیا بعد ازاں ورقا بن عازب حملہ آور ہوا۔ اور تمام جنگجویان نامی گرامی ہر طرف سے جمع ہو گئے نیزہ بازی تیغ زنی دشمن پر اس قدر کی دفعتاً عبداللہ بن مطیع کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ مع لشکر کے بھاگ گیا اس وقت کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا اور سب کے سب جنگل میں جا پڑے اور ورقا ان کے پیچھے بھاگے چلے جاتے تھے اور جہاں کسی کو پاتے تھے قتل کرتے تھے حتیٰ کہ نو ہزار بصرہ دشمن کے قتل کئے گئے اگر شب نہ ہوتی تو ایک بھی جانبر نہ ہوتا جب ابراہیم فتح پا چکا اپنی سپاہ کو لیکر مخالف کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا۔ عبداللہ بن مطیع نے جب اپنے لشکر کا یہ حال دیکھا تو بہت ڈرا مصعب ابن زبیر کے پاس آدمی بھیجکر گذارش کرایا کہ اے امیر ہماری جلد خبر لے اور توقف نہ کر اگر ذرا بھی غفلت کی تو ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ پائے گا قاصد مضطربانہ بھاگ کر مصعب کے پاس پہنچا جو کچھ آنکھوں سے دیکھا تھا کانوں سے سنا تھا جا سنایا مصعب غصہ ہوا فوراً حکم دیا کہ جنگی نقارے بجائے جائیں۔ لشکر کو خشکی کے راستہ چلتا کیا اتفاقاً اس شب ابراہیم و احمر شمیط و عبداللہ و ورقہ پسر عازب لشکر کے پہریدار تھے دفعتاً ایک مرد کو دیکھا دراز قد لمبی ڈاڑھی اور سر پر مثل عورتوں کے بال رکھے ہوئے اور ٹاٹ کے کپڑے

اور ٹاٹ ہی کی پگڑی سر پر دھرے ہوئے اور جبنو گلے میں ڈالے ہوئے اور خرما کی لکڑی کا عصا ہاتھ میں لئے ہوئے چلا آرہا ہے ابراہیم نے یہ کہا یہ قوم کا ترسا اور جاسوس پیشہ معلوم ہوتا ہے حکم دیا کہ اس کو میرے پاس لاؤ احمر بن شمیط گیا اور اس کو لے آیا جب وہ ابراہیم کے سامنے آیا تو اس نے سلام نہ کیا۔ ابراہیم نے پوچھا اے ترسا کہاں سے آتا ہے وہ خاموش رہا اور رومی زبان میں کچھ کہا۔ ابراہیم نے کہا کوئی شخص ایسا ہے جو رومی زبان جانتا ہو اور اس شخص سے کلام کر سکتا ہے ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا میں جانتا ہوں، کہا اس مرد سے پوچھ کہ تو کہاں سے آتا ہے اس نے رومی زبان میں پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے ترسا نے کہا میں انطاکیہ کا رہنے والا ہوں لیکن اب مدت سے بصرے میں رہتا ہوں اب اپنے وطن کو جاتا ہوں، دریا کے راستہ سے اس لئے نہیں جا سکا کہ جس قدر بصرہ اور بغداد میں کشتیاں تھیں مصعب نے پکڑ لیں اب وہ سپاہ کثیر کے تمہارے مقابلہ کو آتا ہے ابراہیم نے صعصعہ سے کہا کہ تو ترسا سے کہہ دے کہ تو حیلہ بہانہ کر کے میرے پاس سے نہیں جا سکتا میں نے جناب امیر سے تعلیم پائی ہے تیری رہائی میرے ہاتھ سے محال ہے مگر ہاں اگر زندگی چاہتا ہے تو سچ سچ بیان کر دے صعصعہ نے کہا کہ اے ترسا تو یہ جان لے کہ یہ شخص ابراہیم مالک اشتر کا بیٹا ہے اور آج کل مختار ثقفی کا سپہ سالار ہے تو اس سے ہرگز جھوٹ نہ بول۔ ترسا نے کہا کہ دروغگوئی تو میرے مذہب میں بھی روا نہیں مگر تم یہ بتاؤ کہ مختار کون ہے صعصعہ نے کہا کہ فی زمانہ امام بحق تو علی بن الحسین علیہ السلام ہیں اور ان کا خلیفہ محمد حنفیہ ہے اور ان کا خلیفہ مختار ہے۔ ترسا نے جب یہ بات سنی تو کہا کہ تم کہاں جاتے ہو اور تمہارا کیا ارادہ ہے صعصعہ نے کہا کہ ہمارا ارادہ ان لوگوں سے لڑائی کا ہے جنھوں نے فرزند پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا اور ان کی مستورات کو مقید رکھا ترسا نے جب یہ بات سنی تو پھوٹ پھوٹ کر رو دیا اور کہنے لگا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک پیغمبر برحق ہوگا جس کا نام محمد ہے اور وہ مکہ کے پہاڑوں سے باہر نکلے گا نہایت ہی خوبصورت اور پاکیزہ خو کہ جس کا ہر ایک قول حکمت ہوگا اور دیکھنا اس کا موجب عبرت اور ہاتھ اس کا سخی اور دل اس کا قوی ہوگا۔ آسمان کی خبریں دیگا اور خدا سے کلام کرے گا اور پریوں سے باتیں کرے گا بتوں کو توڑے گا۔ بت پرستوں کو مارے گا خلق خدا کو طاعت اور عبادت خدا کے لئے امر کریگا اور جس جگہ قدم رنجہ فرمائے گا موجب ہدایت ہوگا۔ اپنی امت کو نیک باتوں اور عدل و انصاف کی رغبت دلائے گا۔ قرآن اور اہلبیت کو اپنی امت میں چھوڑ کر حکم دے گا اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ۔ جب عالم آخرت کی طرف تشریف فرما ہوگا تو اس کی امت عہد کو توڑ ڈالے گی اس کے فرزند کو شہید کرے گی اس کی وصیت کو ذلیل کرے گی اس کی بیٹی پر ظلم کرے گی اور اس کے اہل بیت کو لوٹ لے گی۔ جب ان نافرمانیوں سے خدا کو ایذا پہنچے گی تو ایک جوان کو بنی ثقیف سے اس قوم پر مسلط کرے گا وہ اس کی پاداش میں ستر ہزار مرد کو قتل کرے گا حالانکہ وہ مرد ثقفی نہایت ہی عادل و کامل نماز گذار و روزہ دار ہوگا

اور مومنین کو نوازے گا اور جس قدر اس کے ساتھی شہید ہوں گے وہ سب کے سب بہشت عنبر سرشت میں داخل ہوں گے اور جس قدر مخالف اس کی فوج کے ہاتھ سے مارے جائیں گے وہ کلہم اجمعین دوزخ میں جائیں گے ترسانے یہ واقعہ مندرجہ انجیل بیان کر کے ایک نوحہ جناب سید الشہداء کے مصائب کا پڑھا اور کہا کہ اگر جناب عیسیٰ مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہوتے تو میں ان کے سامنے اپنی جان دیدیتا صمصعہ نے جو کچھ ترسا سے سنا تھا تمام ابراہیم سے بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں معلوم کروں کہ تمہارے لشکر کی کس قدر تعداد ہے اور کس جگہ خیمہ لگائے ہیں اور کس ذکر و فکر میں ہو تا کہ لوٹ کر مصعب زبیر کو مطلع کروں مگر اب کہ تمہارے دین اور مذہب سے خبردار ہو چکا ہوں مجھ پر واجب ہو گیا کہ اپنے دین سے توبہ کروں یہ کہہ کر سر سے برنس کو اتارا اور جینو کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور کہا تمہارے مذہب کا اصل اصول کیا ہے یہ کہکر کلمۂ طیبہ سے مستفیض ہوا اور اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ واشھد ان امیر المومنین علی ولی اللہ والحسن والحسین سبط رسول اللہ زبان پر جاری کیا اور عربی زبان میں باتیں کرنے لگا ابراہیم کے فرط خوشی سے آنسو نکل آئے ابراہیم نے کہا ابھی تو غیر تھا اور ایک لمحہ میں بفضلہ تعالیٰ آشنا ہو گیا کچھ عرصہ نہیں گذرا کہ تو دشمن تھا ایک ساعت کے اندر دوست بن گیا سچ سچ بتا کہ پہلے زبان عجمی سے کس لئے ناواقفیت بیان کی تھی عجمی نے کہا کہ میں پہلے تمہارا دشمن تھا اب اس جہاد میں تمہارا شریک ہونا چاہتا ہوں ابراہیم نے تبسم کیا اور اس کے سر و چشم پر بوسہ دیا اور کہا اے بھائی اگر کوئی تیری حاجت ہو تو بیان کر تاکہ اُسے وفا کروں کہا اے امیر ایک حاجت رکھتا ہوں ابراہیم نے کہا کہ وہ کیا ہے ترسانے کہا کہ جس روز عبداللہ پسر مطیع تمہارے پاس سے بھاگ گیا تو اس نے مصعب کے پاس آدمی بھیجکر تمام حال کہلوا بھیجا اب ان کی یہ نیت ہے کہ تمہارے اوپر شبخون ماریں تم کسی شخص کو میرے ساتھ کردو میں اس کو گرفتار کر کے تمہارے پاس لاتا ہوں ابراہیم بہت خوش ہوا ابراہیم نے کہا بھلا بھائی تم اس کام کو کس طرح انجام دو گے ترسانے کہا کہ اس نواح کے قرب و جوار میں ایک بستی ہے وہاں پر عبداللہ پسر مطیع تمہارے خوف سے پوشیدہ ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک مصعب بن زبیر نہ آئیگا یہاں سے نہ جاؤں گا اگر تمہارے پاس کوئی بہادر اور جنگجو ہو تو اس کو میرے ساتھ بھیجدو میں اس کو زندہ حاضر کروں گا اگر زندہ نہ آئے گا تو سر لاؤں گا۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ کام میری ذات سے متعلق ہے۔ اس نے کہا بہت خوب مگر لباس جوگیوں کا سا پہن لو اور سر پر برنس اوڑھ لو اور عصا ہاتھ میں لے لو۔ اور تلوار کپڑوں کے اندر چھپا لو اور دونوں مشکیں کمر پر دھر لو۔ ابراہیم نے کہا ایسا ہی کرتا ہوں۔ ہوا خواہان ابراہیم نے عرض کیا کہ اے امیر شاید اس مرد نے مکر نہ کیا ہو ہمارے نزدیک آپ کا جانا مصلحت نہیں انشاء اللہ ہم خود پسر مطیع کو ہنگام جنگ گرفتار کر کے لائیں گے ابراہیم نے کہا اللہ تعالیٰ تمہارا معین و مددگار ہو تم جانتے ہو کہ نصرت و فتح پروردگار کی میرے ساتھ ہے فوج کا سردار احمر بن شمیط کو کر کے راہب کا

ہاتھ پکڑ کر چل نکلا اور اس دیر کے قریب جا پہنچا راہب نے کہا کہ اے پسر مالک اب تم کیا کر سکتے ہو۔ میں تو مکر و حیلہ کر کے تم کو لشکر سے لے آیا تم دشمنوں میں آ پھنسے اب جان سے ہاتھ دھو لو۔ ابراہیم یہ کلمہ سنکر بہت غضبناک ہوا اور فوراً تلوار کے قبضہ پہ ہاتھ ڈال کر بولا میں تیرے سر کو ابھی تن سے جدا کئے دیتا ہوں اور اس فوج کا ایک شمہ بھر بھی مجھکو خوف نہیں۔ راہب نے جب یہ دیکھا تو کہا کہ اے جوانمرد خدا سے ڈر میں نے تو یہ بات تیرا دل آزمانے کو کہی ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے سب جھوٹ ہے اور سخت قسم کھائی۔ ابراہیم نے کہا مرد خدا تو ناحق اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا ابراہیم نے جو غور سے نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ تین مرد اس دیر کے گرد بیٹھے ہوئے نگہبانی کر رہے ہیں۔ جب انھوں نے راہب کو دیکھا تو کہا اے راہب تو تو دیر میں چلا جا مگر اس مرد کو جو تیرے ہمراہ ہے نہ جانے دیں گے راہب نے کہا یہ تو میرا چچا زاد بھائی ہے اور ایک رشتے سے بھتیجا ہوتا ہے ملک شام سے میرے ملنے کو آیا ہے محافظوں نے کہا کہ ہم تجھ کو عبداللہ پسر مطیع کے پاس لے چلتے ہیں دیکھیں وہ کیا حکم دیتا ہے کئی ایک آدمی اٹھے فوراً ابراہیم اور راہب کو باندھ لیا اور عبداللہ پسر مطیع کے پاس لے گئے اس موقع پر ابراہیم نے چاہا کہ محافظوں سے ہاتھ چھڑا کر قبضہ شمشیر کا ہاتھ میں لے اور محافظوں کو نیست و نابود کرے مگر راہب نے اشارے سے منع کیا محافظوں نے عبداللہ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ چاہتا ہے کہ اپنے چچا زاد بھائی کو دیر کے باہر سے لیکر اندر چلا آئے آپ اٹھ کر ذرا ملاحظہ کیجئے۔

عبداللہ خواب سے چونکا اور آنکھیں ملنے لگا ابراہیم ڈرا کہ شاید مجھ کو پہچان لے اور یہ دعا پڑھی اللهم اکفنی شرہ بحق نبیک و ولیک والحسن والحسین صلوٰۃ اللہ علیہم اور ہاتھ پر تلوار رکھے ہوئے تھا۔

عبداللہ پسر مطیع کو نیند کے غلبہ نے بیہوش کر رکھا تھا کیونکہ ابراہیم کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کی تاب نہ تھی اس فکر میں مدہوش پڑا ہوا تھا نگہبانوں نے مکرر عرض کیا عبداللہ پسر مطیع نیند کی غفلت میں چلا کر بولا چھوڑ دو مجھ کو سونے دو نگہبانوں نے چھوڑ دیا راہب ابراہیم کو لئے گھر لے گیا اور کھانا حاضر کیا اور ایک ظرف جو شراب سے پر تھا وہ بھی پیش کیا اور کہا اے میرے سردار اسے بھی نوش کیجئے تاکہ آنکھوں میں سرور آئے بعد ازاں پسر مطیع کا سر جدا کیجئے ابراہیم نے کہا میرے مذہب میں شراب کا پینا روا نہیں بلکہ حرام ہے پھر ابراہیم نے راہب سے کہا کہ دیکھو تو وہ ملعون سوتا ہے یا جاگتا ہے راہب گیا اور لوٹ کر آ کر کہا کہ سو رہا ہے اگر منظور ہے تو چل کر اس نابکار کا کام تمام کیجئے۔ ابراہیم نے کہا بسم اللہ پس قصد چلنے کا کیا ہی تھا کہ دفعتاً آواز شور و غوغا کی اس کے کان میں پہنچی اور ایک دربان نے آکر عبداللہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ مصعب بن زبیر مع پندرہ ہزار سوار کے آپہنچا۔ وہ مصعب کا نام سنتے ہی مارے خوشی کے دیر کے باہر نکل آیا ابراہیم غمناک ہوا اور اس کے پیچھے پیچھے باہر آیا۔ دریا کے کنارے پر بہت سی روشنی دکھائی دی اور بکثرت کشتیاں یکے بعد دیگرے نظر پڑیں مصعب نے دریا کے کنارے لشکر کو اتارا ایک مرد کو دیکھا کہ وہ خود بخود یہ پکار رہا ہے کہ امیر مصعب تو آ گیا کل ہم ان میں سے ایک آدمی کو زندہ نہ چھوڑیں گے ابراہیم نے کہا اے برادر تو سچ کہتا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ تجھ کو ایک ہزار دینار

دوں تو میرے ہمراہ چل میں اکیلا نہیں جا سکتا۔ اس مرد نے جب ہزار دینار کا نام سنا لالچ میں آگیا اس نے کہا کہ تو مت
ڈر میں تیرے ساتھ چلتا ہوں پس دونوں لشکر کی طرف چلے جب دریا کے کنارے پر پہنچے تو ابراہیم نے کہا کہ میرا دل درہموں
سے سیر ہو چکا ہے اب میں تم کو دیتا ہوں کہ میرے ساتھ بطور بدرقے کے آئے سو وہ مرد ابراہیم کی طرف درہموں کے لینے
کیلئے بڑھا ابراہیم نے ہاتھ اسی طرح سے میان پر ڈالا گویا درہم نکالتا ہے تلوار کھینچتے ہی اس کی گردن پر ماری کہ سر اسکا
دور جا کر پڑا ابراہیم نے اپنے دل میں کہا کہ میں آج کی شب یہاں سے نہ جاؤں گا جب تک اس گروہ کو قتل نہ کروں گا
اسی دھن میں صبح لب دریا تک پہنچا دریا کے کنارے دو ہزار کشتی دیکھی جو مردوں سے پر تھیں تمام کشتیوں کے لنگر
ڈالدیئے اور لوگ کشتیوں سے اتر پڑے ایک کشتی کو دیکھا کہ نہایت ہی آراستہ و پیراستہ ہے جس کے گرد پچاس شمعیں
روشن تھیں مصعب بن زبیر کو دیکھا کہ وہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور غلام اور نوکر چاکر خدمتگار چاروں طرف کمر بستہ
کھڑے ہیں جو شخص دریا سے باہر آتا تھا ابراہیم کنارے پر کھڑا ہوا ہر ایک کو دیکھ رہا تھا کہ اتفاقاً مصعب کی نظر
ابراہیم پر جا پڑی دیکھتے ہی بولا کہ وہ مرد جو دور سے ہم کو دیکھ رہا ہے ہمارے لشکر کا آدمی نہیں اگر وہ ہمارا آدمی ہوتا
تو ہماری خدمت میں شامل اوروں کے سعی کرتا عبداللہ پسر مطیع نے بڑھ کر کہا اے شخص آگے آ اور آداب بجالا۔ ابراہیم
نے کچھ جواب نہ دیا مصعب غصہ ہو گیا حکم دیا اس کو گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کرو ابراہیم کا جاسوس معلوم ہوتا
ہے یہ سنکر پچاس آدمی دوڑے ابراہیم کو گرفتار کر کے مصعب کے پاس حاضر کیا اسوقت ابراہیم کے منہ سے نکلا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ پھر خدا سے عرض کیا کہ خداوندا اس ملعون کے دل اور آنکھوں کو اندھا کر دے کیونکہ
تو ہر شے پر قادر ہے ابراہیم کہتا ہے کہ جب مجھے مصعب کے پاس لے گئے تو اس نے میری طرف دیکھ کر میرا داہنا
بازو پکڑا اور شانہ پر ایک مکا مارا پھر بولا تو کوئی جاسوس ہے یہ مرد بے رنگ ہے کیونکہ نہ تو تو نے مجھے سلام کیا اور نہ
میری طرف ملتفت ہوا میں نے کہا میں ایک مرد غریب عربی ہوں جب آپ نے عرب سپاہ کو طلب کیا میں بھی
آموجود ہوا میں نہیں جانتا کہ مجھے کیا خدمت بجالانی چاہیے مصعب نے عبداللہ کو حکم دیا کہ تو اس مرد کو کسی دوسرے
کے سپرد کر دے میں کل ملاحظہ کر کے تفتیش کروں گا اس نے عامر بن مرہ کے سپرد کر دیا عامر نے ابراہیم سے کہا آؤ تم
میری حوالات میں ہو اس نے اپنے خیمہ میں لیکر مقید کر لیا اور کہا یہ مرد عرب نادان ہے اور خود بیٹھ کر شراب پینے
میں مع اپنے ہمراہیوں کے مشغول ہوا اتنی شراب پی کہ مدہوش ہو گیا ابراہیم نے اپنے معبود کو اس کی بزرگی و عظمت
سے یاد کیا خیمہ سے نکل کر ایک کونہ میں بیٹھا اس کو یداللہ الا جب صبح ہوئی مصعب نے کہا او پسر مطیع وہ مرد جاسوس
کہاں ہے کیونکہ اس کی طرف سے میں بدگمان ہوں پسر مطیع نے عامر سے کہا اس جاسوس کو حاضر کرو عامر نے
چاہا کہ گھوڑے پر سوار ہووے گھوڑا بدی سے پیش آیا عامر نے کہا کہ تجھ پر اور شیعیان علی پر خدا کی لعنت ہو۔ ابراہیم
غضبناک ہوا اور ادھر ادھر دیکھ کر ایک ایسی تلوار آبدار اس کی گردن پر ماری کہ اس کا سر گیند کی طرح جا پڑا۔ اور
خود اپنے لشکر کا ارادہ کیا جب تھوڑا سا راستہ طے کیا ایک مرد کو دیکھا کہ بیاختہ رو رہا ہے اور کہتا ہے کہ اس سپاہ
پر خدا کی لعنت ہو جیو کہ اس نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے ابراہیم نے کہا کونسی سپاہ پر لعنت کرتا ہے اس نے کہا کہ

مصعب کی سپاہ پر ابراہیم بولا تو کون ہے اس نے کہا میں ایک مرد غریب ہوں اور میری ایک ضعیفہ ماں ہے میں اس کے کھانے کیلئے کبھی کوئی چیز لیجاتا تھا اور آج جو لے جا رہا تھا انہوں نے چھین لی اور سچ یہ ہے کہ میرا یہ طریق ہے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ وعلی ولی اللہ وصی رسول اللہ۔

ابراہیم نے جب یہ سنا تو اپنی کمر سے ہاتھ ڈال کر پچاس دینار نکالے اور اس کی تواضع کرکے کہا تو اور تیری ماں خرچ میں لاؤ میرا نام ابراہیم بن مالک اشتر ہے وہ غریب ۵۰ دینار لے کر خوش ہوا اور دعائیں دیتا ہوا اپنے گھر کو چلدیا۔

ابراہیم صحیح و سلامت اپنے لشکر میں پہنچا سب نے خوشی منائی اور کہا اے امیر آپ نے کیا کیا؟ ابراہیم نے اپنی سب سرگذشت سنائی لشکر کے لوگ شکر خدا بجالائے کہ ہمارا سردار صحیح سلامت پھر آیا دوسرے روز مصعب بن زبیر کے نام نامہ لکھا کہ اے پسر زبیر تجھ کو واضح ہو کہ دریائے فرات کے کنارے جس شخص کے شانے پر تو نے مکا مارا تھا وہ ابراہیم بن مالک اشتر تھا اور میں وہاں سے نہ چلا تا وقتیکہ تین ہزار آدمیوں کو تہ تیغ نہ کر لیا ہاں تیری اور پسر مطیع کی اجل نہ تھی مگر اب دیکھنا کہ کس طرح تجھ پر اور تیرے لشکر پر تلوار چلاتا ہوں قاصد کے ہاتھ خط دیکر روانہ کر دیا بعد ازاں طبل جنگ بجا ہر دو طرف سے لشکر صف آرا ہوا ابراہیم خود میدان میں پہنچا اور مصعب کی سپاہ پر حملہ کیا باون آدمیوں کو تہ تیغ کرکے لوٹ آیا مصعب نے جب یہ حال دیکھا تو بہت ڈرا اور کہا کہ اگر ایک اور حملہ اسی طرح کا کیا تو ضرور شکست ہوگی یہ سوچ کر اپنے لشکر کو للکارا کہ سب پیدل ہو جائیں مصعب کی سپاہ میں آٹھ ہزار تیر انداز دو ہزار گولہ انداز اور دو ہزار بندوقچی تھے آگے بڑھے اور حملہ کیا ابراہیم نے بھی اپنی سپاہ کو لیکر حملہ کرکے کاٹنا شروع کیا سخت لڑائی ہوئی آخر کار ابراہیم کی سپاہ آتش بازی اور تیر اندازی کی تاب نہ لاکر لوٹ پڑی میدان معرکہ میں سوائے ابراہیم اور عبداللہ کامل اور احمر بن شمیط اور زید بن انس اور ورقا بن عازب اور چند اور آدمیوں کے جنہوں نے ان کا ساتھ دیا اور کوئی باقی نہ رہا۔ ابراہیم یکہ و تنہا سب سے آگے کھڑا ہوا تیغ زنی کر رہا تھا اور پکارتا تھا کہ اے آل ثارات الحسین بن علی علیہ السلام ہمت نہ ہارو جب فوج نے دیکھا کہ ابراہیم تنہا صرف چند سواروں کے ساتھ اس طرح جانفشانی کر رہا ہے پھر لوٹ پڑی اور اپنے کو ابراہیم تک پہنچایا۔ ابراہیم نے کہا اے میرے بھائیو اگر دین کیلئے لڑائی کرتے ہو تو کیوں سستی کرتے ہو اور اگر دنیا کے لئے ہے تو دشمن کو پیٹھ دکھانے کا کیا جواب رکھتے ہو پس از روئے اخلاص مرد بنو اور مردانہ حملہ کرو دشمن کے آگے سے نہ بھاگو اور سب متفق ہو کر ایک بارگی حملہ کرو سب نے مل کر حملہ کیا مصعب کی سپاہ کے پاؤں اکھڑ گئے اور بہت سے لوگ اس کے لشکر کے مارے گئے مصعب نے دوبارہ فوج کی صف آرائی کی ابراہیم پیل دماں و شیر ژیاں کی طرح میدان میں کھڑا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی ہے جو میرے مقابلہ کو آئے مصعب نے عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ تو جا اور ابراہیم کا مقابلہ کر کیونکہ وہ بہت لڑا اور لڑتے لڑتے تھک گیا اور کوئی شخص اس کے مقابلہ کا نہیں اگر ہے تو تو ہے پسر مطیع نے کہا بہت بہتر پسر مطیع سوار ہو کر میدان میں آیا اور کہا کہ آج میں ابراہیم کو قتل کرکے اپنے سردار کو خوش کروں گا۔ ابراہیم نے کہا اے پسر مطیع امیر مختار نے جو تیرے

ساتھ نیکی کی تھی اس کی یہی جزا ہے حالانکہ تو نے جھوٹی قسم کھائی اور ایسا ہونا دراصل سے چنداں عجیب و غریب بھی نہیں میں نے کل کی شب چاہا تھا کہ تجھ کو قتل کروں مگر پھر میں نے مردوں کی مردانگی سے بعید جانا کیونکہ سوتے ہوئے کو مارنا مردوں کا کام نہیں ہے یہ کہکر اس پر حملہ کیا دونوں میں رد و بدل ہوئی آخر الامر ابراہیم نے نعرہ یا محمدؐ او یا علیؑ کہکر ایک ایسی ضرب تلوار عبداللہ بن مطیع کے سر پر ماری کہ ناف تک دوپارہ کر دیا اور گھوڑے سے نیچے ڈال دیا اس نے جان مالک دوزخ کے حوالے کی ابراہیم نے تکبیر کہی مصعب کا منہ زرد ہو گیا مصعب نے کہا۔ اے جوانمردو اگر ابراہیم تمام فوج پر بھی حملہ آور ہوا تو تم ہرگز ہرگز نہ بھاگنا میدان جنگ سے ایک کو بھی جان سلامت نہ لے جانی چاہئے یا تنگ لڑنا چاہئے کہ رات آجائے شب کو اندھیری رات میں بصرے کو چلدیں گے ابراہیم نے بھی جان لیا کہ مصعب عاجز آچکا ہے اپنی فوج کی طرف مخاطب ہو کر آواز بلند حکم دیا کہ اے میرے لشکر کے بہادرو مخالف کے لشکر پر جا پڑو یہ سنتے ہی جنگ عظیم واقع ہوئی ایک گھڑی بھی نہ گذری تھی کہ مصعب کا علم سرنگوں جا پڑا اور لشکر بھاگ نکلا اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا مصعب خود بحالت پریشاں چلدیا ابراہیم کی فوج نے تعاقب کیا اور راستوں کو قتل کیا کہ سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ ابراہیم نے بصرے تک اس کا تعاقب کیا مصعب نے وہاں سے بھی جنگل کا رستہ لیا اور مکہ معظمہ کو چلدیا۔ ابراہیم بصرے سے لوٹا اور جو کچھ مخالف کی فوج کا مال و اسباب رہ گیا تھا سب لوٹ لیا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ایک فرزند معرکہ کربلا میں سے بھاگ کر بصرے میں آیا تھا ابراہیم نے اس کا حال دریافت کیا لوگوں نے کہا کہ اس نے جو مختار کے خروج کی خبر سنی تھی تو چاہتا تھا کہ اس کے پاس چلا جائے مصعب نے خبر پا کر اس کو گرفتار کر لیا اور اپنے ساتھ رکھا جب مصعب بھاگ گیا فرزند علیؑ کو کشتگان مصعب میں زخمی پایا۔ پوچھا کہ تجھ کو کس نے زخمی کیا کہا مصعب کی سپاہ نے میرا یہ حال کیا ہے۔ پھر فرزند علیؑ نے فرمایا کہ میری طرف سے ابراہیم و مختار کو درود بھیجنا یہ کہکر جان بحق تسلیم ہوا جب ابراہیم کو یہ خبر ہوئی ان کی نعش پر آیا اور تجہیز و تکفین تک شریک رہا پھر تمام غنیمت کا مال لشکر مصعب کا لیکر کوفہ پہنچا اور تمام لشکر کو تقسیم کر دیا اور سب کیفیت اس لڑائی کی مختار سے بیان کی منجملہ مال غنیمت کے کسی قدر جناب امام زین العابدینؑ و محمد حنفیہ کی خدمت میں بھیجا اور خود کوفہ میں قیام کیا تاکہ قاتلان امام حسینؑ مظلوم کی خبر لے۔ ✤

واقعہ ہشتم مختار کا لشکر شام سے لڑنا ✤

اہل اخبار نے روایت کی ہے کہ جب مصعب بن زبیر کسی قدر جنگل کا رستہ طے کر کے پہنچا تین دن جنگل میں قیام کیا اور جو کچھ سپاہی اس کے لشکر میں سے بچ رہے تھے اس کے پاس جمع ہوئے جس وقت اس نے خبر پائی کہ ابراہیم بن مالک اشتر بصرے سے چلا گیا تو داخل بصرہ ہوا اور اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے نام تمام سرگذشت لکھکر اس کو مطلع کیا اور یہ بھی لکھا کہ کوفہ عراق ہمارے پاس تھا۔ مختار نے خروج کر کے عراق پر

تسلط کر لیا عبداللہ پسر مطیع مارا گیا تمام مال اپنے قبضہ میں کر لیا جب تک مختار زندہ ہے ہم کو چین نہ ملے گا۔ جس وقت یہ خط تیرے پاس پہنچے قوی اور جرار فوج مدد کے لئے فوراً روانہ کرو تا کہ مختار اور ابراہیم سے انتقام لیا جائے۔ قاصد کو نہایت تاکید سے روانہ کیا جب مصعب کا نامہ عبداللہ کے پاس پہنچا اس نے کچھ التفات نہ کی کیونکہ ان ایام میں طائف اور یمن کے باشندے عبداللہ بن زبیر سے لڑائی میں مصروف تھے نامہ کو پڑھ کر اس کے جواب میں لکھا کہ میں خود مغلوب ہو رہا ہوں اس موقع پر میں اپنی سپاہ کو جدا نہیں کر سکتا اگر ولایت عراق کی خواہش ہے تو خود کوشش کر میری طرف سے کچھ امید نہ رکھ اگر تجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا تو مکہ کو چل دے جب میں اس کام سے فارغ ہوں گا مل جل کر عراق لینے کی فکر کی جائے گی۔ یہ لکھ کر خط کو چلتا کیا جب یہ خط مصعب کے پاس پہنچا اس کو پڑھ کر نہایت غصہ ہوا فوراً ایک اور خط عبدالملک بن مروان کے نام لکھا اور دمشق کو بھیجا مضمون یہ تھا کہ میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ ایک خارجی نے ہم پر عراق سے خروج کیا نام اس کا مختار بن عبیدہ ثقفی ہے اس نے ابوتراب کے شیعوں کو جمع کیا اور میرے مقابلہ کو بھیجا اس کی سپاہ نے ہم پر ظفر پائی اب میں آپ سے ملتجی ہوں کہ میری امداد کیجئے اور سپاہ بھیجئے تا کہ کوفہ اور عراق کو پھیر لوں خطبہ اور سکہ تمہارے نام کا جاری کر دیا جائے گا میں تمہارا تابعدار رہوں گا جب یہ خط عبدالملک پسر مروان کے پاس پہنچا بہت خوش ہوا کیونکہ سکہ و خطبہ اس کے نام کے جاری کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس نے مصعب کے خط کے جواب میں لکھا کہ تو ہرگز غمزدہ نہ ہو اور دغدغہ کو اپنے دل میں راہ نہ دے بصرے میں ٹھہرا رہ ستر ہزار مرد جنگی تیرے پاس روانہ کرتا ہوں تا کہ ہوا خواہان ابوتراب کا مقابلہ کریں۔ اور تیرے دشمنوں کو روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑیں جب مصعب نے نامہ پڑھا تو بہت خوش ہوا اور فوج کا منتظر رہا پھر ایک اور خط پسر زیاد کے نام لکھا جس میں عبداللہ بن مطیع کے مرنے کی خبر دی تھی کیونکہ ان دونوں میں دوستی تھی اور اس بات پر بہت زور دیا کہ ابراہیم نے اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اس کا سر نیزے پر رکھ کر کوفہ کو لے گیا جب یہ خط عبیداللہ پسر زیاد کے پاس پہنچا پڑھتے ہی دنیا اس کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گئی اور تمام بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالے چند روز اس کی تعزیت میں بیٹھا رہا پھر عبدالملک پسر مروان کے نام نامہ لکھا کہ اے بھائی تو ذرا دیکھ تو کہ ابوتراب کے دوستوں نے مجھ کو کیا صدمہ پہنچایا ہے۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں کہ ایک لشکر عظیم فراہم کروں مختار اور ابراہیم سے عبداللہ بن مطیع کے خون کا انتقام لوں اور ان کا سر کاٹ کر مکہ کو روانہ کروں جیسا کہ حسین بن علی کا سر یزید کے پاس بھیجا تھا۔ جب پسر زیاد کا خط عبدالملک بن مروان کو پہنچا اس نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم اپنی جگہ پر قیام رکھو۔ میں یہاں سے سپاہ کو روانہ کرتا ہوں اس کے بعد عبدالملک مسجد میں گیا اور سرداروں کو طلب کیا منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا بعد ازاں یہ کہا کہ اے لوگو خبردار ہو جاؤ کہ ایک شخص نے کوفہ میں خروج کیا ہے مختار اس کا نام ہے اس نے تمام دنیا کو پریشان کر دیا اور خدا کے بندوں کو قتل کرتا ہے تم میں کون ایسا شخص ہے کہ لشکر کی سپہ سالاری

اختیار کرے اور کوفہ کو جائے اور مختار اور ابراہیم کا سر میرے پاس بھیجے جو شخص ایسا کرے گا اس کے صلہ میں اسی کو کوفہ دے گا اس جہان میں سلطنت کرے گا اور اس جہان میں ہمیشہ کے لئے بہشت میں داخل ہوگا۔ عامر بن ربیعہ کہ برادرزادہ عبدالملک بن مروان تھا اٹھا کہا کہ اے امیر تو جانتا ہے کہ میں دل و جان سے کسقدر اہل بیت ابوتراب کا دشمن ہوں میرے سوائے اس کام کے لائق اور کوئی نہیں ایک آدمی کو بھی خارجیوں سے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ مختار کا سر کاٹ کر تیرے پاس بھیجوں گا عبدالملک بن مروان کا جنا بہت خوش ہوا اور کہا تو میرے بھائی کا یادگار ہے خدا تیرا مددگار ہو چیو۔ پس نقیبوں کو حکم دیا کہ لشکر کو فراہم کریں، خزانے کھولدیئے سپاہیوں کو درہم و دینار دے کر خوش کیا اور افسران فوج عراق کو ستر ہزار سوار دیکر ابن ربیعہ کے سپرد کیا اور حکم دیا جلد جاؤ اور کوفہ جاکر قیام کرو اور جو کچھ تم سے بن آئے کمی نہ کرنا تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑنا عامر نے کہا میں نے سن لیا ہے اور اطاعت قبول کی۔ پس وہ سپاہ جرار دمشق سے چل کر کوفہ پہنچی چاروں طرف کی ناکہ بندی کر دی تاکہ کوئی خبر کوفہ تک نہ پہنچے جب دس فرسخ کوفہ رہا تو ایک جاسوس کو بھیجا تاکہ خبر لائے مختار فوج مخالف کے آنے سے بالکل بے خبر تھا مختار کی یہ عادت تھی کہ وہ ہمیشہ چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر سوار ہوتا اور کوفہ سے باہر جاتا اور ایک گھنٹہ وہ گشت کرتا بعد ازاں کربلا کی طرف اپنا منہ کر کے یہ کہتا السلام علیک یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور لوٹ آتا ایک روز حسب عادت معہودہ کوفہ سے باہر نکلا اتفاقاً ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک اونٹ پر سوار ہے غیر معروف راستے کوفہ کی طرف آرہا ہے جب مختار نے اس کو تیز رفتار دیکھا حکم دیا اس سوار کو میرے پاس لاؤ۔ وہ سوار مختار کے پاس حاضر کیا گیا مختار نے کہا کہ اے عرب کہاں سے آتا ہے اور کس جگہ کا قصد ہے وہ مرد مارے خوف کے کانپنے لگا اور کچھ جواب نہ دیسکا مختار نے کہا اے مرد تجھ کو کیا ہوا جو کلام بھی نہیں کر سکتا اس نے کہا اے سردار میں اپنے قبیلے سے آتا ہوں کوفہ میں میرے دوست اور قرابت مند بہت ہیں ان سے ملونگا مختار نے مسکرا کر کہا کہ سچ سچ بیان کر ورنہ میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ تیری گردن ماری جائے وہ بولا کہ اے سردار میں قبیلہ بنی ازد سے عراقی ہوں عبدالملک بن مروان نے عامر بن ربیعہ کو ستر ہزار سوار دے کر تمہارے ساتھ لڑنے کو بھیجا ہے اور وہ کوفہ سے دس فرسخ پر قیام پذیر ہے اس لشکر میں بزرگان بنی ازد سے طلحہ نامی ایک شخص ہے اس نے مجھکو ان ازدیوں کے پاس بھیجا ہے جو تمہارے لشکر میں ملازم ہیں تم ہشیار ہو جاؤ کیونکہ عبدالملک بن مروان نے حکم دیا ہے کہ کسی بنی ازد سے رحم نہ کیجیو مختار نے جب یہ سنا تو کہا کہ اے شخص میرے لشکر میں کوئی ازدی نہیں پھر نقیبوں کو طلب فرما کر دریافت کیا کہ میرے لشکر میں کوئی ازدی ہے انھوں نے عرض کیا کہ ایک شخص ہے مختار نے اسی وقت کسی کو بھیج کر اس کو طلب کیا جب وہ حاضر ہوا تو پوچھا کہ اے مرد کیا تیرا نام میرے دفتر میں لکھا ہے اس نے عرض کی نہیں پھر فرمایا میں نے کبھی تجھ کو کسی معرکہ میں بھیجا ہے جواب دیا کہ میں کبھی نہیں گیا مختار نے کہا تو اپنے گھر جا اور جس جگہ تیرا دل چاہے جا۔ کیونکہ میرا تجھ سے

کچھ تعلق نہیں اور اس شتر سوار ازدی کو خلعت فاخرہ سے ممتاز کر کے فرمایا اب کیا ارادہ ہے اس نے کہا کہ میں اب اپنے لشکر کو واپس جاتا ہوں اور طمع سے ہٹتا ہوں کہ مختار کے لشکر میں صرف ایک مرد ازدی تھا۔ اس کو میرے روبرو علیحدہ کر دیا کہ اس کی طرف سے بھی بے فکر ہو جائے پھر مختار نے کہا کہ اگر عامر پسر ربیعہ تجھ سے دریافت کرے کہ مختار کے پاس کس قدر سوار ہیں اس وقت تو کیا جواب دے گا اس نے کہا کہ میں ایک لاکھ بتاؤں گا مختار نے کہا کہ ہرگز ہرگز جھوٹ نہ بولنا کیونکہ راستی میں نجات ہے جھوٹ بولنا خائن کا کام ہے اس نے کہا پھر کیا کہوں مختار نے کہا کہ ۳۰ ہزار موجود ہیں منجملہ اس کے چودہ ہزار ابراہیم کے سپرد ہیں اور سولہ ہزار خاص مختار کے سپرد ہیں اعرابی نے کہا ایسا ہی کہوں گا یہ کہکر لوٹ گیا اور عامر کے لشکر میں پہنچا۔ عامر نے کسی کو بھیجکر بلایا کہا سپاہ عراق کی کیا خبر ہے اعرابی نے کہا جب میں کوفہ میں پہنچا تو مختار کو دیکھا کہ اس کے پاس تیس ہزار سوار ہیں ان میں چودہ ہزار ابراہیم کو دے رکھے ہیں اور سولہ ہزار اپنے لئے مخصوص کر رکھے ہیں۔ مجھ کو لوگ گرفتار کر کے مختار کے پاس لے گئے اور وہ سب سرگذشت بیان کی جو مختار میں اور اس میں گفتگو ہوئی تھی اور یہ بھی عرض کیا کہ ایک مرد ازدی مختار کی سپاہ میں تھا اس کو علیحدہ کر دیا۔ عامر نے کہا کہ چودہ نفر ازدیوں نے جو ہمنشین مختار ہیں میرے پاس پوشیدہ خط بھیجے ہیں اور لکھا ہے کہ لڑائی کے روز ہم مختار کو گرفتار کر کے تمہارے سپرد کر دیں گے کیونکہ اس نے ہمارے چچا زاد بھائی کو قتل کیا۔ اگرچہ ہم بظاہر یہاں ہیں مگر فی الباطن ہم تمہارے ہی طرفدار ہیں از انجملہ کثیر بن نافع و ربیعہ بن قیس و عمرو بن مسافر بن ہلال وغیرہ سب کا نام لیا اور کہا یہ چودہ آدمی بزرگان لشکر مختار و دشمنان علی ابن ابیطالب میں سے ہیں اور ہمیشہ مختار کے مار ڈالنے کی فکر میں رہتے ہیں مگر موقع نہیں ملتا جس روز ہمارا لشکر یہاں اترا اسی روز چودہ سرداروں نے پوشیدہ خط بھیجے تھے اور لکھا تھا کہ ہم لڑائی کے روز مختار کو گرفتار کر کے تمہارے پاس لائیں گے اس کے بعد عامر نے کہا کہ تجھ سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو خط میں تجھ کو دوں مختار کے لشکر میں جا کر ان چودہ ازدیوں کو پہنچا دے۔ اعرابی نے کہا میں بیشک پہنچا سکتا ہوں مجھ کو اپنے مرنے کا غم نہیں مگر کسی طرح تمہاری مراد حاصل ہو جائے۔ البتہ ایک بات کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ مختار کو تمہارے آنے کی خبر مل چکی ہے وہ مستعد جنگ و پیکار ہے روز مرہ کوفہ سے نکل کر گشت کرتا ہے اور جابجا پہرہ لگا ہوا ہے مجھ کو اندیشہ ہے کہ مختار کے لوگ مجھ کو پکڑ کر لے جائیں اور دریافت کریں کہ تیرے یہاں آنے کی کیا وجہ ہے البتہ میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک کام کو آیا ہوں۔ اگر تلاشی میں یہ خط میرے پاس سے نکل آیا تو میرا اور میری قوم کے لوگوں کا بھیجا نکالیں گے عامر نے کہا تو اندیشہ مت کر میں تجھ کو ایک مکر سکھلاتا ہوں تو مجھ سے ہزار دینار اور بارہ درہم لے اور اپنے لئے کسی جگہ رکھ دے اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر اونٹ پر سوار ہو لے جب کوفہ کے نزدیک پہنچے تو اونٹ کو کسی کے سپرد کر دینا اور سر و پا برہنہ چلنا شروع کر دینا۔ جب راستوں کے چوکیدار تجھ کو پکڑ کر مختار کے پاس لے جائیں وہ تجھ سے

پوچھے گا کہ کیا معاملہ پیش آیا جو ایسی جلدی لوٹ آیا تو کہہ دیجیو کہ جب عامر نے مجھکو آپ کی خلعت عطیہ پہنے ہوئے دیکھا تو نہایت ہی غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ او رافضی تو نے کس لئے رافضی کی دی ہوئی خلعت کو پہنا اگر تو اس کا مذہب نہ اختیار کرتا وہ ہرگز تجھ کو خلعت نہ دیتا لہٰذا جو کچھ تم نے مجھکو دیا ہے لے لو وہ میرے قتل کا حکم دیتا تھا مگر قوم بنی انبار نے میری مدد کی تب اس نے مجھ کو عفو کیا ہے وہاں سے بھاگ کر تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تیری خدمت میں رہوں پھر یہ مخفی خط ان چودہ آدمیوں کو پہنچا دینا دوسرے روز وہ مختار کا کام تمام کر دیں گے میں تجھکو دولت سے مالا مال کر دوں گا اس نے کہا آپ نے خوب تدبیر سمجھائی عامر نے ایک خط ان چودہ ملعونوں کے نام لکھا جو مختار کے پاس ملازم تھے اس خط کا یہ مضمون تھا کہ تمہاری اولاد اور عورتیں میری پناہ میں ہیں مگر تم کو لازم ہے کہ جو وقت دونوں لشکروں کا مقابلہ آپڑے مختار کے ٹکڑے کر دینا اور میرے پاس چلے آنا میں تم کو خلعت اور روپیہ اور ولایت مروان سے دلواؤں گا اور جب مختار مارا جائے گا تمام خزانہ کا روپیہ وغیرہ جو اس کی ذات سے متعلق ہے وہ سب تمکو دیا جائے گا۔ خط کے خاتمہ پر مہر کی اور اس اعرابی کو دیا۔ اعرابی نے پرانے کپڑے پہنے اور اونٹ پر بیٹھ کر چلدیا کوفہ کے پاس پہنچکر اونٹ کو ایک جگہ ٹھہرا دیا اور وہ پیادہ کوفہ کی طرف چلا مختار حسب عادت معہودہ گشت کے لئے شہر کے باہر آیا ہوا تھا دور سے ایک سپاہی کو دیکھتے ہی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا تحقیق تو کرو یہ کون ہے۔ جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی اعرابی ہے کہ پہلی دفعہ مختار کے سامنے پیش ہوا تھا دوبارہ پھر لا کر پیش کیا ملازموں نے عرض کیا یہ وہی مرد ہے جس کو حضور نے خلعت سے ممتاز فرمایا تھا مختار اعرابی کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تجھ پر کیا آفت آئی جو اس حال سے لوٹ کر آیا اعرابی نے وہ سب سرگذشت جو عامر نے اس کو تلقین کی تھی مختار سے عرض کی مختار نے فرمایا تو بے فکر رہ میں ان نامردوں میں سے نہیں کہ جو امیدواروں کو ناامید کرتے ہیں پھر حکم دیا کہ پندرہ ہزار دینار پانچ ہزار درہم مع بیس جوڑوں کے دیے جائیں بعد عطائے خلعت وزر ارشاد کیا کہ خواہ تو میرے پاس رہے یا کسی اور جگہ جہاں دل چاہے چلا جا۔ اعرابی نے جب اس قدر احسان مختار کا دیکھا اپنے دل میں سوچا کہ یہ جہان فانی ہے اور اس جہان کو ہمیشہ کے لئے بقا ہے مجھ کو بالکل یقین ہو گیا کہ یہ مومنوں کی سپاہ ہے اور وہ منافقوں کی فوج کیونکہ اس لشکر میں نماز روزہ اور توحید باری کا ذکر پاتا ہوں وہ سب کے سب خدا و پیغمبر اور دوازدہ امام اور چہاردہ معصوم کے قائل ہیں شامیوں میں سوائے شراب پینے کے اور زنا کاری کے نہ نماز کا ذکر ہے نہ روزہ کا چرچا پھر کس لئے مختار سے فریب کرنا چاہئے پہلے وہ کچھ میرے ساتھ عنایت کی دوبارہ حاضر ہوا تو اس قدر عطایات سے مالا مال کیا پس آگے بڑھ کر مختار سے عرض کی کہ اے امیر میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں حکم دیا اچھا کہو اعرابی نے جو کچھ عامر کی زبانی ابتدا سے انتہا تک سنا تھا سب مفصل و مشرح کہہ سنایا اور یہ بھی گذارش کیا کہ میں نے یہ سب حقیقت دنیا ہی کیلئے نہیں عرض کی بلکہ ثواب آخرت میرا مقصود ہے پھر عامر کے خطوط نکال کر پیش کئے مختار نے ان کو پڑھا اور اعرابی

کو دعائیں دیں اور گھوڑے سے نیچے اتر کر جناب باری کا شکر یہ ادا کیا جو کچھ اعرابی سے سنا تھا سب ابراہیم سے کہا اور کل خط دکھائے اس نے سر ہلایا پھر دونوں اپنی نشستگاہ کو تشریف لے گئے اور چودہ منافق بھی مختار کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کا یہ قاعدہ تھا کہ جب مختار کسی جگہ چلتا تو وہ بھی ساتھ ساتھ جاتے اور جب وہ کھڑا ہوتا تو یہ بھی کھڑے ہو جاتے۔ مختار کو فکر لاحق ہوئی کہ یہ آزمائش کرنی چاہئے کہ جو کچھ میں نے سنا ہے وہ بات ان کے دل میں ہے یا نہیں مختار نے پہلے اپنے ہتھیار اتارے اور صرف ایک لباس سے کھڑا ہو گیا ابراہیم کو حکم دیا کہ تم بھی اپنے ہتھیار علیحدہ کرلو اس نے بھی ویسا ہی کیا مگر وہ چودہ آدمی جان گئے کہ اس حرکت سے مختار کی کیا مراد ہے پھر سپاہ کو حکم دیا کہ اپنے ہتھیار علیحدہ سب نے تعمیل حکم کی مگر ان چودہ آدمیوں نے ہتھیار نہ اتارے مختار نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ وہ بات کھل جائے کہ فی الحقیقت یہ چودہ آدمی ایسے ہیں اور ان کے خون کا مظلمہ گردن پر نہ رہے جب بخوبی دیکھ لیا کہ یہ مطیع و فرمانبردار نہیں اس وقت ایک حربہ جو اس کے ہاتھ میں تھا ہلایا مختار کے ہوا خواہاں جان گئے کہ یہ از دی لوگوں کو قتل کریگا مختار نے منجملہ ان چودہ آدمیوں سے ایک مرد کے سینہ پر نیزہ مارا کہ اس کی پیٹھ سے نکل گیا اسی طرح اوروں کو قتل کیا سپاہ پر نہ کھلا کہ کس لئے ایسا کیا گیا ابراہیم چونکہ ایک مرد پر ہیزگار تھا اس نے کہا اے امیر جب تک ان کا گناہ ثابت نہ ہو لیتا ان کا قتل واجب نہ تھا مختار ابراہیم کا ہاتھ پکڑ کر ایک شخص کے پاس لایا جو ان میں سے زندہ تھا اور کہا کہ اب مختار اپنی حرکت سے نہایت پشیمان ہے تو سچ سچ یہ کہہ کہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ پشیمان ہو یا نہ ہو ہمارا قطعی ارادہ تھا کہ مختار کو قتل کریں لیکن اس نے پیشدستی کی اپنی جان کو سلامت رکھا ابراہیم نے کہا کہ اس کا کیا سبب تھا وہ مردود بولا کہ ہم سب کے سب علی اور اس کی اولاد کے دشمن ہیں ابراہیم نے یہ سنتے ہی خنجر کھینچا اور اس کو واصل جہنم کیا۔ مختار ابراہیم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے جان برادر تم نے سن لیا میں نے ان کو ناحق نہیں قتل کیا یہ کہکر خدائے عزوجل کا شکر یہ ادا کیا اعرابی کو اپنے پاس بلا لیا سپاہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے جوانمردو جو تم میں سے میرا دوست ہے لازم ہے کہ جو کچھ جس سے بن آوے اس اعرابی کو دے پہلے سب سے ابراہیم نے سبقت کی دو ہزار دینار اور دو ہزار درہم دیئے اور ہر ایک شخص نے جسقدر اس سپاہ میں ملازم تھے جو کچھ جس کسی سے ہو سکا دیا حتیٰ کہ وہ مرد از دی کپڑوں اور روپیوں کے ڈھیر میں چھپ گیا مختار نے کہا اے بھائی جان اس کو لیجئے اور جس طرف آپ کا دل چاہے تشریف لے جائیے اعرابی نے کہا کہ اے سردار مجھکو شہید کربلا کی قسم میں اس کے مال میں سے ایک حبہ بھی نہ لونگا۔ سب مدینہ منورہ کو حضرت امام حسینؑ کی اولاد کے پاس بھیجدیجئے میرے لئے اسی قدر عطیہ کافی ہے جو پہلے آپ نے مجھکو دیا تھا اور یہ بھی عرض کیا کہ میری ایک اور حاجت ہے بشرطیکہ آپ اس کو قبول فرمائیں مختار نے فرمایا کہو کیا حاجت ہے کہا میری یہ آرزو ہے کہ میں عامر کو گرفتار کر کے آپ کے سپرد کر دوں مختار نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس نے کہا آپ میرے ساتھ اس ملعون کے لشکر تک تشریف لے چلیں اور ایک تیر کے فاصلہ پر اس کے لشکر سے قیام فرمائیں میں تنہا جا کر اس سے کہونگا کہ جس جماعت کے نام تم نے عریضہ بھیجا تھا وہ خط میں نے اس گروہ کو پہنچا دیا

انھوں نے منجملہ اپنے زمرے کے ایک آدمی کو میرے ساتھ کر دیا ہے تو اس کے سامنے عہد و پیمان مستحکم کر کے حلف اٹھائے کہ میں تجھ سے عہد شکنی نہ کروں گا اور نہ بیوفائی سے پیش آؤں گا اور جب مختار کو ہم قتل کر ڈالیں اپنے عہد کو پورا کرو بھیجو وہ آدمی لشکر سے باہر کھڑا ہے یہاں نہیں آسکتا بلکہ اس کی یہ خواہش ہے کہ آپ اس کے پاس چلیں اس جلسے آپ کے پاس سے آؤں گا اب جو آپ کی رائے ہو مختار نے کہا کہ تو نے بات تو ٹھکانے کی کہی مگر میرے نزدیک قرین مصلحت نہیں کہ تیرے ساتھ چلوں کیونکہ ان کا طلایہ ہر شب یہاں پھرا کرتا تھا اور تمام عراق اور شام کے لوگ مجھ کو پہچانتے ہیں ممکن نہیں کہ مجھ سے لڑائی نہ ہو اعرابی نے کہا اے امیر تعجب کی بات ہے کہ میں نے تو یہ امر بہ سبب اخلاص کہا اور آپ کے نزدیک وہ قرین مصلحت نہیں مختار نے اسکو وعادی اور شہر کوفہ میں داخل ہوا۔ ابراہیم اس مرد ازدی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا حکم دیا کہ کھانا لاؤ جب کھانا نوش کر لیا باہم باتیں ہونے لگیں جب نماز شب سے فارغ ہوئے کہا اے برادر مختار سے جو تم نے بات کہی تھی اس کا سر انجام ہونا آسان نہیں وہ لشکر میں نہیں جا سکتا میں تیرے ساتھ چلتا ہوں جو کچھ تم ان کے ساتھ کرتے وہ میرے ساتھ کیجیو اعرابی نے کہا اچھا چلئے تیار ہو جائیے دیکھئے تو ہی میں کیسا مکر پھیلاتا ہوں۔ ابراہیم اٹھا اور ازدیوں کا سا لباس پہنا تلوار گلے میں ڈالی اور اونٹ پر سوار ہو کر شہر سے باہر نکلا شامیوں کا لشکر جا لیا ازدی نے کہا تم یہیں ٹھہر جاؤ میں عامر کو تمہارے پاس لاتا ہوں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ طلایہ کی ایک جماعت ان کے پاس آئی پوچھا کہ تم کون ہو ازدی ان کے پاس گیا اور کہا کہ میں تمہارے رفیقوں میں سے ہوں مجھ کو قاصد کر کے بھیجا تھا انھوں نے اسکو پہچان لیا پھر جماعت طلایہ نے سوال کیا کہ دوسرا آدمی کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میرا چچا زاد بھائی ہے کوفہ سے میرے ساتھ آیا ہے جماعت طلایہ نے کہا تو ہم کو تو ہمارے سردار کا یہ حکم ہے کہ اگر تم کسی اعرابی کو دیکھیو تو اس کو ہمارے پاس لے آؤ ہم امیر سے یہ امر پوشیدہ نہیں رکھ سکتے دونوں کو عامر کے پاس لے گئے اور عرض کیا اے سردار یہ مرد جو کوفہ گیا تھا لوٹ کر آیا ہے اور ایک اور شخص کو اپنے ہمراہ لایا ہے مگر ہم نہیں پہچانتے کہ وہ کون آدمی ہے عامر نے کہا دونوں کو پیش کرو بموجب حکم پیش کئے گئے ابراہیم نے دعا کی کہ خداوندا تجھ کو ہر ایک کی نیت کا حال معلوم ہے تو بخوبی جانتا ہے کہ میرا مقصد یہاں آنے سے کیا ہے میں اپنے تئیں تیرے سپرد کرتا ہوں یا ارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین۔ عامر ظالم نے جب اس کو دیکھا پہچان لیا اور عمامہ اس کے سر سے اتار کر کہنے لگا کہ اے پسر اشتر اب تو میرے دام میں آ پھنسا اور اس مرد ازدی نے تجھ کو بغرض قتل پیش کیا ابراہیم نے کہا میں تیرے قتل کے لئے آیا ہوں اور پروردگار عالم سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری حاجت کو روا کریگا عامر نے کہا کہ میں پہلے اس سے کہ تو میرے قتل کا ارادہ کرے تجھ کو ذبح کروں گا۔ پھر اسی وقت جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ ان دونوں کے سر اڑا دے جلاد نے پوچھا پہلے کس کی گردن ماروں عامر نے کہا کہ اسی ابراہیم کی۔ اسی اثنا میں عامر کا ایک ہمنشین آنکلا۔ اور جلاد کی طرف دیکھ کر چیخا کہ او جلاد ہاتھ کو ٹھیرا لے میں ابراہیم کے بارے میں کچھ بات کہنا چاہتا ہوں عامر جلاد سے بولا۔ ذرا

صبر کریں سناؤں کہ یہ کیا ہے اس کے ہمنشین نے کہا کہ اے سردار ابراہیم ایک مرد زبردست ودلاور عراق اور شام کے درمیان کمال شہرت رکھتا ہے آج کی شب اس کا مارنا مناسب نہیں اگر آج کی شب تو اسے قتل کریگا تو کوئی بات کو قبول نہ کرے گا تو نے ابراہیم بن مالک اشتر کو قتل کیا اگر حکم ہو تو آجکی شب اسکو زیر حوالات رکھیں دن چڑھے تمام لشکر اسلام حاضر ہوگا اسوقت ابراہیم کے قتل کا حکم دینا فوراً قتل کیا جائیگا اگر مناسب ہوگا تو ازدی کے لئے بھی حکم قتل دینا پھر خوب شادیانے بجانا اور سر عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجنا جب مختار اور قوم اس کا لشکر سنے گا سب کے حوصلے پست ہوجائیں گے عامر نے سنکر کہا تیری رائے مناسب ہے پھر ایک دربان کو جو ہزار سوار کا سردار تھا طلب کیا اور ابراہیم اور ازدی کو اس کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ ان دونوں کی اچھی طرح حفاظت رکھنا اس نے کہا میں نے آپ کا ارشاد سنا اور اطاعت قبول کی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آپنے فرمایا عامر نے ابراہیم سے کہا کہ اے پسر اشتر تیری عمر میں ایک رات باقی رہ گئی ہے ابراہیم نے کچھ بھی جواب نہ دیا دربان دونوں کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور آٹھ میخیں آہنی گڑوا کر دونوں کو خوب مستحکم باندھ دیا اور طوق اور بیڑی پاؤں اور گردن میں پہنادی اور ہزار جوان پہرے کے لئے مامور کئے تاکہ ان کی حفاظت کریں جب ایک گھڑی رات گذری سب کے سب سو گئے ابراہیم قرآن خوانی میں مصروف تھے اور مرد ازدی کو رونے سے فرصت نہ تھی۔ ابراہیم نے کہا مرد ہوکر روتا ہے اپنے خدا کو یاد کر تو نے میرا دل جلا دیا۔ خدا تعالی سے ناامید مت ہو اگر ہماری زندگی میں سے کچھ حصہ باقی ہے تو ہم ضرور جئیں گے اگر باقی نہیں تو شہید ہوکر درجۂ شہادت پائیں گے مرد ازدی نے کہا البتہ ناامید تو نہ ہونا چاہئے اور دعا مانگنے لگا۔ ابراہیم سورۂ ہل اتی پڑھنے لگا بعد ازاں ازدی سو رہا مگر صرف گھڑی بھر سویا ہوگا کہ یکایک چونک پڑا۔ اس وقت اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا (آپ کی بدولت) تین بار یہی کلام ازدی کی زبان سے نکلا۔ ابراہیم اس وقت بیدار تھے۔ انھوں نے جب یہ کلمات سنے تو حیران ہوکر پوچھا کہ بھائی یہ تم کس سے باتیں کررہے تھے ازدی نے جواب دیا کہ حضرت امام انام جناب سید الشہداء سے میں نے یہ کلمات عرض کئے تھے اسوقت جب میں سو گیا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان آدمی جو بڑے خوبصورت ہیں عمدہ اور پاکیزہ لباس پہنے میرے پاس تشریف لائے ہیں اور انھوں نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ازدی بھائی تو اپنے دل میں کچھ غم نہ کھا اور ابراہیم کو میری جانب سے سلام کہنا اور یہ کہدینا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ میں تم کو قید سے نجات اور رہائی دلواؤں مگر جلد تم کو خلاصی نصیب ہوگی اور میں حسین ابن علیؑ شہید کربلا ہوں یہ ارشاد فیض بنیاد سنکر میں نے اسی عالم خواب میں ان سے عرض کیا کہ (یا ابن رسول آپ کی بدولت) بعد اس کے میری آنکھ کھل گئی اس خواب کا حال سنکر ابراہیم نہایت خوش وخورم ہوئے اور کہنے لگے کہ اے بھائی امام نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے اتفاقاً جو شخص ان کا نگراں اور محافظ تھا وہ بھی اس وقت جاگ رہا تھا ابراہیم اور ازدی کے مابین جو گفتگو ہوئی تھی وہ مفصل اس نے بھی سنی تو وہ اپنے دل میں کہنے

لگا کہ مجھ پر تف ہے اور افسوس ہے کہ کل کے روز جب قیامت برپا ہوگی اور خدا اور اس کا رسولؐ اور حضرت علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنین علیہم السلام گویا میرے مدعی ہوں گے تو میں ان کو کیا جواب دونگا۔ اگر حضرات موصوفین مجھ سے یہ سوال کریں گے کہ ہم نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی کہ تو نے ہمارے دشمنوں کی اعانت کی اور ان کو ہماری ایذا رسانی میں مدد پہنچائی اور ہمارے دوستوں کی خوں ریزی اختیار کی اس وقت میں کیا عذر پیش کر سکتا ہوں اس خیال نے اس کے دل و دماغ میں ایک عجیب طور سے گردش کی اور جوش دلی اور اتقان قلب کے ساتھ وہ شخص حاجب کھڑا ہوگیا اور ان دونوں نظربندان کے پاس آن کر خیمہ میں جاکر ابراہیم سے کہنے لگا کہ اے سردار اس وقت سے قبل میں تم سے زیادہ پردۂ دنیا پر کسی کو اپنا دشمن نہیں رکھتا تھا۔ یعنی آپ کے برابر کسی سے مجھے اس سے پہلے دشمنی نہ تھی اور اب آپ سے زیادہ عالم میں اور کسی کو عزیز نہیں رکھتا ہوں، میں خوف خدا سے سخت ترساں اور لرزاں ہوں، اور میں نے مصمم قصد اور عزم کر لیا ہے کہ میں تم کو رہا کر دوں کہ جہاں تمہارا جی چاہے بلا دغدغہ یہاں سے چلے جاؤ مگر اور پاسبان اور محافظ جو یہاں سوتے ہیں ان سے مجھے اندیشہ ہے اور میں ان سے ڈرتا ہوں ابراہیم نے جواب دیا کہ اے بھائی تم ہم کو رہائی دیدو اور اس قید کے بند کو کھولدو یقین ہے کہ تمہارا یہ عمل گناہان سابق کا کفارہ ہو جائے کیونکہ خداوند کریم غفور الرحیم ہے اور تم کو کوئی اندیشہ یا کسی بات کا غم اور خوف نہ کرنا چاہیے یہ سنکر اس محافظ حاجب نے زمین سے میخیں جس میں ان کی زنجیریں بندھی ہوئی تھیں نکال لیں اور طوق و زنجیر ان کے بدن سے اتار کر ان کو علیحدہ علیحدہ ہتھیار دیدیئے اور یہ کہنے لگا کہ اب تم نہایت جلد یہاں سے چلے جاؤ اور اسی وقت یہاں سے رخصت ہو تاکہ میں نے جو کچھ تدبیر اس باب میں سوچی ہے اس کا عملدرآمد شروع کر دوں ابراہیم نے آزاد ہو کر اس کو دل سے دعا دی اور یہ کہا کہ بھائی یہ تکلیف جو تم نے ہم لوگوں کے واسطے گوارا کی ہے ہرگز ضائع نہ جائے گی اس کا ثمرہ اور نتیجہ دنیا و آخرت میں ضرور ملے گا۔ ابراہیم اس دعا اور گفتگو کے بعد ازدی کا ہاتھ میں ہاتھ لے کر دشمن کے لشکر سے باہر نکلا اور وہاں سے بھاگنا شروع کیا اور جب اس حاجب کو یہ یقین ہوگیا کہ یہ لوگ دس بارہ کوس نکل گئے ہوں گے تو اس نے غل مچا دیا کہ اے اہل شام ہمارے قیدی خدا جانے ایسی بڑی حراست اور نگرانی اور نظر بندی میں سے کس طرح بھاگ گئے اک ذرا ہوشیار ہو کر ان کو تلاش تو کرو حاجب کے اس غل سے اور سپاہی جو ابراہیم اور ازدی کے محافظ اور نگراں تھے وہ بھی بھاگ گئے اور عامر کے تمام لشکر میں غلغلہ پڑ گیا کہ ابراہیم اور اس کا رفیق ازدی چالاکی کر کے ایسی قید شدید سے صاف نکل گئے۔ اس وقت تمام لشکر میں ایک حیرت پیدا ہوگئی تھی اور ہر طرف ان کی گرفتاری کے لیے لوگ دوڑ پڑے خود عامر سوار ہو کر حاجب کے دروازے پر آیا اور اس سے استفسار کرنے لگا کہ یہ لوگ کس طرح بھاگ گئے حاجب نے کہا کہ یا امیر کیا عرض کیا جائے یہ دونوں قیدی رات بھر روتے رہے تھے کیونکہ ان کی مشکلیں اور

بند میں نے نہایت سخت کس دیئے تھے مگر خدا جانے پھر کیا سبب ہوا کہ یہ روتے روتے چپ ہو گئے مجھے خیال ہوا کہ شاید اب ان کو نیند آ گئی ہو گی مگر میں احتیاطاً ان کی حالت دریافت کرنے کے لئے جو خیمہ کے اندر گیا تو ان کا تمام و نشان بھی نہ پایا مجھے اس واقعہ سے سخت حیرت ہوئی اور اس وجہ سے زیادہ تعجب تھا کہ ان کے بند جو اسقدر سخت میں نے باندھے تھے کس نے کھولدیئے اس تقریر کے بعد حاجب نے عامر کو یہ خیال دلایا کہ حضور ہو یا نہ ہو یہ کام اسی آپ کے مصاحب خاص (ندیم) کا ہے کہ جس نے کل آپ کو ان کے قتل کرنے سے باز رکھا تھا اگر وہ مارڈالے جاتے تو ہم کو سب خدشوں اور خطروں سے نجات حاصل ہو جاتی عامر نے حاجب کی اس تقریر پر کہا کہ بیشک تمہارا یہ خیال بہت صحیح ہے یہ اس ندیم کا سارا کام ہے اور پھر ندیم کو بلا کر اس سے کہنے لگا کہ اے شخص تو نے ہم لوگوں سے فریب اور دغابازی کی اور علیؑ کے دوستوں کا تو دوست معلوم ہوتا ہے ادہر آ کر سب حال سچ سچ بیان کر کہ تو ان دونوں کو کہاں لے گیا اور ہماری قید سے چھڑا کر ان کو تو نے کس جگہ پہنچا دیا ہے۔ عامر کے اس استفسار پر اس ندیم نے ہر چند سخت قسمیں کھائیں اور ہر طرح عامر کو یہ یقین دلایا کہ نہ تو مجھکو واقعہ دیروزہ سے بالکل اطلاع ہے اور نہ ان دونوں کا ذرا بھی حال مجھکو معلوم ہے مگر یہ جواب بالکل بے فائدہ تھا کیونکہ عامر کو کسی طرح اس کی بات کا یقین نہ آیا اور فوراً اس ندیم کی گردن ماری گئی اور اسوقت عامر اپنی کل فوج کو ہمراہ لیکر اس صحرا کو روانہ ہوا اور ہر ایک موقع پر ابراہیم کی تلاش میں بہت سرگردانی اور کوشش اس نے ظاہر کی، ادہر ابراہیم کا حال سنئے کہ وہ ازدی کو اپنے ہمراہ لئے اپنے لشکر کو جا رہا تھا اتفاق سے اسی اثنا میں انھوں نے دور سے کچھ گرد و غبار اٹھتے ہوئے دیکھا قرینہ سے انھوں نے خیال کیا کہ عامر کا لشکر ہماری تلاش میں اور تعاقب میں آ رہا ہے ازدی نے ابراہیم سے کہا کہ میں تو بادیہ کی راہ سے جاتا ہوں ابراہیم نے اس سے کہا کہ میری رائے میں بادیہ کی طرف جانا حماقت ہے مگر ازدی نے نہ مانا اور آخر دونوں نے ایک دوسرے کو الوداع کیا اور علیحدہ علیحدہ راستہ پر پڑ لئے اتنے میں ابراہیم نے اپنے پیچھے سے سواروں کی ٹاپوں کی قریب سے آواز سنی تو انھوں نے وہاں سے بھاگنا شروع کیا۔ خدا کی قدرت سے ابراہیم کے پاؤں میں اس قدر اس وقت قوت پیدا ہو گئی تھی کہ رات بھر وہ اسی طرح دوڑتے ہوئے صبح تک راستہ قطع کرتے رہے کہ اتنے میں ان کو دور سے ایک عظیم الشان درخت دکھائی دیا کہ اس کا سایہ وسیع تھا ابراہیم اس درخت پر چڑھکر اور نہایت بلندی پر جا کر اس کے پتوں میں چھپ گئے اور عامر کی فوج کو بنظر غور دیکھنے لگے کہ اتنے میں کچھ سوار سامنے سے نظر آئے اسوقت آفتاب خوب بلند ہو گیا تھا اور تمام صحرا میں دھوپ پھیل گئی تھی اور گرمی بھی شدت سے ہو گئی تھی یہ سوار ادہر ادہر ابراہیم کی تلاش کرتے ہوئے اس درخت کو غور سے دیکھنے لگے مگر قدرت خدا سے ابراہیم پر ان کی نظر نہ پڑی آخر یہ سب سوار پریشان ہو کر وہاں سے لوٹ گئے اتنے میں ایک اور سوار اکیلا اس درخت کی طرف آیا اور اس کے نیچے ٹھہر کر فریاد و آہ کے ساتھ

کہنے لگا کہ افسوس ہوتا ہے کہ بڑا سردار میرے ہاتھ سے نکل گیا ابراہیم نے اس سوار کو دیکھ کے خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ یہ خود عامر تھا جو اسوقت ابراہیم کی تلاش میں ادہر لشکر سے الگ ہو کر آ نکلا تھا۔ ابراہیم نے چاروں طرف نظر ڈال کر جنگل کی طرف خوب دیکھا معلوم ہوا کہ سوائے اس شخص کے اور کوئی نہیں ہے فوراً اس درخت سے آہستہ نیچے اترا اور پیچھے سے اس ملعون کی گردن پکڑ کر گھوڑے سے اتار لیا اور زمین پر دے پٹکا عامر نے یکایک اس مصیبت میں پھنس جانے پر ایک چیخ ماری اور ابراہیم سے پوچھنے لگا تو کون ہے؟ ابراہیم نے کہا کہ میں ابراہیم ابن مالک اشتر ہوں۔ تیری نیت اور ارادہ میرے قتل اور ہلاکت کا تھا اور اب میں تجھ کو مار ڈالوں گا اور یہ کہکر ایسی تلوار اس کی گردن پر ماری کہ اس کا سر چار قدم پر جا کر گرا اور اس کے بعد ابراہیم نے اس کے ہتھیار آپ لگائے سر اس کا توبڑے میں ڈال دیا اور اسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی راہ لی اتفاق سے اس راہ میں ابراہیم کو کچھ اور لوگ فوج شام کے آتے ہوئے نظر آئے ان لوگوں نے ابراہیم کو جو دور سے دیکھا تو سمجھے کہ عامر بن ربیعہ ہے اور اس شبہ میں اس کو آواز دینے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یا امیر اب واپس چلنا چاہئے کیونکہ اس وقت گرمی بہت پڑنے لگی ہے اور دھوپ بھی بہت سخت ہو گئی ہے ہم کو تو تمام دوستان علیؑ سے تمہارا ایک بال بھی عزیز تر ہے مگر ابراہیم نے ان کی اس تقریر کا کوئی جواب نہیں دیا اور اسی طرح جاتے جاتے ان کی نگاہ سے غائب ہو گئے اس طرف مختار کا حال سنئے کہ یہاں جب اچھی طرح صبح ہو گئی اور دن نکل آیا تو مختار نے ابراہیم کو حسب معمول بلایا معلوم ہوا کہ وہ رات سے لشکر میں نہیں ہے بلکہ اس زندی آدمی کو ہمراہ لیکر کہیں چلے گئے اور ابتک لوٹ کر نہیں آئے۔ مختار نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر حکم دیا کہ طبل جنگی بجایا جائے اور خود سوار ہو کر ابراہیم کی تلاش کے واسطے شہر کوفہ سے باہر نکلا اسوقت اس کے پاس کوفہ کے اکثر معززین اور سرداران قوم جمع ہو گئے تھے اور مختار سے یہ عرض کرنے لگے یا امیر ابراہیم کا کچھ بھی پتہ ہے کہ وہ کہاں چلے گئے۔ مختار نے جواب دیا کہ اے یارو اس زندی آدمی نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ اگر تم میرے ہمراہ چلے چلو تو میں تمہارے ہاتھ سے عامر بن ربیعہ کو گرفتار کرا دونگا لیکن میں نے اسکی اس گفتگو پر عمل نہیں کیا تھا اور اس کے ہمراہ عامر کے لشکر میں نہیں گیا تو وہ ابراہیم کو لے گیا مجھکو اب ابراہیم کی جان کا خوف ہے اسوقت اہل فوج نے مختار سے عرض کیا یا امیر اب تم سوار ہو اور ہم آپ کے ہمراہ چل کر عامر کے لشکر پر حملہ کرینگے اور ابراہیم کو اس سے چھین لیں گے۔ اس کے جواب میں مختار نے ان سے کہا کہ اس قدر عجلت اس کام میں نہیں چاہئے ایک دن ذرا توقف کرو اول یہ امر دریافت کر لو کہ ابراہیم کس مقام پر گئے ہیں۔ گر یہ امر صحیح طور سے معلوم ہو جائے تو اس طرف چلنا چاہئے اور سخت پریشانی تھی کہ اگر تلاش بھی کیا جائے تو کہاں؟ ادہر مختار کو بھی سخت تشویش تھی کہ ابراہیم کہاں ہیں بہر حال بہت بڑی کوشش ابراہیم کے دریافت حال کی بابت کی گئی لیکن اس رات دن میں ان کا کوئی نشان مختار اور لشکریان مختار کو معلوم نہ ہوا کہ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا یا کس ملک و شہر کی جانب وہ چلے گئے تمام کوفہ اور لشکر مختار میں اس حادثہ سخت

سے افسوس اور رنج پھیلا ہوا تھا اور ہر ایک اہل لشکر ابراہیم کے حال پر آبدیدہ اور اشکبار تھا بہر حال ایک بڑے
انتظار کے بعد مختار نے مصمم ارادہ کیا کہ اب ابراہیم کی تلاش میں روانہ ہونا چاہیے اور اس نے اپنا خیال اہل
لشکر سے ظاہر کیا اور ان سب نے مختار کی رائے سے اتفاق کیا ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گوشۂ صحرا سے ایک سوار
نمودار ہوا جو اس طرف آ رہا تھا بہر حال جب وہ سوار قریب پہنچ گیا تو ہم لوگوں نے پہچانا کہ خود ابراہیم ہیں۔
عامر بن ربیعہ کا سر ان کے ہاتھ میں ہے اور اس شان و شوکت خداداد سے اس طرف آ رہے ہیں اور اہل لشکر
کو آواز دے رہے ہیں جب ان لوگوں کو اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ یہ ابراہیم ہی ہیں تو سب نے با آواز بلند کہا کہ
یا آل ثاراۃ الحسین بن علی ابراہیم نے اہل لشکر سے کہا کہ اے یارو تم کو بشارت اور مژدہ ہو کہ خداوند کریم نے
مجھکو دشمنان دین پر غلبہ اور نصرت عنایت فرمائی اور اس کے بعد عامر بن ربیعہ کا سر مختار کے سامنے رکھ دیا
مختار نے اس کیفیت سے واقف ہو کر ابراہیم کو مثل جان عزیز گلے سے لگا لیا اور ان کے سر و چشم پر بوسہ دیا
اور اسی وقت فتح کے نقارے اور شادیانے بجنے لگے تمام اہل لشکر نے اس فتح کی بڑی خوشی منائی ابراہیم سے
لوگ یہ پوچھنے لگے کہ اے سردار آخر آپ کیونکر اور کس وقت لشکر دشمن میں پہنچے اور یہ واقعہ کس طرح انجام
پایا ابراہیم نے ان لوگوں سے اپنا سب مفصل حال کہہ سنایا اور جو کچھ ابراہیم پر گذرا تھا وہ سب ان کے سامنے
دہرایا۔ اسوقت ایک اور عجیب اتفاق ہوا کہ ایک دوسرا سوار سامنے سے لوگوں نے آتے ہوئے دیکھا اس کے ہاتھ
میں بھی ایک کٹا ہوا سر تھا اور اس کی زبان سے نعرۂ یا آل ثاراۃ الحسین بن علی صلوات اللہ علیہم بلند تھا۔ بہر حال
اس شخص نے قریب پہنچ کر وہ سر بریدہ جو ہاتھ میں تھا مختار کے سامنے رکھ دیا ابراہیم نے اس سر کو بغور دیکھکر
فوراً پہچان لیا کہ یہ عامر بن ربیعہ کے جلاد کا سر تھا کہ جس نے ابراہیم کی گردن مارنے اور قتل کرنے پر عامر کو
نہایت ہی ترغیب و تحریص دی تھی کہتے ہیں کہ اس لعین نے ستر بنی فاطمہؑ اور اکثر دوستان علیؑ کو شہید کیا تھا
ابراہیم نے اسوقت مختار سے عرض کیا کہ یہ سر عامر بن ربیعہ کے جلاد کا ہے اور اس کا نام اموی تھا خدا تعالیٰ
نے اس مومن کے ہاتھ سے اس بیحیا کو قتل کرایا اس کے بعد ابراہیم نے مختار سے کہا کہ اب ہمکو لازم ہے کہ اس
شخص کی تلاش اور تفحص میں سرگرم ہوں جس کی کوشش اور توجہ سے ہم نے عامر بن ربیعہ کے بند قید سے نجات
پائی تھی اس سے ابراہیم کا مطلب اس حاجب سے تھا جس نے ان کو خلوص دلی کیساتھ بلا خوف و باک رہائی
دی تھی ابھی ابراہیم مختار سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ سامنے سے ایک اور سوار نظر آیا اور اس کے پاس بھی ایک
کٹا ہوا سر تھا چونکہ مختار نے اس شخص کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لہذا مختار ابراہیم سے پوچھنے لگے کہ یہ
کون شخص ہے اور اس کے ہاتھ میں یہ کس کا سر ہے ابراہیم نے عرض کیا کہ یہی شخص حاجب ہے جس نے ہمکو قید
عامر سے رہائی اور خلاصی دی تھی اور یہ سر جو اس کے ہاتھ میں ہے تمام قوم ازد کا افسر اور سرغنہ کا ہے اس کے بعد
ابراہیم نے اس شخص کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کے سر و چشم پر بوسہ دیا اور اسکو بہت کچھ تحسین و آفرین کی اور
یہ دریافت کیا کہ اس شخص کو کس طرح سے تم نے قتل کیا مگر اول ازدی نے اپنا واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ

یا امیر جو وقت میں ابراہیم سے راستہ میں علیحدہ ہو کر ایک طرف روانہ ہوا تو میں تھوڑی دور تو دوڑ کر اپنا راستہ قطع کرتا اور کبھی معمولی طرح چلتا تھا غرضیکہ اسی طرح جاتے جاتے سپیدۂ سحری نمودار ہو گیا اور میں اسی طرح اس کف دست میدان میں چلا جا رہا تھا یہانتک کہ زوال کا وقت پہنچ گیا اس وقت گرمی کی شدت اور دھوپ کی سختی سے مجبور ہو کر میں اس بیابان کے ایک گوشۂ سایہ دار میں اس وقت تک دم لینے کیواسطے ٹھہر گیا کہ شام ہو تو میں کسی طرف کو اپنا راستہ لوں کہ اتنے میں سامنے سے میں نے دیکھا کہ ایک سوار چلا آتا ہے یہانتک کہ وہ سوار میرے نزدیک پہنچ گیا تو میں نے اس کو تجھو بی پہچان لیا کہ یہ عامر کا جلاد ہے مگر اس نے مجھکو بالکل شناخت نہیں کیا اس کا گھوڑا بہت ماندہ ہو گیا تھا اور خود بھی پیاس کی شدت سے بہ حال ہو رہا تھا بہر حال اس شخص نے مجھ سے اشارے سے پانی طلب کیا اس کی حالت اس وقت اسقدر غیر ہو رہی تھی کہ زبان سے بات نہیں نکل سکتی تھی میں نے یہ حال جب دیکھا تو دوڑ کر اسکو گھوڑے سے نیچے کھینچکر گرا دیا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اس کے بعد اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر یہاں پہنچگیا جب یہ ازدی اپنا قصہ مختار سے عرض کر چکا تو مختار حاجب کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے دریافت کرنے لگا کہ اے برادر تم نے اس شخص کو کیونکر قتل کیا اور یہ ظالم تمہارے قابو میں کس طرح آ گیا تھا حاجب نے عرض کیا کہ یا امیر کل رات جب میں نے ابراہیم اور ازدی کو بند قید سے رہائی دی تو عامر نے بعد کسی قدر تفحص اور تلاش کے مجھے اس ازدیوں کے سردار کو یہ کہکر سپرد کر دیا کہ اگر ابراہیم میرے ہاتھ لگ گیا تب تو تجھکو نجات مل سکتی ہے ورنہ میں تجھکو ضرور قتل کرونگا۔ تاکہ اور لوگوں کو عبرت ہو اور اس قسم کی نمکحرامی ان سے سرزد نہ ہو اور ہمیشہ وہ مجرموں اور قیدیوں کی نگہداشت اور حفاظت میں نہایت ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ مصروف رہیں اور اس کے بعد خود عامر سوار ہو کر کسی طرف کو روانہ ہو گیا تھا جب صبح ہو گئی تو میں نے بعد غور کے دیکھا کہ تمام لشکر میں کسی آدمی کا نام و نشان بھی نہیں ہے بلکہ ایک بچہ کا بھی پتہ نہیں ہے فقط میں اور یہ شخص جس کی قید اور تفویض میں عامر بن ربیعہ مجھکو چھوڑ گیا تھا اور کوئی بھی نہیں تھا میں نے موقع پا کر ایک تلوار پر قبضہ کر لیا اور اس کو میان سے نکال کر اپنے محافظ پر حملہ کیا اور ایک ہی وار میں اس کی گردن اڑا دی اور اسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور اس کا سر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا غرض یہ تو میرا واقعہ تھا لیکن اگر میرے مشورے اور صلاح کو آپ مانتے ہیں تو اس وقت بڑا موقع ہے کہ دشمنوں پر حملہ کر دیا جائے کیونکہ یہ لوگ اپنے سردار کے مارے جانے سے سخت پریشان اور بیدل ہو رہے ہیں ہمارے ایک حملہ کی تاب بھی نہ لائیں گے بھاگ کھڑے ہوں گے اور ہم کو مفت میں یہ فتح میسر ہو جائیگی مختار نے اس عمدہ رائے کو پسند کیا اور اس شخص سے کہا کہ میں بھی اسی فکر میں تھا تم ٹھیک کہتے ہو اور پھر اپنی فوج کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ہاں اے جوانو آمادہ اور مستعد ہو جاؤ اب ہم دشمن پر حملہ کرنے کیواسطے روانہ ہوتے ہیں چنانچہ لشکر مختار اسی وقت تیار ہو گیا یہ سب ۳۰ ہزار سوار تھے جنھوں نے بڑی سرگرمی اور جوش کے ساتھ عامر کے لشکر پر حملہ کرنے کا رخ کیا تھا۔ خلاصہ یہ۔

کہ جب یہ سواران خونخوار وجرار لشکر شام کے قریب پہنچ گئے تو وہ بھی ان کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ اور نہایت جوش وخروش سے لڑائی شروع ہوگئی اور مختار کے ۳۰ ہزار جاں باز سر فروش دشمن کی جانگدازی میں مصروف تھے اور اس طرف لشکر شام جس میں ستر ہزار پیادے تھے اپنے سردار کے انتقام کیلئے ان کے مقابلہ میں جی توڑ کر لڑنے لگا بہت سخت لڑائی ہوئی لشکر شام کا تو یہ نعرہ تھا کہ عبدالملک ابن مروان کی فتح ہو اور مختار کی فوج میں یہ آواز بصد رعب وجلال تھی کہ النبی ﷺ والوصی علی اسوقت ایسی جنگ ہو رہی تھی کہ بہرام خون آشام فلک بھی مختار کے دلیران جنگی کی دستبرد اور مردانگی دیکھکر انگشت بدنداں تھا ایک شخص کو دوسرے کی بالکل خبر نہیں تھی میدان معرکہ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے اور ہر طرف خون کا دریا بہہ رہا تھا سرداران فوج مختار یعنی ابراہیم بن مالک اشتر اور عبداللہ کامل اور احمر شمیط اور زید بن انس نے ایسے ایسے دلیرانہ ہاتھ اس روز دکھائے کہ رستم دستاں زندہ ہوتا تو ان کی جلادت اور شمشیر زنی کی داد دیتا اور اسفندیار روئیں تن ان دلاوران میدان ہیجا کو دل سے تحسین ومرحبا کہتا۔ یہ دلیران سر فروش یہ فدائیان مذہب حقہ ناجیہ اثنا عشریہ اپنی فوج سے آگے آگے دشمنوں پر بڑے جوش وخروش سے حملہ میں مصروف تھے اور ان کے عقب میں ان کی سپاہ شامیوں کے استیصال اور خونریزی میں مشغول تھی آخر بفضل الٰہی دوستان اہل بیت اور طالبان خون حسینؑ نے فتح پائی اور فوج شام کے پاؤں اکھڑ گئے اور دشمنوں کے گروہ میں ایک بھاگڑ پڑ گئی اسوقت غنیم بے تحاشا بھاگا چلا جاتا تھا اور نصرت مند گروہ ان کی قتل وخونریزی میں مصروف تھا رات بھر ان کے قتل اور غارت کا ہنگامہ گرم رہا کہتے ہیں کہ اس رات دن میں ۳۶ ہزار شامی فوج مختار نے قتل کئے تھے اور اس کے علاوہ ایک مقدار کثیر ان لوگوں کی بادیہ کی طرف بھاگ گئی تھی جو وہاں پیاس کی شدت سے ہلاک ہوگئی خلاصہ یہ کہ بڑی خرابی اور تباہی کے بعد اتنے بڑے لشکر میں سے صرف دو ہزار آدمی زندہ بچکر دمشق پہنچے مختار مظفر اور منصور اپنے خیمہ گاہ کو واپس ہوا۔ دشمنوں کی کل دولت اور مال اور خیمہ وخرگاہ پر اس کا قبضہ ہوگیا اس کے بعد مختار بڑے طمطراق اور شان وشکوہ سے مظفر ومنصور کوفہ میں داخل ہوا اور دارالامارہ میں جاکر اس نے اول حاجب عامر بن ربیعہ کو جس نے ابراہیم کو اس ظالم کی قید وبند سے نجات دی تھی۔ ایک ہزار درہم عطا فرمائے۔ اور علی ہذا ایک ہزار درہم اس مرد آزادی کو عنایت کئے اور ان دونوں کو اپنے مصاحبان خاص میں داخل کر لیا۔ مختار نے ہزار ہا سجدے شکر الٰہی کے ادا کئے اور اس کے بعد وہ اس فکر میں ہوا کہ ان لوگوں کو کس طرح قتل وبرباد کرے جو خون امام حسین علیہ السلام میں شریک تھے اور اس وقت کوفہ میں مقیم تھے۔ اس عرصہ میں مختار کو خبر پہنچی کہ عبدالملک بن مروان نے ایک بہت بڑی فوج عبیداللہ ابن زیاد کی ماتحتی میں موصل کی طرف اس غرض سے بھیجی ہے کہ مختار پر حملہ کرے اور اس سے صف آرا ہوا۔

کہتے ہیں کہ مختار نامدار اس عظیم الشان لشکر شام کو نیست ونابود کرکے جس کا سردار عامر بن ربیعہ تھا کوفہ میں داخل ہوا تو روز بروز اس کی حشمت دولت اور قوت فوجی ترقی پر تھی اور اس کے رفتار بڑھتے جاتے تھے اس وقت وہ حضرت امام ہمام مقتدائے انام جناب امام حسینؑ کے قاتلوں کو نیست ونابود کرنے کی فکر میں اور اس خیال میں تھا کہ کس طرح ان لوگوں سے جناب سید الشہداء کے خون کا انتقام لیا جائے۔ ابراہیم کو مختار کے جب اس خیال اور نیت سے آگاہی اور اطلاع ہوئی تو اس نے مختار سے کہا کہ یا امیر خبردار ابھی آپ ان لوگوں پر ہرگز ہرگز ہاتھ نہ ڈالئے گا کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کچھ دنوں اور صبر وتامل کیجئے ایک ذرا بھی اسوقت تم نے ان پر کوئی دست اندازی کی تو یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ہمارے معاملات میں بڑی خرابی پڑ جائے گی کیونکہ ظاہر ہے کہ جن لوگوں سے ہم جناب سید الشہداء کا انتقام لینا چاہتے ہیں وہ سب کے سب کوفہ کے عمائد اور سرغنہ اشخاص ہیں اگر ابھی ان پر کچھ بھی دباؤ ڈالا گیا تو یہ اندیشہ ہے کہ ایک دفعہ ہی لوگ تم سے بگڑ کر پرخاش پر آمادہ ہو جائیں گے اور اسوقت ہماری کی کرائی محنت بالکل ضائع ہو جائیگی تب مختار نے ابراہیم سے پوچھا کہ آخر اس منصوبہ کے پورا ہونیکی کیا تدبیر کی جائے ابراہیم نے جواب دیا کہ میری رائے میں سردست یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ تم قاتلان امام حسینؑ کو علیحدہ علیحدہ اپنے پاس بلاؤ اور ان سے بظاہر نہایت خاطرداری اور تعلق دلدارا سے پیش آؤ اور خلعت وانعام بھی انکی حسب مراتب عطا کرو اور ان کے دل میں یہ بات خاطر نشین کر دو اور اچھی طرح ان کو یقین دلا دو کہ جو کچھ ہم نے ابتک کیا ہے اور معرکہ جنگ وپیکار جو اہل شام سے گرم تھا اس سے میری غرض صرف ممالک مسخرہ اہل اسلام پر قبضہ کرنیکی تھی اور خون حسینؑ کی طلب صرف ایک حیلہ اور بہانہ تھا اور آپ لوگ یہ خوب اطمینان رکھیں کہ اگر مجھکو ایک روٹی بھی ملیگی تو تمہارے بغیر ہرگز نہ کھاؤنگا واضح ہو کہ ابراہیم دلاور نے جو یہ رائے ظاہر کی تھی تو اس سے ابراہیم کا یہ مطلب تھا کہ ابھی دشمنان اہل بیت کی طاقت میں کچھ بہت کمی نہیں ہوئی اسوقت عبید اللہ ابن زیاد ملعون اگرچہ تمام عراق میں خصوص ان لوگوں میں سب سے زیادہ اثر اور طاقت رکھتا تھا جو خون سید الشہداء میں شریک ہوئے تھے لیکن اس کے بعد ان میں سرآوردہ شخص محمد بن اشعث تھا جو نہایت چالاک اور مدبر اور بعد درجہ خاندان بنی فاطمہ کا دشمن تھا اور اس زمانہ میں کہ مختار ایسی فتوحات حاصل کر رہا تھا یہ شخص انطاکیہ یعنی موصل وغیرہ پر فرمانروائی کرتا تھا اور چار ہزار مردان جنگی اس کے ماتحت اور اس کے ہر طرح شریک تھے پس ابراہیم کو یہ اندیشہ پیدا ہوا جو سچ بھی تھا کہ اگر ابھی ان پر جو قاتلان امام حسینؑ ہیں اور کوفہ میں مقیم ہیں کوئی سختی اور زیادتی کی جائے گی تو یہ لوگ فوراً محمد اشعث کے جا کر شریک ہو جائیں گے اور ایسی حالت میں ہمارا مطلب اصلی بالکل ہی مفقود ہو جائیگا ان لوگوں کے ہاتھ سے نکل جانے کے علاوہ ایک فساد عظیم اور فتنہ سخت تمام ان حصص ملک میں برپا ہو جائیگا جو مختار کی تدبیر ودلیری اور ابراہیم کی برش شمشیر سے حال ہی میں محبان بنی فاطمہ کے قبضہ میں آگئے تھے اور اس کی وجہ سے ایک ایسا نتیجہ اور خرابی تسلط ملک کے لئے پیدا ہو جائے گی جو ہر آئینہ لاعلاج ہوگی لہذا ان کے نزدیک اس ظاہرداری اور نیز تعلق وآشتی سے جس کی نسبت مختار کو ان کے ساتھ برتاؤ کرنے

کی ابراہیم نے رائے دی تھی یہ فائدہ مترتب تھا کہ وہ لوگ کسی طرح محمد ابن اشعث اور عبید اللہ ابن زیاد کے پاس نہ جا سکیں گے اور پھر بتدریج وہ قتل اور نیست و نابود کئے جا سکتے ہیں بہرحال مختار نامدار نے ابراہیم شیر شکار کے اس مشورہ کو بدل و جان پسند کیا اور اسی وقت محمد ابن اشعث کے بیٹے عبد الرحمٰن ابن اشعث کو جو اس زمانہ میں کوفہ میں مقیم و موجود تھا کسی شخص کی معرفت بلا بھیجا اور جب وہ حاضر ہوا تو اس کی بڑی خاطر و مدارات کی اور نہایت بیش قیمت خلعت اس کو عطا کیا اس کارروائی کے بعد ابراہیم نے مختار کو یہ رائے دی کہ میں کہہ چکا ہوں کہ عبید اللہ ابن زیاد کے بعد اسوقت تمام قلمرو عراق میں محمد اشعث سے زیادہ صاحب اثر اور کوئی شخص نہیں ہے اور یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کے نام اپنی طرف سے ایک نامہ روانہ کرو اور اسمیں اسکی لیاقت اور قابلیت کی تعریف بخوبی لکھی جائے اور نیز یہ تحریر کیجئے کہ میرا ارادہ ہے کہ ملک ارمن وغیرہ تمکو تفویض کر دوں لہٰذا تم یہاں چلے آؤ اس کے بعد مختار نے محمد اشعث کے بیٹے کو اسی وقت اپنے پاس بلا کر بہت مرحمت اور مہربانی اس کے حال پر ظاہر کی اور یہ کہا کہ اے بھائی ہمارا یہ خط اپنے باپ کے پاس لیجاؤ اور اسکو مفصل اس امر سے اطلاع دو کہ میں نے فوج شام پر فتح پائی اور تمام ولایت عراق پر میرا قبضہ ہو گیا ہے اور ان سے یہ بھی کہنا کہ تمہارے واسطے ہم نے ایک لاکھ دینار امانتاً رکھ دیے جب تم یہاں آجاؤ گے تو یہ رقم تم کو دیدی جائے گی اور باقی مداین کی حکمرانی بھی ان کی تفویض کی جائے گی خلاصہ یہ کہ عبد الرحمان اس نامۂ مختار کو لے کر موصل کو روانہ ہوا عمر ابن ہانی شاکری جو اس کے ساتھ اس سفر میں گیا تھا کہتا ہے کہ جب ہم لوگ موصل میں داخل ہوئے اور محمد ابن اشعث ملعون کے پاس پہنچے تو میں نے دیکھا کہ یہ نابکار محمد اشعث ایک طلائی کرسی پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے اس نے ایک نظر اٹھا کر ہم کو ضرور دیکھا مگر بوجہ اپنے خلقی غرور اور ذاتی رعونت کے اس نے کوئی کلام ہم سے نہیں کیا اتنے میں اس کا بیٹا عبد الرحمٰن آگے بڑھا اور اس زمانے کے دستور کے موافق اس فرش بساط کو جس پر محمد اشعث کرسی رکھے ہوئے تھا اس نے بوسہ دیا محمد اشعث نے ایک حاجب کو حکم دیا کہ عبد الرحمان کو آگے بلاؤ جب وہ محمد اشعث کے قریب گیا تو محمد اشعث نے اس سے دریافت کیا کہ تو میری اجازت کے بغیر کوفہ سے یہاں کیوں چلا آیا عبد الرحمٰن نے اس کا جواب عرض کیا کہ میں اسوقت آپکے پاس ایک شخص کا سفیر اور ایلچی بن کر حاضر ہوا ہوں محمد اشعث نے کہا کس کی طرف سے ایلچی ہو کر آیا ہے عبد الرحمٰن نے جواب دیا کہ مختار کی طرف سے۔ محمد اشعث عبد الرحمٰن کی اس تقریر کو سنکر نہایت غضبناک ہوا اور بقہر و عتاب اس سے کہنے لگا کہ مختار کی کیا حقیقت و ہستی ہے کہ تجھ جیسے شخص کو ایلچی بنا کر بھیجے عبد الرحمٰن نے اس کے جواب میں کہا یا امیر تم غلطی پر ہو مختار اب وہ مختار نہیں رہا بلکہ اب اس کے کاروبار اس درجے گذر گئے ہیں کہ جو تمہارے ذہن اور تصور اور خیال میں نہیں اس نے تمام صوبہ عراق پر قبضہ کر لیا ہے بصرہ میں مصعب ابن زبیر کی برائے نام حکومت رہ گئی ہے رفقاء مختار نے مصر و شام کے لشکروں کو ایسی شکست دی ہے کہ وہ زاویہ نیستی کے قریب پہنچ گئے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اسوقت مختار کا کوئی مد مقابل اور ہمسر اس کے حوالی میں نہیں ہے محمد اشعث

نے کہا اگرچہ مجھے یقین ہے کہ محمد حنفیہ نے کوئی تحریک یا اس قسم کا کام مختار کو تفویض و سپرد نہیں کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ مختار ایک عالی حوصلہ اور مدبر آدمی ہے آخر اس گفتگو اور تقریر کے بعد عبدالرحمٰن نے مختار کا نامہ اپنے باپ کو دیا محمد اشعث نے اس خط کو پڑھکر عبدالرحمٰن سے کہا کہ مختار لکھتا ہے کہ اگر میں اس کے پاس چلا جاؤں تو وہ مجھے ایک لاکھ دینار نقد اور مدائن کی حکومت دیگا عبدالرحمان نے بھی اس بات کا اقبال کیا اور اپنے باپ سے کہا کہ مختار نے میرے سامنے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ جو کچھ اس خط میں مجھکو لکھا ہے وہ اس کو ضرور پورا کرے گا یہ سنکر محمد ابن اشعث نے جواب دیا کہ اے فرزند دشمن جانی کسی حال میں اپنا دوست اور اپنا ہوا خواہ نہیں ہو سکتا ہے کاش مختار مشرق میں مقیم ہوتا اور میں مغرب میں تو بھی ظاہر ہے کہ محمد ابن اشعث کو بنی فاطمہ سے عداوت اور سخت دشمنی ہے اور مختار ان کا دلی اور جانی دوست ہے لہٰذا نا ممکن ہے کہ میرے اور اس کے درمیان اتفاق و محبت اور اتحاد پیدا ہو عبدالرحمان نے اپنے باپ کی یہ طول اور طویل تقریر سنکر اس سے کہا کہ یا امیر شاید یہ امر تم کو معلوم نہیں کہ مختار نے امام حسینؑ کے قاتلوں کے حال پر بڑی توجہ کی ہے اور انکو انعام و اکرام اور خلعت عنایت فرمائے ہیں اور اس نے قسم کھائی ہے کہ عمر بن حجاج اور عبدالرحمان بن سعد اور عمر سعد اور سنان بن انس اور شمر ذی الجوشن اور خولی بن اصبحی کے ساتھ جو عراق میں اسوقت مقیم ہیں ہرگز کوئی برائی نہ کریگا اور نہ ان کو کوئی ضرر پہنچائے گا مگر یہ اندیشہ قوی ہے کہ جب تم وہاں نہ جاؤ گے تو مختار مجھکو قتل کر ڈالے گا اور اس کے بعد عبدالرحمٰن نے اس تقریر کو اس طرح شروع کیا کہ مختار کی مراد اس لشکر کشی سے صرف یہ ہے کہ ملک پر اس کا قبضہ ہو جائے سو یہ مطلب اس کا حاصل ہو گیا اور اس کے سوا اور کسی بات سے اس کو سروکار نہیں معلوم ہوتا ہے محمد اشعث نے اپنے بیٹے کی تقریر مذکور کو بغور سنکر اپنے وزیر کو جس کا نام عبداللہ ازدی تھا بلایا اور اس معاملہ میں صلاح و مشورہ کیا اور یہ پوچھا کہ تم اس کی بابت کیا رائے دیتے ہو وزیر مذکور نے محمد اشعث سے کہا کہ یہ ظاہر ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد کو تیرے سے سخت عداوت ہے اور اس باعث سے اس کے پاس تو جا نہیں سکتا اور خراساں کے لوگ بھی آج کل تیرے دشمن ہو رہے ہیں لہٰذا مجھے یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ تم کوفہ کو چلے جاؤ اور مختار سے عہد و پیمان سخت کر لو اور آرام سے محفوظ ہو کر وہاں خانہ نشین ہو جاؤ اور صوبہ مدائن اور اس کے مضافات کی حکومت اس سے لے لو یہ سنکر محمد اشعث نے اپنے وزیر کو جواب دیا کہ اگرچہ میں مختار و ابراہیم سے نہایت ازحد خائف ہوں اور کسی حال میں ان سے مطمئن نہیں ہوں مگر خیر میں مختار کے پاس جاتا ہوں تاکہ دیکھوں کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور معاملات کی کیا حالت ہے خلاصہ یہ کہ محمد اشعث نے روانگی کوفہ کی تیاری شروع کر دی اور وہ ابھی پورے طور سے سامان سفر درست نہ کر سکا تھا کہ اتنے میں موصل کے بہت سے آدمی اس کے دروازے پر جمع ہو گئے اور اس سے کہنے لگے کہ ہم سے جو خراج تو وصول کر چکا ہے وہ ہم کو واپس دیدے کیونکہ اگر کل کوئی اور شخص تیری جگہ پر آ گیا تو وہ ہم سے خراج مانگے گا اہل موصل کی اس تقریر کو سنکر محمد اشعث کو نہایت غصہ آیا اور اس حالت میں ان لوگوں سے وہ کہنے لگا کہ ابھی تو ایکسال کا خراج اور میں تم سے وصول کرنا چاہتا

ہوں جب باشندگان موصل نے محمد اشعث سے یہ جملہ سنا تو وہ بھی یکدل ہوکر تقریباً ۲۰ ہزار اس کے دروازہ پر جمع ہوگئے اور ان سب نے محمد اشعث کو گھیر لیا اسوقت محمد اشعث کے ساتھ صرف چار ہزار سپاہی تھے بہرحال اس نے جسقدر روپیہ اور پیسہ موصل کے بیت المال میں اسوقت موجود تھا اس کو خزانہ سے نکال کر اونٹوں پر لادنا شروع کیا اور اس طرف باشندگان موصل محمد اشعث پر لعنت بھیج رہے تھے اور یہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ تو قاتل فرزند رسول ہے آخر محمد اشعث نے اپنے ان چار ہزار سپاہیوں کو حکم دیا کہ انھوں نے بہیئت مجموعی اہل موصل پر حملہ کیا اس حال کو دیکھکر موصلی بھی آمادہ رزم و پیکار ہوگئے اور انھوں نے بھی نہایت دلیری سے محمد اشعث کے سپاہیوں کو گھیر لیا غرضکہ خوب تلوار چلنے لگی بڑی دیر تک لڑائی ہوئی اور آخر کار بڑی سخت خونریزی کے بعد موصلی لوگ کامیاب ہوئے محمد اشعث کو شکست فاش ہوئی اور اس کے چار سو آدمی مارے گئے اور تمام خیمہ و خرگاہ اور خزانہ اور مال و اسباب اس کا موصلیوں نے لوٹ لیا اور خود محمد اشعث وہاں سے بھاگ کر کسی محفوظ مقام میں پناہ گزیں ہوا اور وہاں سے اس نے ایک شخص کو مختار کے پاس بھیجکر سب واقعہ کہلا بھیجا جب مختار نے اس کے خط کو دیکھا تو اپنے تمام سرداران دولت کو محمد اشعث کے استقبال کے واسطے بھیجا اور وہ بڑے احترام کے ساتھ کوفہ میں لایا گیا اول وہ سیدھا اپنے مکان کو گیا اور وہاں سے مختار کی ملاقات کے لئے آیا مختار اسکو دیکھکر تعظیم کے واسطے کھڑا ہوگیا اور اس سے معانقہ کرکے اپنی داہنی جانب کرسی پر بٹھایا۔ محمد اشعث نے اسوقت جو باتیں مختار سے کہیں وہ یہ ہیں کہ یا امیر خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھے اس ملک پر حکمران اور مظفر و منصور کیا اور مسلمانوں کی عزت و وقعت تیری نگاہ میں جاگزیں کردی اور بداطوار لوگوں کو تیرا مقہور کیا مختار نے اس کو جواب دیا کہ اے بھائی جو کچھ میرے دل میں ہے اس سے خدا تعالیٰ عزاسمہ خوب واقف و آگاہ ہے بہرحال اس قدر ملاقات کے بعد محمد اشعث مختار کو سلام کرکے رخصت ہوا اور اپنے مکان کو واپس چلا آیا چونکہ اس کو اپنی شکست اور موصلیوں کی فتح کا زیادہ صدمہ تھا یہ انتقام کی جستجو میں تھا اس کے جانے کے بعد ابراہیم نے مختار سے کہا کہ میری رائے میں اب زید بن انس کو کہ ایک نہایت زاہد اور دلیر آدمی ہے موصل کی حکمرانی کیلئے بھیجدیا جائے۔ مختار نے کہا کہ اے ابراہیم والا وہ تو اے برادر بجاں برابر میں اسکو موصل نہیں بھیج سکتا کیونکہ میں اس سے ایک بڑا ہی ضروری کام لینے والا ہوں بلکہ موصل پر حکومت کیلئے میں اپنے کسی دشمن کو بھیجوں گا کہ اگر اس نے صوبہ موصل پر قبضہ کرلیا تو گویا میرا ایک مطلب دلی حاصل ہوگا اور اگر مارا گیا تو میں سمجھوں گا کہ ایک دشمن ہی کم ہوا۔ ابراہیم نے بھی مختار کی اس تجویز کو پسند کیا اس تقریر کے بعد مختار نے عبدالرحمٰن بن اسعد الہمدانی کو بلاکر اس کو خلعت دیا اور ہزار جوان اس کے ساتھ کئے اور موصل کی روانگی کا اسکو حکم دیا کہ وہاں جاکر اپنا قبضہ اور تسلط کرے اور نیز یہ کہا کہ میں نے تجھکو وہاں کا حکمران مقرر کیا ہے خلاصہ یہ کہ عبدالرحمان جب موصل میں داخل ہوا تو وہاں کے باشندوں نے بخلوص دل اس کی اطاعت قبول کی اور اسکو اپنا امیر مقرر کیا کہتے ہیں کہ ابھی اسکو سترہ روز

موصل میں حکومت کرتے سترہ روز گذرے تھے کہ اس کی خبر عبیداللہ ابن زیاد کو پہنچی اور اسکو اطلاع ہوئی کہ مختار کا قائم مقام اور کارپرداز مع فوج کے موصل میں پہنچ گیا ہے اور لوگوں کو حضرت علیؑ کی دوستی و محبت کی ترغیب دے رہا ہے اور ان سے دشمنی کرنے کی ممانعت کرتا ہے اور اس نے اس ملک پر بخوبی قبضہ کر لیا ہے اس اطلاع پر ابن زیاد نے حصین ابن نمیر مشہور دشمن بنی فاطمہ کو دو ہزار سوار جرار دیکر موصل کو روانہ کیا اور اس سے یہ کہدیا کہ تو جاکر موصل پر قبضہ کرے اور مختار کے کارپرداز کو قتل کر ڈال جب عبیداللہ کی اس فوج کشی اور حصین ابن نمیر کی مع اس فوج کے روانگی کی خبر عبدالرحمٰن عامل مختار کو ہوئی تو اس نے موصل کو چھوڑ دیا اور وہاں سے فوج لیکر مقام تکریب میں چلا آیا اور اس مقام سے مختار کے پاس اس مضمون کا ایک مراسلہ بھیجا کہ.

میں نے موصل پہنچ کر کامل طور سے اس پر قبضہ اور تسلط حاصل کر لیا تھا اور تمام اہل موصل نے میری اطاعت فرمانبرداری بخوشی خاطر قبول کی تھی اور سترہ روز با امن و امان مجھکو یہاں حکومت کرتے گذرے تھے کہ عبیداللہ ابن زیاد کو اس امر سے اطلاع ہوئی اور اس نے حصین بن نمیر کو دو ہزار آدمیوں کی جمعیت سے موصل پر قبضہ کرنے اور میرے قتل و اخراج کے واسطے روانہ کیا ہے یقین ہے کہ عنقریب وہ موصل میں داخل ہو جائے اور چونکہ میں بوجہ کمی فوج وغیرہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہوں اس لئے میرا قیام موصل میں دشوار اور ناممکن تھا مجبوراً وہاں سے مقام تکریب کو چلا آیا ہوں پس اگر حکم ہو اور کچھ مدد میرے واسطے بھیجی جائے تو میں موصل پر قبضہ کر لوں اور اگر میری واپسی کوفہ کو مناسب ہو تو تمہارے پاس لوٹ کر چلا آؤں مختار نے اس خط کے مضمون سے آگاہ ہوکر زید بن انس ایک سردار اسلام کو بلایا اور اس سے کہا کہ اے بھائی تم اسی وقت مقام موصل کو روانہ ہو جاؤ اور حصین ابن نمیر عبیداللہ ابن زیاد کی طرف سے وہاں آیا ہوا ہے اس سے جنگ اور مقابلہ کرکے مقام مذکور پر قبضہ کر لو اور وہاں قیام حکومت کرو میں نے اسوقت سے تمکو وہاں کا حکمراں مقرر کیا زید نے مختار کی تقریر کا یہ جواب دیا کہ مجھکو امارت اور حکومت درکار نہیں ہے مگر میں بنظر ثواب جس غرض سے تم موصل بھیجتے ہو ضرور روانہ ہونگا. مختار زید کے اس جواب سے بہت خوش ہوا اور اس کے حق میں دعائے خیر کی اور اسی وقت اپنے چیدہ چھ ہزار سپاہی اس کے ماتحت کئے اور اپنا علم سفید اسکے ہمراہ کرکے موصل کو روانہ کر دیا اور اس کے ساتھ ایک نہایت دلیر اور نامور سردار ورقا بن عازب کو موصل کا حاکم مقرر کرکے بھیجا اس کے علاوہ عبدالرحمان کے نام بھی اس مضمون کا خط بھیجا کہ جس وقت تیرا خط میرے پاس پہنچا تو میں نے ابن انس کو اسی وقت حصین بن نمیر کے مقابلہ کے واسطے روانہ کر دیا ہے تجھکو اختیار ہے کہ خود اس کی رفاقت میں رہ اور پانچ ہزار سپاہی جو میں نے تیرے ماتحت کرکے روانہ کئے تھے وہ زید کی ماتحتی میں دیکر یہاں واپس آجا کہتے ہیں کہ جب زید کوفہ سے بقصد موصل روانہ ہونے لگا تو مختار اور ابراہیم دونوں مع سرداران فوج اور اکثر عمائد شہر کے اسکی مشایعت کیواسطے آبادی کے باہر تک آئے اور یہاں پہنچ کر مختار نے زید کو الوداع کیا تاریخ میں لکھا ہے کہ زید کو تمام شیعہ دل سے عزیز اور دوست رکھتے تھے اس کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ وہ بڑا عابد زاہد اور نمازی تھا

علاوہ بہت بڑا فیاض اور عالی حوصلہ شخص تھا اور شہر کے اکثر لوگوں کو اس کی ذات سے فائدہ پہنچا رہتا تھا مگر ایک عجیب اتفاق پذیر ہوا کہ جسوقت زید وہاں سے روانہ ہو کر مقام ساباط میں پہنچا تو اس کو بخار آ گیا اور یہاں تک اس کی شدت ہوئی کہ وہ صاحب فراش ہو گیا زید کی علالت نے اس کی فوج اور لشکر کو انتہا درجہ کا افسردہ خاطر کر دیا تھا بہرحال سرداران فوج زید کو ساباط سے لے کر عسکر پہنچے یہاں اس کی تپ بہت بڑھ گئی اور پہلی حالت سے اور زیادہ اس کا حال خراب ہو گیا تاہم اسکے لشکر نے اس مقام پر تین روز قیام کیا چوتھے روز زید نے اپنے کل سرداران فوج کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ کل رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے جسکو میں اچھا نہیں جانتا ہوں سب نے پوچھا کہ تم نے کیا خواب دیکھا ہے جواب دیا کہ میں نے خواب میں یہ واقعہ دیکھا ہے کہ میں گویا بہشت میں بیٹھا ہوں اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں اور حضرت امیر المومنینؑ داہنے ہاتھ کی طرف اور حضرت امام حسینؑ دست چپ کی طرف اور حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس اور حضرت مسلم بن عقیل اور سب اہل بیت آنحضرتؐ کے گرد و پیش جمع ہیں میں آنحضرتؐ کے آگے گیا اور ان حضرات کو سلام کیا اس پر سب نے جواب سلام دیا اور میرا حال دریافت فرمایا اور پھر حضرت رسول خدا نے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے زید تو نے نہیں دیکھا کہ ہماری آل و اولاد کے ساتھ امت گمراہ نے کیا کیا خدا کی قسم قیامت کے روز میں ان کا دشمن ہوں گا اور تیرا اور ان لوگوں کا شفیع ہونگا جو تیری مانند ہوں گے زید کے اس جواب کو سنکر سب حاضرین رونے لگے اور دشمنان اہل بیت سے انتقام لینے اور ان سے مقابلے کے واسطے ان کی حرص اور ان کا جوش بڑھ گیا بہرحال اس گفتگو اور واقعہ کے بعد زید مع لشکر عسکر سے ساباط آ گئے ساباط پہنچکر زید کی علالت کو اور ترقی ہوئی تو اس نے دوبارہ اپنے اہل فوج کو بلایا اور ان سے کہنے لگا کہ بھائیو میں نے کل پھر ایک خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر ماہتاب مع سب ستاروں کے استادہ ہے اور جس طرح میں کھڑا ہو جاتا ہوں وہ ستارے بھی استادہ ہو جاتے ہیں آخر جسوقت میں مقام خدلشہ پہنچا ہوں تو وہ چاند بالکل سیاہ ہو گیا مگر جو ستارے اس چاند کے ساتھ تھے وہ بدستور اپنی حالت پر ہیں زید نے اپنا یہ خواب اپنے رفقا سے بیان کر کے کہا کہ یارو میں نے اپنے طور پر اس خواب کی یہ تعبیر سمجھی ہے کہ وہ چاند میں ہوں اور ستارے جو اس کے ساتھ ہیں وہ تم سب لوگ ہو اور چاند کا سیاہ ہو جانا یہ ہے کہ مکہ میں مقام خدلشہ میں قتل ہو کر مرونگا اور تم سب کے واسطے سلامتی اور بہتری شامل حال رہے گی جب اہل فوج نے زید سے اس کے خواب کی تعبیر سنی تو بہت روئے اور اس سے کہنے لگے کہ انشاءاللہ تعالیٰ انجام بخیر ہے اور تم صحیح و سلامت اور خوش و خورم رہو گے خلاصہ یہ کہ زید وہاں سے کوچ کر کے مقام تکریت میں پہنچا یہاں عبدالرحمٰن نے دو ہزار فوج کی جمعیت کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا زید نے یہاں سے بھی کوچ کیا اور اسی طرح منزل بمنزل چلا جاتا تھا کہ منزل خدلشہ آ گئی اور اس مقام پر زید کی علالت اور اس کا مرض بہت اشتداد اور ترقی پر ہو گیا یہانتک کہ اس سے

تمام کے واسطے ابھی نہیں کھڑا ہوا جاتا تھا اس فوج کی آمد کی خبر عبید اللہ ابن زیاد کو پہنچی اور جاسوسوں نے اس کو اطلاع دی کہ مختار نے زید بن انس کو ایک لشکر جرار کے ساتھ موصل پر قبضہ کرنے کیلئے بھیجا ہے اور یہ سب فوج اسوقت خدیشہ میں فروکش ہوئی ہے عبید اللہ بن زیاد نے اس فوج مختار کے مقابلہ کے واسطے اسی وقت ایک شامی سردار ربیعہ کی ماتحتی میں چار ہزار سواروں کی فوج موصل کی طرف روانہ کی اور اس کو یہ حکم دیا کہ اس سے قبل کہ حصین ابن نمیر موصل میں پہنچے تو اس فوج کو لیکر اس طرف روانہ ہو اور اس باب میں کوشش بلیغ تجھکو کرنی چاہیے کہ جسقدر بوترابی شیعیان علی ہیں ان کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدے اور اسی وقت اس نے ایک نامہ حصین بن نمیر کے نام بھی روانہ کیا اور ایک خط عبد اللہ کے نام اس مضمون کا بھیجا کہ تم دونوں کو ربیعہ ابن مخارق کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنی چاہیے کیونکہ اس کو تمہارا افسر اور حاکم مقرر کیا گیا ہے بہرحال جب ربیعہ موصل میں داخل ہوا تو اسوقت ۲۰ ہزار سواروں کی جمعیت اس کے پاس فراہم ہوگئی تھی اور وہ اس کثرت لشکر اور شان وشکوہ سے موصل سے بقصد محاربہ زید بن انس کا رہرداز مختار خدیشہ کو روانہ ہوا اور جب منزل مذکور سے دو فرسخ رہ گئے تو اس نے وہاں قیام کیا اور ایک سفیر زید کے پاس روانہ کیا پس جسوقت کہ یہ سفیر زید بن انس کے پاس پہنچا تو اس نے ربیعہ کی طرف سے یہ پیام ادا کیا کہ اے زید مجھکو ربیعہ نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ سرزمین عراق کو چھوڑ کر تم یہاں کس واسطے آئے ہو اگر اس سے تمہاری یہ غرض اور مطلب ہے کہ موصل پر تم قابض ہو جاؤ اور اس مقام پر اپنا خطبہ جاری کرو اور خطبہ سابق کو بدل دو یا حضرت علیؑ کو جو برا کہا جاتا ہے اس رسم کو نیست ونابود اور موقوف کردو تو یہ طمع اپنے دل سے دور رکھنی چاہیے کیونکہ یہ ایک خام خیال ہے بلکہ تمنائے محال ہے پس تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ یہاں سے مع فوج کوفہ کو واپس چلے جاؤ قبل اس کے کہ تم قتل کردیے جاؤ ورنہ خوب یاد رکھو کہ تمہاری حالت سلیمان بن صرد خزاعی سے زیادہ خراب اور افسوسناک کردی جائے گی زید نے ربیعہ کے ایلچی کو یہ جواب دیا کہ تو یہاں سے فوراً ہی لوٹ جا اور اس شقی کو یہ جواب دینا کہ میں ملک و مال کی طمع میں یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ میں اس طرف صرف اس مطلب اور غرض سے آیا ہوں کہ تمہارے وجود ناپاک سے روئے زمین کو صاف کردوں ایلچی مذکور نے زید کی اسبات کا یہ جواب دیا کہ تم طلب خون حسینؑ کی غرض سے یہاں آئے ہو اور ان کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتے ہو تو ہمارے لشکر میں اس قسم کا کوئی آدمی نہیں ہے بلکہ وہ خود عراق وکوفہ ہی میں موجود اور مقیم ہیں اس پر زید نے کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد سے بڑھکر اور کون شخص ہوگا وہ تو گویا تمام قاتلان حسینؑ کا سردار اور افسر ہے اور ایک حصین بن نمیر ہے کہ جس نے مدینہ پر فوج کشی کی اور اس کو تباہ اور ویران کردیا تھا اس باعث اس سے مقابلہ اور لڑائی کرنا ہم پر واجب وفرض ہے خلاصہ یہ کہ ربیعہ کا ایلچی زید سے یہ جواب سنکر اپنے لشکر کو واپس گیا اور وہاں حاکم ربیعہ سے ماجرائے گذشتہ بیان کیا اور جو کچھ زید نے جواب دیا تھا وہ ربیعہ کو کہہ سنایا جسکو سنکر ربیعہ نے کہا کہ اب لڑائی کے بعد

اور کوئی علاج اور چارہ نہیں ہے چنانچہ رات بھر لڑائی کی تیاریاں ہوتی رہیں علی الصباح دونوں لشکر طبل جنگ بجاتے ہوئے میدان معرکہ میں صف آرا ہوئے صفوں کی درستی اور آراستگی کے بعد اول لشکر مختار سے شامیوں کی سرکوبی کے واسطے ورقا ابن عازب اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا اسوقت خود ریاابن انس سردار لشکر مختار بھی صفوف جنگ کے ملاحظے کے لئے لڑائی کے میدان میں آیا تھا۔ ورقا نے دیکھا کہ چند سپاہیوں نے اسکو بدقت گھوڑے پر سوار کرا دیا ہے اور اس کو تھامے ہوئے نہایت حفاظت میں لائے ہیں یہ حال دیکھکر ورقا لشکر میں پھر واپس آیا اور یزید کو کہہ سنکر اس کے آرام گاہ میں پہنچا دیا اور خود اس کی جگہ صف لشکر میں کھڑا ہو گیا اور اس کے بعد دشمن پر بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا گیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی ہزارہا سپاہی طرفین کے قتل ہو گئے یہاں تک کہ آفتاب نصف النہار پر آ گیا اور ہوا میں شدت کی گرمی ہو گئی اسوقت جنگ مغلوبہ موقوف رہی اور مبارزطلبی شروع ہو گئی اس موقع پر ورقا ابن عازب نے خود میدان جانے کا قصد کیا اور یہ ارادہ کیا کہ دشمنوں پر حملہ آور ہوں کہ اتنے میں ایک اور لشکے سردار عبداللہ حمزہ نے ورقا سے کہا کہ تم اسوقت دشمن کے مقابلہ میں خود نہ جاؤ بلکہ اور کسی کو حکم دو کہ وہ جا کر بدخواہوں سے معرکہ آرا ہو ورقا نے اس شخص سے کہا کہ میں جو لڑائی کے واسطے جاتا ہوں تو اس سے میری غرض طمع ملک و مال نہیں ہے اور نہ یہاں کی حکومت کے خیال سے یہ کارروائی کرنا چاہتا ہوں بلکہ میرا مطلب اس رزم و پیکار سے صرف ایصال ثواب ہے اور پھر یہ آیہ کریمہ پڑھی ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ اور نہ گمان کریں ان کو جو لوگ خدا میں قتل ہوئے کہ وہ مر گئے ہیں بلکہ وہ اپنے خدا کے نزدیک زندہ اور روزی پاتے ہیں عبداللہ نے ورقا کو جواب دیا کہ خدا تمہارے اس ارادے میں برکت دے اور اس کا بدلہ اور اجر عنایت فرمائے خلاصہ یہ کہ ورقا میدان جنگ میں گئے اور یہ نعرہ کیا کہ اے شامیو تم میں سے جو شخص جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو واقف و آگاہ نہیں ہے وہ خبردار ہو جائے کہ میں ورقا بن عازب علی ابن ابی طالب علیہم السلام کا غلام اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں تم لوگوں میں کون ہے جو میرے مقابلہ کو آئے اور مجھ سے ہم نبرد ہو یہ کلمہ سنکر ایک شامی جوان مقابلہ ورقا کو میسر دے نکلا یہ شخص لوہے کے ہتھیاروں میں غرق تھا اور ہر طرح لڑائی کے لئے تیار تھا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ شخص ورقا کے قریب پہنچا تو ورقا دلاور صف شکن نے اس سے دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے اس شخص نے اپنا نام عمر بن مسلم بتایا ورقا نے کہا خوب معلوم ہوا کہ یحیٰی بن عبداللہ جعفری کا قاتل تو ہی شخص ہے اور عبداللہ زید کو بھی تو نے ہی ہلاک کیا تھا عمر نے کہا کہ یہ بات تو نے سچ کہی اور اب تجھکو بھی قتل کرونگا یہ جواب سنکر ورقا دلاور کو نہایت غصہ اور طیش آیا اور اسی حال میں اس نے عمر پر حملہ کیا اور ایک ایسا نیزہ کوہ شگاف اس شامی کی ناف پر مارا کہ پیٹ توڑ کر باہر نکل گیا اور ایک سخت تکان کھا کر وہ گھوڑے سے گر کر واصل جہنم ہوا۔ ورقا کی اس دشمن کشی اور فتح نمایاں پر لشکر اسلام میں آواز تکبیر بلند ہوئی عمر کے

قتل کے بعد ورقا نے آگے بڑھکر لشکر دشمن سے اپنا دوسرا ہم نبرد طلب کیا صف حریف سے اس وقت ایک شخص جو اکثر لڑائیاں لڑا تھا اور جس کا نام قیس ابن عمر تھا اس کے مقابلہ کو بڑے طمطراق سے نکلا۔ ورقا نے اس شخص سے بھی نام دریافت کیا معلوم ہوا کہ قیس ابن عمر ہے ورقا نے کہا کہ تو ہی معاویہ کے منشی کا بیٹا ہے کہ صفین کی لڑائی میں تیرے ہاتھ سے سات جوانان حضرت امیرالمومنین کے لشکر کے مارے گئے تھے اور حضرت علیؑ نے تیری ہی گردن پر ایک گھونسہ مارا تھا کہ تیری گردن ٹوٹ گئی تھی اس نے اس واقعہ کا اقرار کیا اور اس کے بعد ورقا نے اس پر حملہ کیا کچھ دیر تک ان میں نیزہ بازی ہوا کی آخر ورقا نے ایک ہاتھ تلوار کا جو مارا تو قیس کا بازو کندھے سے کٹ کر دور جا پڑا اور پھر دوسرا ہاتھ جو پڑا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور مرکر گھوڑے سے گر پڑا غلام ورقا نے فوراً اس کے گھوڑے پر قبضہ کر لیا اتنے میں ایک اور سوار جس کا نام حارث تھا ورقا کے مقابلہ کو آیا یہ شخص ورقا کا جان پہچان تھا اور ایک زمانہ میں معاویہ نے اس کو حضرت علیؑ کے حضور میں بھیجا تھا تو شخص مذکور ورقا ہی کے مکان میں فروکش ہوا چنانچہ اس سے ورقا نے کہا کہ میں تجھ پر اپنا حق نمک رکھتا ہوں حارث نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے مگر اس زمانہ میں مجھ پر لعنت کرنا واجب نہ تھا اور اب مجھ پر واجب ہو گیا ہے کیونکہ تو علیؑ کا دوست ہے ورقا نے اس کے جواب میں کہا کہ اے ملعون لعنت خدا تجھ پر اور یہ کہکر ایک ایسی تلوار اس کے سر پر لگائی کہ ناف تک اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اس کے مقابلہ اور قتل کے بعد ورقا نے گھوڑا آگے بڑھایا اور پھر مبارز طلب کیا اسوقت ربیعہ بن مخارق خود فوج سے باہر نکلا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون مرد جوان ہے جو مقابلہ کو ہمارے لشکر کے جوانوں کو بلا رہا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ ورقا ابن عازب ہے ربیعہ نے اسوقت کہا کہ میں یہ سمجھا تھا کہ شاید یہ ۔۔۔ لک اشتر ہے اس پر لوگوں نے یہ جواب دیا کہ مالک اشتر کا حال نہ پوچھو اور ان کا نام نہ لیجئے وہ تو بڑی بلا ہیں آخر ربیعہ بن مخارق نے عبداللہ ابن جبلہ کو اسوقت طلب کیا اور اس سے کہنے لگا کہ تو یہاں کیوں کھڑا ہے مع اپنے گروہ کے جاکر ورقا سے مقابلہ کر اور اس کو قتل کر ڈال چنانچہ عبداللہ ملعون نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ورقا پر حملہ کیا اور یہ لوگ جنھوں نے حملہ کیا تھا تعداد شمار میں ایکہزار تھے اور نہایت مردان جنگی اور کار آزمودہ میدان نبرد لوگ تھے ورقا کو اسوقت تک اسبات سے بالکل اطلاع اور آگاہی نہ تھی کہ مجھ پر یکایک ایکہزار سوار سے حملہ کیا جائیگا پس ورقا اس خبر سے واقف ہونے پر آگے بڑھا اور بلا خوف و باک اس جمیعت کثیر پر شیر غضبناک کی طرح اس مرد دلاور نے حملہ کیا اور ایکدم میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور ایسی شمشیر زنی اور مردانگی اس معرکہ میں ظاہر کی کہ دشمن و دوست حیران تھا اسوقت جبکہ زور و شور سے لڑائی ہو رہی تھی اور دشمنوں کی ایک کثیر جمیعت نے ہر طرف سے ہجوم کرکے ورقا دلاور کو گھیر لیا تھا اور اس کوشش میں یہ سب سرگرم تھے کہ کسی طرح ورقا قتل ہو جائے مگر جب شعر ابن علی شعر سردار مختار نے یہ دور سے دیکھا کہ دشمنوں نے ورقا ابن عازب کو چار طرف سے گھیر لیا ہے تو اس مرد دلاور نے اپنے گروہ کے ساتھ حریف پر جس کی تعداد ہزار آدمی سے زیادہ ہوگی بڑی مردانگی سے حملہ کیا اور آخرکار وہ لوگ ورقا

کے سامنے سے بھاگ گیا اور ان کے ایک سو ستر آدمی اس لڑائی میں مارے گئے شام کے وقت لڑائی موقوف ہوئی اور دونوں لشکروں میں طبل بازگشت بج گیا۔ اس معرکے سے اہل شام کے دلوں پر لشکر مختار کا سخت خوف و رعب بیٹھ گیا تھا آخر دوسرے روز ربیعہ نے زید کے پاس ایلچی بھیجا۔ یہ ایلچی جب زید کے پاس پہنچا تو اس وقت زید کی حالت نہایت افسوسناک تھی ان کو ضعف شدت سے تھا اور ناتوانی کی یہ حالت تھی کہ ان سے بات بھی نہ ہو سکتی تھی یہ حال دیکھکر اس سفیر نے کہا کہ مجھکو ربیعہ نے ایک پیام دے کر بھیجا ہے وہ پیام اب میں کس سے بیان کروں۔ ورقا نے اس ایلچی سے کہا کہ کیا پیام لایا ہے مجھ سے بیان کر اس سفیر نے کہا کہ ربیعہ نے یہ پیام بھیجا ہے کہ میری یہ بات تم کو سننی چاہئے اور جاننا چاہئے کہ اب بھی تم یہاں سے واپس چلے جاؤ ورنہ میں نے عبیداللہ ابن زیاد سے اپنی مدد کے واسطے تین ہزار آدمی اور طلب کئے ہیں یہ سنکر ورقا نے جواب دیا کہ تو جاکر ربیعہ سے کہدے کہ ہم لوگ موت سے بالکل نہیں ڈرتے ہیں ہم میں سے جب تک ایک آدمی بھی زندہ ہے تم سے لڑائی کیلئے تیار ہے اور جب تک ایک ایک آدمی لڑکر نہ مرجائے میدان جنگ سے منہ نہ پھیرے گا اور یوں یہاں سے واپس جانا تو ناممکن ہے اس سفیر نے واپس آکر جو کچھ ورقا نے جواب دیا تھا وہ ربیعہ سے بیان کیا آخر کوئی صورت مصالحت نہ پیدا ہوئی اور دونوں لشکروں میں رات بھر طبل جنگ بجتا رہا اور صبح سے پھر میدان پیکار میں صف آرائی ہوئی بعد درستی صفوف ایک مرد جنگی لشکر شام سے باہر نکلا اور اس نے للکار کر کہا کہ اے شیعیان علیؑ اگر کوئی میرا ہم نبرد ہو تو وہ میرے مقابلہ کو آئے اور میرا سامنا کرے حریف کی اس مبارز طلبی پر لشکر مختار سے فوراً اشعر ابن شعر نہایت دلیرانہ اور مردانہ گھوڑا کوداتا ہوا اس کے مقابل ہوا اور شامی مذکور سے اس کا نام دریافت کیا معلوم ہوا کہ عمر بن زید ابن قاسم بن قیس ہیدی اس کا نام ہے اشعر بن شعر نے کہا اے سگ تجھے اس کے سوا کہ دشمن خدا اور رسولؐ ہے اور نیز جنگ نہروان میں تیرے باپ نے حضرت امیرالمومنین سے مقابلہ کیا تھا اور آخر جہنم واصل ہوا اور کیا امتیاز حاصل ہے یہ کہہ کر نہایت طیش و دلیری سے انھوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا کہتے ہیں کہ اس معرکہ میں شامی نے پیشدستی کر کے شعر ابن شعر پر ایک ضرب شمشیر لگائی تھی مگر وہ اشعر پر کارگر نہ ہوئی بلکہ اس کی تلوار قبضہ کے پاس سے ٹوٹ گئی شعر نے اس کے جواب میں ایک ایسا ہاتھ تلوار کا اس ملعون کے سر پر مارا کہ ناف تک اسکے دو ٹکڑے ہو گئے اور اسی وقت گھوڑے سے گر گیا ربیعہ نے جب یہ واقعہ دیکھا تو اس نے عبداللہ خزاعی سے جو اسکے پاس کھڑا تھا کہا کہ تو کھڑا ہوا بھلا کیا دیکھ رہا ہے شعر سے جاکر کیوں نہیں مقابلہ کرتا کیونکہ اس لشکر میں تو ایک نامی جنگ آور ہے اور تو اس فوج کی سپہ سالاری بھی چاہتا ہے یہ سنکر اسی وقت عبداللہ میدان جنگ کو روانہ ہوا اسوقت دونوں لشکروں کی نگاہیں ان دونوں جوانوں پر جمی ہوئی تھیں کیونکہ یہ دونوں اپنی اپنی فوج میں بڑے سردار بلکہ سپہ سالار تھے۔ شعر نے اس کو دیکھکر یہ کہا کہ کیوں او ملعون حضرت رسولخدا نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی کہ اب تو ان کی اولاد کا

اس قدر دشمن ہو گیا ہے عبداللہ نے جواب دیا کہ آل رسولؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ نہیں ہیں اور اس شخص کے نزدیک یہ لوگ پارسا بھی نہیں ہیں شعر کو عبداللہ کی اس بیہودہ گوئی اور زبان درازی پر سخت غصہ آیا۔ اور نہایت دلیری سے اس پر حملہ کیا دیر تک باہم نیزہ بازی ہوا کی مگر کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہوا آخر نوبت بشمشیر پہنچی اس دفعہ شعر نے پیشدستی کر کے عبداللہ کے شانہ پر تلوار کا ایک ہاتھ مارا لبغل تک کاٹ دیا اس ضرب سے عبداللہ اسی وقت دو ٹکڑے ہو کر گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا۔ اس نمایاں فتح پانے پر شعر سے لشکر مختار میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے اور شامیوں کو سخت صدمہ اور رنج اس حادثہ سے ہوا۔ اور عبداللہ کے اہل لشکر میں تو ایک ماتم برپا ہو گیا انھوں نے اپنے کپڑے چاک کر ڈالے۔ ادھر مختار کے لشکریوں نے عبداللہ کا سر نیزہ پر رکھکر تمام لشکر میں پھرایا ربیعہ نے لشکر مختار کی اس کارروائی اور کامیابی کو نہایت ہراس اور تعجب کی نظر سے دیکھا اور اپنے دل میں یہ یقین کیا کہ میری فوج پر اس واقعہ سے ایک رعب بیٹھ گیا ہے اور اس نے یہ بھی غور کیا کہ اس کی فوج میں جو مقابلہ کا جوش موجود تھا اس میں اب کمی اور سستی پائی جاتی ہے اگر مختار کے لشکر نے اس عرصہ میں دوسرا حملہ کر دیا تو ایک منٹ بھی لوگ نہ ٹھیریں گے اور شکست فاش مجھکو نصیب ہوگی پس اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ میری سواری کیواسطے فلاں گھوڑا یہاں لے آ کہ میں اس پر سوار ہوں گا پس غلام نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور ربیعہ طوان اسپ مذکور پر سوار ہو کر میدان جنگ کا عازم ہوا اور چلتے وقت اپنی فوج سے یہ خطاب کیا کہ اے اہل لشکر میں خود دشمن کے مقابلے کے واسطے اسوقت جاتا ہوں اور جو کچھ مجھ سے ممکن ہوگا مقابلہ میں کمی اٹھا نہ رکھوں گا مگر تم کو یہ امر ضروری ہے کہ اپنے ننگ اور ناموس کے لئے ایسی ہی کوشش کرو۔ غرض ربیعہ یہ گفتگو اپنی فوج سے کر کے گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان جنگ میں پہنچا اور بعد خوف دلانے کے چلا کر فوج مختار کو یہ صدا دی کہ اے اہل عراق تم میں کون بہادر ہے کہ جو میرے مقابلہ کو اسوقت آتا ہے گا۔ لشکر مختار سے ورقہ نے اس کو پہچانا اور اسی وقت وہ نیزہ ہاتھ میں اٹھا کر ربیعہ کے برابر پہنچے۔ ربیعہ نے ورقہ سے کہا کہ اے کوفی تو مجھکو پہچانتا بھی ہے کہ میں کون ہوں۔ ورقہ نے جواب دیا کہ میں خوب پہچانتا ہوں تو خدا اور رسولؐ کا دشمن ہے ربیعہ کو ورقہ کے اس جواب پر بڑا غصہ آیا ورقہ سے لڑائی شروع کر دی اور بڑے جوش سے حملہ پر حملہ کرتا رہا ربیعہ کے طریقہ جنگ سے ورقہ کو ثابت ہوا کہ بیشک لشکر شام میں یہ شخص بڑا ہوشیار اور فنون جنگ سے واقف اور ایک مرد دانا ہے اور اس باعث سے وہ معرکہ آرائی میں نہایت ہوشیاری کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا ربیعہ نے ایک نیزہ ورقہ کی کمر میں مارا مگر وہ کارگر نہ ہوا۔ لہذا ربیعہ چاہتا تھا کہ دوسرا وار کرے مگر ورقہ نے حملہ دوم کی اسکو مہلت نہ لینے دی اور ایک ایسا نیزہ اس کی ناف پر ورقہ نے مارا کہ پشت سے پار نکل گیا اور ربیعہ ایک چیخ مار کر گھوڑے سے گر پڑا اسوقت ورقہ کے غلام نے گھوڑے سے اتر کر اس کا سر کاٹ لیا ربیعہ کے لشکر میں ورقہ کی اس ظفر مندی سے ایک حیرت اور

سخت تعجب پھیل گیا تھا اور ہر طرف سے اسکو خوف اور اندیشے نے گھیر لیا تھا۔ ورقہ کو یہ بات ثابت ہو گئی کہ ربیعہ کے قتل ہونے سے دشمن پر سخت ہراس اور خوف غالب ہے لہذا اس نے اپنے اہل لشکر کو حکم دیا کہ ان ملعونوں پر حملہ کرو اور کسی کو ان میں زندہ نہ چھوڑنا چاہیے یہ کہکر خود ورقہ نے لشکر دشمن پر حملہ کیا اور اس کیساتھ اس کا لشکر بھی حملہ آور ہوا اور شامیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ آخر شامیوں کو شکست فاش ہوئی اور میدان سے ان کے پاؤں اکھڑ گئے سپاہ ورقہ نے ان کا تعاقب کیا اور جس شامی کو پایا اسکو قتل کر دیا لکھا ہے کہ اس طرح آٹھ ہزار اکیاسی جوان ان کے قتل ہوئے اور بارہ سو سے زیادہ اہل شام گرفتار کر لئے گئے

ورقہ ان اسیروں کو اپنے ہمراہ لے کر واپس ہوا۔ ان میں سے ان قیدیوں کو تحقیق کرنا شروع کیا جو معرکہ جمل و صفین میں اور کربلا میں شریک تھے ان کو ورقہ نے فوراً قتل کر ڈالا تھا اور ان کے سوا جو لوگ تھے ان کو چھوڑ دیتا تھا پھر ورقہ نے اس فتح نمایاں پر شکر خدا ادا کیا مگر شام کی نماز کے بعد اس نے اپنے لشکر سے رونے پیٹنے کی آواز سنی تو لوگوں سے اس کا سبب پوچھا اہل لشکر نے عرض کیا یا امیر زید بن انس نے انتقال کیا ورقہ نے یہ سنکر کہا کہ رحمتہ اللہ علیہ اور نیز یہ بھی کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اور دیر تک روتا رہا اس کے بعد ورقا جو زید کے خیمہ میں گیا یہاں سب شیعہ جمع تھے زید کے مرنے پر رو رہے تھے۔ ورقا نے کہا اے برادر خدا تجھ کو اجر کامل وجزائے خیر عنایت فرمائے اور تیری مغفرت فرمائے کیونکہ اس دنیا میں تو ایک مرد زاہد اور عابد تھا اور ہمیشہ تو نے اہل بیت رسول سے وفاداری اور جاں نثاری کا برتاؤ رکھا اور اسی حال میں تو نے دنیا سے انتقال کیا آخر بعد اس گریہ وزاری کے زید کو غسل دے کر کفن دیا اور اسی جگہ دفن کر دیا پھر ورقہ نے حاضرین سے پوچھا کہ زید مرحوم نے مرتے وقت کچھ وصیت بھی کی تھی لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں اس نے اپنا گھوڑا اور ہتھیار راہ خدا میں دیدیئے اس کے علاوہ ۲۵ ہزار دینار نقد چھوڑے ہیں اور ان کی نسبت یہ کہدیا ہے کہ سب فقرا و مساکین کو دیدیے جائیں بہرحال یہ دن اسی حال میں بسر ہوا اور اسی روز رئیس موصل کا خط پہنچا کہ مجھے تمہاری فتحیابی کا حال سنکر بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ مومنوں کو خداوند کریم نے فتح عنایت فرمایا مگر تم کو ابھی نئی خبر سے اطلاع دی جاتی ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد ایک لاکھ مرد جنگی کے ساتھ موصل میں پہنچ گیا ہے تم کو ہوشیار رہنا اور اس لئے مستعد جنگ و پیکار رہنا چاہیے اور ورقا نے امراء موصل کا خط اور سرداران لشکر کو بھی پڑھکر سنایا اور ان سے اس طرح تقریر کی۔ بھائیو خدائے برتر و بزرگ نے تم کو دشمنوں پر فتح و نصرت عنایت فرمائی مگر حال میں یہ خبر آئی کہ عبید اللہ ابن زیاد ایک لاکھ سوار و پیادہ کی جمعیت سے ہمارے مقابلے کے ارادے سے موصل پہنچ گیا ہے اب جو کچھ تم سب کی صلاح ہو وہ کیا جائے اس تقریر پر سرداران لشکر کی رائے ہوئی کہ بالفعل ہم سب کو کوفہ واپس چلنا چاہیے اور وہاں پہنچکر جو کچھ تجویز ہوگی اس پر کاربندی کی جائے گی ورقہ نے بھی اپنے رفقا کی اس رائے کو پسند کیا اور مع کل فوج کے کوفہ کو اسیوقت کوچ کر دیا ✦

واقعہ یازدہم ابراہیم بن مالک اشتر کی حملہ آوری عبیداللہ ابن زیاد ملعون پر

تاریخ میں لکھا ہے کہ ورقا بن عازب کو ادہر ربیعہ سے معرکہ آرا تھا اور خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم سے اسکو فتح نمایاں عطا فرمائی تھی اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے دشمنان مختار کو شکست فاش اس لڑائی میں نصیب ہوئی تھی مگر کوفہ میں اس کے برعکس خبریں مشہور ہوگئی تھیں یعنی لشکر شام کو فوج مختار پر فتح حاصل ہوئی اور دونوں سرداران مختار زید بن انس اور ورقا بن عازب ہنگام محاربہ قتل ہوگئے اور لشکران شیعہ کو شکست ہوگئی۔ مختار ان غلط خبروں سے نہایت اندوہناک ہوا اور اس کو سخت صدمہ اور رنج اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی کا حال سنکر ہوتا تھا آخر اس نے ابراہیم دلاور کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا کہ اے برادر لشکر شام سے ہماری فوج نے شکست کھائی اور لوگ کہتے ہیں کہ زید ابن انس اور ورقہ عازب ہمارے سرداران لشکر اس معرکہ میں مارے گئے اور اب عبیداللہ ابن زیاد ایک لاکھ سوار و پیدل کی جمعیت سے ہمارے مقابلے کے ارادہ سے روانہ ہوا ہے لہذا اب تم کو مناسب ہے کہ اس جنگ و پیکار کے واسطے روانہ ہو جاؤ اور مجھے یقین ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد تیرے ہاتھ سے مارا جائیگا ابراہیم نے مختار سے کہا کہ یا امیر اتنا صبر کرو کہ ہمارے فریق لشکر کے لوگ یہاں آجائیں اور ان سے ان حالات کی تحقیق خبر معلوم ہو جائے جو یہاں مشہور ہو رہی ہے اس کے بعد میں خود جاؤں گا اور تجھکو اس رنج و صدمے سے جو خبر مذکور سے عارض حال ہوا ہے انشاء اللہ تعالیٰ نجات اور مخلصی دلا دونگا مختار نے بھی ابراہیم کی اس رائے کو پسند کیا خلاصہ یہ کہ سات روز تک اس خبر شکست وقتل زید کا انتظار رہا آخر آٹھویں روز ورقا مع لشکر دشمنوں کے سر نیزوں پر لئے اور مال غنیمت اونٹوں پر لدا ہوا شہر کوفہ کے قریب پہنچے جب ورقہ کی آمد کی خبر مختار کو پہنچی تو وہ کل سرداران حکومت اور عمائد شہر کیساتھ ورقہ کے استقبال کو شہر سے باہر آیا اور بڑی توقیر اور احترام سے اسکو کوفہ میں لائے جب مختار نے زید ابن انس کے انتقال کا واقعہ سنا تو اس کو سخت رنج ہوا اور دیر تک مختار اور ابراہیم دونوں اس کی وفات پر روتے رہے بعد اس کے ورقہ نے لڑائی کے واقعات کو نہایت تفصیل کے ساتھ مختار سے بیان کیا اور اثنائے تقریر میں یہ بھی ورقا نے مختار سے دریافت کیا کہ یا امیر رؤسائے موصل نے مجھے اس مضمون کا خط بھیجا ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد ایک لاکھ سوار اور پیادے کی جمعیت سے تسخیر موصل کے لئے آرہا ہے مختار نے شکر الٰہی ورقا کے کامیاب ہو کر واپس آنے پر ادا کیا اور ابراہیم سے کہا کہ اے برادر تم ابن زیاد کے مقابلہ اور محاربہ کے واسطے اب موصل کو روانہ ہو جاؤ چنانچہ اسی وقت فوج کا شمار کیا گیا تو اسوقت دس ہزار سپاہی موجود تھے اور باقی فوج اطراف ملک میں امن و امان قائم کرنے میں مصروف تھی مختار نے ابراہیم سے کہا کہ اس فوج سے ایکہزار آدمی میرے اور شہر کی حفاظت کے واسطے کافی ہیں وہ یہاں رہیں اور ۹ ہزار سپاہیوں کو تم اپنے ہمراہ لے کر اس کے مقابلہ کو روانہ ہو جاؤ اور اس صورت میں خدا کی ذات سے کامل امید ہے کہ تمہارے

ہاتھ سے اس کا قتل و قمع ضرور ہو جائے گا ابراہیم صف شکن نے مختار کو جواب دیا کہ یا امیر تمہارے واسطے اور نیز حفاظت کوفہ کے لئے صرف ایک ہزار آدمی کافی نہ ہوں گے کیونکہ دشمنوں کی کثرت ہے اور سب قاتلان حسینؑ ہیں جو کوفہ کے عمائدین میں سے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اشخاص مذکور اپنے دل کا بخار نکالنے کیواسطے تیر یورش کریں گے اور تمہارے مقابلہ اور قتل کے لئے آمادہ ہو جائیں گے مختار نے بھی ابراہیم کے اس خیال کی تصدیق کی لیکن آخر ابراہیم کی روانگی عبیداللہ زیاد کے مقابلے کے لئے قطعی قرار پائی چنانچہ ابراہیم مع فوج مذکور اور اپنے خیمہ و خرگاہ کے کوفہ سے اسی روز باہر ٹھہرے اور تیاری سامان سفر اور فراہمی ساز و اسباب جنگ میں مصروف ہوئے دوسرے روز مختار بھی ان کے الوداع کے واسطے مع کل سرداران فوج کے آیا اور اس سے بغلگیر ہو کر خدا حافظ کہکر مصاف و معرکہ آرائی عبیداللہ زیاد کے واسطے رخصت کیا خلاصہ یہ کہ ابراہیم اپنی سخت سفر کی منزلیں قطع کرتے ہوئے مقام تکریت میں وارد ہوئے یہاں کے باشندے دوستداران خاندان نبوت تھے لیکن ابراہیم کو جو مشکل اول ہی پیش آئی وہ عجیب و غریب تھی کیونکہ تکریت کی دیواروں کے نیچے جب ابراہیم کا لشکر پہنچا تو اہل تکریت نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور کھانے پینے اور رسد کا جو کچھ ذخیرہ ان کے پاس تھا وہ شہر میں جابجا پوشیدہ کر دیا اس کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کو عبیداللہ ابن زیاد کے لشکر کا دھوکہ ہوا تھا بہر حال جب ابراہیم نے دروازہ کھولنے کو ان لوگوں سے کہا تو انہوں نے یہ دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو اور یہاں کس لئے آئے ہو جس پر ابراہیم نے خود پکار کر ان کو مطلع کیا کہ میں ہوں ابراہیم ابن مالک اشتر نخعی بس ابراہیم کا نام سنتے ہی شہر تکریت کا دروازہ کھول دیا گیا اور وہاں کے باشندے فریاد واحسیناہ واحسیناہ بلند کرتے ہوئے باہر نکل آئے اور ہر قسم کے تحفے و تحائف ابراہیم کی خدمت میں لا کر پیش کئے اور ابراہیم دلاور بصد جاہ و جلال دروازہ شہر مذکور پر خیمہ زن ہوا شہر کے جسقدر معمر آدمی تھے انہوں نے ابراہیم کی بہت خاطر و تعریف کی اور اس سے کہا کہ یا امیر اس شہر میں جوان آدمی قابل جنگ بکثرت ہیں، جسقدر تم کو ضرورت ہو اپنے لشکر میں بھرتی کر لو کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ دشمنوں کا ہجوم اور تعداد لشکر بہت زیادہ ہے یہ سنکر ابراہیم نے ان کو دعا دی اور یہ کہا کہ کچھ پرواہ کی بات نہیں ہے گو دشمن کی فوج زیادہ ہے اگر فضل الٰہی شامل حال ہے اور توفیق پروردگار میرے ساتھ ہے تو ان سب کو قتل کروں گا آپ لوگوں سے امید ہے کہ مجھکو دعا سے فراموش نہ کریں گے۔ بہر حال ابراہیم نے ایکروز وہاں قیام کیا اور دوسرے روز وہاں سے آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بعد طے مراحل و قطع منازل مقام موصل کے قریب پہنچے یہاں کے لوگوں کو جب دریافت ہوا کہ ایک لشکر گراں ان کے شہر پر قبضہ کرنے کیواسطے شہر کے قریب پہنچ گیا ہے تو وہ عبیداللہ ابن زیاد کے دھوکہ میں بیس ہزار کی جمعیت سے مسلح ہو کر شہر کے باہر نکل آئے اور ان سب نے متفق ہو کر ابراہیم کے لشکر کا رخ کیا اور جب اس فوج کے قریب پہنچے تو بآواز بلند انہوں نے لشکر عراق سے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو اور کدھر کا ارادہ ہے یہ سنکر ابراہیم دلاور نے جواب دیا کہ ہم مختار

کے لشکر کے لوگ ہیں اور خون حضرت امام حسینؑ کے طالب اور ان کے قاتلوں کی تلاش میں اس طرف آئے ہیں اور میں ابراہیم بن مالک اشتر ہوں جب اہل موصل نے ابراہیم کا نام سنا تو اپنی حرکت سے نہایت نادم و پشیمان ہوئے کیونکہ وہ بہ وجوہ مسلح ہو کر جنگ کے لئے آئے تھے اور اگر ذرا بھی اس طرف سے اشارہ ہوتا تو سخت لڑائی ہو جاتی بہر حال ابراہیم نے بہ آواز بلند ان لوگوں سے کہا کہ در انحالیکہ تم کو اس امر سے اطلاع ہو گئی ہے کہ ہم کون لوگ ہیں تو پھر اس طرح مسلح ہمارے پاس کیوں آئے ہو اگر در حقیقت ہمارا عمل و عدل انصاف پر اور ہمارا خیال عام کی آسائش پہنچانے کی طرف نہ ہوتا تو ہمارے سامنے سے تم لوگوں میں سے کوئی شخص یہاں سے زندہ بچ کر نہ جاتا بس تمہارے لئے اسی میں بہتری ہے کہ تم فوراً یہاں سے اپنے مکانات کو چلے جاؤ اور میں نے تمہارے اس قصور کو معاف کیا ابراہیم کی اس عتاب آمیز آواز کو سنکر اس گروہ موصل میں سے جو لوگ عمائد اور سرغنہ شہر تھے جو کچھ رسد ان کے پاس تھی اسکو ہمراہ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم کو تمہارے آنے سے بالکل اطلاع نہ تھی بلکہ ہم کو عبید اللہ زیاد کا دھوکا ہوا تھا اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ عذر معذرت ابراہیم سے ان لوگوں نے کی بہر حال ابراہیم نے ان کے قصور سے درگذر کی اور جو تحفے تحائف وہ لوگ لائے تھے اس کو قبول کیا دو روز تک انھوں نے وہاں قیام کیا اور تیسرے روز ابراہیم موصل سے روانہ ہوئے اور چند روز رستہ قطع کرنے کے بعد منزل وادی لاعلام پر پہنچے یہاں خیمے ڈیرے نصب ہونے لگے ابراہیم نے گھوڑے سے اتر کر نماز سے فراغت حاصل کی اور ابھی تسبیح پڑھ رہے تھے کہ ایک ضعیفہ عورت ان کے خیمے کے دروازے پر آ کر کھڑی ہوئی ابراہیم نے اسکو دیکھکر خیال کیا کہ شاید یہ عورت محتاج ہے اور کچھ مانگتی ہے لہذا انھوں نے اپنے غلام کو بلا کر حکم کیا کہ اس عورت کو کچھ دیدو غلام ابراہیم نے اس ضعیفہ کو اسی وقت ایک ہزار درہم لا کر دیئے مگر اس زن معمرہ نے ابراہیم سے کہا کہ یا امیر میں ان درہموں کے مانگنے کی غرض سے آپ کے حضور میں نہیں حاضر ہوئی تھی بلکہ میں ایک صاحب واقعہ ہوں اور چاہتی ہوں کہ وہ واقعہ آپ کے سامنے مفصل عرض کروں یہ سنکر ابراہیم نے اس کو اپنے قریب بلایا تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے اور بالوں کے کپڑے پہنے ہوئے ہے خلاصہ یہ کہ ابراہیم نے اس بڑھیا سے پوچھا کہ بیان کر تو کیا کہنا چاہتی ہے ضعیفہ نے کہا کہ یا امیر آپ کو واضح ہو کہ میں ایک لکڑہارے کی بی بی ہوں میرے شوہر کا یہ پیشہ اور قاعدہ تھا کہ ہر روز جنگل کو جاتا تھا اور وہاں سے لکڑیوں کا بوجھ کاٹ کر بازار میں فروخت کرتا تھا اور اس کی قیمت سے بسر اوقات ہوتی تھی اتفاق سے ایک روز بادل گھر آیا اور نہایت شدت سے مینہ برسنے لگا اسوجہ سے اس روز میرا شوہر جنگل کو لکڑیوں کے لانے کے لئے نہ جا سکا جس سے تمام دن ہم لوگوں کو فاقے گذرا مجھے اگرچہ اس بات کا بڑا رنج ہوا مگر چارہ کیا تھا آخر میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ ہم کو صبر اختیار کرنا چاہئے کیونکہ خدائے رازق العباد صابروں کو دوست رکھتا ہے۔ اگر ہماری زندگی باقی ہے تو وہ ضرور ہم کو رزق و روزی دے گا بہر حال اس وقت شدت سے بارش ہو رہی تھی

اتفاق تقدیر سے میرے مکان کے صحن میں پانی بہنے زور نے ایک مقام پر مٹی کو دھو دیا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس مقام پر ایک بڑا پتھر زمین میں جما ہوا ہے اس پتھر کو دیکھ کر میرے دل میں اس وقت یہ خیال اور اعتقاد پیدا ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری بسر اوقات کے واسطے اس پتھر کو اسوقت نمایاں کیا ہے لاؤ اس پتھر کو فروخت کرکے اس کے داموں سے کھانے پینے کے واسطے کچھ منگاؤں، یہ خیال کرکے ہم دونوں نے متفق ہو کر اس پتھر کو اپنے مقام سے سرکایا تو عجب قدرت خدا نظر آئی یعنی اس مقام پر کیا دیکھتی ہوں کہ ایک دروازہ لگا ہوا ہے کہ وہ بھی پتھر کا ہے اور اس میں ایک قفل پڑا ہوا ہے بہر حال ہم دونوں نے مل کر اس قفل کو توڑ ڈالا اور اس دروازے کو کھولا تو معلوم ہوا کہ ایک تہ خانہ ہے مگر اس میں بالکل اندھیرا تھا اس لئے ہم دونوں چراغ ہاتھ میں لے کر تہ خانہ میں گئے تو دیکھا کہ بے انتہا خزانہ اشرفیاں اور جواہرات کا اس میں انبار جمع ہے بہرحال میں نے اس خزانہ میں سے اس وقت ایک دینار اٹھالیا اور پھر وہاں سے نکل کر اس دروازہ کو ویسا ہی بند کر دیا اور اس دینار کو میرا شوہر بازار میں لے گیا اور اس سے کچھ جنس اور مختلف کھانے پینے کی چیزیں مول لیں لیکن اس دینار اور خزانہ کا حال ہم نے کسی اور سے نہیں بیان کیا اسی طرح عرصہ دراز تک جب کبھی ضرورت ہوتی تو اس میں سے چند دینار نکال کر اپنی ضروریات پوری کرتے رہے اس عرصہ میں میرے شوہر نے انتقال کیا اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ تصور کیا کہ میرا زمانہ پیرانہ سالی ہے نہ میرے کوئی فرزند ہے اور نہ کوئی بھائی بہن اور نہ کوئی عزیز و قرابتدار ہے پس اس قدر کثیر المقدار مال اور دولت خدا نے جو مجھ کو عنایت فرمایا ہے کس کے نصیب کا ہے غرضیکہ اسی فکر و خیال میں ایک روز میں سو رہی تھی کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے بڑھیا اس خزانہ کے بارے میں تجھ کو کیا سوچ بچار ہے۔ واضح ہو کہ یہ سب گنج و دولت حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کی فوج اور ان لوگوں کا ہے کہ جو عنقریب اس شہید اور مظلوم کے طلب خون میں اس شہر میں وارد ہوں گے تو اب اٹھ کھڑی ہو اور ابراہیم کے پاس جا کر اس خزانہ کے حال سے اطلاع دے کہ یہ خزانہ ان کی ملک ہے اور دوسروں کو اس کا تصرف حرام ہے۔ پس اس بڑھیا نے کہا کہ اب میں نے اس حال سے تم کو مکمل اطلاع دیدی اور اپنے حق سے بری الذمہ ہو گئی۔ راوی لکھتا ہے کہ اس خبر کو سنکر ابراہیم نہایت خوش اور شاداں ہوا اور تمام سرداران شیعہ کو ہمراہ لیکر اس زن ضعیفہ کے مکان پر گیا اور اسی وقت حکم دیا کہ روشنی لائی جائے چنانچہ بکثرت شمعیں روشن کرکے اس تہ خانہ کے اندر یہ لوگ گئے اور جسقدر مال و دولت اس تہ خانہ میں جمع تھا وہ سب اس کے اندر سے نکال کر باہر لایا گیا اور جسقدر آدمی ابراہیم کے ساتھ اس وقت گئے تھے ان میں سے ہر ایک کو ایک ہزار دینار ابراہیم نے عطا کئے اور اس کے بعد میں ۴۰ خروار یہ شتر خزانہ بچ رہا تو اس کو کوفہ بھیجدیا اور مختار کو ایک خط میں یہ سب حال جو زن ضعیفہ مذکورہ کا تھا لکھ بھیجا اور اس ضعیفہ کو بھی ۵ ہزار دینار عطا کئے۔

بہر حال جب مختار کے پاس وہ زرومال پہنچا تو وہ از حد فرحناک ہوا اور سجدہ شکر خدا کا ادا کیا اور نہایت فراخدلی کے ساتھ اس عطیہ خداداد میں سے لوگوں کو عطا کرنا شروع کیا۔ ان میں سے ۲۰ ہزار دینار اس نے مکہ میں حضرت محمد ابن حنفیہؓ کے پاس بھیجے اور ۲۰ ہزار دینار حضرت امام زین العابدینؑ کے حضور میں بطور پیش کش مدینہ منورہ کو روانہ کئے تھے اب ابراہیم کا حال سنئے کہ اس نے خزانہ کی دستیابی کے بعد صرف ایک روز اس مقام پر قیام کیا اور دوسرے روز وہاں سے آگے کی طرف روانہ ہوئے اور جب پانچ فرسخ راستہ طے کیا تو مقام نصیبین میں پہنچے۔ اس مقام کا جو حکمراں تھا اس کا نام حنظلہ ابن عمارۃ الثعلبی تھا۔ دس ہزار آدمی اس کے ملازم تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص کسی کا ماتحت نہیں تھا بہر حال ابراہیم نے اس شہر کے قریب پہنچکر اپنے لشکر کو اتارا۔ اور ایک خط اس مضمون کا حنظلہ کے نام لکھا کہ اے حنظلہ تجھکو خوب معلوم ہے کہ اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصاً امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل حرم وعترت پر ان ظالموں نے کس قدر شدید ظلم وستم کیا ہے۔ میں کہ ابراہیم بن مالک اشتر ہوں استیصال عبید اللہ زیاد کے واسطے بحکم مختار جا رہا ہوں اور اس ملعون سے امام حسینؑ کے خون کا طلبگار رہوں گا پس دروازہ شہر کا تو میرے واسطے کھولدے اور مجھے رستہ دیدے کہ اس دشمن خدا کے مقابلے کے لئے روانہ ہوں اور جب یہ نامہ تمام ہوا تو آخر میں ابراہیم نے اپنی مہر کرکے ایک شخص کے ہاتھ حنظلہ کے پاس روانہ کیا اتفاق سے نصیبین سے دس پندرہ کوس کے فاصلہ پر عبید اللہ ابن زیاد بھی ایک لاکھ کی جمعیت سے اترا ہوا تھا جس کی خبر ابراہیم کو بالکل نہ تھی اور نہ خود عبید اللہ کو ابراہیم کے اس طرف آنے کی اطلاع تھی بہر حال ابن زیاد نے بھی ایک نامہ حنظلہ کو بھیجا تھا اور اس میں یہ تہدیداً لکھا تھا کہ ہم ابراہیم بن مالک اشتر کے ساتھ لڑنے کیواسطے جاتے ہیں لہٰذا تجھ کو مناسب ہے کہ دروازہ شہر کا کھولدے اور فوراً ہی میرے حکم کی تعمیل کر اگر ذرا توقف ہوا تو ہمارا بے حد نقصان ہوگا خوب یاد رکھنا اگر تو میرے حکم کی تعمیل نہ کرے گا اور دروازہ میرے لشکر کے گذرنے کیلئے نہ کھول دیگا تو یاد رکھو کہ میں شہر کو جلادوں گا اب سنئے کہ اتفاق سے یہ دونوں ایلچی ایک ہی وقت میں شہر نصیبین کے دروازے پر پہنچے تو دربانوں نے ان سے حال دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو اور کس واسطے آئے ہو ان دونوں نے اپنا حال اور جہاں سے پیام لے کر آئے تھے ان سے بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ ہم دونوں شخص آقاؤں کے پاس سے خط لے کر آئے ہیں درگہ سالار یعنی دربانوں کے افسر نے اسی وقت جاکر اپنے امیر حنظلہ کو اطلاع دی کہ دو سفیر آئے ہیں۔ ان میں سے ایک ابراہیم بن مالک اشتر نخعی کا نامہ لایا ہے اور دوسرا عبید اللہ ابن زیاد کے پاس سے کوئی تحریر لایا ہے حنظلہ نے ان کو اپنے سامنے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ بہر حال دونوں سفیر اس کے حضور میں حاضر ہوئے اور اس کو سلام کیا حنظلہ نے ابراہیم کے ایلچی کی بہت خاطر مدارات کی اور اس کو اپنے پاس بیٹھنے کا حکم دیا اور اس سے ابراہیم کا نامہ لے کر اول آنکھوں سے لگایا اور اس کے بعد کھول کر پڑھنے لگا

اور جب اس کی نظر حضرت سید الشہداء کے اسم مبارک پر پڑی تو بے اختیار دھاڑیں مار کر رونے لگا اور اپنے ہاتھ سینہ پر مارتا تھا اور واحسیناہ واسیداہ اس کی زبان پر جاری تھا آخر کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں بھی دشمنانِ حسین ابن علیؑ سے جہاد کروں گا جب اس حال سے اس کو فراغت ہوئی تو اس وقت عبیداللہ ابن زیاد کے سفیر کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے نامہ عبیداللہ ابن زیاد کا لے کر پڑھا اور پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور اس کے بعد تلوار منگا کر اپنے ہاتھ سے اس کے ایلچی کو مار ڈالا اور ابراہیم کے ایلچی کو بڑا قیمتی خلعت دیا اور اس سے کہا کہ تو جا کر ابراہیم کو میری طرف سے یہ جواب عرض کر کہ یا امیر تم نہایت جلد یہاں چلے آؤ میں ہر طرح تمہارا مطیع اور تابع فرماں ہوں اور اپنی فوج کو لے کر دشمنوں سے جہاد کروں گا۔ چنانچہ اس سفیر نے ابراہیم سے جا کر کل واقعہ عرض کیا جس کو سنکر ابراہیم نہایت خوش اور خرم ہوا اور اسی وقت وہاں سے کوچ کر دیا اور جب تھوڑا رستہ قطع کرنے کے بعد روانہ نصیبین پہنچا تو حنظلہ نامدار اس کی آمد کی خبر سنکر مع اپنی کل فوج اور فرزندوں کے ابراہیم کے استقبال کو شہر سے باہر نکلا اور اپنے ہمراہ ہر قسم کے تحفے و ہدایا کی مقدار کثیر ابراہیم کے واسطے لے گیا تھا خلاصہ یہ کہ اس نے ابراہیم سے نہایت تپاک اور گرمجوشی کے ساتھ ملاقات کی۔ ابراہیم نے اس خزانہ کے ملنے پر تمام قصہ حنظلہ کو سنایا اور تمام واقعات گذشتہ اس سے ذکر کئے اس کے بعد امر نصب العین کی بابت شورہ اور صلاح دونوں میں بہت دیر تک ہوا کی کہتے ہیں کہ ادھر ابن زیاد کو جب ابراہیم اور حنظلہ کے اس اتحاد اور واقعات گذشتہ کی خبر پہنچی تو اس کو بڑا صدمہ ہوا اور ایک نہایت سخت ہیبت طاری ہوئی اور اس کے دل میں یہ خوف بیٹھ گیا کہ دیکھئے کیا انجام ہوا۔ اور اس اندیشہ اور خیال میں وہ اپنے مقام سے تین منزل اس طرف ہٹ کر چلا گیا بہرحال ابراہیم نے تین دن نصیبین میں قیام کیا اس کے تمام لشکر میں سرسبزی اور دولتمندی نظر آتی تھی اور دروازہ بخشش و عطا ہر کس و ناکس کے لئے برابر کھلا ہوا تھا خلاصہ یہ کہ اس جاہ و حشم کے ساتھ ابراہیم یہاں سے عبیداللہ ابن زیاد کے مقابلہ اور سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اور حنظلہ اپنے چھ ہزار جوانوں کے ساتھ اس سے آگے روانہ ہونے پر آمادہ ہوا۔ ابراہیم نے یہ حال دیکھکر حنظلہ سے کہا کہ اب تم لوٹ جاؤ اور تمہاری خدمات جو کچھ اب تک ہو چکی ہیں وہ کافی ہیں ابراہیم کے اس کہنے پر حنظلہ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں جو تم نے اسوقت کہا یہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ لیکن اب مجھکو بغیر لڑائی اور جنگ کے اور نیز تمہارے ساتھ ہو کر دشمنوں سے جہاد کئے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے خلاصہ یہ کہ حنظلہ اس سے آگے آگے اور لشکر ابراہیم اس کے پیچھے تھا کہ برابر راستہ قطع کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قلعہ ماردی کے قریب پہنچے جو اس جوار میں ایک نہایت مستحکم اور مضبوط مقام تھا اور حنظلہ کے ملک حکومت میں داخل تھا چنانچہ ابراہیم کی فوج اس کے قریب خیمہ زن ہوئی اور باہم مشورہ کرنے لگے آخر حنظلہ نے کسی آدمی کے ہاتھ اس مقام کے کوتوال کو جو حنظلہ کا ملازم

تھا بلا بھیجا اور جب کوتوال مذکور حاضر ہوا تو حنظلہ نے اس سے کہا کہ تجھے معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فوج ہمارے آقا کی ہے اور امیر ابن اشتر اس کے سپہ سالار ہیں جو عبید اللہ ابن زیاد سے خون حسینؑ ابن علیؑ کے طلب میں جاتے ہیں اور سب واقعہ اس سے مفصل بیان کیا۔ کوتوال نے ان سب حالات کو سنکر حنظلہ کو جواب دیا کہ افسوس اگر ایک روز بھی پہلے تم دونوں یہاں آجاتے تو میں نہایت آسانی کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کو تمہارے ہاتھ گرفتار کرا دیتا ابراہیم نے کہا کہ کس طرح تم اس کو میرے ہاتھ گرفتار کراتے تو کوتوال نے کہا کہ تمہارے آنے سے کچھ دن پہلے خود عبید اللہ ابن زیاد یہاں آیا ہوا تھا اس نے اپنے زن و فرزند اور ایک کثیر مقدار مال و اسباب کی جس میں صرف چار خروار زر نقد کے ہیں۔ میرے سپرد کر دیے ہیں۔ اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ ان کے تحفظ اور نگہداشت میں کوشش بلیغ کرنی چاہیے اور میں نے بھی اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں حتی الامکان ان کی حفاظت کروں گا اور اب آج کل وہ یہاں سے قریب کسی مقام پر اترا ہوا ہے ابراہیم اس خبر کو سنکر بہت خوش ہوئے اور اس کوتوال سے اس طرح کہنے لگے کہ اے برادر مجھ کو خدا جزائے خیر دے کہ میرا تو نے دل شاد کر دیا یہ بتا کہ اب اس کے وہ زن و فرزند کہاں ہیں۔ کوتوال نے کہا کہ میرے یہاں ہیں ابراہیم نے کہا کہ ابھی تم یہاں سے جاؤ اور ان سب کو اپنے ہمراہ لے کر میرے پاس آجاؤ۔ کوتوال نے کہا کہ میں اس حکم کی بسر و چشم تعمیل کروں گا۔ چنانچہ کوتوال اپنے مکان کو واپس گیا اور اسی وقت زن و فرزند اور مال و اسباب عبید اللہ ابن زیاد ملعون تمام و کمال ابراہیم کے سامنے حاضر کیا اس گروہ میں ابن زیاد کی تین بیٹیاں تھیں اور ایک بیٹا تھا اور ایک سو بیس خدمت گار و غلام ملازم تھے جبکہ ابراہیم کی نظر اس گروہ پر پڑی تو وہ اس وقت آبدیدہ ہوا اور کہنے لگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور اس کے بعد اپنے رفقا کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ اے اہل عراق یہ اطفال اور مستورات اس ملعون کے ہیں کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو میدان کربلا میں تین روز کا بھوکا پیاسا شہید کیا تھا اور ان کے اطفال و اہل حرم کو اسیر کر کے شام کے ہر گاؤں میں پھراتے ہوئے دمشق تک لے گیا تھا۔ اس خدائے برتر کی قسم ہے۔ جس کے اختیار میں میری جان ہے کہ جب تک میرے دم میں دم ہے ان کا کینہ میرے دل سے نہ نکلے گا اور اس کا انتقام لئے بغیر ہرگز نہ مانوں گا اور واپس نہ جاؤں گا پس تم بھی وہی کرو جو میں اس وقت کرتا ہوں یہ کہہ کر ابراہیم نے اپنی تلوار اٹھائی اور ابن عبید اللہ ابن زیاد کا سر کاٹ ڈالا۔ اسی طرح اور لوگ بھی قتل کیے جاتے تھے یہاں تک کہ سب متعلقین عبید اللہ ابن زیاد کو تہ تیغ بے دریغ کر دیا۔ ایک بھی ان میں سے زندہ باقی نہ بچا اس کے بعد ابراہیم نے عبید اللہ کے مال و اسباب میں سے دو خروار زر نقد حنظلہ کو دیے اور ایک خروار زر نقد کوتوال کو دیا اور ایک خروار جو باقی رہا اس نے اپنے آدمیوں پر تقسیم کر دیا۔ کوتوال نے ابراہیم کو اس عطیہ پر بہت کچھ دعا دی اور یہ کہا کہ میں اس سے بھی بڑھ کر

ایک کارروائی کرنا چاہتا ہوں۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ اس سے بڑھکر اور کون سا کام ہے جس کو تم انجام دینے کے واسطے کہتے ہو۔ کوتوال نے کہا کہ میری نیت میں اب یہ امر ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد کو گرفتار کرادوں ابراہیم نے کوتوال سے دریافت کیا کہ یہ تم کس طرح کرسکتے ہو اور کیونکر عبیداللہ کو گرفتار کرسکتے ہو۔ کوتوال نے کہا کہ اس کی تدبیر یہ ہے کہ تم میرے فرزندوں کے کپڑے پہن کر میرے ہمراہ ان لوگوں میں چلو یقین ہے کہ اس صورت میں تم کو کوئی شخص پہچان نہ سکے گا۔ لیکن ہم کو یہ کارروائی اس سے پہلے کرنی چاہئے کہ اس کو اپنے عیال واطفال کی گذشتہ تباہی وبربادی سے آگاہی اور اطلاع ہو۔ بہرحال جب ہم سب ان کے لشکر کے قریب پہنچ جائیں تو وہیں اپنا خیمہ نصب کردیں اور اس وقت میں اپنے لڑکے کو عبیداللہ ابن زیاد کے پاس یہ پیام دے کر بھیجوں گا کہ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ امیر نصیبین نے ابراہیم سے بیعت کرلی اور اب اس کا ارادہ تیرے مقابلے کے لئے روانہ ہونے کا ہے اور تو بخوبی واقف ہے کہ یہ قلعہ ومقام کہ جو میرے تحت حکومت میں ہے حنظلہ کا ہے اور میں اس کا غلام وملازم ہوں چونکہ تیرے عیال واطفال وہاں مقیم ہیں لہٰذا مجھے اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ کوئی اس حال سے حنظلہ اور ابراہیم کو اطلاع نہ دیدے اور پھر کوئی علاج ان کی رہائی کے واسطے ناممکن ہوجائے پس مناسب ہے کہ اسی وقت تو تنہا میرے پاس چلا آتا کہ تجھ سے اس معاملہ میں مشورہ کیا جائے اور اس میں یہ مصلحت ہے کہ ہماری اس صلاح ومشورے سے سوائے میرے اور اس لڑکے کے کسی کو اطلاع نہ ہوگی کیونکہ مجھکو اس پر کامل اعتماد اور وثوق ہے اور جو علانیہ طور سے میں تمہارے پاس آیا اور اس بارہ میں کوئی گفتگو تم سے میں نے کی تو مجھے اپنے ہلاک ہوجانے کا سخت اندیشہ ہے یقین ہے کہ جس وقت اس کو میرا پیام پہنچے گا تو اپنے اہل وعیال کے خوف سے فوراً میرے پاس چلا آئے گا۔ اور میرے خیمہ میں آکر قیام کرے گا اس وقت تم کو اختیار ہوگا کہ جو چاہو اس کے ساتھ کرسکتے ہو اور میں اس کارروائی کا ثمرہ پیشگاہ جناب الٰہی سے حاصل کرنے کا امیدوار ہوں اور یہ بھی واضح ہو کہ جس وقت اس کے قتل کی خبر اس کے اہل لشکر کو پہنچے گی تو پھر وہ یہاں ایک لمحہ نہ ٹھیریں گے اور سب تمہارے سامنے سے بھاگتے نظر آئیں گے اور اس صورت میں تم کو مفت کامل فتح دشمنان اہل بیت پر حاصل ہوجائے گی۔ ابراہیم نے کوتوال سے جب یہ رائے سنی تو اس مشورہ کو بہت پسند کیا اور اس کو جواب دیا کہ بے شک تمہارا مشورہ نہایت ٹھیک اور قرین عقل وصواب اندیش ہے۔ اور میں تو سب سے مقدم عبیداللہ ابن زیاد کا قتل ہونا ہی اولیٰ سمجھتا ہوں یہاں تک کہ تمام دنیا اگر مجھ کو ملجائے تو بھی اس کے قتل کے مقابلہ میں اس کے ملنے سے مجھے اس قدر خوشی حاصل نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ کوتوال اسی وقت مع اپنے عیال واطفال کے ابراہیم کو ساتھ لے کر اس منصوبے کے پورا کرنے کی غرض سے عبیداللہ کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ اور ابراہیم نے اپنی جس قدر فوج تھی وہ حنظلہ کی تفویض میں کردی تھی۔

غرض روانہ ہو کر ایک تھوڑے عرصہ میں یہ گروہ عبیداللہ ابن زیاد کے لشکر سے ایک فرسخ کے قریب پہنچ گیا یہاں کوتوال اور ابراہیم نے اپنے خیمے نصب کردیئے اور حسب مشورۂ سابق کوتوال نے اپنے فرزند کو بلا کر اس سے یہ کہا کہ اے فرزند تم اسوقت ابن زیاد ملعون کے پاس چلے جاؤ اور جو کچھ ذکر ہو چکا ہے اس کا اعادہ عبیداللہ ابن زیاد سے جاکر بطریق احسن کردو چنانچہ کوتوال کا فرزند اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کے واسطے ابن زیاد کے پاس گیا اور جب ابن زیاد نے اس کو دیکھا تو پہچان کر کہا کہ تم یہاں کس ضرورت کے لئے آئے ہو اس شخص نے اپنے باپ کا جو کچھ پیام تھا وہ عبیداللہ ابن زیاد سے بیان کیا۔ ابن زیاد ملعون نے جب یہ قصہ سُنا تو اس کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہو گئی اور اسی وقت سوار ہو کر تنہا کوتوال کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا اور اپنے حاجب سے یہ کہہ گیا کہ میرے ساتھ کوئی شخص نہ آئے لیکن یہ ضرور ہے کہ میرے واپس آنے تک تم لوگ ہر طرح ہوشیار اور مستعد رہنا خلاصہ یہ کہ اس تقریر کے بعد وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا کوتوال کے خیمہ تک پہنچا جب کوتوال کو ابن زیاد کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ مع اپنے فرزندوں اور ابراہیم کے خیمہ سے باہر نکل آئے اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اس کو بڑے وقار اور احترام سے لاکر اپنے خیمہ میں بٹھایا اس وقت ابن زیاد کی یہ صورت تھی کہ وہ ہر طرف چوکنا دیکھ رہا تھا بالخصوص اس کی نظر ابراہیم کی طرف تھی اور ننگی تلوار اس کے زانو پر رکھی ہوئی تھی جب ابن زیاد اطمینان سے خیمہ میں بیٹھ چکا کوتوال نے حالات مذکورہ اس سے بیان کئے اور یہ بھی کہا کہ امیر آگاہ ہو کہ ابراہیم اشتر پندرہ ہزار سوار و پیادہ کی جمعیت سے میرے قلعہ کے قریب اترا ہے اور حنظلہ نے اس سے بیعت کرلی ہے اور ہر طرح اس کی اطاعت میں سرگرم و مصروف ہے اس لئے میں تیرے پاس آیا ہوں اب کیا کرنا چاہئے اور اسی قسم کی سلسلہ وار تقریریں کوتوال عبیداللہ کو مشغول کئے ہوئے تھا کہ ابراہیم کو اس کے قتل کا بخوبی موقع مل جائے اور وہ اٹھ کر اس کو قتل کر ڈالے لیکن ابراہیم نے اسوقت کوئی کارروائی اس قسم کی نہ کی اور نہ اپنی نشستگاہ سے ذرہ بھر حرکت کی آخر طویل گفتگو کے بعد ابن زیاد اٹھ کھڑا ہوا اور کوتوال کے خیمہ سے نکل کر اپنی قیام گاہ کا رستہ لیا اور جسوقت وہ خیمہ سے باہر نکلا تو اس نے کوتوال سے یہ بات کہی کہ اے بھائی کوئی اندیشہ کا مقام نہیں ہے اگر ابراہیم کے پندرہ ہزار سوار ہیں تو میرے پاس ایک لاکھ کی جمعیت موجود ہے جن کو میں اسی وقت حکم دیتا ہوں کہ طبلِ جنگ بجا کر تمام لشکر عراق کو قتل کر ڈالیں اور تجھکو اس رنج واندیشہ سے نجات بھی دلائیں گے یہ کہکر سوار ہو گیا جب ابن زیاد کوتوال کے خیمہ سے چلا گیا تو کوتوال نے ابراہیم سے کہا کہ یہ کارروائی کس طرح کی تھی جو تم سے اسوقت ظاہر ہوئی اور تم نے عبث ایسے موقع کو ہاتھ سے کھو دیا اور عبیداللہ کو زندہ جانے دیا ابراہیم نے کوتوال کو جواب دیا کہ اسوقت عبیداللہ کے قتل نہ کرنے کی تین وجہیں تھیں اول تو یہ بات تھی کہ میں ایک دراز قد آدمی ہوں اور علیٰ ہذا میری تلوار بھی بہت لمبی ہے اور یہ خیمہ نہایت تنگ اور چھوٹا ہے اگر کھڑے ہو کر اس میں تلوار چلاتا تو خیمہ میں اٹک جاتی اور خیمہ گر پڑتا میں نے سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ خیمہ پر تلوار پڑ جائے جس سے خیمہ گر پڑے اور عبیداللہ

صاف زخم سے بچ جائے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی تلوار میان سے نکال کر زانو پر رکھ لی تھی تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ چونکہ کوتوال قریب بیٹھا ہے مبادا میری تلوار پہنچنے سے پہلے یہ تم کو قتل کر ڈالے اور اس میں شک نہیں کہ تم کو وہ ضرور ہی قتل کر ڈالتا کیونکہ تم اس کے بہت ہی قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ تیسری یہ وجہ ہے کہ اگر یہ خبر کہ عبید اللہ پر حملہ کیا گیا ہے اس کے لشکر میں اس وقت پہنچ جاتی تو وہ فوراً تم کو گھیر لیتے اور تمہارے سب اہل و عیال کو قتل کر ڈالتے پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میری وجہ سے کوئی نقصان تم کو وہاں پہنچے کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ نیکی کی ہے یہ سنکر کوتوال نے ابراہیم سے کہا میری مثل اس وقت بالکل ہانی ابن عروہ کی سی ہے جو حضرت مسلم ابن عقیل کے بارہ میں کی گئی تھی یعنی ہانی نے اپنے کو بیمار بنالیا اور مسلم سے یہ کہا تھا کہ ابن زیاد میرے دیکھنے کے لئے میری علالت کا حال سنکر ضرور آئیگا پس جس وقت وہ آجائے تو تم اس کو قتل کر ڈالنا لیکن عجب اتفاق ہوا کہ جو وقت ابن زیاد ہانی بن عروہ کے مکان پر جیسا کہ سمجھا گیا عیادت کے واسطے آیا تو مسلم اپنے مقام سے نکل کر باہر نہ آئے اس کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ ہانی کی بی بی نے حضرت مسلم کو قسم دیدی تھی کہ میرے مکان کے اندر عبید اللہ ابن زیاد کو قتل نہ کرنا کہ اس میں ہماری بڑی بدنامی ہے اور آخر کو عبید اللہ ابن زیاد زندہ سلامت ہانی کے گھر سے بھی چلا گیا تھا ابراہیم یہ سنکر ہنسا اور کوتوال سے کہنے لگا کہ اے بھائی تم اطمینان رکھو وہ ضرور میرے ہاتھ سے قتل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ بخلاف حیلہ و بہانہ کے اس کو میدان جنگ میں قتل کروں تاکہ تمام عالم میں میرا نام ہو کہ میں نے مردانگی سے اسکو قتل کیا ہے اور اس کے بعد کوتوال نے ابراہیم سے یہ دریافت کیا کہ آخر اب کیا کرنا چاہئے ابراہیم نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد یہاں سے قریب جو دریا ہے اس سے بذریعہ کشتیوں کے عبور کرنے والا ہے میرے نزدیک یہ امر قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ اپنی کل فوج اس دریا کی طرف لئے جاتا ہوں اور ایک موقع پر پانچ ہزار آدمی کمین گاہ میں بٹھلائے دیتا ہوں اور پانچ ہزار آدمی دریا کی دست راست اور پانچ ہزار آدمی راستہ کے دوسری طرف متعین کئے دیتا ہوں اور پانچ ہزار آدمی اپنے ہمراہ لے کر اس کے مقابل میں رہوں گا۔ جس وقت مجھے یہ امر معلوم ہو جائے گا کہ ابن زیاد نے دریا سے عبور کر لیا تو ہم سب ایکبار مل کر چار طرف سے بڑھیں اور یا آل ثارات الحسین بن علی کہتے ہوئے اس پر حملہ کریں اور ادھر جو فوج کمینگاہ میں بٹھا دی جائے گی وہ یکایک اس کی فوج پر حملہ آور ہو اور اس طرح غالباً اس کو شکست فاش ہو جائے گی اور اس کا سب لشکر بھی قتل و غارت ہو جائے گا۔ کوتوال نے جواب دیا کہ بیشک تمہاری یہ رائے بہت قرین صواب ہے۔ کیونکہ عبید اللہ ابن زیاد بخوبی جانتا ہے کہ ابراہیم کو میرے یہاں آنے کی اطلاع نہیں ہے اور اسی اطمینان پر وہ آج دریا سے عبور کرے گا خلاصہ یہ کہ ابراہیم اپنے لشکر کو واپس آیا اور حنظلہ سے یہ کہا کہ اے برادر تم ذرا اسی جگہ قیام کرو اور خود پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے

روانہ ہوا اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے پانچ ہزار آدمیوں کو تو کمین گاہ میں بٹھا دیا اور خود دریا کے کنارے اتر پڑا اور اہل کمین گاہ سے یہ کہہ دیا کہ جب تم نعرۂ یا آل ثارات الحسین بن علی منسوب کمینگاہ سے نکل کر اور تلواریں کھینچ کر ان ملعونوں پر حملہ کر دینا اور ہرگز کسی بات سے خوف اور اندیشہ نہ کرنا کیونکہ خداوند کریم ہمارا مددگار ہے الغرض اس قسم کی فہمائش کر کے ابراہیم دریا کے کنارے پر کھڑا ہوا عبید اللہ ابن زیاد کا انتظار کر رہا تھا اور ہر طرف نگاہ ڈال رہا تھا کہ اتنے میں عبید اللہ ابن زیاد دریا کے کنارے پر پہنچ گیا تو اس نے اپنے لشکر کو کشتیوں پر سوار کرانا شروع کرایا اس دریا کو رود جادعل کہتے ہیں۔ بیان ہے کہ یہ دریا موصل کے کنارے گذرتا ہوا چلا گیا ہے یہ رات کا وقت تھا جبکہ عبید اللہ اور اس کے لشکر نے اس دریا کو عبور کیا تھا اس وقت ہزار ہا شمعیں اور مشعلیں دریا کے کنارے روشن تھیں کہ دریا میں دور تک اندھیرے کا نام بھی نہ تھا۔ ساحل اور دور تک زمین پر دن ہی دن نظر آتا تھا خلاصہ یہ کہ اہتمام کے ساتھ تقریباً بیس ہزار آدمیوں نے اس دریا سے عبور کیا۔ اس وقت عبید اللہ ابن زیاد نے یہ ارادہ کیا اور اس کو یہ خیال ہوا کہ کسی طرح میں ابراہیم کے لشکر میں اس کے اور اس کے لشکر کے بیدار ہونے سے قبل پہنچ جاؤں تو اس وقت میں بخوبی ان سب کو گھیر کر قتل کر سکتا ہوں پھر اس نے اپنے دل میں یہ اندیشہ کیا کہ ایسا نہ ہو ابراہیم اور اس کے رفقا کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے ہوں اور جب میں اس دریا سے عبور کر جاؤں تو ناگاہ مجھ پر حملہ کر کے مجھ کو ہلاک نہ کر ڈالیں پس اس نے اپنے ایک حاجب کو کہ جو بہت ہوشیار اور جراتی فطرتی اور چالاک تھا اور اس ملعون نے بنی ہاشم کے چالیس آدمی قتل کئے تھے اپنی سواری پر بٹھا دیا اور خود کسی دوسری سواری میں سوار ہو کر روانہ ہوا پس جو کوئی شخص اس حاجب کی سواری کے قریب سے گذرتا تھا تو یہی یقین کرتا تھا کہ ابن زیاد اس میں سوار ہے ابراہیم کو عبید اللہ ملعون کی اس کارستانی اور چالاکی سے بالکل اطلاع نہ تھی اس کو بھی عام لوگوں کی طرح حاجب کی سواری پر عبید اللہ زیاد کی سواری کا گمان ہوا۔ بہرحال ابراہیم کو سواری عبید اللہ زیاد دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی اور اس کے قتل کر نیکی نیت سے اس کی طرف متوجہ ہوا اور جب اس کے قریب پہنچا تو خدام وغیرہ جو سواری کے گرد و اطراف میں تھے انھوں نے غل مچایا اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ اے بے ادب اس سواری کے پاس سے الگ رہ۔ ابراہیم نے ان لوگوں سے کہا کہ اے لوگو مجھے یہاں سے نہ ہٹاؤ میں دراصل ایک مرد ستمدیدہ اور مصیبت رسیدہ ہوں اور ایک شخص کے ظلم سے تنگ آ کر امیر کے حضور میں حاضر ہوا ہوں اور انصاف چاہتا ہوں پس ابراہیم ان خدام سے یہ باتیں کرتے ہوئے سواری عبید اللہ تک پہنچ گئے اور وہاں یہ بات پکار کر کہی کہ یا امیر میری دو باتیں سن لیجئے اور میری فریاد کو پہنچئے، حاجب نے اس آواز پر اپنی عماری کا پردہ اٹھایا اور سر نکال کر دیکھنے لگا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے کہ ابراہیم نے جھٹ اس کا ہاتھ پکڑ کر اونٹ سے نیچے کھینچ لیا اور تلوار کا ایک ایسا ہاتھ اس کی کمر پر مارا کہ دو ٹکڑے ہو گیا اور اسی وقت یہ آواز ابراہیم کے منہ سے نکلی کہ یا آل ثارات الحسین بن علی صلوات اللہ علیہما اس آواز پر وہ ۱۵ ہزار

سوار جو کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے وہاں سے نکل کر لشکر عبیداللہ ابن زیاد پر حملہ آور ہوئے اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ ابراہیم نے اول حاجب کو عبیداللہ ابن زیاد سمجھ کر قتل کیا تھا مگر جب معلوم ہوا کہ یہ ایک فریب دیا گیا تھا۔ عبیداللہ ابن زیاد نہ تھا بلکہ اس کا حاجب اور دربان تھا اور عبیداللہ نے چالاکی کر کے اس کو اپنی جگہ بغرض حفظ نفس بٹھا دیا تھا۔ ابراہیم کو سخت افسوس اور ایک قسم کا انفعال ہوا۔ اور وہ کہنے لگے کہ درحقیقت عبیداللہ نے میرے ساتھ بڑی چالاکی کی اور عجیب دھوکہ دیا شاید ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا ہے کہ دوبارہ میرے ہاتھ سے زندہ نکل گیا۔ بہرحال یہ ملعون بھی جسے میں نے قتل کیا ہے عبیداللہ سے شقاوت اور بدکرداری میں کچھ کم نہ تھا اس کے بعد اس نے خود بھی نہایت زور و شور سے اور جوش و خروش سے لشکر عبیداللہ ابن زیاد پر حملہ کر دیا۔ یہ شامی فوج تیس ہزار آدمیوں کی تھی کہ جو دریا سے اس طرف عبور کر آئی تھی لیکن جس وقت اس فوج نے ابراہیم کا نام اور آواز سنی اور نیز لشکر مختار کی حملہ آوری دیکھی تو ان میں بڑا ہراس پیدا ہو گیا اور وہ دفعتہً مقابلے سے بھاگنے لگے لیکن بھاگ کر کہاں جا سکتے تھے۔ کیونکہ دریا تو ان کے آگے تھا اور لشکر ابراہیم کی تلوار ان کے پیچھے تھی۔ بہرحال سوائے مارے جانے کے کوئی چارہ نہ تھا آخر اس تیس ہزار میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا بہت بڑی جمعیت کثیر دریا میں ڈوب گئی۔ ابراہیم نے اس وقت اپنے سرداروں سے یہ کہا کہ اے بہادرو اگرچہ اس قدر کثیر تعداد دشمنوں کی قتل و غارت ہو گئی مگر اس پر بھی ہماری مراد حاصل نہ ہوئی۔ کیونکہ عبیداللہ ابن زیاد ابھی تک زندہ ہے اور ہمارے ہاتھ سے صاف جان بچا کر نکل گیا۔ لیکن یہ خوب جان لینا چاہیے کہ مجھ کو اس کے قتل کئے بغیر چین نہیں پڑے گا یہ کہہ کر اسی وقت دریا سے عبور کر کے جو فوج عبیداللہ ابن زیاد کی اس طرف تھی اس پر بھی نہایت زور سے حملہ کر دیا اور غلغلہ یا آل ثارات الحسین بن علی صلوات اللہ علیہما حملہ آور فوج میں بلند تھا اس عرصہ میں حنظلہ نے بھی ابراہیم کے پاس پہنچ کر حملہ کیا اور لڑائی میں شریک ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک طرف سے حنظلہ شامیوں پر حملہ کرتا تھا اور ایک طرف سے ابراہیم نہایت سعی و کوشش لڑائی میں کر رہا تھا اس کو خوب یقین ہو گیا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے شامیوں کو بالکل مسخ اور بے قابو کر دیا ہے کہ ان سے ابراہیم اور اس کے لشکر کے مقابلہ میں کچھ بن نہیں آتا تھا اور بہت بے دلی سے شامی لوگ لڑ رہے تھے آخر ابراہیم اور اس کے لشکر کی شمشیر خون آشام کے آگے یہ لوگ نہ ٹھہر سکے اور بہت جلد لشکر عراق کے سامنے سے بھاگتے نظر آئے اس معرکہ میں سے بھی عبیداللہ زیاد صاف زندہ کسی طرف کو نکل گیا اور دو منزل تک بھاگتا چلا گیا اور اس کے عقب میں ابراہیم اور ان کے لشکر کے لوگ ملاعنہ کو برابر قتل کرتے چلے جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہاں تک سپاہ شام قتل ہوئی کہ بے انتہا آدمی بے سر دور تک پڑے نظر آتے تھے آخر خدا کے فضل و کرم سے ابراہیم کو کامل فتح نصیب ہوئی اور وہ مظفر و منصور مع مال بے حد و حساب اور غنیمت بے شمار کے اپنی قیام گاہ کو واپس گئے اور یہاں سے سرداران لشکر شام کے

سرِ مختار کی خدمت میں بھیجے اور ایک خط بھی اس مضمون کا لکھا کہ اب ہم لوگ کوفہ میں تمہارے پاس واپس چلے آئیں یا عبیداللہ ابن زیاد کے مقابلہ کو روانہ ہوں اور اس کا سر کاٹ کر تمہارے پاس بھیجدیں۔ اس نامہ کے بھیجنے کے بعد ابراہیم نے اپنی توجہ سرداران لشکر کو انعام واکرام عطا کرنے کی طرف متوجہ کی اور اس کوتوال کو بہت سامال ودولت عطا کیا اور اس کی عزت واحترام کو بہت کچھ ملحوظ رکھا گیا تاریخ میں ہے کہ جب عبیداللہ ابن زیاد اس مقام سے ابراہیم کے ہاتھ سے شکست کھا کر بھاگا تو چند روز کے بعد ایک مقام امن پر جاکر فروکش ہوا اور وہاں اسوقت تک ٹھیرا رہا کہ اس کے سب مفرور سپاہی اور اہل لشکر اس کے پاس آکر جمع ہوگئے۔ جس وقت اس مقام پر لشکر کے جمع ہونے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ شام کی ایک جمعیت کثیر اس معرکہ میں قتل وغارت ہوگئی تو اس کی آنکھوں میں تمام عالم سیاہ ہوگیا اور اسی وقت اس نے ایک نامہ عبدالملک بن مروان حاکم شام کے نام اس مضمون کا روانہ کیا جس میں مفصل حال اس لڑائی کا تحریر تھا اور نیز اس کو لکھا کہ تجھکو مناسب ہے کہ اس خط کو دیکھتے ہی میری مدد کیواسطے تازہ فوج روانہ کر اور اس کے بعد پھر سب طرح سے مستعد اور تیار ہوکر موصل کی طرف روانہ ہوا اور ابراہیم نے مختار کے پاس وہ سب غنیمت روانہ کردی تھی اور ایک فتحنامہ بھی اس کی خدمت میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے بھیجدیا تھا چنانچہ وہ خط جبوقت مختار کے پاس پہنچا اور نیز ابراہیم نے جو کچھ مال غنیمت روانہ کیا تھا وہ بھی اس کو موصول ہوا اس کو از حد خوشی اور مسرت ہوئی اور اس نے اپنے منشی کو اسی وقت بلاکر ابراہیم کو یہ جواب بھیجا کہ میں اس خبر کو سنکر نہایت خوش اور مسرور ہوا۔ لیکن اب یہاں ایک مہم سخت پیش آئی ہے۔ تمکو مناسب ہے کہ جبوقت خط تمہارے پاس پہنچے فوراً اس طرف روانہ ہو۔ انشاءاللہ جب اس مہم سے ہم کو فرصت اور فراغت حاصل ہوجائے گی تو پھر ابن زیاد کا معاملہ فیصل کیا جائے گا خلاصہ یہ کہ جبوقت یہ نامۂ مختار ابراہیم شیرشکار کے پاس پہنچا تو اس نے حنظلہ کو بلاکر یہ حال بیان کیا اور اس سے معذرت کی اور کہا کہ تم اپنے مقام پر جاؤ اور کہیں پوشیدہ ہو رہو جبوقت ابن زیاد لڑائی کا قصد کرے اور عبدالملک ابن مروان اس کی مدد کے واسطے لشکر روانہ کرے تو مجھکو فوراً تم اطلاع دینا کہ میں اسی وقت اس طرف روانہ ہوں گا اور خدا کے فضل ورحمت سے اس کو واصل جہنم کروں گا یہ کہکر کوتوال کو وداع کرکے کوفہ کی طرف متوجہ ہوا۔ خلاصہ یہ کہ شب وروز ابراہیم بڑھا اور منزل بمنزل چلے جاتے تھے یہانتک کہ کوفہ کے قریب بخیریت پہنچ گئے اور مختار اپنے سرداران امارت اور فوج کے ساتھ شہر سے ان کے استقبال کو باہر نکلا اور ابراہیم کو نہایت اعزاز واحترام کے ساتھ اپنے ہمراہ شہر میں لے گیا ✦

واقعہ دوازدہم امیر مختار کا قاتلانِ امام مظلوم علیہ السلام کو قتل کرنا

روایت ہے کہ جب ابراہیم داخل کوفہ ہوئے اور عبیداللہ ابن زیاد کا جو کچھ واقعہ تھا شرح وبسط کیا تھا

مختار کے سامنے بیان کیا تو مختار کو نہایت مسرت ہوئی اور نہ صرف مختار بلکہ کل شیعیان حیدر کرار کو اس نمایاں فتح کی خبر سے کمال درجہ مسرت اور شادمانی ہوئی۔ کچھ دنوں رہ کر دونوں سرداران تہور شعار نے معاملات کوفہ کو جو اکثر پیچیدہ ہو گئے تھے فیصل کیا یہاں کے کاروبار سے فراغت حاصل نہ ہونے پائی تھی کہ دفعتاً مخبروں اور جاسوسوں کی معرفت مختار کو یہ خبر ملی کہ عبید اللہ ابن زیاد ایک عظیم الشان لشکر لئے ہوئے کوفہ کی تسخیر کے ارادے سے چلا آتا ہے اسی وقت انہوں نے ابراہیم کو اپنے پاس بلایا اور یہ حال بیان کیا کہ اسوقت میرے پاس ایک جاسوس آیا ہے اور اسکی زبانی دریافت ہوا ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد جمعیت کیساتھ ہمارے مقابلے کے واسطے کوفہ کی طرف روانہ ہوا ہے پس اس حال میں ہمکو یہ امر نہایت ہی مضر تاک معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے حال میں غافل رہیں اور وہ یکایک عراق پر چلا آوے۔ پس تم کو لازم ہے کہ معقول اور بڑے لشکر کے ساتھ عبید اللہ کی طرف روانہ ہو اور ہم لوگوں کو اس غم و بلا سے نجات دو۔ ابراہیم نے اسوقت مختار سے کہا کہ اگرچہ عبید اللہ ابن زیاد کے مقابلے کے واسطے مجھے روانہ ہونے میں کوئی عذر و انکار نہیں ہے لیکن اس امر کا خیال اور ایک سخت ہراس اور اندیشہ کی بات ہے کہ میں جس وقت یہاں سے چلا گیا تو ایسا نہ ہو کہ قاتلان حضرت امام حسینؑ تم پر خروج کرنے لگیں اور پھر تم ایک سخت و لاعلاج مصیبت اور دشواری میں پھنس جاؤ۔ اس دفعہ بھی جب میں یہاں سے روانہ ہوا تھا تو مجھکو سخت خوف و اندیشہ اسبات کا تھا۔ اب یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ کوفہ کے جسقدر عمائد اور سردار ہیں ان کو تم اپنے حضور میں بلاؤ چنانچہ مختار نے ان لوگوں کو اپنے سامنے طلب کیا اس وقت مختار نے ان سب سے یہ تقریر کی کہ اے بزرگان ملت و قوم میں عنقریب ابراہیم کو ابن زیاد کے مقابلے کے واسطے روانہ کرنا چاہتا ہوں اور چونکہ تمام اہل شام میرے معاند اور دشمن ہیں پس بغیر ایک معقول فوج کے میں یہاں کس طرح قیام کر سکتا ہوں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری ذات سے تم کو کوئی تکلیف یا نقصان عائد ہو مگر میں صرف تم سے یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگوں میں سے جس کے پاس کوئی شاگرد یا غلام یا ملازم ہو وہ مع ہتھیاروں کے چند روز کے لئے مستعار مجھے دیدے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس وقت دشمن کی سرکوبی سے مجھے فراغت اور فرصت حاصل ہوگی تو میں یہ سب لوگ تم کو واپس دیدوں گا چنانچہ مختار کی اس استدعا پر عمر سعد نے اپنے پاس سے تیس غلام اور بیس ملازم حاضر کئے اور اسحاق ابن اشعث نے ۴۴ غلام پیش کئے اور سنان ابن انس نے دس غلام اپنی طرف سے مختار کی خدمت میں حاضر کئے خلاصہ یہ کہ اسی طرح ہر ایک رئیس کوفہ نے حسب مقدور غلام اور نوکر خدمت مختار کے لئے پیش کئے یہانتک کہ ان کی تعداد پانچسو کے قریب پہنچ گئی کہ یہ سب مسلح تھے اور پھر ابراہیم نے ایک مہینہ کے اندر اپنے کل سامان جنگ وغیرہ کو درست اور فراہم کر لیا اور جب مہینہ ختم ہوا تو مع فوج و لشکر کوفہ سے نکل کر باہر مقیم ہوا اس وقت کوفہ کے سب چھوٹے بڑے اس مقام پر حاضر و موجود تھے اور مختار نے حضرت امیر المومنین کی ایک کرسی کو جو چوب سیاہ کی بنائی گئی تھی اس وقت ابراہیم کے لشکر کے ایک اونٹ پر رکھوا دیا تھا لوگ کہتے

ہیں کہ جب مختار نامدار نے کوفہ پر قبضہ حاصل کر لیا تھا تو اس نے اس شہرت کرسیٔ مذکور کو بہت ڈھونڈوایا اور آخرکار بڑی تلاش کے بعد ایک قصاب کے یہاں سے وہ کرسی دستیاب ہوئی تھی اور مختار نے کرسی مذکور کو اس سے ہزار درہم قیمت دیکر فروخت کیا تھا اور اس کرسی کا نام لوگوں نے سکینہ مشہور کر دیا تھا۔ بہر حال کرسیٔ مذکور مختار نے بنظر برکت اسوقت ابراہیم کے ہمراہ کر دی تھی، تمام مخلوق کرسی کو دیکھکر روتی تھی اور مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کو یاد کرتی تھی بہر حال مختار نے ابراہیم کو اسوقت گلے سے لگایا اور نہایت خوشدلی اور تپاک کے ساتھ بغلگیر ہوا اور کہنے لگا کہ اے ابراہیم مجھے کامل امید ہے کہ خداوند کریم کے فضل سے تم کو دشمنان دین پر نصرت اور فتح و ظفر حاصل ہوگی اور تمہارا جانا نہایت خوشی کے ساتھ ہوگا اور وہاں سے واپسی فیروزی اور فتحمندی کے ساتھ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ مختار نے اس احترام اور وقار کے ساتھ چھ کوس تک ابراہیم کی مشایعت کی اور پھر وہاں سے واپس ہوکر کوفہ میں داخل ہو گیا اس واقعہ کے دوسرے روز جیسا کہ ابراہیم کا خیال تھا اسی کا ظہور قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے ہونا شروع ہوا یعنی اسی روز شیث بن ربعی ملعون عمر سعد کے پاس آیا اور اس ملعون سے یہ کہنے لگا کہ اسوقت بڑا اچھا موقع ہے کیونکہ ابراہیم مع فوج اور لشکر یہاں سے چلا گیا ہے اور مختار تنہا کوفہ میں مقیم ہے پس اب یہ ضرور ہے کہ جس طرح ممکن ہو اس کا کام تمام کر دینا چاہئے اور یہ ظاہر ہے کہ اسکو اسوقت ہمارے ہی ملازموں اور غلاموں کا بھروسہ اور ان ہی پر اعتماد ہے اس صورت میں اگر ہم اس کو گرفتار بھی کر لیں تو کچھ مشکل و دشوار نہیں ہے یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ اگر اس وقت ابراہیم نے ابن زیاد پر غلبہ حاصل کر لیا تو وہ جسقدر امام حسین علیہ السلام کے قاتل ہیں ان کے ساتھ کوئی دقیقہ برائی اور بدسلوکی کا اٹھا نہ رکھیگا اور ایسا برا لائے گا کہ جو صفحہ روزگار پر ہمیشہ یادگار رہے گا۔ عمر سعد نے شیث کی اس تقریر کو سنکر اس سے کہا کہ بیشک یہ تو سچ کہتا ہے اس لئے ضرور اس کی کوئی تدبیر کرنی چاہئے چنانچہ اس نے اپنے کچھ آدمی بھیجکر اپنے گھر میں تمام قاتلان امام حسینؑ کو مجتمع کیا اور ان سے اس طرح تقریر کی کہ یارو مختار ہم پر حکومت کرتا ہے جو ہر طرح ناگوار اور خطرناک ہے اس پر شیث ملعون اٹھ کھڑا ہوا اور ان سے یہ بات کہی کہ اسوقت سب ملکر محمد اشعث کے مکان پر چلو کہ وہاں چل کر کوئی تدبیر اس بات کی سوچی جائے گی اور اس قسم کی کارروائی کی نسبت کوئی امر طے کیا جائیگا جس سے آئندہ کے خطرات و خدشات مہلک سے ہم کو نجات اور رہائی حاصل ہو چنانچہ شیث کی یہ رائے سب کو پسند آئی اور یہ ملعون بحیثیت مجموعی محمد اشعث کے مکان پر گئے اور اس سے اس خیال اور منصوبہ کو مفصل بیان کیا ابن اشعث نے بھی ان کی رائے سے اکثر اتفاق اور اکثر مناسب تجویزیں اس منصوبے کے پورے ہونے کے واسطے ان لوگوں سے بیان کیں مگر اس کے ساتھ ہی ان سے یہ بھی کہا کہ یہ تم لوگوں کا ارادہ نہایت خطرناک ہے اور اندیشہ سے خالی نہیں ہے ہمارے جسقدر غلام اور ملازم ہیں یہ سب مختار کی خدمت میں مصروف ہیں اور اس میں شک نہیں کہ مختار ایک نہایت ہوشیار اور دانشمند شخص ہے ممکن ہے وہ ہمارے سب منصوبوں کو نیست و نابود کر دے۔ اگرچہ

اس کے بھی بہت سے دشمن مثل عبید اللہ ابن زیاد اور عبد اللہ ابن زبیر اور مصعب ابن زبیر اور عبد الملک ابن مروان کے موجود ہیں یقین ہے کہ یہ سب لوگ خود اس کو تباہ و برباد اور اس کی فوج کو قتل و غارت کر دینگے پس تم کو مناسب ہے کہ اس خیال خام اور وہم ناقص اور ایسے منصوبوں اور وسوسوں سے قطعاً باز آ ؤ اور ترک کر دو کہ جس سے تم لوگوں کو کچھ مضرت نہ پہنچے محمد اشعث کی اس رائے اور نصیحت کا لوگوں پر بہت اثر ہوا اور اسی وقت اپنے خیال باطل سے باز آ کر اپنے اپنے مقامات پر پراگندہ اور متفرق ہو گئے لیکن دوسرے روز پھر یہ لوگ عمر سعد کے مکان پر جمع ہوئے اور اس سے اس خیال کو مکرر ظاہر کیا آخر عمر سعد نے یہ رائے ظاہر کی کہ ایک شخص کو مختار کے پاس اسوقت کہلا بھیجنا چاہئے کہ کوفہ کے جسقدر باشندے ہیں وہ سب متفق ہو گئے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کوفہ کی امارت اور کسی کو دینگے اور تجھ سے یہ سب لوگ سخت ناراض ہیں اور ہرگز کوفہ پر تمہاری حکمرانی کو پسند اور منظور نہیں کرتے دیکھئے کہ وہ اس پیام کا کیا جواب دیتے ہیں اگر اس نے جواب سخت ہم کو بھیجا تو اس کے مقابلہ اور لڑائی کے لئے ہرگز ارادہ اور خیال نہ کرنا چاہئے اور اگر اس نے نرمی سے جواب دیا تو آج ہی مختار کو ہم قتل کر سکتے ہیں چنانچہ سب ملعونوں نے عمر سعد کی اس رائے کو نہایت پسند کیا اور اسی وقت ان سب نے شیث ربعی کو مختار کے پاس بھیجا اور اس کی زبانی یہ کہلا بھیجا کہ عائد کوفہ کہتے ہیں کہ تم ہم پر جو حکمران اور امیر بن گئے ہو تو بغیر اس امر کے کہ تم کو کوئی امیر مقرر کرے خود اپنی رائے سے امیر ہو گئے ہو اور واضح ہو کہ ہم سب تو عبد اللہ ابن زبیر کے مطیع و فرمانبردار ہیں پس اگر تو دعوئی امارت کو ترک کر دے اور نیز اہل بیت پیغمبر سے بیزاری اختیار کرے تو خیریت ہے ورنہ ہم سب تجھ پر خروج کریں گے اور بلوہ کر کے تجھ کو قتل کر ڈالیں گے جب مختار نے اس پیام کو شیث ربعی ملعون سے سنا تو اس نے یہ جواب دیا کہ میری ذات سے تم کو کیا نقصان اور کس قسم کی برائی یا تکلیف اور اذیت پہنچی ہے۔ اگر تم لوگوں کے دلوں میں انصاف ہو تو تم کہہ سکتے ہو کہ جب سے کوفہ کی بنیاد قائم ہوئی ہے سوائے حضرت امیر المومنین کے اور کس حکمراں نے اس معدلت شعاری اور انتظام کے ساتھ فرمان روائی کی ہے جیسے کہ آج کل میں حکومت کر رہا ہوں اس کے بعد شیث ابن ربعی نے مختار سے یہ کہا کہ اہل کوفہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تیرے پیچھے نماز درست نہیں ہے کیونکہ تو نے ابن زبیر پر خروج کیا ہے اور ابن زبیر سے صرف تمہارے امام علی ابن الحسین افضل ہیں یعنی ان کا منصب اس حکومت کا ہے اور اس کے علاوہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے غلام ہم سے لئے ہیں وہ ہم کو واپس دیدو۔ مختار نے جب خبیث کی اس تقریر کو سنا تو اس سے کہا کہ معاذ اللہ میں ان کے غلاموں کا محتاج نہیں ہوں جو وقت ابراہیم اس مہم سے فارغ ہو کر آئے گا تو ان غلاموں کو میں واپس بھیجدونگا مختار کے اس جواب کو سنکر شیث ملعون اپنی جمعیت میں واپس آیا اور جو کچھ مختار سے سنا تھا حرف بحرف عمر سعد اور اپنے یاروں سے مفصل بیان کیا۔ ادھر مختار نے اسی وقت ایک خط ابراہیم کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ اے برادر جیسا تم نے کہا تھا وہ حرف بحرف صحیح نکلا

قاتلانِ امام حسین علیہ السلام میرے قتل و ہلاکت پر مستعد و آمادہ ہو گئے ہیں اور میں سخت پریشانی و مصیبت میں ہوں پس تم کو لازم و مناسب ہے کہ جو وقت خط تمہارے پاس پہنچے تین روز کی راہ ایک دن میں طے کر کے یہاں واپس چلے جاؤ کیونکہ ضرور ہے کہ اس عرصہ میں مجھ سے اور ان لوگوں سے ہنگامہ اور لڑائی شروع ہو جائے گی جب مختار نامہ تمام کر چکے تو انھوں نے اسکو اپنے غلام مسمی فتح نام کے حوالہ کیا اور ایک نہایت تیز رو اونٹنی پر اس کو سوار کرا کر ابراہیم کے پاس روانہ کیا چنانچہ فتح غلام نہایت عجلت و تیزی کے ساتھ ابراہیم کے پاس وہ نامہ لئے جاتا تھا اور جو کوئی اس سے پوچھتا تھا کہ تو کہاں جاتا ہے تو فتح مذکور ان سے اِدہر اُدھر کی باتیں بناتا ہوا چلا جاتا تھا اس طرف دوسرے روز باغی لوگوں نے مختار پر خروج کیا اس وقت مختار نے بھی ان غلاموں سے جو مستعار مانگ لئے تھے یہ کہا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو اپنے مالکوں کے پاس یہاں سے اسی وقت واپس جاؤ اور اگر تمہاری خوشی ہو تو یہاں میرے پاس قیام کرو ان سب غلاموں نے متفق اللفظ ہو کر جواب دیا کہ ہرگز تم کو یہاں تنہا نہ چھوڑیں گے بلکہ تم پر اپنی جان قربان کر دینگے مختار نے اس جواب وفاشعاری پر ان کو خوش ہو کر دل سے دعا دی یہ ابھی اسی گفتگو میں تھے کہ کسی شخص نے آکر مختار سے کہا کہ یا امیر تم کیا بے خبر بیٹھے ہو دشمنوں نے تمام راستوں کو گھیر لیا ہے یہ سنکر مختار نے کہا کہ ہم بھی اس وقت وہی کہتے ہیں جو یاران آنحضرتؐ نے کہا تھا حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل اس عرصہ میں محمد اشعث مع ان باغیوں کی جمعیت کے مختار کے مکان کے دروازے پر پہنچ گیا اسوقت دوستداران مختار نے مختار کو یہ رائے دی یا امیر اب مصلحت یہی ہے کہ ہم اس محل کے کسی بڑے حصہ میں ٹھہریں اور اس کو ہر طرح خوب مستحکم کریں اور ابراہیم کے آنے تک وہاں قیام کریں اپنے رفقا کی اس تقریر پر مختار نے ان لوگوں سے کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ ہتھیار لگا کر اسی وقت سوار ہو کر چلو اور ان سے مقابلہ کرو چنانچہ مختار کے حکم کی انھوں نے بخوشی تعمیل کی اور ان لوگوں نے سوار ہو کر باغیوں سے لڑائی شروع کر دی کہتے ہیں کہ محمد اشعث کے بہت سے ملازم اس لڑائی میں قتل ہوئے محمد اشعث نے ایک بڑی کارروائی یہ کی تھی کہ تمام راستوں پر اپنے آدمی تعینات کر دیئے تھے اور یہ لوگ ہر طرح اپنے کام پر ہوشیار تھے کہ کوئی شخص مختار کی مدد کو نہ پہنچنے پائے لیکن محمد اشعث نے اس طرح جب رفقائے مختار کو مشغول رزم و پیکار دیکھا تو اپنے غلاموں و ملازموں کو جو راستوں کو روکے ہوئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ تم اب میرے پاس چلے آؤ کیونکہ یہاں لڑائی چھڑ گئی ہے چنانچہ وہ لوگ سب محمد اشعث کے پاس آکر جمع ہو گئے اس صورت میں راستے کھل گئے اور جو لوگ مختار کے دوست تھے ان کو بخوبی مختار کے پاس جانے کا موقع مل گیا چنانچہ دو حصہ آبادی کوفہ کے لوگ مختار کے شریک ہو گئے اور چار حصہ باشندگان شہر محمد اشعث کے پاس جمع ہو گئے اور مختار سے خوب سخت لڑائی شروع ہونے لگی یہاں تک کہ صبح سے شام تک یہی ہنگامہ گرم رہا بہت سے آدمی باغیوں کے ہلاک ہوئے اُدھر کا حال سنئے کہ مختار کا غلام فتح نام سرپٹ اونٹنی بھگاتے ہوئے چلا جاتا تھا آدھی رات جو وقت گذر گئی تو وہ

ابراہیم کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اسی وقت مختار کا خط ابراہیم کے سامنے پیش کیا اور ابراہیم نے جو وقت اس مراسلہ کو پڑھا تو سخت افسوس کیا اور یہ کہنے لگا کہ میں اس انجام کار کو پہلے ہی سمجھے ہوئے تھا اور اسی وقت مع لشکر نہایت عجلت اور سرعت کے ساتھ مختار کی طرف روانہ ہوا کہتے ہیں کہ ابراہیم نے یہ راہ اس قدر تیزی سے قطع کی تھی کہ تین روز کی راہ ایک شب میں طے کی یہانتک کہ کوفہ سے چھ کوس کے فاصلہ پر پہنچ گئے اس وقت نماز ظہر کا وقت قریب آگیا تھا ابراہیم نے دیکھا کہ کچھ فوج اس مقام پر مقیم ہے اس فوج کا سردار زید ابن حارث شبانی تھا جو ہزار سوار سے اس کے راستہ کی نگہداشت کے واسطے دشمنان مختار نے اپنی طرف سے متعین کر رکھا تھا بہرحال جب زید نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان فوج سامنے سے چلی آتی ہے تو وہ آگے بڑھا اور اس نے ابراہیم کی فوج کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں جاتے ہو، ابراہیم نے آگے بڑھ کر اس کو جواب دیا کہ میں ہوں ابراہیم بن مالک اشتر یہ جواب سنکر زید سخت حیرت اور تعجب میں ہوا کہ ابھی تین دن ہوئے ابراہیم عبید اللہ ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے کوفہ سے روانہ ہوا تھا اور آج کس طرح واپس آگیا بہرحال اس نے ابراہیم سے کہا کہ ابراہیم تجھکو شاید معلوم نہیں ہے کہ کوفہ کے لوگ مختار سے باغی ہو کر اس کے قتل و استیصال کے واسطے جمع ہو گئے ہیں اس موقع پر تم کس لئے دخل دیتے ہو تم بھی اپنا راستہ لو، اور یہاں سے کسی طرف واپس چلے جاؤ، یہ سنکر ابراہیم بہت ہنسا اور زید سے کہنے لگا کہ اے حرامزادے تو کسی وقت میں بھی ہمارا دوست اور ہوا خواہ نہیں ہوا ہے اور یہ کہکر اپنے رفقا کو اشارہ کیا کہ حملہ کرو اور پھر تلوار کھینچکر اپنے ہاتھ سے زید کو ایک ہی وار میں قتل کر ڈالا اور صدائے بزن وکش اس کی فوج میں بلند ہو گئی۔ آخر ان ھزار سپاہیوں میں سے زید حارث کے چار سو سپاہی مارے گئے اور باقی بھاگ گئے اور یہاں سے ابراہیم مختار کی طرف چلا جس مقام پر وہ خود لڑ رہا تھا اور لوگوں کو نہایت دلیری سے قتل کرتا جاتا تھا اتنے میں مختار کے رفقا نے اس سے عرض کی کہ یا امیر ہمارے پیچھے سے ایک اور لشکر کی آواز آ رہی ہے۔ مختار نے جب پھر کر دیکھا تو ابراہیم کے لشکر کے علم نظر آئے جس سے وہ بہت خوش اور مسرور ہوا اور با آواز بلند یہ کہا کہ یا آل ثارات الحسین بن علی صلوات اللہ علیہم رفقائے مختار بھی نہایت خوش ہوئے اس عرصہ میں ابراہیم مختار کے پاس پہنچ گئے اور اس نے یہ عرض کیا کہ یا امیر میں آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ میں نے زید ابن حارث شبانی کو عین معرکہ میں قتل کر ڈالا مختار نے اس خوشخبری پر اس کو بہت تحسین و آفرین کی اور اسی وقت یہ حکم دیا کہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا تنومند گھوڑا ابراہیم کی سواری کے لئے لایا جائے کیونکہ تکان سفر کے باعث ابراہیم کا گھوڑا بہت ماندہ ہو گیا تھا بہرحال ابراہیم اس نئے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ کو روانہ ہوا اور وہاں پہنچکر اپنے مقابلہ کے لئے مبارز طلب کیا باغیوں کی طرف سے ایک شخص عبدالرحمان نام اس کے مقابلہ کو نکلا اور جب ابراہیم کا سامنا ہوا تو ابراہیم نے یہ کہا کہ اے حرامزادے تیری کیا حقیقت اور ہستی ہے جو میرے مقابلہ کے لئے آیا ہے عبدالرحمان نے جواب دیا کہ اے ابراہیم تو نے میرے

باپ سے کون سی برائی دیکھی تھی کہ جو مجھ کو حرامزادہ کہتا ہے ابراہیم نے اس سے کہا کہ میں نے یہ طعن تیرے باپ پر نہیں کیا کیونکہ وہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا ناصر و یاور تھا بلکہ میں نے یہ طعنہ تیری ماں پر کیا ہے کہ تجھ جیسا نطفۂ حرام اس نے جنا ہے میں یہ نہیں سمجھتا کہ تجھکو خاندان نبوت کے ساتھ اس قدر عداوت اور دشمنی کس وجہ سے ہے یہ جملہ کہکر اس پر حملہ کیا اور ارادہ کیا کہ ایک ضرب شمشیر کا وار اس پر کرے کہ اس نے ابراہیم کو جناب امیرؑ کی قسم دی کہ تو تلوار سے مجھے نہ مار اور مجھے اسوقت چھوڑ دے جناب امیرؑ کی قسم ابراہیم نے اس سے سنی تو منہ پھیر لیا چنانچہ وہ وہاں سے ہٹ کر اپنے مکان کو چلا گیا اور پھر لڑائی اور مقابلہ کیواسطے کہیں نہیں نکلا اب ابراہیم نے پھر دوسرا مبارز مقابلے کے لئے طلب کیا چنانچہ ایک شخص جنید ابن قیس میدان میں آیا اور جب وہ ابراہیم کے برابر پہنچا تو ابراہیم نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی جو تو راہ راست سے پھر گیا ہے اس نے کہا کہ میں راہ راست سے نہیں پھرا لیکن ان لوگوں نے مجھکو زر و مال بکثرت دیا اور اس وجہ سے میں بغاوت پر کمر بستہ ہو گیا آخر ابراہیم نے اس پر حملہ کیا اور ایک ایسی تلوار اس کے لگائی کہ اس کا ہاتھ شانہ سے جدا ہو گیا اس کے بعد اس کا سر کاٹ لیا۔ اسوقت محمد اشعث نے ایک اور شخص کو ابراہیم کے مقابلہ کے لئے بہت کچھ تحریص و ترغیب کر کے بھیجا یہ شخص وہ تھا جو میدان کربلا میں موجود تھا اور جس نے حضرت علی اکبر ابن سید الشہداء کو شہید کیا تھا اس شخص نے محمد اشعث کو یہ جواب دیا کہ میں نے ابراہیم سے مقابلہ کرنے کی قسم کھائی ہے اور میں اس سے لڑنے کے واسطے نہیں جاؤں گا اس کے بعد حکم ابن عقیل کو محمد اشعث نے ابراہیم کے مقابلے کے واسطے حکم دیا اس نے محمد اشعث سے یہ کہا کہ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو میں بیشک اس کے ساتھ لڑنے کیواسطے جاتا لیکن میں نے مدت دراز تک ابراہیم کے ساتھ نان و نمک کھایا ہے اس کے مقابلہ کو نہ جاؤں گا۔ آخر اس نے ایک تیسرے آدمی سے کہا کہ جس کا نام بشیر ابن لوط تھا کہ تو ابراہیم کا مقابلہ جا کر لیکن بشیر نے اس کو یہ جواب دیا کہ وہ شخص کیوں نہیں ابراہیم کے مقابلہ کو جاتا ہے جسکو دعویٰ امارت ہے۔ آخر محمد اشعث نے خود ابراہیم سے مقابلہ کا قصد کیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ابراہیم کے مقابل آیا۔ یہ شخص ایک گندمی رنگ کا آدمی تھا اور بڑا قوی ہیکل اور تمام عراق میں مشہور تھا اور ابراہیم نے اس کو دیکھکر اسی وقت پہچان لیا اور اس سے کہا کہ کیوں اے ملعون ایسا ہی عہد و پیمان کرتے ہیں کہ جیسا تو نے مختار سے قسم کھائی تھی کہ کبھی اس سے دشمنی نہ کروں گا اور اس کی مخالفت مجھکو گوارا نہ ہوگی محمد اشعث نے اس کا ابراہیم کو یہ جواب دیا کہ بیشک میں نے یہ سب کچھ کہا تھا اور معاہدہ بھی کیا لیکن اب جو میں نے کیا ہے تو اپنی قسم کا کفارہ دیدونگا یعنی حضرت علیؑ پر معاذ اللہ لعن بھیجوں گا ابراہیم کو محمد اشعث کے اس جواب پر سخت غصہ آیا اور اس پر نہایت طیش میں حملہ آور ہوا اور پہلی ہی ضرب میں ایک مہلک زخم اس کے کندھے پر پہنچایا چنانچہ محمد اشعث نے اس صدمہ پر ایک چیخ ماری اور میدان جنگ اور ابراہیم کے مقابلے سے بے اختیار فرار ہوا ابراہیم نے پھر اس کا تعاقب کیا مختار نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنے رفقا کو حکم دیا کہ ہاں

نہایت دلیری کیساتھ اب دشمن پر حملہ کرو چنانچہ بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا گیا آخر محمد اشعث اور اس کا
مع اپنے ساتھیوں کے وہاں سے بھاگا۔ مختار ان کے تعاقب میں چلا آتا تھا اور سامنے جو کوئی آتا تھا
قتل ہو جاتا تھا اور تین سو آدمیوں سے زیادہ محمد اشعث کے رفقا میں ظاہر ہوئے تھے اس کے بعد مختار
مظفر و منصور واپس آیا اور اپنے ایوان قیام میں داخل ہوا اور وہاں جاکر عبداللہ کامل کو اپنے پاس بلایا
اور اسے یہ حکم دیا کہ تم جاکر شہر کے سب راستے اور کوچہ بند کردو کہ کوئی شخص قاتلان امام حسین علیہ السلام سے
زندہ نکل کر نہ جانے پائے اور اس کے بعد اس نے کوفے کے دارالامارۃ پر ایک علم نصب کیا اور تمام شہر میں یہ
منادی کردی گئی کہ جو شخص اس علم کے نیچے آکر ٹھیرے گا صرف اس کو قتل سے امان دی جائیگی محمد اشعث کا
حال سنئے کہ وہ زنانہ بھیس بناکر شہر سے نکل گیا اور کسی طرف کو فرار ہو گیا اسوقت اس خبر کو سنکر مختار نے حکم
دیا کہ اس کا گھر کھدوایا جائے اور اس میں آگ لگادی جائے اور اس کا مال و اسباب جو اس مکان میں موجود
ہے وہ لوٹ لیا جائے دوسرے روز مومنین مختار کے دربار میں حاضر ہوئے اور اسکو اس فتح بزرگ کی مبارکباد
دی اور ادہر اُدھر کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں ابو عمرہ جو مختار کا حاجب تھا وہ حاضر ہوا اور اس نے مختار سے
عرض کیا کہ یا امیر بڑی خوشی کی بات ہے کہ قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام سے دو شخص یعنی ایک
عبداللہ بن اسد اور دوسرا مالک ابن بشیر گرفتار ہو گئے ہیں۔ مختار نے ان کی نسبت یہ حکم دیا کہ قیدخانہ
میں نہایت حفاظت کے ساتھ بند کردیے جائیں اور دوسرے روز جب مختار نے اپنے دربار میں اجلاس
کیا اور تمام بزرگان شہر اور ہر قسم کے طبقے کے لوگ جمع تھے تو اس وقت مختار نے حکم دیا کہ کل جو دو قیدی
گرفتار ہوئے ہیں اس وقت ان کو یہاں لاؤ تاکہ میں بھی دیکھوں کہ ان میں حضرت امام حسین علیہ السلام
کا قاتل کون ہے چنانچہ ان کو مختار کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت مختار نے عبداللہ ابن اسد کی طرف
رخ کرکے کہا کہ بتا تو بھی فرزند رسول خدا کے مقابلے کے لئے کس لئے گیا تھا اس نے جواب دیا کہ میں خود نہیں
گیا تھا بلکہ مجھکو زبردستی لے گئے تھے تو مختار نے کہا کہ تجھ کو کون لے گیا تھا اور تو نے خیمہ جناب امام حسین
علیہ السلام کو آگ کیوں لگادی تھی اس ملعون نے مختار کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پس مختار
نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردو، گردن ماردی گئی اور ایک پرچہ کاغذ پر نام لکھ کر اس کے کان میں ڈال
دیا اور ایک عام قاعدہ مقرر کردیا گیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں سے جو شخص قتل
کیا جائے اس کے کان میں اسی طرح اس کے نام کا ایک کاغذ لکھ کر لٹکا دیا جائے بہر حال عبداللہ ابن اسد
کے بعد مختار کے سامنے مالک ابن بشیر کو لائے اور یہ شخص مختار کے ہمسایہ میں رہتا تھا۔ مختار نے اس شخص سے
پوچھا کہ کیوں اے ملعون بدبخت حضرت امام حسین علیہ السلام کی کیا تقصیر تھی کہ تو ان کے قتل کے واسطے کربلا
گیا تھا۔ مالک نے کہا کہ بدنصیبی کے باعث یہ حرکت مجھ سے سرزد ہوئی تھی لیکن اب توبہ کرتا ہوں۔ مختار نے
اس پر جواب دیا کہ اگر تو میرے مقابلے کے واسطے گیا ہوتا تو میں تیرا قصور معاف کردیتا۔ لیکن چونکہ تو جناب

امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ اور مقابلہ کے لئے گیا تھا تو تجھ کو رہائی نہیں مل سکتی ہے مالک ابن رڈ نے ایک غلام مختار سے جس کا نام خیر تھا یہ کہا کہ تو میری تقصیر معاف کرا دے، خیر مختار کے پاس آیا اور اس سے یہ بات کہی کہ اے آقا مجھے اس ملعون کی گردن مارنے کی اجازت بخشدیجئے۔ چنانچہ مختار نے اجازت دیدی اور اس کے بعد خیر نے اس کا سر کاٹ ڈالا اور اس کا نام بھی ایک پرچہ کاغذ پر لکھ کر اس کے کان میں ڈالدیا۔ اس کے بعد مختار کے غلام نے یہ خوشخبری سنائی کہ نافع ابن ہلال گرفتار ہوگیا۔ مختار نے کہا اللہ اکبر میری بہت بڑی خواہش اور ارادہ تھا کہ کسی طرح اس ملعون کو گرفتار کروں یا قتل کردوں کیونکہ اس ملعون نے حضرت عباسؑ ابن علیؑ پر پانی روک دیا تھا چنانچہ اس ملعون کو مختار کے حضور میں حاضر کیا گیا تو اس نے نافع سے یہ دریافت کیا کہ کیوں اے خارجی تو نے حضرت عباسؑ پر پانی کیوں بند کر دیا تھا۔ نافع نے جواب دیا کہ میں ایک شخص کا تابعدار اور نوکر تھا اس وجہ سے جو حکم اس نے دیا اس کی تعمیل کی۔ مختار نے اس جواب پر فرمایا کہ اے سگ نجس حر ریاحی کی طرح تو کیوں امام معصوم کے حضور میں نہ چلا گیا پس حکم دیا کہ اس ملعون کی بھی گردن ماری جائے اور اس کے بعد مختار عبداللہ کامل سے بڑی تاکید کرتا تھا اور اسے برابر یہ حکم دیتا تھا کہ جس طرح ممکن ہو اور جہانتک کوشش ہو سکے قاتلان حسینؑ کی تلاش اور تفحص کر کے لاؤ۔ عبداللہ کامل نے عرض کیا کہ یا امیر جسقدر راستے ہیں ان کا انتظام بخوبی کر دیا گیا ہے کہ یہ لوگ کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ اور یہ سب اسوقت تک کوفہ میں مختلف مقامات میں پوشیدہ ہیں اس عرصہ میں اتفاق سے ایک ضعیفہ نہایت مضطرب و سراسیمہ برابر چلی جاتی تھی عبداللہ کامل کی نظر بھی اس عورت پر پڑی اس نے فوراً اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ تو اس عورت کو سیدھے راستہ پر ڈالدے چنانچہ اس غلام نے اس ضعیفہ عورت کا ہاتھ پکڑ کر راستہ پر لگا دیا اس عورت نے غلام سے پوچھا کہ اے شخص تو کون ہے غلام نے جواب دیا کہ میں امیر مختار کا غلام ہوں اس پر عورت نے جواب دیا کہ مجھکو امیر مختار کے پاس لے چلو مجھے اس وقت امیر سے ایک ضروری بات عرض کرنی ہے چنانچہ غلام اس عورت کو اپنے ہمراہ مختار کے حضور میں لایا۔ مختار نے عورت مذکور سے کہا کہ تو مجھ سے کیا چاہتی ہے عورت نے جواب دیا کہ اس وقت میرے گھر میں چار شخص منجملہ قاتلان حضرت امام حسینؑ کے موجود ہیں ان میں سے ایک شخص نے کچھ دینار دے کر کھانا خریدنے کے لئے بھیجا تھا لیکن ان کو یہ امر بالکل نہیں معلوم تھا کہ میں شیعیان علیؑ سے ہوں۔ مختار کو جب اس واقعہ سے خبر ہوئی تو اس نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ اس زن ضعیفہ کو دس ہزار دینار اسی وقت دیدو اور ابو عمر کو حکم دیا کہ پچاس سپاہی اپنے ہمراہ لے کر ان چاروں قاتلان حسینؑ کو جو اس ضعیفہ کے گھر میں ہیں گرفتار کر لاؤ۔ چنانچہ ابو عمر اسی وقت روانہ ہوا اور جب وہ بازار میں سے جمعیت کے ساتھ گذرنے لگا تو لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ یہ شخص قاتلان امام حسین علیہ السلام کے گرفتار کرنے کے واسطے جاتا ہے چنانچہ ایک خلقت کثیر اس کے پیچھے ہوگئی بہرحال

ابو عمر نے اس زن ضعیفہ کے مکان پر پہنچ کر تمام مکان کو چار طرف سے گھیر لیا اور مکان کے اندر گھس کر ان چاروں آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور بعد گرفتاری ان کو مختار کے حضور میں حاضر کیا یہ چاروں حارث ابن بشیر اور قاسم ابن جارود اور حارث ابن نوفل اور عمر ابن عبید اللہ تھے ان چاروں آدمیوں کو دیکھ کر مختار نے عمر ابن عبد اللہ کی طرف رخ کر کے اس سے پوچھا کہ کیوں اے ملعون دنیا کی کوئی برائی بھی ہے جو تیری ذات میں موجود نہیں ہے۔ شراب خواری اور زناکاری تیرا خاص مشغلہ ہے ان سب پر طرہ یہ ہے کہ تو نے فرزند حضرت رسولخدا کو شہید کیا پس بموجب حکم مختار اس ملعون کے ہاتھ کاٹے گئے اور اسکو [illegible] کر دیا گیا اور اس کے بعد اس کی گردن ماری گئی پھر مختار حارث کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے یہ کہنے لگا کہ کیوں اے ملعون تو نے حضرت امام کلثوم کے تازیانہ کیوں مارا تھا مختار کے اس سوال پر اس مردود نے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا مختار نے حکم دیا کہ اس کے تازیانہ لگاؤ چنانچہ اس کے اس قدر تازیانے لگائے گئے کہ اس سزا میں وہ جہنم واصل ہو گیا اور اسی عذاب سخت سے تیسرے شخص کو بھی قتل کیا گیا پھر مختار کے سامنے قاسم ابن جارود کو بلایا گیا اس نے مختار سے کہا کہ یا امیر میں معرکہ کربلا میں شریک نہ تھا اس کی قسم کھاتا ہوں اور گواہ پیش کر سکتا ہوں مختار نے کہا اچھا اگر دو شیعہ اس بات کی گواہی دیدیں کہ تو جنگ کربلا میں موجود نہ تھا تو میں تجھ کو رہا کر دوں گا اس کے بعد دو شخص شیعہ حاضر ہوئے اور انھوں نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص واقعہ کربلا کے روز بیشک شریک نہ تھا اور اس نے اپنے آپ کو بیمار ڈال دیا تھا اور کسی جگہ پر آیا گیا نہیں تھا یہ سنکر مختار نے اس کو رہا کر دیا ادھر عبد اللہ کامل خولی اصبحی کی تلاش نہایت سخت سرگرمی سے کر رہا تھا اور ہر جگہ اس کو ڈھونڈتا پھرتا تھا اس عرصہ میں کسی نے یہ خبر دی کہ وہ اسوقت اپنے گھر میں روپوش ہے یہ سنتے ہی عبد اللہ کامل نے اس کا مکان گھیر لیا اور تمام گھر اس کا ڈھونڈ ڈالا لیکن کہیں اس کا پتہ نہ لگا اب سنئے کہ اس ملعون کی دو بی بیاں تھیں جن میں سے ایک کوفی تھی اور ایک شام کی رہنے والی تھی زن شامیہ نہایت سخت دشمن خاندان نبوت تھی عبد اللہ کامل نے اسکو گرفتار کر کے پوچھا کہ سچ بتا تیرا شوہر کہاں گیا ہے؟ اس ملعونہ نے قسم شدید کھائی کہ اس کا حال نہیں معلوم ہے بلکہ ایک ماہ سے زیادہ ہوا کہ اس کی صورت بھی میں نے نہیں دیکھی ہے۔ خولی کی دوسری بی بی جو ساکن کوفہ تھی وہ اس وقت اپنے ہمسایہ کے یہاں گئی ہوئی تھی اس نے اپنے مکان پر جو ہنگامہ اور ہجوم دیکھا تو مکان پر دوڑی آئی اور کیا دیکھتی ہے کہ خولی کی شامیہ بی بی پر خوب کوڑا پڑ رہا ہے اس عورت سے بھی عبد اللہ کامل نے پوچھا کہ کیا تو بھی خولی کی بی بی ہے اس نے کہا ہاں میں اس کی بی بی ہوں تب اس سے پوچھا کہ تیرا شوہر کہاں گیا ہے اس نے تہ خانہ کی طرف اشارہ کیا اور اس حال سے سوائے اس عورت کے اور کوئی واقف بھی نہ تھا۔ چنانچہ اس عورت کے اشارہ پر سپاہی لوگ تہ خانہ میں گھس پڑے اور خولی بدذات کو گرفتار کر کے اس تہ خانہ سے باہر نکالا اس وقت اس کوفی عورت نے عبد اللہ سے یہ کہا کہ یہ عورت جو شامیہ ہے اپنے شوہر سے ہزار درجہ زیادہ دشمن اہل بیت ہے عبد اللہ نے یہ سنکر حکم دیا کہ اس زن شامیہ کو

بھی گرفتار کر لو خولی نے جب دیکھا کہ کسی طرح مخلصی نہیں ہو سکتی تو اس نے عبداللہ سے کہا اگر تو مجھ کو رہا کر دے تو میں دس ہزار تجھ کو دیتا ہوں عبداللہ نے اس بات کو سنکر خولی سے کہا کہ اے ملعون تو مجھکو طمع دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص تیری گرفتاری کے واسطے دس ہزار درہم و دینار مجھ سے اجرت کے طور پر طلب کرتا تو میں خود اس کو دیدیتا۔ اس کے بعد عبداللہ نے اس کوفی عورت سے کہا کہ اے خواہر تو بھی ہم لوگوں کے ساتھ چل آ چنانچہ وہ بھی مقنعہ و چادر اور موزہ سے درست ہو کر ان کے ہمراہ روانہ ہوئی اور عبداللہ نے ان سب کو مختار کے حضور میں پیش کیا۔ مختار نے اس سگ خولی کی نسبت یہ حکم صادر کیا کہ اسکو نہایت احتیاط سے لے جا کر حوالات کر دو اور اس کی ان دونوں بیبیوں کو اپنے سامنے بلا کر اس زن مومنہ سے دریافت کیا کہ اب تو ذرا اس عورت شامی کا مفصل حال بیان کر زن کوفیہ نے مختار کی دعا و ثنا کے بعد اس حال کو اس طرح بیان کیا کہ یا امیر میں وہ ہوں کہ جو حضرت علیؑ اور ان کے فرزندوں کی محب ہوں اور ان کے دشمنوں سے بیزار رہوں اور یہ عورت شامیہ بڑی ملعونہ اور دشمن اہل بیت ہے جس روز کہ خولی ملعون حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو لایا تھا تو اس نے اس سر مبارک کو ایک گڑھے میں دفن کر دیا تھا اور میں اس وقت اپنے ہمسایہ میں کسی کام کو گئی تھی اور اس واقعہ سے مجھ کو بالکل خبر اور اطلاع نہ تھی جب وقت میں اپنے مکان کو واپس آئی تو یہ ملعون سر و سینہ پیٹتا ہوا میرے پاس آیا اور یہ کہنے لگا کہ اے کوفیہ میں تجھکو ایک ایسی خبر سناتا ہوں جس سے تو سخت غمگین ہوگی۔ آگاہ ہو کہ یہ سر اس شخص کا ہے جسے تو اپنا پیشوا اور امام یقین کرتی ہے اور ہم لوگ اس باعث سے خوش ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے فرزندان ابو تراب پر یزید ابن معاویہ کو منصور و فتحمند فرمایا تو میں نے نہایت غیرت اور حمیت میں آ کر اس ملعون کو یہ جواب اور بددعا دی تھی کہ خدا تجھ کو ذلیل اور رسوا کرے اور تجھ پر کسی بے رحم بادشاہ کو مسلط کر دے جو تیری زبان کھینچ لے اور تیرے ہاتھ پاؤں بھی قطع کر دے خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اس دن اس قدر غمگین اور اندوہناک ہوئی تھی کہ جب تک میں زندہ رہونگی یہ غم میرے دل سے کسی طرح نہ نکلے گا اس کے علاوہ اس ملعون نے ایک اور حرمزدگی یہ کی تھی کہ مجھ سے کہا تو جا کر اس سر کو دیکھ لے جو اس گڑھے میں رکھا ہوا ہے چنانچہ میں نے جو اس کو جا کر دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ سبط پیغمبرؐ کا سر مبارک ہے اس کو دیکھکر میں بے اختیار چیخیں مار کر رونے لگی اور سخت اندوہگین تھی اور میرے سوا اور جو لوگ اس محلہ میں موجود تھے وہ بھی گریہ و زاری میں مصروف تھے یہ واقعہ دردناک سنکر مختار نے اس عورت کو جواب دیا کہ اے خواہر خدا و ند کریم نے تیری دعا قبول فرمائی اس کے بعد مختار نے اس زن شامیہ کو بلایا اور اس سے یہ کہا کہ یزید کی بابت تیرا کیا عقیدہ ہے عورت مذکور نے جواب دیا کہ وہ امام کہتی ہے اور حضرت امام حسینؑ کے حق میں اس ملعونہ نے یہ کہا کہ وہ گو ایک نیک آدمی تھے لیکن آخر کو معاذاللہ خارجی ہو گئے تھے جس کی یہ سزا ہے یہ سنکر مختار نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس ملعونہ کی زبان اور ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور اس کے بعد اس ملعونہ کی گردن ماردی گئی مختار نامدار نے

اس مومنہ کو دس ہزار درہم عطا کئے اور مختار کے غلام مسمّی خیر نے پانسو درہم اسکو دیئے اور اسی طرح سب
مومنین نے اس کے ساتھ بہت احسان اور سلوک کیا مختار نے دوسرے روز فرمایا کہ خولی کو حاضر کرو چنانچہ اس
ملعون کو خدمت مختار میں حاضر کیا گیا مختار نے اسوقت اس ملعون سے سوال کیا یہ تو بتا کہ تو مسلمان ہے خولی
نے جواب دیا کہ میں بیشک مسلمان ہوں اسوقت مختار نے پوچھا تو کیسا مسلمان ہے کہ تو نے فرزند رسولؐ خدا کو
شہید کیا تھا اور ان کے سر مبارک کو نیزے پر رکھکر تمام شہر میں پھرایا تھا خولی نے مختار کی اس بات کا یہ جواب دیا
کہ مجھ ہی پر یہ امر موقوف نہیں ہے اور بھی ہزاروں آدمی اس کام میں شریک اور موجود تھے یہ سنکر مختار نے
کہا کہ ہرگز تو مسلمان نہیں اور نہ جن کا تو حوالہ دیتا ہے ان میں سے کوئی شخص مسلمان تھا اور اس کے بعد
بحکم مختار اس ملعون کا بند بند قطع کر دیا گیا اور پھر اس کی گردن ماری گئی۔ خولی کے قتل کے بعد حدیث
بشر ابن ثوط کو مختار کے حضور میں حاضر کیا گیا یہ ملعون کربلا میں حاضر و موجود تھا اور اس شیطان نے حضرت
ام کلثوم کے سر سے مقنعہ اتارا تھا اور اہل بیت پیغمبر کو دشنام دی تھی اور ان کی نسبت بدزبانی کی تھی یہ شخص
ایسے قبیلہ نامور سے تھا کہ جس سے بڑھکر کوفہ میں اور کوئی قبیلہ نہ تھا مختار نے اسکو بھی قتل کرا دیا اور یہ کہا کہ
مجھ کو اس قبیلے سے کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہے میں انشاء اللہ تعالیٰ جس قدر حضرت امام حسین علیہ السلام کے
قاتل ہیں ان کے وجود ناپاک سے روئے زمین کو پاک و صاف کر دونگا جن اشخاص نے کہ حضرت صالحؑ کے ناقہ کو
پے کیا تھا وہ آٹھ اشخاص تھے، خداوند کریم نے اس ناقہ کے انتقام کے واسطے ان ملاعنہ پر ایک قوم کو مسلط کر دیا
تھا اور آخر اس قوم نے ان ملعونوں کو ہلاک و قتل کر ڈالا اسی طرح مجھکو خدائے تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ
حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل میرے ہاتھ سے قتل و برباد ہوں گے اس بات کو ایک گھنٹہ بھی نہ گذرا
تھا کہ ابو عمر نے حاضر ہو کر مختار سے کہا کہ امیر ایک اور خوشخبری سنئے کہ عثمان مرادی بھی گرفتار ہو گیا اور یہ ملعون
حضرت عبدالرحمان ابن جناب مسلم کا قاتل ہے مختار نے پوچھا کہ یہ کیونکر گرفتار ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ اسکو شعبان
شعبہ نے دروازۂ بصرہ سے گرفتار کرکے بھیجا ہے اس وقت بموجب حکم امیر مختار وہ ملعون پیش کیا گیا درحالیکہ
عبدالرحمان ابن مسلم کا گھوڑا اس کی زیر ران تھا جب اہل کوفہ نے اس گھوڑے کو دیکھا تو نہایت رنج و اندوہ
کے ساتھ رونے لگے اور تمام حاضرین میں ایک جوش و خروش پیدا ہو گیا آخر عثمان کو جب مختار کے سامنے
مع اس گھوڑے کے لایا گیا تو مختار بھی اس گھوڑے کو دیکھ کر زار زار روئے اور تمام حاضرینِ دربار پر
بھی رقت طاری ہوئی۔ اس عرصہ میں عمر ابن حاجب نے ایک لڑکے کو لے کر مختار کے حضور میں حاضر کیا کہ
ایک نور اس صاحبزادے کے چہرۂ مبارک سے تاباں تھا اور دو گیسوئے مشکیں اس کے دونوں طرف پڑے
ہوئے تھے اس وقت عمر ابن حاجب شدت گریہ سے بیتاب تھا اور یہ صاحبزادہ بھی بہت روتا تھا ابو عمر نے
اپنی رقت تھام کر مختار سے عرض کیا کہ یہ لڑکا حضرت عبدالرحمان ابن مسلم کا صاحبزادہ ہے مختار یہ سنکر
فوراً تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اور مسند سے اتر کر اسکو گلے سے لگایا اور آنسو اسی طرح اس کی آنکھوں سے جاری تھے

آخر مختار نے حاضرین سے کہا کہ یارو تم نے دیکھا کہ خاندان نبوت پر کسقدر ظلم و ستم کیا گیا ہے وہ لڑکا بھی اُس وقت بہت اشکبار تھا آخر مختار نے اس لڑکے سے دریافت کیا کہ اے نور نظر محمدؐ و علیؑ تم کوفہ میں کب سے آئے ہو اس لڑکے نے کہا کہ بارہ روز سے یہاں آئے ہیں۔ امیر مختار نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم تنہا آئے ہو اس صاحبزادہ نے کہا کہ نہیں میری والدہ معظمہ اور تین ہمشیریں ہمراہ ہیں۔ مختار نے پھر پوچھا کہ یا سید مدینہ منورہ چھوڑنے اور یہاں آنے کی کیا وجہ ہوئی اس صاحبزادے نے فرمایا کہ بے زری اور تہیدستی اسکا سبب ہوا یعنی جس روز سے دشمنوں نے میرے باپ کو قتل کیا ہے ہم لوگ بالکل بے وارث اور سخت محتاج اور پریشان ہو گئے ہیں پس ہم کو جسوقت یہ خبر معلوم ہوئی کہ عراق میں مختار آج کل حکمراں اور امیر ہوا ہے تو ہم اپنے وطن سے نکل کر ایک غیر معلوم راہ سے یہاں پہنچ گئے ہیں شاید یہ ممکن ہو کہ یہاں رہ کر ہم اچھی طرح سے اپنی زندگی بسر کریں آج میں نے سنا تھا کہ میرے والد کا قاتل پکڑا گیا ہے اس لئے میں یہاں آیا ہوں اور تجھ سے درخواست ہے کہ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالے کر دے کہ میں اس سے اپنے باپ کے خون کا انتقام لوں اور اپنے ہاتھ سے اسکو قتل کروں مختار نے اسوقت اس صاحبزادے سے کہا کہ اے صاحبزادے وہ قاتل یہ موجود ہے میں اس کا اختیار تم کو دیتا ہوں اسکے ساتھ جو چاہو برتاؤ کرو اس کے بعد مختار نے تلوار منگائی لیکن اسوقت ابو عمر نے ایک چھری اس صاحبزادے کو دی اس لڑکے کا نام قاسم تھا چنانچہ جناب قاسم نے آستین چڑھا کر وہ چھری اس ملعون کے پیٹ میں گھسیڑ دی اور اس کو جہنم واصل کیا اس کے بعد مختار نے دو ہزار درہم اس کو عنایت فرمائے اور ان کی ماں بہنوں کو علیحدہ کچھ ہدیہ دیا اور تحفہ بھیجا اور ابراہیم نامدار نے اپنے پاس سے یکہزار درہم عطا کئے اور ایک خلعت بھی ان کو دیا اور خیر غلام مختار نے حسب مقدور ان کی خدمت کی اور اس صاحبزادے نے کوفہ میں قیام فرمایا اس کے بعد ایک اور لڑکا دربار مختار میں حاضر ہوا اور اس نے عبداللہ کامل سے یہ عرض کیا کہ میں تم سے تخلیہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں چنانچہ عبداللہ نے اس مقام پر تخلیہ کر دیا اور اس لڑکے نے عبداللہ کامل سے کہا کہ میں ہارون ابن مغیرہ کا لڑکا ہوں میرا باپ خاندان نبوت کا دشمن ہے اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ بنی امیہ بنی ہاشم سے افضل ہیں خیر یہ تو اور بات ہے اسوقت میرے گھر میں حضرت امام حسینؑ کے چار قاتل روپوش ہیں اور میرے باپ نے ان کو اپنے مکان کے تہ خانہ میں چھپا دیا ہے اتنا کہکر وہ لڑکا اس مقام سے چلا گیا۔ عبداللہ کامل چند سپاہی لیکر اس کے مکان کی طرف روانہ ہوا اور اس کا مکان گھیر لیا اور اندر جا کر اس تہ خانہ کی تلاش کرنے لگا لیکن مکان مذکور کے تہ خانہ کا کہیں پتہ اور نشان نہیں ملتا تھا اسوقت اس لڑکے نے فراست سے یہ سمجھا کہ جو نشان میں نے عبداللہ کامل کو بتایا تھا وہ اس کو بھول گیا ہے وہ طفل مذکور آگے بڑھکر خود اس سرداب کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور آنکھ سے عبداللہ کو اشارہ کیا عبداللہ بھی اس اشارے کو سمجھ گئے اور انھوں نے حکم دیا کہ اس مقام پر دروازہ ہے اس کو کھولو چنانچہ دروازہ کو کھولا اور جیسا کہ اس لڑکے نے کہا تھا چار شخص اس تہ خانہ میں سے نکال لئے ان میں سے ایک شخص زیاد بن

مالک تھا جس نے غلام حمزہ ابن عبدالمطلب کو شہید کیا تھا اور دوسرا آدمی زید ابن ظہیر تھا جس نے حبیب ابن مظاہر کو شہید کیا تھا اور یہ وہی حبیب ابن مظاہر ہیں جنھوں نے بروز عاشورا میدان کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حیات میں ان کے سامنے لشکر شام سے نہایت سخت اور دلیرانہ جنگ کی تھی اور بہت سے آدمی ان کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے تیسرا حارث ابن عمران قاتل شاکری تھا اور چوتھا عبداللہ ابن اسودی قاتل عمر ابن مطلع تھا چنانچہ یہ چاروں مختار کے سامنے حاضر کئے گئے اور مختار کے حکم سے سب کی گردن ماردی گئی اور ایک ایک پرچہ پران کا نام لکھ کران کے کانوں میں ڈال دیا گیا اس کے بعد یہ خبر مختار کے پاس آئی کہ مرہ ابن منقذ ملعون راہ چلتے گرفتار ہوا یہ شخص قتل حضرت علی اکبرؑ میں شریک تھا اور اس کو بھی ابن ابی شعر نے گرفتار کیا تھا اس کی گرفتاری کی خبر سے تمام کوفہ میں اک شور مچ گیا اور لوگ جوق جوق دیکھنے کے واسطے راہ میں جمع ہو گئے تھے چنانچہ جب اس آدمی کو ملازمان مختار گرفتار کئے ہوئے بازار میں سے لیکر نکلے تو لوگوں نے ملعون مذکور کو دیکھکر اس پر لعنت بھی شروع کی اور اس پر ہر طرف سے لوگ تھوکتے تھے یہانتک کہ اسی صورت سے لوگ اسکو مختار کے روبرو لیگئے مختار نے اس ملعون سے پوچھا کہ حضرت علی اکبر شہید کا قاتل کیا تو ہی ہے مختار کے اس سوال پر وہ ملعون خاموش ہو گیا جب پھر دوبارہ مختار نے اس سے سوال کیا تو اس ملعون نے کہا کہ میں تنہا ہی اس معرکہ میں نہ تھا ہزاروں آدمی ان کے شہید کرنے میں شریک تھے۔ مختار نے کہا کہ بیشک تو سچ کہتا ہے تجھ سے ہزاروں سگہائے ناپاک کے حملوں سے ان کی شہادت ہوئی ہے اتنے میں مختار سے عبداللہ کامل نے عرض کیا کہ عاشورہ کے روز جسوقت حضرت علی اکبر نے اپنے مخالفوں کی ایک جمعیت کثیر کو داخل جہنم کیا اسوقت ان کا پیاس سے یہ حال تھا کہ ان کا منہ بالکل خشک ہو گیا تھا آپ میدان جنگ سے واپس ہو کر اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ پیاس کی شدت سے مجھے اب طاقت ضبط و صبر باقی نہیں رہی اسوقت امام حسینؑ نے اپنی زبان مبارک ان کے دہن شریف میں دیدی جس سے کسی قدر اس شاہزادۂ عالی مقدار کو تسکین ہوئی اور پھر آپ کفار کے مقابلہ کیواسطے میدان جنگ میں تشریف لائے اور آپ نے ایک ہزار ملعونوں پر حملہ کیا اور ایسی دلیری سے ان میں شمشیر زنی کی کہ وہ ملعون سب کے سب ان کے سامنے سے بھاگ گئے کہ اس عرصہ میں ناگاہ اس شقی ازلی اور ملعون ابدی نے عقب سے ایک نیزہ حضرت علی اکبر کی پشت مبارک پر مارا اس کا زخم اسقدر سخت تھا کہ وہ شہزادہ گھوڑے سے گر پڑا عبداللہ کامل نے جب اس واقعہ کو بیان کیا تو مختار نہایت شدت سے رونے لگا اور تمام حاضرین میں شور گریہ و بکا بلند ہو گیا۔ آخر اس کے بعد مختار کے حکم سے اس ملعون کے کان کاٹ دیے گئے اور اس کی آنکھیں نکال لی گئیں اور ہونٹ بھی ملعون کے کاٹ ڈالے اور اس کے بعد اس شیطان کی گردن ماردی گئی اور پھر اس کے جسد ناپاک کو آگ میں جلا دیا۔ اس واقعہ کے دوسرے روز مختار کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ زیاد ابن رفاہ یا یزید ابن ورقاء کو بھی گرفتار کر لیا ہے چنانچہ مختار نے اس ملعون کو اپنے سامنے بلایا اور یہ دریافت کیا کہ تو نے حضرت عباسؑ

علیؑ کو کس طرح قتل کیا تھا اس ملعون نے جواب دیا کہ میں نے ایک تیر ان کے مارا تھا جو آنکھ پر لگ کر پار نکل گیا تھا یہ سنکر مختار نے اپنا تیر و کمان طلب کیا اور یہ کہکر کہ میں یہ تیر راہ خدا میں مارتا ہوں اس ملعون کے ایک تیر مارا اتفاق سے مختار کا تیر بھی اس ملعون کی آنکھ پر لگا اور پار نکل گیا لوگوں نے اس خبر کو سنکر کہا قدرت خدا سے خوب بدلہ مل گیا اتنے میں پھر خبر آئی کہ عمر ابن حجاج ملعون گرفتار ہوگیا اور یہ وہ شقی ازلی تھا کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر تلوار چلائی تھی جب اس کو کوفہ میں لایا گیا تو شہر کے لوگ اس پر تھوکتے تھے اور لعنت کرتے تھے بہر حال اس طرح وہ مختار کے دربار میں لایا گیا تو مختار کے حکم سے اس کی گردن ماردی گئی اس کے بعد مختار نے کہا یہ کیا بات ہے جو تم ادنیٰ قسم کے لوگوں کو اور ضعفا کو گرفتار کرکے لاتے ہو آخر وہ قاتلان امام حسین علیہ السلام کہاں ہیں جو سرغنہ ہیں وہ کیوں نہیں گرفتار ہوتے یہ تو بتاؤ حضرت امیر علیہ السلام کے فرزندوں کے قاتل اور نیز حضرت جعفر طیارؑ کے بیٹوں کے شہید کرنیوالے کہاں ہیں عبداللہ کامل اور ابو عمر بن حاجب نے مختار سے عرض کیا کہ یا امیر آپ سے کیا عرض کیا جائے ہم حد درجہ کی تلاش اور تفحص میں ان ملعونوں کے ہیں اور خداوند کریم کے فضل سے امید ہے کہ ان ملعونوں میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہے گا اور اس کے بعد ان دونوں نے عرض کیا کہ حضرت عباس علیؑ کا قاتل حکم بن طفیل ہے اور وہ اپنے مکان میں پوشیدہ ہے اور عدی ابن حاتم طائی اس کی حمایت کرتا ہے اور یہ عدی ایک نہایت بزرگ اور محترم آدمی تھا اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں بہت دنوں تک رہ چکا تھا اور جنگ صفین میں حضرت امیر المومنینؑ کے ہمراہ ہوکر شامیوں سے لڑا تھا مختار نے یہ سنکر اسی وقت یہ حکم دیا کہ اسی وقت جاؤ اور بلا توقف و تامل حکم بن طفیل کو پکڑ لاؤ چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی اور ملازمان مختار نے جاکر حکم بن طفیل کی مشکیں باندھ لیں اس کی کنیزوں نے یہ حال دیکھ کر غل مچایا اور اس واقعہ کی عدی بن حاتم طائی کو بھی خبر کی کہ تیرے داماد کو لوگوں نے گرفتار کرلیا ہے چنانچہ عدی اس حال کو سنکر فوراً سوار ہوا اور عبداللہ کامل سے آکر اس طرح کہنے لگا کہ اے نائب امیر مختار تو اس شخص کو مجھکو بخشدے اور اس کے خون سے میری حرمت کے باعث درگذر عبداللہ کامل نے کہا کہ میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا کیونکہ حضرت عباسؑ ابن علیؑ کا قاتل ہے یہ سنکر عدی نے کہا کہ میں اس تیری نافرمانی کی شکایت مختار سے ضرور عرض کرونگا عبداللہ نے کہا کہ جس شخص سے جی چاہے تو میری شکایت کر لیکن میں اس شخص کو ہرگز نہ چھوڑونگا اسوقت عدی کو غصہ آگیا اور اس نے عبداللہ سے کہا کہ اگر میں یہ اپنی خواہش خود مختار سے ظاہر کرتا تو وہ بھی مان لیتا عبداللہ نے اس کا جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ تو نے مجھ سے بالکل غلط کہا وہ تو اگر اس کے ہاتھ سے محمد حنفیہ کا بھی ایک غلام قتل ہوا ہوتا تو کبھی اس کے خون سے درگذر نہ کرتا اب یہ شخص تو خود حضرت عباسؑ علی محمد حنفیہ کے بھائی کا قاتل ہے اس کے خون سے کس طرح درگذر کرے گا البتہ یہ محال عقل ہے آخر عدی عبداللہ سے یہ باتیں سنکر مختار کے پاس اسی وقت گیا عبداللہ نے یہ معاملہ دیکھا تو اپنے دل میں کہا کہ اس دشمن خدا کو اسی جگہ اور ابھی قتل

کر ڈالنا چاہئے کیونکہ مختار عدی کا بہت احترام اور عزت کرتا ہے ممکن ہے اس کی سفارش سے مختار حکم کو چھوڑ دے پس یہ خیال کر کے تلوار نکال کر اسی مقام پر حکم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اس طرف جو وقت عدی مختار کی خدمت میں پہنچے تو مختار ان کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا اور اس کو اپنے برابر مصلے پر بٹھایا اس وقت عدی نے دیکھا کہ سات شخص مشکیں بندھے ہوئے بیٹھے ہیں عدی نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں مختار نے جواب دیا کہ حال کی لڑائی میں ان لوگوں نے میرا مقابلہ کیا تھا اور محمد اشعث کے رفقا میں سے یہ لوگ ہیں۔ عدی نے کہا کہ اب ان کے ساتھ کیا کرو گے مختار نے کہا کہ میں نے لوہار کو بلایا ہے۔ میں ان کی بیڑیاں کٹوا کر رہا کر دوں گا کیونکہ میں نے ایک عام اشتہار دیدیا ہے کہ جس شخص نے مجھ سے مقابلہ کیا ہے اسکو میں ہرگز کوئی سزا نہ دوں گا البتہ جو شخص حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑا ہوگا اس کو ضرور قتل کروں گا۔ عدی نے کہا کہ میں ایک خاص مطلب اور ضرورت کیلئے تمہارے پاس آیا ہوں مختار نے یہ سنکر جواب دیا کہ ضرور کہئے جو کچھ کہو گے۔ میں اس کی فوراً تعمیل کروں گا۔ اس وقت عدی نے یہ درخواست کی کہ حکم ابن طفیل کو مجھے بخشدو۔ مختار نے عدی کا یہ سوال سنکر جواب دیا کہ اے عدی تم ایک مرد عالم و فاضل اور ہمیشہ حضرت رسولخدا کی خدمت سراپا برکت میں حاضر رہے ہو تم کو اس بات کا پاس اور شرم نہیں ہے کہ مجھ سے آنحضرت کے فرزندوں کے قاتل کی رہائی چاہتے ہو بلکہ تم کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالنا چاہئے اس پر پھر عدی نے مختار سے درخواست کی کہ بہرحال میری اس درخواست کو ضرور پورا کر دینا چاہئے تھا مختار نے کہا کہ شیخ اگر کوئی اور حاجت ہو تو وہ ظاہر کیجئے کہ میں اس کی تعمیل کے لئے موجود ہوں لیکن امید ہے کہ اس خواہش سے تو تم ضرور خود درگذر کرو گے عدی نے پھر مختار سے کہا کہ یا امیر میری یہی حاجت اور درخواست بہت بڑی اور ضروری ہے جس کا میں نے تم سے سوال کیا ہے۔ مختار نے عدی کی اس درخواست پر سر جھکا لیا اور یہ کہنے لگا کہ میں سخت حیرت میں ہوں یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ تمہاری درخواست پوری نہ کروں اور یہ بھی مشکل ہے کہ حضرت عباس ابن علی علیہ السلام کے قاتل کو چھوڑ دوں اچھا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس کو رہا کر دوں تو اس شرط سے میں اس کو قبول کرتا ہوں کہ وہ اسوقت سے پھر کوفہ میں قیام نہ کرے ورنہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں شہدائے کربلا کے کسی قاتل کو ہرگز نہ چھوڑوں گا اور نیز یہ بھی قسم کھائے کہ اس کے بعد پھر کوفہ میں ہرگز نہ آئے گا بلکہ عراق میں بھی قدم نہ رکھیگا عدی نے اس بات کو قبول کر لیا اور یہ بھی کہا کہ جیسا تم نے کہا ویسا ہی ہوگا اس اثنا میں عبداللہ کامل دربار مختار میں پہنچا مختار نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کارروائی کی اور حکم ابن طفیل کے ساتھ کیا کیا عبداللہ نے جواب دیا کہ یا امیر اسکی گرفتاری کی خبر تمام کوفہ میں پھیل گئی جو وقت اس کو گرفتار کر کے لے چلا تو مردمان کوفہ نے غل مچایا کہ یہ حضرت عباسؑ ابن علی کا قاتل ہے لہذا اس کو ہمارے حوالے کردو کہ ہم خود اسکو قتل کر ڈالیں میں نے ان سے ہرچند چھڑانا چاہا لیکن انھوں نے کسی طرح میرا کہنا نہ سنا اور مجھ سے اسکو چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا یہ اس کا

سر موجود ہے جسے میں لیکر حاضر ہوا ہوں عدی ابن نے یہ قصہ سنکر عبداللہ سے کہا کہ یہ تو بالکل غلط کہتا ہے چونکہ یہ امر مجھکو معلوم تھا کہ میں امیر کے پاس اس کی سفارش کے واسطے جاتا ہوں اور وہ ضرور میری خاطر سے اسے میرے حوالے کر دے گا اس لئے تو نے اس کو مار ڈالا عبداللہ نے عدی کو یہ جواب دیا کہ جب تو یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو مارا تو میں نے ہی اس کو قتل کیا سہی وہ ایک شرابی اور فاسق و فاجر تھا اس کو قتل کر ڈالا تو کیا برائی کی یہ حضرت عباسؑ ابن علیؑ کا قاتل تھا مجھے خدائے تعالیٰ اس کا ثواب اور اجر عظیم عطا فرمائیگا مختار کو جب حکم کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو اس نے سجدۂ شکر الٰہی ادا کیا اور یہ کہا کہ جب اس نے امام حسین علیہ السلام کی خونریزی کی تھی تو کیا مضائقہ ہے کہ حکم کو قتل کر ڈالا گیا عدی کو اسوقت نہایت غصہ آیا اور اس نے مختار سے تو کچھ نہ کہا مگر عبداللہ کامل سے بگڑ کر کہا کہ اگر اس وقت حرمت امیر مختار مانع نہ ہوتی تو اس کارروائی کا ایسا نتیجہ دکھاتا کہ مدت دراز تک مخلوق کی زبان پر اس کا ذکر موجود رہتا۔ پس اتنا کہکر عدی اسی غصہ اور ناراضی کی حالت میں مختار کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور چلتے وقت عدی کہنے لگا کہ مجھے خدائے کریم سے امید ہے کہ وہ کبھی تیرا محتاج مجھکو نہ کریگا جب شہر میں یہ خبر عام طور سے مشہور ہو گئی کہ مختار نے قاتلان امام حسین علیہ السلام کے مونہہ میں عدی جیسے بزرگ و محترم کا پاس نہیں کیا اور اس کے داماد کو قتل کر ڈالا تو لوگوں میں اس کا سخت خوف پھیل گیا اور اکثر معززین کوفہ جو خون امام حسین علیہ السلام میں شریک تھے سب کے سب باہم صلاح و مشورہ کر کے شہر کے مختلف مقامات میں جہاں جن کو موقع ملا روپوش ہو گئے خاصکر ان میں شمر ذی الجوشن اور سنان ابن انس اور اسحاق بن اشعث اور زید ابن محارب اور فرزدق بن عبدالصمد شامل تھے ان کے علاوہ اور لوگ بھی اس جگہ مجتمع ہوئے اسوقت شمر ذی الجوشن ملعون نے ان سب لوگوں سے یہ کہا کہ یارو اب میرا قیام کوفہ میں صلاح وقت نہیں معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ مناسب ہے کہ ہم متفق ہو کر بصرے کو رات کے وقت چل نکلیں اور شمر نے یہ بھی کہا کہ میں تو اب جاتا ہوں یہ سنکر دس ملعون اس کے ساتھ ہوئے اور بصرہ کو آدھی رات میں بھاگ گئے ایک شخص حارث نام جو شمر کا خالہ زاد بھائی تھا اس نے بھی بہت ہی خوشامد درآمد ان لوگوں سے جو بصرے جاتے تھے کی تھی کہ مجھکو بھی اپنے ہمراہ لیتے چلو کہ میں تم کو اس راستے کے جو علاوہ شارع عام ہے کسی نامعلوم راہ سے بصرے پہنچا دونگا چنانچہ یہ سب لوگ بصرے کو روانہ ہوئے اتفاق سے اس محلے کے لوگوں نے ان کو دیکھ لیا تھا وہ بھی سمجھ گئے کہ یہ لوگ بھاگے جاتے ہیں چنانچہ انھوں نے دوڑ کر عبداللہ کامل کو اس حال کی خبر کی کہ کچھ لوگ اس وقت بصرے بھاگے جاتے ہیں ان میں سے ایک شخص کو جس کا نام حارث ہے ہم نے بھی پہچان لیا ہے عبداللہ نے یہ سنکر کہا کہ ضرور ان فراریوں میں شمر بھی شریک ہوگا خیر غلام مختار کو بھی اس واقعہ کی خبر ہوئی اس نے عبداللہ کامل سے کہا کہ تم لوٹ جاؤ اور میں ان کے گرفتار کرنے کے لئے جاتا ہوں چنانچہ خیر مع اپنے رفیقوں کے ان لوگوں کی تلاش میں روانہ ہوا جسوقت ان لوگوں

کے قریب پہنچا شمر نے پہچانا کہ یہ خیر ہے اس نے غلام کو چھوڑ کر خیر پر حملہ کیا اور خیر نے بھی شمر پر حملہ کیا شمر نے بھی ایک تلوار خیر کے سر پر لگائی اس کے بعد اس نے اور ایک غلام پر جو خیر کے ہمراہ تھا حملہ کیا اور اس کو گرا دیا آخر غلامان مختار کو شکست ہوئی اور شمر اپنے ساتھیوں کے ساتھ صاف نکل گیا جب دن نکل آیا اور اس واقعہ کی اطلاع مختار کو ہوئی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور خیر سے کہنے لگا کہ تو کیوں رات کیوقت ان لوگوں کی تلاش میں گیا تھا اور دو غلام تو نے قتل کرا دیے خیر نے مختار کو جواب دیا کہ یا امیر مجھے عبداللہ کامل نے یہ کہا تھا کہ شمر دس آدمیوں کیساتھ کوفہ سے بھاگا جاتا ہے چونکہ ملعون شمر سے زیادہ میں کسی کو دشمن نہیں رکھتا ہوں لہٰذا اس کے گرفتار کرنے کی غرض سے اس امید پر روانہ ہوا تھا کہ اگر وہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا تو خداوند کریم اس کا اجر مجھے عنایت فرمائے گا لیکن ابھی اس ناپاک کا پیمانۂ عمر لبریز نہیں ہوا ہے کہ میرے ہاتھ سے بچکر نکل گیا۔ پھر مختار نے یہ خیر سے پوچھا کہ تیرا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے تو اس نے جواب دیا کہ ان دونوں غلاموں کے قتل کا مجھ کو سخت صدمہ ہوا ہے۔ جب مختار نے یہ واقعہ سنا اور اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا کہ خیر کا رنگ بالکل متغیر ہے چونکہ مختار اس کو بہت دوست رکھتا تھا اور اس سے بڑی محبت رکھتا تھا کیونکہ بچپن سے فرزند کی مثل اسکو پرورش کیا تھا آخر کہنے لگا کہ لعنت ہے شمر پر کہ جس کے باعث مجکو یہ سب تکلیفیں پہنچ رہی ہیں اسکے بعد عبداللہ کامل اور ابو عمر ابن حاجب کو مع ان کے رفقا کے شمر کی تلاش میں روانہ کیا شمر اور اس کے ساتھی وہاں سے چل کر منجملہ کوفہ کے مواضعات کے کسی گاؤں میں کہ اس کا نام کلتانیہ تھا فروکش ہوئے تھے اور اپنے میں سے ایک شخص کو بلندی پر اس گاؤں کے متصل بطور دربان اور محافظ کے بٹھا دیا تھا کہ جس وقت عبداللہ کامل اور عمر ابن حاجب اپنے گروہ کے ساتھ شمر کی تلاش میں اس گاؤں کے قریب پہنچے بلکہ اس سے بڑھکر دو فرسخ اس گاؤں میں آگے ایک مقام پر یہ دونو فروکش ہوئے مسلم ابن عمر جو شمر کے ساتھ تھا یہ بیان کرتا ہے کہ مجکو شمر نے موضع کلتانیہ میں اسی غرض سے بھیجا تھا کہ میں اس گاؤں کے موذن اور امام مسجد کو بلا لاؤں جب میں ان کو ہمراہ لیکر شمر کے پاس واپس آیا تو اس نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور کہنے لگا کہ مجکو اس قسم کے دو آدمیوں کی ضرورت ہے کہ جو شارع عام کے علاوہ کسی اور دوسرے رستے سے بصرے پہنچا دیں پس ایسے دو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے آؤ چنانچہ وہ لوگ اسی وقت چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد دو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر آئے جس میں ایک جوان آدمی تھا اور ایک ادھیڑ شخص تھا اور یہ لوگ کہنے لگے کہ ان میں سے ایک شخص جو ضعیف آدمی ہے مرد مسلمان ہے اور تمام راہوں سے خوب واقف ہے اور دوسرا یہودی ہے مگر یہ چلنے والا بہت اچھا ہے شمر نے اسوقت اس امام کو پانچ دینار اور پانچ دینار موذن کو دیئے کہ اب تم مکان چلے جاؤ اور امام سے قلم دوات اور کاغذ منگوا کر ایک خط مصعب ابن زبیر کے نام لکھا اور اس کو اپنے واقعہ سے مفصل اطلاع دی اور اس نامہ پر مہر کرکے اس یہودی کو دیا اور ایک ہول اپنے گرز کی اس کی پشت میں مار کر یہودی سے کہنے لگا کہ اس نامہ کو مصعب ابن زبیر کے پاس پہنچا دے اور ایک پیسہ بھی اجرت کا اس شخص کو اس مشقی

انہی نے نہ دیا خلاصہ یہ کہ یہودی وہاں سے روانہ ہوا جاتے جاتے دو تین کوس وہ یہودی گیا ہوگا کہ ایک ذو ماہہ سامنے سے نظر آیا اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس راہ چلنا چاہیے کہ جس میں عبداللہ کامل اور ابو عمرہ حاجب شمر کی تلاش میں ٹھہرے ہوئے ہیں خلاصہ یہ کہ جب یہ قاصد عبداللہ کے لشکر کے قریب سے گذرا تو اس کو لوگوں نے گرفتار کر کے عبداللہ کے سامنے حاضر کر دیا عبداللہ نے پوچھا کہ تو کون شخص ہے اور اس وقت کہاں جاتا ہے یہودی نے جواب دیا کہ میں موضع کلتانیہ سے آتا ہوں ایک شامی بدصورت آدمی نے جو بڑا ظالم معلوم ہوتا ہے مجھ کو بصرے بھیجا ہے عبداللہ کامل نے پوچھا اس کا کیا نام ہے یہودی نے کہا کہ اس کا نام تو میں نہیں جانتا مگر وہ ہمارے گاؤں میں اترا ہوا ہے اس نے کلتانیہ کے موذن اور امام کی معرفت دو رہنماؤں کیواسطے کہا تھا کہ ہم کو غیر معروف راستے سے بصرے پہنچا دیں عبداللہ نے پھر پوچھا کہ وہ شخص کیسا اور اس کی صورت کیسی ہے یہودی نے یاس کا حلیہ بیان کیا کہ اس شخص کی جس نے مجھے بھیجا ہے ناک چوڑی اور چپٹی ہے آنکھیں نیلی ہیں اور ڈاڑھی گندہ اور منہ سے بدبو آتی ہے عبداللہ نے اسقدر حال اور اس کے چہرہ کی کیفیت سنکر فوراً سمجھ لیا کہ وہ شخص شمر ہے پس وہ خط اس یہودی سے لے لیا یہودی نے عبداللہ سے پوچھا کہ اب تم کیا کروگے عبداللہ نے کہا کہ تم ہمارے ساتھ چلے آؤ اور دیکھنا کہ ہم اس شخص کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ یہودی نے کہا کہ اچھا تم مجھکو اپنے ہمراہ لے چلو چنانچہ عبداللہ کے حکم سے اس کو بھی گھوڑے پر سوار کرا لیا اور اپنے ساتھ لے کر یہ لوگ روانہ ہوئے راوی کہتا ہے کہ شمر نے ایک نگہبان اپنی فرودگاہ سے کسی قدر فاصلہ پر بٹھا دیا تھا اور اس کے قریب ایک کرسی بچھا کر خود بیٹھا ہوا تھا اور اصبو کا حال اس نگہبان سے پوچھا جاتا تھا اور مسلم ابن عروہ جو اس گروہ کے ساتھ تھا بیان کرتا ہے کہ میں اسوقت خیمہ سے باہر گیا اور پیادہ پا پھر رہا تھا کہ میں نے ایک کسان کو دیکھا کہ وہ اپنی زمین جوت رہا ہے اس کھیت کے قریب ایک بڑا درخت تھا میں نے اس درخت کے نیچے اپنا کمبل بچھا لیا اور اس پر سو رہا تھا کہ اتنے میں آدمیوں کے آنے کی آواز میرے کان میں آئی تو میری آنکھ کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ عبداللہ کامل اپنی فوج کے ساتھ چلا آتا ہے یہ دیکھکر میں نے اپنی تلوار کسی مقام پر پوشیدہ کر دی اور اس کمبل کو اوڑھ لیا اس کسان کی ٹوپی مانگ کر میں نے اپنے سر پر رکھ لی اور دیکھنے لگا کہ اب کیا ہوتا ہے کہ اتنے میں شمر پہلے اپنے خیمہ سے نکلا اور اس کے بعد حارث بن مرہ باہر آیا جب ان دونوں کی نگاہ عبداللہ کامل کے لشکر پر پڑی تو پکار کر ان دونوں نے اپنے ساتھیوں سے یہ کہا کہ اے جوانو اٹھ کھڑے ہو کیونکہ دشمن کی فوج ہمارے سر پر پہنچ گئی شمر کو اس وقت اس قدر بھی مہلت اور فرصت نہ مل سکی کہ کپڑے پہن کر ہتھیار لگائے صرف معمولی کپڑے پہنے ہوئے ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے عبداللہ کامل کی فوج پر حملہ آور ہوا اس ملعون نے نعرہ مار کر ایک شعر بھی اسوقت پڑھا کہتے ہیں کہ شمر ملعون کی آواز اسقدر کرخت اور بھری تھی کہ جیسے گنبد کے اندر سے آواز آتی ہے پس اسنے ایک ہاتھ تلوار کا کسی شخص پر مارا کہ وہ

اسی جگہ ٹھنڈا ہو گیا اتنے میں سنان ابن انس بھی ننگی تلوار لئے آ گیا اور اس نے شمر کی مدد کا ارادہ کیا۔ جب ابو عمر حاجب نے یہ دیکھا کہ شمر نے ایک شخص کو جان سے مار ڈالا تو وہ اس ملعون کی طرف متوجہ ہوا اور ایک نعرہ کر کے اس پر دلیرانہ حملہ کیا اور ایک ایسی ضرب تلوار کی لگائی کہ شمر ملعون کی پیشانی تک کاٹ گئی۔ اس کے بعد ابو عمر نے تکبیر کہی ادھر عبداللہ کے رفقا نے حملہ کیا اور سب کو قتل کر ڈالا۔ مگر مسلم ابن عمر بچ گیا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی بھاگ کر ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا اور حارث بن مرہ اور سنان ابن انس گرفتار کر لئے گئے اور یہاں سے عبداللہ موضع کلتانہ کو روانہ ہوا اور اس مقام پر ٹھہر کر اس گاؤں کے آدمیوں کو بلایا اور یہ ان سے کہنے لگا کہ اے لوگو ہم یہاں پہنچے ہیں اور شمر اس گاؤں کے قریب اترا ہوا تھا تم نے اسکو کیوں نہ دریافت کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ وہ ملعون گاؤں کے باہر اترا ہوا تھا ہمکو بالکل اس کے حال سے اطلاع نہیں تھی اگر وہ یہاں یعنی گاؤں کے اندر اترتا اور ہم خبر نہ کرتے تو البتہ ہم پر تمہارا الزام عاید ہو سکتا تھا ابھی عبداللہ سے اس گاؤں کے لوگ یہ باتیں کر رہے تھے کہ وہ شخص شمر ملعون تھا لیکن تجھ سے انھوں نے اسبات کو پوشیدہ رکھا کیونکہ اس گاؤں کے سب چھوٹے بڑے دشمن آلِ محمد ہیں اور بنی امیہ کے دوست اور ہوا خواہ ہیں عبداللہ اس وقت ہنسا اور اس سے کہنے لگے کہ اے شخص تو کیا دوستدار و محب اہلبیت ہے اس آدمی نے جواب دیا کہ جو محب خاندان نبوت نہیں ہے وہ شخص مسلمان کب ہے عبداللہ کامل نے پوچھا تو پھر تو ان لوگوں میں کس طرح زندگی بسر کرتا ہے اس شخص نے جواب دیا کہ نہایت ظاہر داری اور خوشامد کے ساتھ رہتا ہوں اور بڑی تکلیف سے ان لوگوں کیساتھ اپنے دن گذارتا ہوں یہ لوگ اگر خوشی کی کوئی مجلس برپا کرتے ہیں تو مجھ کو اس کی خبر نہیں کرتے اور اگر میں کہیں چلا جاتا ہوں تو میرے پرسان حال نہیں ہوتے اور میرے سلام کا جواب نہیں دیتے عبداللہ نے ان گاؤں والوں سے کہا کہ یہ شخص تم لوگوں میں قیام رکھتا ہے میں خدا اور رسولؐ کی قسم کھا کر تم لوگوں کو مطلع کرتا ہوں کہ اگر اس شخص کو تم ذرہ برابر بھی ستاؤ گے یا کسی قسم کی ایذا دو گے تو اس کے عوض میں تم سب کو قتل کر ڈالوں گا اور تم سب کو جلا دوں گا سب نے جواب دیا کہ ہم تمہارے تابعدار ہیں اس کے بعد عبداللہ نے اپنی پگڑی اتار کے اس شخص کے سر پر رکھدی اور اس سے یہ کہا کہ اس کو اسی وقت قبول کر و اور جب میں کوفہ میں پہنچوں گا تو تمہارے واسطے ہدیہ بھیجوں گا پھر وہاں سے عبداللہ کامل کوفہ کو روانہ ہوا اس عرصہ میں یہ خبر تمام کوفہ میں مشہور ہو گئی تھی کہ عبداللہ کامل شمر ملعون کا سر لاتا ہے اس خبر سے کوفہ کے تمام زن و مرد شمر کا سر دیکھنے کی غرض سے راستہ میں جمع ہو گئے مختار اور ابراہیم بھی دونوں شہر سے باہر گئے انھوں نے شمر کا سر دیکھ کر نہایت مسرت ظاہر کی اور اس ملعون کے منہ پر تھوکتے تھے اور اس پر لعنت کرتے تھے اور اس کے سر کو سولی پر چڑھا دیا اور حارث بن مرہ اور سنان ابن انس کو زندان میں بھیجدیا اور لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے گئے لشکر بھی اپنی جگہ پر فروکش ہوا اس واقعہ کے دوسرے روز مختار نے ان دونوں کو اپنے روبرو بلایا

مختار نے اسوقت حارث بن مردے سے کہا کہ کیوں اے ملعون دشمن خدا ورسول تم لوگوں کو گمان تھا کہ یہ دولت دنیا ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی حارث نے جواب دیا کہ میں دشمن خدا ورسول نہیں بلکہ میں شیعہ ہوں اور ان لوگوں سے بیزار اور ناراض ہوں جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا تھا اور میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کربلا میں موجود نہ تھا اور جس روز مجھکو کہ عبید اللہ ابن زیاد اور عمر سعد حضرت امام حسینؑ سے لڑائی کیواسطے بھیجتے تھے تو میں نے اس روز اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور میں زار زار روتا تھا اور خداوند کریم سے خواستگار تھا کہ وہ حضرت امام حسینؑ کو فتحیاب فرمائے اور جب میں نے انکی شہادت کی خبر سنی تو مجھے اسقدر اس خبر سے صدمہ ہوا کہ اپنی جان تلف ہوجانے کا اندیشہ ہوا تھا بیشک یہ شمر ملعون جو میری خالہ کا بیٹا ہے میں اس کے ساتھ اس خوف کے باعث چلا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا عزیز جانکر لوگ مجھکو قتل کر ڈالیں حارث کے اس بیان پر کوفے کے لوگوں نے بھی گواہی دی اور اس کے قول کی تصدیق بھی کی کہ یہ سچ کہتا ہے اور بیشک یہ محب اہلبیت ہے یہ سنکر مختار نے اسکو چھوڑ دیا اور سنان ابن انس کو سامنے بلایا اور کہا کہ اے ملعون لعنت خدا کی تجھ پر کہ فرزند رسول خدا اور جگر گوشۂ علی مرتضیٰ کے قتل کرنے پر تو فخر و مباہات کرتا تھا مختار ابھی سنان ابن انس سے یہ گفتگو کر رہا تھا کہ اس نے ایک غل سنا اس کے دریافت کرنے کیلئے یوان سے باہر نکل آیا دیکھا اسکے مکان کے گرد تمام کوفہ کی مخلوق جمع ہے اور یہ درخواست کرتی ہے کہ اے امیر سنان ابن انس کو ہمارے حوالے کر دیجئے تاکہ ہم اسکو قتل کریں چنانچہ مختار نے ان کی درخواست قبول کی اور سنان ابن انس کو ان کے حوالے کر دیا ان لوگوں نے اسی وقت تلواروں سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور بڑے عذاب سے اسکو قتل کیا کہتے ہیں کہ جب شمر اور سنان اس طرح قتل ہوگئے تو اسحاق بن شعث کے بدن میں خوف سے لرزہ پڑ گیا اسحاق وہ ملعون ہے کہ جس نے بعد شہادت امام حسینؑ کے جسم اطہر پر گھوڑا دوڑایا تھا یہ شخص عبد اللہ کامل کا سالا تھا۔ آخر وہ ایکدن رات کے وقت عبد اللہ کامل کے مکان پر آیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا عبد اللہ کامل نے پوچھا کہ کون شخص ہے اسکی بی بی نے کہا کہ مجھکو معلوم ہوتا ہے میرا بھائی ہے پس وہ دروازہ پر گئی اور اسحاق کو اپنے ہمراہ لیکر مکان کے اندر گئی اور نہایت روتی ہوئی اس کا ہاتھ پکڑ کر عبد اللہ کامل کے سامنے لے گئی عبد اللہ کامل اپنی بی بی سے بہت محبت رکھتا تھا جسوقت اس نے اسحاق کی صورت دیکھی وہ اسحاق سے کہنے لگا کہ تو نے بہت برا کیا جو تو ہمارے گھر میں چلا آیا بلکہ تجھ کو لازم یہ تھا کہ تو اپنے کو مجھ سے پوشیدہ رکھتا تجھکو خوب معلوم ہے کہ مختار قاتلان امام حسینؑ میں سے کسی کو امان نہیں دیتا ہے تو کسواسطے اپنے ہاتھوں سے قبر تک چلا آیا اور اپنے کو ہلاک کرایا اسحاق نے عبد اللہ کو یہ جواب دیا کہ اگر تو چاہے تو میں صاف چھوٹ سکتا ہوں اور تجھ پر مختار کوئی الزام نہیں دیگا یعنی جس وقت مختار تجھ سے مجھکو طلب کرے تو تو اس سے کہدینا کہ عمر ابن سعد جو میرا بہنوئی ہے وہ امن کے ساتھ بخانہ نشین ہے اسحاق بھی میری بی بی کا بھائی ہے لہذا میں تجھ سے اسکے واسطے امان مانگتا ہوں عبد اللہ نے اسبات کو سنکر

اسحق سے کہا کہ میں اس بات کی کوشش کرونگا۔ شاید وہ مجھ کو نہ بلائے خلاصہ یہ کہ اس گفتگو کے دوسرے روز عبداللہ حسب دستور مختار کے حضور میں حاضر ہوا اور اس سے یہ عرض کیا کہ یا امیر میں ایک کام کیواسطے اس وقت آپ کی خدمت میں آیا ہوں میری ایک خاص حاجت آپ سے ہے مختار نے کہا کہ جو تمہاری حاجت اور ضرورت ہو وہ مجھ سے بیان کرو عبداللہ نے کہا کہ اسحاق ابن اشعث کو مجھے بخش دیجئے جیسی طرح کہ عمر سعد کو تم نے امان دیدی مختار نے جب یہ جملہ عبداللہ سے سنا تو اس نے سر جھکایا اور جواب دیا کہ واللہ میں نے عمر سعد کو ہرگز امان نہیں دی ہے لیکن ایک وجہ خاص سے میں نے اسکو سردست مہلت دیدی ہے کیونکہ وہ نہ صرف قاتلان حسینؑ سے ہے بلکہ تمام قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کا سردار ہے اسکے سوا اور بھی بہت سے اشخاص ان قاتلوں میں سے باقی ہیں لیکن پھر عبداللہ نے اصرار کیا کہ یا امیر براہ مرحمت اسحق کو مجھے عنایت فرما دیجئے باقی اشخاص کا تم کو اختیار ہے مختار نے کہا کہ بہتر ہے میں نے اس تمہاری درخواست کو منظور کیا لیکن مختار نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اسحاق کو امان دی اور اب اس سے کوئی باز پرس نہ کروں گا یہ سنکر عبداللہ بہت خوش ہوا کہ مختار نے اس کی غرض پوری کی لیکن مختار ادہر اور ہی فکر میں تھا اور اسحق کے قتل کرنے کی تدبیر سوچ رہا تھا اس عرصہ میں مختار اس کی انگوٹھی کو بغور دیکھنے لگا جو عبداللہ بن کامل پہنے ہوئے تھا آخر عبداللہ سے وہ کہنے لگا کہ اس انگوٹھی کا کیا اچھا اور آب و تاب نگینہ ہے ذرا لاؤ میں تو دیکھوں عبداللہ کامل نے مختار کو اسی وقت انگوٹھی اتار کر دیدی۔ مختار نے خوب اچھی طرح سے اسکو دیکھکر یہ کہا کہ کیسی اچھی انگوٹھی ہے اور وہ واقعی بڑا کامل استاد تھا جس نے اس انگوٹھی کو بنایا تھا اگر یہ نگ عقیق کا ہوتا تو میں یہ انگوٹھی ہرگز واپس نہ دیتا یہ سنکر عبداللہ نے مختار سے کہا کہ جب تک آپ اس کو اپنے پاس رکھیں، تاکہ میں اس سے بہتر کوئی انگوٹھی آپ کے واسطے تیار کرا دوں اتنے میں مختار نے عبداللہ سے کہا کہ ایک ذرا تم اس وقت محلہ بنی کندہ میں چلے جاؤ اور جا کر وہاں تلاش کرو کہ وہاں شاید کوئی قاتل امام حسین علیہ السلام مل جائے اس کو گرفتار کرکے لے آؤ چنانچہ عبداللہ کامل حسب الحکم مختار نامدار قاتلان سید الشہداء علیہ السلام کی تلاش و تفحص میں محلہ بنی کندہ کی طرف روانہ ہوا اُس طرف مختار جاں نثار حیدر کرار نے اپنے غلام خیر کو اپنے پاس بلایا اور عبداللہ کی انگوٹھی جو مختار کے پاس اس وقت تھی وہ اس خیر کو دی اور فرمایا کہ اے خیر باوفا تو ابھی عبداللہ کامل کے مکان پر چلا جا اور اس سے جا کر یہ پیام عبداللہ کا بیان کرنا کہ عبداللہ نے یہ انگوٹھی دی ہے بطور نشانی کے اور یہ کہا ہے کہ تو اپنے بھائی کو ذرا اسوقت میرے پاس بھیجدے کیونکہ میں نے بہت بڑی کوشش اور سفارش سے اس کا معاملہ رو براہ کرالیا ہے اور امید ہے کہ اس کو یہاں ہمیشہ آرام سے زندگی بسر کرنا نصیب ہو خیر نے مختار اپنے آقائے نامدار کی اس حکم کی فوراً تعمیل کی اور اسی وقت عبداللہ کامل کے مکان پر روانہ ہوا اور وہاں پہنچکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ چنانچہ عبداللہ کی زوجہ پردے سے دروازے تک آئی ا

اور پوچھا کہ تو کون شخص ہے اور کیا چاہتا ہے خیر نے اسے جواب دیا کہ میں ہوں خیر غلام مختار اور عبداللہ کامل نے مجھ کو بھیجا ہے اور انگوٹھی نشانی دی ہے اور تجھ سے یہ کہا ہے کہ تو اس وقت اپنے بھائی یعنی اسحاق ابن اشعث کو میرے پاس بھیجدے کیونکہ میں نے حق عزیز داری اس کی نسبت ادا کر دیا ہے اور جو کچھ میری زبان نے یاری دی ہیں نے امیر سے اسکے واسطے سعی اور سفارش کی ہے کہ امیر اسکے خون سے درگذرے اور اسکو معاف کر دے چنانچہ امیر نے میری سفارش کو دل سے منظور کر لیا ہے اور اسکے خون سے باز آیا ہیں مناسب ہے کہ اسی وقت تو اپنے بھائی اسحٰق کو میرے ہمراہ کردے خیر نے جب یہ پیام زوجہ عبداللہ کامل سے مفصل بیان کیا تو اسوقت اسحٰق بھی وہاں موجود تھا اس نے بھی اس گفتگو کو سنا اس طلب پر اسوقت اس ملعون کے بدن میں لرزہ پڑ گیا اور اپنی بہن سے کہا کہ میں اس طلب بے وقت سے سخت ہراساں ہوں کیونکہ اس ملعون کے دل میں یہ خوب یقین تھا کہ مختار قاتلان امام علیہ السلام سے کسی کو ہرگز زندہ و سلامت نہ چھوڑے گا اور مجھے تو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ معاف کر دے جب اس کی بہن نے اسحٰق کو اس قسم کے پس و پیش میں دیکھا تو اس کو تسلی اور تشفی دیکر یہ کہنے لگی کہ تجھ کو ہرگز کسی طرح کا خوف وہراس نہ کرنا چاہئے اور بلا تکلف امیر کے پاس چلا جا کیونکہ میں خوب جانتی ہوں کہ یہ انگوٹھی جو خیر نے اسوقت مجھکو لا کر دی ہے۔ عبداللہ کامل کی ہے اور اس کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کبھی اس کو کسی چیز یا روپیہ پیسہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ یہی انگشتری میرے پاس بھیجدیتا ہے خیر بھی دروازہ میں کھڑا ہوا ان بھائی بہن کی تقریر بخوبی سن رہا تھا جب اُسنے دیکھا کہ اسحٰق پس و پیش جانے میں سوقت کرتا ہے تو خود اس نے پکار کر یہ جملہ اسحٰق کو سنایا کہ تیرا یہ گمان غلط ہے کہ امیر سے تجھ کو کچھ نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ اگر امیر کی نیت تیرے ساتھ کسی قسم کی اذیت کی ہوتی یا کسی فساد کا ارادہ ہوتا تو وہ تیرے لانے کے واسطے اس طرح خالی ہاتھ مجھ کو نہ بھیجتا بلکہ کسی اور شخص کو گرفتار کنندوں کے ہمراہ بھیجدیتا کہ تجھ کو خواہ بخوشی خواہ بجبر یہاں سے لے جائے اسحٰق خیر کے اس فقرے سے کسی قدر مطمئن ہوا اور اس کو خوشی بھی ہوئی اور فوراً اٹھکر مختار کے گھر کو روانہ ہوا۔ جب دار الامارۃ پر پہنچا تو خیر نے اس کو دروازے پر بٹھا دیا اور اندر جاکر مختار سے مفصل واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ میں اسحٰق کو یہاں لے آیا ہوں اور وہ دروازہ دار الامارۃ پر بیٹھا ہوا ہے مختار غلام حیدر کرار نے اس حال کو خیر سے ارشاد فرمایا کہ اے خیر یہاں یعنی میرے سامنے اس کو ہرگز نہ لانا بلکہ وہیں جاکر اس کی گردن مار دے کہ تجھکو اس کا ثواب اور اجر عظیم بارگاہ کبریائی سے حاصل ہوگا خیر مختار کا یہ حکم سنکر مختار کے پاس سے روانہ ہو کر دار الامارۃ کے دروازے کے باہر نکلا اور آستین چڑھا کر اور دامن کمر سے باندھ کر اس کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ اس وقت اسحٰق نے خیر سے کہا کہ تو نے تو مجھ سے کہا تھا کہ امیر نے تیرا خون معاف کر دیا ہے اور تجھ کو امان دیدی ہے خیر نے یہ جواب اس کو دیا کہ اے خرنا شخص تجھ کو کیا یہ بات نہیں معلوم ہے اور اس بات سے تو آگاہ نہیں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون میں جس قدر لوگ شریک ہیں مختار ان میں سے

ایک کو بھی امان نہ دیگا اور کسی کا بھی جرم معاف نہ کرے گا۔ جب اسحق کو یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ میں ضرور قتل کیا جاؤں گا تو اس نے خیر سے کہا کہ اگر مجھے تو قتل نہ کرے تو میرے پاس نقد ۳۰ ہزار درہم ہیں اور دو سو اونٹ اور ہزار گوسفند ہیں اور تیس تلواریں یہ سب قیمتی چیزیں ہیں ان کو نذر کروں گا لیکن میری جان بخشی کردے یہ سنکر خیر نے کہا کہ امیر نے مجھکو تیرے قتل کا حکم دیا اگر تجھکو قتل نہ کروں اور اسی طرح امیر کے پاس لے جاؤں تو اس کی ناراضی ہوگی اور امیر کا مجھ پر عتاب ہوگا لیکن حاجب سے میں کہتا ہوں کہ وہ تیری اس التماس کو عرض کرکے امیر کا منشا معلوم کرے۔ اسحق نے اس سے بھی کہا کہ اگر تو کوئی ایسی کارروائی کردے کہ مجھ کو نجات مل جائے تو میں تجھکو دولت دنیا سے مستغنی کردوں گا۔ ابو عمر حاجب نے خیر سے کہا کہ تجھ کو جو کچھ تیرے مالک نے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کر امیر اس کے قتل کو نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ خیر نے جواب دیا کہ اے ابو عمر تم سچ کہتے ہو اچھا اس کو امیر کے پاس تو لے چلو۔ چنانچہ حاجب نے اسحق کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ چل میں تجھکو امیر کے پاس لے چلوں یہ سنکر وہ اٹھا اور اس کے ساتھ چلنے لگا کہ پیچھے سے خیر نے اس کی گردن پر تلوار لگائی کہ اس کا سر دور جا پڑا۔ اور اسی وقت ایک پرزہ پر نام لکھ کر اس کے کان میں ڈال دیا یہاں یہ واقعہ ہوا اور اس طرف عبداللہ ابن کامل محلہ بنی کندہ سے واپس آیا اور مختار سے عرض کرنے لگا کہ یا امیر میں نے تمام محلوں میں اسوقت گشت لگائی لیکن کوئی بھی قاتل امام حسین علیہ السلام نہیں ملا آخر لوٹ کر چلا آیا۔ یہ سنکر مختار نے حکم دیا کہ اسحق کا سر لاؤ چنانچہ اس کا سر عبداللہ کے سامنے رکھا گیا۔ عبداللہ نے جو وقت اسحق کے سر کو دیکھا تو یہ کہنے لگا کہ اے پسر اشعث تو نے چونکہ اہل بیت جناب رسول خدا سے عداوت پر کمر باندھی تھی لہذا میں تیرا خون حلال جانتا ہوں لیکن اسقدر مہلت مفت جو میں نے تجھ کو دیدی تھی وہ صرف تیری بہن کی وجہ سے چاپلوسی تھی لیکن یہ ضرور ہے کہ جو شخص کسی سے کوئی برائی کرے گا تو اس کا عوض اس کو برائی حاصل ہوگا خصوصاً آل رسولؐ سے برائی کرنے والا کسی طرح بچ ہی نہیں سکتا یہ کہکر وہاں سے اٹھ کر مکان کو گیا اور اس وقت دس ہزار دینار جو اپنی بی بی کے مہر کے تھے اس کو اس وقت ادا کرکے طلاق دیدی اور مختار نامدار کے پاس واپس چلا آیا۔

جب مختار نے سنا کہ عبداللہ کامل نے اپنی بی بی کو طلاق دیدی تو وہ اٹھ کر اس سے بغلگیر ہوا۔ اور کہنے لگا اے بہادر خدا تجھ کو جزائے خیر دے اے عبداللہ آج میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو تیرا عزیز و قریب تھا اور کل اس شخص کو قتل کروں گا جو میرا عزیز قریب ہے واضح ہو کہ عمر سعد مختار کا بہنوئی تھا جس وقت اس کو یہ خبر پہنچی کہ مختار نے عبداللہ کامل سے آج اس قسم کی باتیں کی ہیں تو اس کو اپنی جان کا نہایت خوف پیدا ہوا۔ چنانچہ یہ سمجھکر کہ شاید کوئی صورت نجات پیدا ہو وہ عیسیٰ ابن جعفر کی خدمت میں گیا یہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے بھانجے تھے عمر سعد کو ان کی خدمت

میں حاضر ہونے سے پہلے امید تھی کہ شاید یحییٰ کی سفارش سے مختار اس کے خون سے درگذر کرے لیکن یہ اس کا خیال خام تھا کیونکہ جس وقت یحییٰ نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو اس سے بدرشتی یہ کہا کر تو ہمارے مکان پر کیوں آتا ہے خدائے تعالیٰ تیری صورت کبھی نہ دکھلائے کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے قبل عمر سعد اور یحییٰ کی بڑی دوستی تھی جب عمر سعد ملعون نے اس امام معصوم کو شہید کیا تو اس روز سے پھر یحییٰ نے کبھی اس کی صورت نہ دیکھی تھی چنانچہ اس وقت عمر سعد ان کے مکان پر گیا اس کو فوراً اپنے گھر سے نکالدیا اور یہ ملعون نہایت اندوہناک اور غمگین ہوکر اپنے مکان میں لوٹ گیا اور سخت حیران تھا کہ اپنی اس آفت اور مصیبت کا جو اس کی جان کیواسطے پیش آنے والی تھی کیا علاج کرے عمر سعد کی اس کارروائی کے دوسرے روز مختار نے عبداللہ کامل کو حکم دیا کہ تم اسی وقت عمر سعد کے مکان پر جاؤ اور اس کو اپنے ہمراہ لے آؤ اور اگر سیدھی طرح نہ آئے تو گرفتار کرکے لے آنا اور اپنے غلام خیر کو بھی اس کے ساتھ کیا چنانچہ یہ دونو عمر سعد کے مکان کو روانہ ہوئے اور اس سے ملاقات کرکے یہ کہا کہ اے امیر مختار نے تجھ کو بلایا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجھ کو کسی مہم پر بطور سفیر مکہ معظمہ روانہ کریگا۔ عمر سعد نے ایک آہ کھینچکر کہا کہ آج تک امیر نے مجھ سے کسی مہم کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اور نہ کسی کام کے واسطے مجھ سے کہا ہے اسکو مجھ پر اعتماد ہی نہیں ہے۔ یہ سنکر خیر نے کہا۔ امیر تجھ کو ہرگز کسی قسم کا آزار نہیں پہنچائیگا اور اگر یہ امر نہ ہوتا تو وہ تجھ کو کبھی امان نہ دیتا۔ تجھ کو لازم ہے کہ اس قسم کا خیال دل سے رفع کر ڈال سوائے بہتری کے اور کچھ ہونے والا نہیں ہے۔ عمر سعد نے ان کو یہ جواب دیا کہ یارو مجھ پر رحم کرو اور مجھے چھوڑ دو شاید میں آج بھاگ کر نکل جا سکوں اور جو کچھ مال اور زر میرے پاس ہے یہ سب تم لے لو میں نے تم کو دیدیا عبداللہ بن کامل نے عمر سعد کی یہ تقریر سنکر اس سے کہا کہ یہ بدگمانی جو تم کو ہے اچھی نہیں ہے اس قسم کے سب وسوسوں کو اپنے دل سے نکال ڈالو اگر امیر کا قصد تمہارے قتل کا ہوتا تو وہ اس سے پہلے تجھ کو قتل کر ڈالتا اور ہرگز تجھکو امان نہ دیتا غرض یہ کہ یہ سب مل کر اس قسم کی باتیں تسلی آمیز اس سے کرنے لگے کہ اس کا دل خوش ہوگیا۔ پس عمر سعد نے اپنے کپڑے پہنے اور عصا ہاتھ میں لے کر پیادہ مختار کے پاس روانہ ہوا راستہ میں لوگوں نے جو اس کو جاتے دیکھا تو وہ سب کہنے لگے کہ ہم کو یقین اور امید ہے کہ امیر اسکو ضرور قتل کرے گا۔ کیونکہ اس نے اہل بیت پیغمبر پر بڑا ظلم و ستم کیا ہے خلاصہ یہ کہ جب عمر سعد اور عبداللہ وغیرہ مختار کے دروازہ پر پہنچے تو حاجب نے عمر سعد سے کہا کہ یہاں ٹھہر جا اور اس وقت تک انتظار کر کہ امیر تیرے واسطے کوئی حکم بھیجے چنانچہ عمر سعد اس مقام پر ٹھہر گیا اور جب مختار کو یہ اطلاع دی گئی کہ عمر سعد کو لائے ہیں تو مختار نے خیر سے کہا کہ تو میرے پاس کیوں لایا اور مجھ سے اسکی اطلاع کس لئے کی ہے جاکر جلد اس کا سر کاٹ ڈال کہ اس کا ثواب بھی خدا تجھ کو عطا کرے گا یہ سنکر خیر وہاں سے باہر نکلا۔ اور اپنی آستین

الٹ کر تلوار کھینچکر عمر سعد سے یہ کہا کہ اے ملعون تو نے فرزند پیغمبر کو صرف ایک ملعون کے کہنے سے قتل کیا ہے خدا کی قسم اگر محمد حنفیہ کی ایک بلی بھی تیرے ہاتھ سے ماری گئی ہوتی تو مختار اس کا عوض تجھ سے لیتا اور حضرت امام حسین علیہ السلام تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر تھے جن کو تو نے اس ظلم و ستم سے قتل و شہید کیا ہے اے عمر تجھ کو ذرا شرم نہ آئی کہ تو نے فرزند رسولؐ پر پانی بند کر دیا اور کسی طرح ایک گھونٹ تک پانی ان کو نہ لینے دیا کتے اور سور گدھے اور سب جانوروں تک کو تو نے پانی سے نہ روکا لیکن فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو نے پانی سے منع کیا اور ان پر تیر برسائے اور ان کے فرزندان عالی جاہ پر طرح طرح کے ظلم و ستم تو نے کئے اور مطلق تجھ کو ان پر رحم نہ آیا سب تجھ سے کہتے رہے کہ ملک رے کی طمع میں تو بہشت کو ہاتھ سے کھوئے دیتا ہے لیکن تو نے کسی کا کہنا نہ سنا بلکہ جواب دیا کہ جو چڑی گنجشک زمین پر ہے وہ اس کلنگ سے بہتر ہے کہ جو آسمان پر پرواز کرتا ہے اور اس بابت تو نے یہ دو شعر تصنیف کئے تھے ؎

يعنوا منكرا ملك الرّي　　اورجع مذموما بقتل حسين
او في قتله النار التي ليس دونه　　وملك الري قرة عيني

پھر خیر نے کہا کہ اے عمر ناپاک نہ ملک رے تیرے پاس باقی رہا اور نہ کچھ مال دنیا ہی کا نشان ہے آخر تو خسر الدنیا والاخرۃ ہو گیا اور ذالک ھو الخسران المبین یعنی یہ نقصان سب سے زیادہ سخت ہے اتنا کہکر اس نے ایک شمشیر آبدار عمر سعد کی گردن پر لگائی کہ اس کا سر کٹ گیا اور اسی وقت وہ ملعون جہنم واصل ہو گیا۔ وقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں کہ عمر سعد کے دو بیٹے تھے ان میں سے بڑے کا نام حفص تھا اور دوسرے کو عمر کہتے تھے ان دونوں کو بھی مختار کے حضور میں حاضر کیا گیا مختار نے اول حفص اس کے بڑے بیٹے کو اپنے سامنے بلایا اور اس سے یہ کہا کہ کیوں تو نے اس سر کو پہچانا۔ حفص نے جو اپنے باپ کا سر دیکھا تو ایک چیخ ماری اور دھاڑیں مار کر رونے لگا اسوقت مختار نے اس سے پوچھا کہ سچ سچ کہنا کہ جسدن تیرا باپ امام حسین علیہ السلام کو شہید کر کے ان کا سر لایا تھا تو تو اس روز بھی کچھ رویا تھا حفص نے یہ جواب دیا کہ نہیں امام حسین علیہ السلام کا سر جب آیا تھا تو میں نہیں رویا تھا یہ سنکر اس سے مختار نے کہا کہ اگر تو اس وقت مجھ سے صرف یہ اقرار کر لیتا کہ میں امام حسین پر رویا تھا تو میں تیرا قتل کبھی قبول نہ کرتا لیکن اب تیرا قتل روا ہے۔ پس مختار نے اسی وقت حکم دیا اور اس کی بھی گردن ماردی گئی اور اس کے بعد مختار نے عمر سعد کے دوسرے بیٹے کو بلایا جب وہ حاضر ہوا تو اس سے مختار نے یہ دریافت کیا کہ تو ان سروں کو پہچانتا ہے اس لڑکے نے جواب دیا کہ ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ اور بھائی کا سر ہے اور میں نے اکثر اپنے باپ کو سمجھایا اور بارہا اس سے کہا کہ اے باپ ایسا کام تجھ کو ہرگز نہ کرنا چاہئے کیونکہ دنیا چند روزہ ہے بلکہ ساعت کی کوشش اور سعی میں صرف

ہو کر عقبیٰ تجھے حاصل ہو جائے اور تیری آخرت درست ہو جائے لیکن اس نے کسی طرح میرا کہنا نہ سنا آخر اس کی یہ سزا پائی عمر سعد کے چھوٹے بیٹے کی اس تقریر کو سنکر مختار نے کہا کہ تو دل خوش رکھ اور کچھ غم نہ کھا اور اس کے ساتھ مناسب سلوک مختار نے کیا اور اس کے بعد عمر سعد کا جسم ناپاک وہاں سے اٹھا کر باہر پھینکدیا اور یہ بھی ہوا کہ تھوڑی ہی دیر میں اس میں کیڑے پڑ گئے اور سوج پھول کر جا بجا سے شق ہو گیا۔ لوگ جو اس طرف سے گذرتے تھے تو اس کے حال کو دیکھکر عبرت پکڑتے اور اس پر لعنت کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مختار عمر سعد کے قتل سے نہایت خوش تھا۔ دوسرے روز مختار نامدار نے شکار کا ارادہ کیا چنانچہ ابراہیم کو کوفہ کا کاروبار تفویض کر کے تفریح و شکار کو روانہ ہوئے۔ اتفاقاً اس روز ایک اور شخص کو لوگ گرفتار کر کے ابراہیم بن مالک اشتر کی خدمت میں لائے اور ابراہیم سے عرض کیا کہ یہ شخص شاعر یزید پلید ہے اور حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے ہے لیکن جب اس ملزم سے دریافت کیا تو اس نے صاف انکار کیا بلکہ یہ کہا کہ یا امیر میں تو کربلا میں موجود ہی نہ تھا بلکہ جنگ مختار میں شریک تھا۔ ابراہیم نے کہا بہتر ہے اگر درحقیقت تو معرکہ کربلا میں نہیں گیا تو میں تجھکو رہائی دونگا اور جو یہ تیرا قول غلط ثابت ہوا تو میں ہرگز نہ چھوڑونگا۔ اس شاعر نے اسی وقت یہ ایک شعر موزوں کر کے ابراہیم کو سنایا ؎

انی سئلت بحق محمد بھم الیک وسادتی ✤ وعلم بابک من حنب خلقی ولامن تو تی سادتی

ابراہیم نے اس شاعر سے پوچھا کہ تیرا سادتی کون ہے تو شاعر مذکور نے جواب دیا کہ حسین ابن علی صلوات اللہ علیہم ابراہیم نے کہا تو سچ کہتا ہے اچھا یہ بتا کہ ابن زیاد کی رفاقت پھر تو نے کیوں اختیار کی تھی اور اس کے پاس سے کیوں نہیں چلا گیا اس پر اس شاعر نے جواب دیا کہ میں جو ابن زیاد کی خدمت میں حاضر رہا تو صرف اپنی اوقات بسری کے واسطے اور معاش کیلئے میری ایک عمدہ صورت اس کے یہاں تھی کیونکہ میں نے اکثر مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ اوقات بسری کے واسطے یہودیوں کی بھی نوکری اختیار کر لیتے ہیں اور اس صورت میں اگر وہ یہودیوں کی جو خدا کے بندے ہیں کوئی ادب و تعظیم کرتے ہیں تو ایسا ان سے صرف ظاہری اور زبانی ہی ہوتا ہے دل سے وہ خدا کی پرستش کرتے ہیں اسی طرح میں بھی زبان سے عبید اللہ کی تعریف کرتا تھا لیکن دل سے اس پر لعنت بھیجتا تھا ابراہیم نے کہا بیشک یہ عذر تیرا اور جواب قابل قبول ہے اور صحیح ہے کہ اکثر آدمی پیٹ کے واسطے اسطرح کی نوکریاں کر لیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ درحقیقت تیرے دل میں کیا ہے اور سوائے علام الغیوب کے کوئی کسی کا راز نہیں جان سکتا ہے بہر حال ابراہیم نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس شاعر کو دو سو درہم عطا کئے جائیں اور ابراہیم نے اس شخص سے یہ فرمایا کہ جبتک امیر مختار شکار سے واپس آئے تو اس جگہ قیام کر اور یہ درہم جو تجھ کو دئیے گئے ہیں اسے اپنے صرف میں لا امیر جس وقت یہاں آ گئے تو تیرے ساتھ بہت کچھ سلوک کرینگے لیکن شاعر مذکور نے ابراہیم سے یہ عرض کیا کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام درپیش ہے اسلئے میں اب مکان کو جاؤنگا ابراہیم نے اس سے کہا کہ نہیں امیر کی واپسی تک تجھ کو صبر کرنا چاہئے مگر شاعر نے پھر یہ جواب دیا کہ جو کچھ آپ نے عطا فرمایا ہے یہی میرے واسطے کافی ہے اب مجھکو اجازت دیجائے کیونکہ میرے اہل و عیال سخت

پریشان ہیں مشوش ہو گئے اس وقت ابراہیم نے اس شاعر سے کہا کہ تو نے اکثر دنیا کے انتفاع کے لئے دشمن
خدا کی خدمت اور فرمانبرداری کی ہے اور جہاں کہیں وہ جاتا تھا تو اس کے ساتھ ہوتا تھا لیکن اس کی
وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ تو اپنے برادر ایمانی کی خدمت سے کیوں بھاگتا ہے یہ عقلمندی کا کام نہیں ہے
خلاصہ یہ کہ جسقدر ابراہیم اس کو گھر جانے سے منع کرتا تھا اتنا ہی وہ شاعر بدحواس ہو کر اپنے واپس جانے
کے واسطے جلدی کرتا تھا ابراہیم نے جب اس کی اس قدر بیتابی دیکھی تو یہ کہنے لگے کہ اس شخص کو بڑی بدگمانی
پیدا ہو گئی ہے اس شاعر نے ابراہیم سے عرض کیا کہ میں سچ سچ کہدوں کہ میری یہ بیتابی اور اس قدر عجلت
اپنے مکان جانے کے واسطے کس وجہ سے ہے اصل یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے عبد اللہ بن کامل کی ہجو کی
تھی اور مجھے یہ حال بالکل معلوم نہ تھا کہ یہاں تک میری نوبت پہنچے گی اور یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ایک
زمانہ میں عبد اللہ امیر مختار کا قائم مقام یا نائب ہو جائے گا اور دوسرے یہ کہ مجھے اس کے مذہب کا حال بھی
معلوم نہ تھا اب مجھے اندیشہ ہے کہ اگر عبد اللہ مجھ کو دیکھے گا تو ضرور کوئی نہ کوئی ایذا مجھے پہنچائیگا کیونکہ مشہور ہے
کہ زبان کا زخم تلوار و خنجر کے زخم سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور میری تو یہ آرزو ہمیشہ رہی ہے اور خدائے
کریم سے یہ دعا رہتی ہے کہ امرائے عظام اور سرداران عالی مقام کی خدمت میں حاضر رہوں۔ ابراہیم نے
شاعر مذکور کی یہ فکر آمیز تقریر سنکر اسکو جواب دیا کہ تو کسی طرح خوف نہ کھا اور کوئی مضائقہ کی بات نہیں
ہے کیونکہ شاعر لوگ کسی کی مدح کریں یا جو کچھ وہ کہتے ہیں ان کی زبان کون پکڑ سکتا ہے۔ میں نے یہ سنا ہے
کہ مروان کے باپ حکم نے حضرت رسولخدا کی ہجو میں ستر اشعار تصنیف کئے تھے مگر حضرت نے کچھ اس سے
مواخذہ نہیں فرمایا بلکہ اس کو معاف کر دیا پس نہ تو مروان سے بدتر ہے اور نہ عبد اللہ کامل حضرت رسولِ خدا
سے افضل ہے اس کے علاوہ ابراہیم نے اس شخص سے یہ بھی کہا کہ میں خود مختار سے تجھ کو مانگ لونگا چونکہ شاعر
مذکور کو ابراہیم کے حکم کے تعمیل کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا خاموش ہو رہا لیکن اس کے چہرے کی رنگت
زرد ہو گئی اس عرصہ میں ابراہیم نے اس شاعر سے یہ کہا کہ اے شخص اگر تو نے حضرت امیر المومنین ؑ کی
تعریف و منقبت میں کچھ تصنیف کیا ہو تو اسوقت ہم کو سنا وہر چند اس نے کوشش کی اور ارادہ کیا کہ کوئی
شعر سنائے لیکن ممکن نہ ہو سکا اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس نے نہ ایسے اشعار کسی سے سنے تھے اور نہ کبھی خود
اپنے تصنیف کئے چونکہ وہ خود بنی امیہ میں سے تھا اور محب اہلبیت نہ تھا تو اہلبیت اطہار کی مدح میں وہ
کیوں لکھتا اور اس کے علاوہ اسوقت شاعر مذکور نہایت پریشان بھی تھا کیونکہ اسکو عبد اللہ کا اس وقت
از حد خوف تھا اور عبد اللہ اس شخص کے حال سے بخوبی واقف تھا آخر وہ ابراہیم سے کہنے لگا کہ اے امیر
اسوقت میری طبیعت پریشان ہے اور کوئی ایسا شعر یاد نہیں آتا ہے ابراہیم اس جواب پر بہت ہنسا
اور اس کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ شخص بالضرور خاندان نبوت کا دشمن ہے خلاصہ یہ کہ ابھی یہ دونوں
اس گفتگو میں تھے کہ اتنے میں مختار بھی واپس آ گئے عبد اللہ کامل کی نظر جو اس شاعر پر پڑی اسکو بہت

تعجب ہوا کیونکہ وہ شب و روز اس شاعر کی تلاش میں تھا اور کسی طرح یہ شخص عبداللہ کے ہاتھ نہیں آتا تھا اور عبداللہ نے اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تو تو ابوالخلیعی بن امیہ راشی شاعر ہے اور بنی امیہ کا مداح ہے کہ جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمن تھے عبداللہ کی اس تقریر کا جواب اس شاعر نے کچھ نہ دیا آخر دوبارہ عبداللہ نے اس سے پوچھا کہ جواب کیوں نہیں دیتا کیا ابوالخلیعی تیرا نام ہے اسوقت شاعر مذکور نے جواب دیا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر عبداللہ نے اس شاعر سے پوچھا کہ تو وہی تو ہے کہ عاشورے کے روز معرکہ کربلا میں عمر سعد نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ تو میرے پاس بیٹھ جا اور جو شخص ابوطالب کی اولاد میں سے مارا جائے نیزے سے یا تلوار سے تو اس کا نام لکھتا جا اور تو خود بھی صف جنگ میں جا کر یہ ندا کرتا تھا کہ اے جوانو کوشش کر کے ان خارجیوں کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دو اور تو اسوقت اہلبیت پیغمبرؐ کو گالیاں دیتا تھا اور چلا چلا کر ناسزا کہتا تھا اور جسوقت کہ امام حسینؑ شہید ہو گئے اور ان کا سر مبارک نیزے پر رکھا تھا تو سر مبارک کے آگے آگے حضرت امام حسین کی مذمت اور ہجو کرتا جاتا تھا اور انگلی سے سر مبارک کیطرف اشارہ کرتا جاتا تھا اتنا کہکر عبداللہ نے مختار کی طرف رخ کیا اور اس سے عرض کرنے لگا کہ یا امیر اس سگ ملعون کو تمام حال قاتلان امام حسین معلوم ہے اور یہ ان کے نام بخوبی جانتا ہے اور اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ کوفہ میں یہ لوگ کہاں کہاں روپوش ہیں اور جو شخص ان میں سے بھاگ گیا ہے اس کا حال بھی اسی شخص کو معلوم ہے کہ اس نے سب کے نام اپنے قلم سے لکھے تھے اور معرکہ کربلا میں یہ ان لوگوں کو لڑائی کی تحریص و ترغیب دیتا تھا اصل تو یہ ہے کہ جو کچھ اہل بیت اور آل رسول کے ساتھ اس نے کیا ہے کسی نے بھی ایسی برائی نہیں کی ہے یہ حال سنکر ابراہیم بہت ہنسے اور شاعر مذکور سے یہ کہا کہ اے ملعون ابھی تو نے یہ کہا تھا کہ میں شیعہ علی ہوں لعنت خدا تجھ پر اور اس شخص پر جو تیری مثل ہو اب میں تجھ سے واقف ہو گیا اور مجھ پر واجب ہو گیا کہ جو کچھ میں نے تجھ کو عطا کیا وہ تجھ سے چھین لوں چنانچہ جو کچھ ابراہیم نے اسکو عطا کیا تھا وہ اس سے چھین لیا اور کچھ بات مختار کے کان میں کہی کہ اتنے میں مختار نے شاعر مذکور کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے ابوالخلیعی کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تجھ کو قتل نہ کیا جائے اس نے کہا ہاں میں یہ چاہتا ہوں تو مختار نے اس شخص سے کہا کہ اچھا میں جو تجھ سے پوچھوں وہ مجھ کو سچ سچ بتا دے تو میں تجھ کو چھوڑ دونگا اس شخص نے مختار سے کہا کہ آپ مجھ سے جو دریافت کیجیے گا فوراً آپ کو بتا دوں گا پھر مختار نے اس سے کہا کہ مجھ کو ان لوگوں کے نام صاف اور صحیح بتا دے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک تھے اس تفصیل سے کہ کس شخص کے ہاتھ سے حضرت امام شہید ہوئے تھے اور کس کس نے ان کے بدن پر زخم لگائے تھے یہ سنکر ابوالخلیعی نے کہا کہ اس حال سے میں بخوبی واقف ہوں اور ان سب لوگوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور سب کا حال بتا دوں گا بشرطیکہ تم مجھ کو رہا کر دو۔ مختار نے اس کی اس درخواست کو قبول کیا اور یہ جواب دیا کہ جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی ہوگا۔

اس کے بعد مختار نے اس شخص سے دریافت کیا پہلے تو مجھکو یہ بتا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پشت پر نیزہ کس شخص نے لگایا تھا اس نے جواب دیا کہ وائلی نے۔ پھر مختار نے پوچھا کہ تلوار کس شخص نے حضرت کے لگائی تھی شاعر مذکور نے جواب دیا کہ اول زرعہ بن شریک نے اسکے بعد خولی اصبحی نے اور پھر شبث بن شوط نے اور پھر عبداللہ بن اسد نے اور اس کے بعد سنان ابن انس اور پھر زجر بن کعب نے تلواریں ماری تھیں یہ سنکر مختار نے کہا الحمداللہ ان میں سے اکثر کو میں قتل کر چکا ہوں اور اسی طرح باقی کو بھی قتل کروں گا پھر مختار نے دریافت کیا کہ وہ کون کون لوگ تھے جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسد اطہر پر گھوڑے دوڑائے تھے ابوالخلیبی نے کہا کہ ان میں سب سے پہلے اسحق بن حضرمی تھا اور پھر بشیر بن یزید اور عنتر بن سالم اور اسحق ابن اشعث نے ان کی لاش پر گھوڑے دوڑائے تھے مختار نے کہا کہ ان میں سے بھی اکثر لوگ میرے ہاتھ سے قتل ہو چکے ہیں اچھا علی اکبر کو کس نے شہید کیا تھا تو ابوالخلیبی نے جواب دیا۔ حکم بن طفیل نے حضرت علی اکبر کو شہید کیا تھا پھر مختار نے اس شخص سے یہ دریافت کیا کہ حضرت جعفر ابن علیؑ کو کس شخص نے شہید کیا تھا تو اس نے جواب دیا کہ خولی ابن نوفل نے مختار نے پھر پوچھا کہ عبداللہ ابن علیؑ کا قاتل کون ہے تو اس شخص نے جواب دیا کہ جب عبداللہ نے اٹھارہ رفقائے عمر سعد کو میدان کربلا میں قتل کر ڈالا تو اس وقت ایک بڑی جماعت فوج نے ان کو اپنے نرغہ میں گھیر لیا اور چاروں طرف سے ان پر حملہ ہوتا رہا آخر وہ ثابت ابن حضرمی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے یہ واقعہ سنکر مختار اور سب حاضرین دربار رونے لگے پھر مختار نے پوچھا کہ ابوبکر ابن علیؑ کو کس نے شہید کیا تو اس شخص نے کہا کہ ان کے قاتل خالد و عمال ہیں کہتے ہیں کہ روز عاشورا معرکہ کربلا میں حضرت امیر علیہ السلام کے سات صاحبزادے شہید ہوئے تھے پھر مختار نے پوچھا کہ حضرت قاسم ابن الحسن کو کس شخص نے شہید کیا تھا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ عقبۃ الغنوی نے ان کو درجۂ شہادت پر پہنچایا۔ پھر مختار نے پوچھا کہ محمد ابن علی ابن جعفر ابن عقیل کس کے ہاتھ سے مارے گئے تو جواب دیا کہ عروہ ابن عبداللہ نخعی ان کا قاتل ہے اور پھر مختار نے دریافت کیا کہ ہمیان غلام حضرت حمزہ کو کس نے شہید کیا جواب دیا کہ دو آدمیوں نے ان کو شہید کیا تھا۔ یعنی مرد بن الصمد الباہلی اور ایک شخص کا عمر بن قطب نام تھا اس کے بعد مختار نے ابوالخلیبی سے یہ فرمایا کہ میں نے تیرا قصور معاف کیا اب تو یہاں سے اپنے مکان کو روانہ ہو اور آئندہ کو توبہ کر اور آج سے پھر مجھے اپنی صورت نہ دکھانا اور نہ میرے پاس آنا یہ سنکر ابوالخلیبی وہاں سے اٹھکر باہر روانہ ہوا کہ اپنے مکان کو جائے لیکن عبداللہ نے ادہر غلامان مختار کو آنکھ سے اشارہ کر دیا تھا کہ اسکو قتل کر ڈالو چنانچہ ابوالخلیبی دارالامارہ سے باہر نکلا تو مختار کے غلاموں نے اس کو گھیر کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر اور ایک پرزہ کاغذ پر اس کا نام لکھ کر اس کے کان میں ڈال دیا مختار کو بھی اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوالخلیبی کو قتل کر دیا گیا تو وہ ہنسا اور عبداللہ سے کہا کہ اے عبداللہ ان لوگوں کے

گرفتار کرنے میں تم سخت کوشش کرو اور آج میرا دل گواہی دیتا ہے کہ کوئی شخص ان لوگوں میں سے گرفتار ہوگا خلاصہ یہ کہ عبداللہ مختار سے رخصت ہو کر فی الفور بخوشی قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کی تلاش میں روانہ ہوا راہ میں اتفاق سے ایک شخص آیا اور اس نے عبداللہ سے سلام کے بعد یہ کہا کہ میرا نام جسیم ابن سلیمان ہے اور میں حضرت علیؑ کا دوست ہوں یہ شخص بڑا زاہد و متقی تھا بہرحال اس نے عبداللہ سے کہا کہ مجھے مختار کے پاس اس وقت لے چلو کیونکہ تخلیہ میں کچھ عرض کرنا ہے چنانچہ عبداللہ نے مختار سے اس شخص کا حال عرض کیا مختار نے اسی وقت تخلیہ کیا اور اس کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور یہ دریافت کیا کہ تم کو مجھ سے کیا کہنا ہے اس شخص نے مودبانہ گذارش کیا کہ ایک شخص جو بنی امیہ کا مذہب رکھتا ہے میرے ہمسایہ میں رہتا ہے اس کی ایک کنیز ہے جو مجھ سے محبت کرتی ہے اور اکثر میرے پاس آتی ہے آج جو میں بازار کی طرف سے گذرا تو میں نے یہ دیکھا کہ اس کنیز کے مالک نے نان بائی سے بہت سی روٹیاں سالن مول لیا ہے میں نے اس کی کنیز سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے جو آج تمہارے آقا نے اس قدر روٹیاں اور سالن مول لیا ہے کیا کوئی مہمان تمہارے یہاں آیا ہے تو کنیز نے اس بات کو مجھ سے چھپانا چاہا اور کچھ مجھ کو نہ بتایا یہی کہا کہ میرے گھر میں تو سوائے میرے آقا کے اور کوئی بھی نہیں ہے لیکن میں نے پھر اس سے اصرار کیا اور یہ طمع بھی اس کو دی کہ اگر تو اس راز کو مجھ سے سچ سچ بتا دے گی تو تیری مراد مجھ سے حاصل ہو جائے گی اور میں تجھکو اپنی بی بی بنا لوں گا اس وقت کنیز مذکور نے یہ کہا کہ اگر تو اس بات کا وعدہ کرے کہ اس راز کو کسی شخص سے ذکر نہ کرونگا تو میں تجھ کو بتاتی ہوں کیونکہ میرے آقا نے مجھکو قسم دیدی ہے کہ یہ حال میں کسی سے بیان نہ کروں میں نے اس سے اقرار کیا تو اس کنیز نے کہا کہ آگاہ ہو میرے مکان میں ۲۰ آدمی ہیں جو اس وقت مقیم ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل ہیں اور ان لوگوں کی نیت اور ارادہ ہے کہ آج کی رات یہ سب لوگ کوفے سے بصرے چلے جائیں میں نے جب اس کنیز سے یہ حال سنا تو میں اسی وقت یہاں چلا آیا اور تم کو اس حال کی اطلاع دیدی اس خبر کو سنکر مختار بہت خوش ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ تین ہزار درہم جسیم کو دیے جائیں مگر وہ ان درہموں کے قبول کرنے سے انکار کرتا تھا مختار نے کہا کہ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ تجھ کو اس کی حاجت نہیں لیکن اب اس کو قبول کر لو اور اس کی عوض میں اس عورت کو خرید لینا پھر عبداللہ کامل سے کہا کہ بیس آدمی جو امام حسین کے قاتل ہیں فلاں شخص کے گھر میں موجود ہیں اور تم کو اس کی بالکل خبر نہیں ہے تم اسی وقت عمر حاجب کو ہمراہ لے کر اور نیز فتح اور خیر اور شعر ابن ابی اشعر کو بھی کسی قدر فوج اور پیادہ اور سوار دے کر اس مکان کو گھیر لو اور ان لوگوں کو فوراً گرفتار کر لاؤ، خبردار ان میں سے ایک شخص بھی زندہ بچ کر نہ جانے پائے اور ان لوگوں میں سے بعض کے نام یہ تھے کہ ایک ثابت خضرمی تھا جس نے حضرت عبداللہ ابن علی علیہ السلام کو شہید کیا تھا اور دوسرا شخص عبداللہ

ابن حسن کا قاتل تھا اور ایک شخص سعد بن نمود بن العود تھا کہ اس نے حضرت قاسم بن حسن کو شہید کیا تھا اور سعد بن عمر بن نفیل تھا جو قاتل عبداللہ بن حسین علیہم السلام تھا پانچواں شخص ان میں عروہ ابن عبداللہ اور یہ سب لوگ قاتلان آل رسول ہیں یہ حکم سنکر عبداللہ اسی وقت ایک مضبوط جمعیت کے ساتھ ان لوگوں کو گرفتار کرنے کو روانہ ہوا اور جیم ان سب کے آگے آگے تھا اور ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اتفاق سے یہ لوگ جس وقت اس مکان کے دروازے پر پہنچے تو وہ کنیز کھڑی ہوئی تھی ان لوگوں کو آتے دیکھکر اور نیز یہ دیکھکر کہ جیم ان سب کے آگے آگے آرہا ہے فوراً سمجھ گئی کہ یہ لوگ اس مکان کے محاصرے کی غرض سے آرہے ہیں اس نے یہ ارادہ کیا کہ مکان میں جاکر مالک کو اس حال کی اطلاع کرے لیکن جیم بھی کنیز کو دیکھ کر اس کے ارادے کو سمجھ گیا تھا اس نے دوڑ کر اس کنیز کو اول پکڑ لیا اور سپاہیوں کے حوالے کردیا اور پھر جسقدر سپاہی تھے ان میں سے بعض نے اس کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور کچھ مکان کے اندر گھس گئے ادہر جب ان لوگوں کو اطلاع ہوئی اور آگاہی ہوئی تو ان کو یہ گمان ہوا کہ مالک خانہ نے ہمارے حال کی اطلاع مختار کو پہنچادی چنانچہ اس گمان پر ان لوگوں نے تلواریں کھینچ لیں اول تو مالک خانہ کو انھوں نے مل کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور پھر اسی طرح مسلح یہ لوگ باہر نکلے اور بڑی سخت لڑائی ہوئی ، یہاں تک کہ فوج مختار نے شکست کھائی عبداللہ کامل نے جو یہ حال دیکھا کہ ان کے ساتھیوں نے شکست کھائی یہ بھی تلوار لے کر پیادہ ہوگیا اور ان لوگوں پر حملہ کیا اور ایسی دلیرانہ شمشیر زنی کی کہ یہ لوگ مقابلہ سے بھاگنے لگے اور جوانان مختار جو اس مکان کی چھت پر چڑھ گئے تھے وہ بھی حملہ آور ہوئے اور چار طرف سے ان کو گھیر لیا اور آخر بڑی لڑائی کے بعد یہ سب کے سب قتل کردئے گئے اور ان کے سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھادیے اور اس واقعہ کے ختم ہونے کے بعد ان کے سر بازار میں بنظر عبرت نکالے گئے تاکہ لوگوں کو عبرت اور اطلاع ہو باشندگان شہر کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ جوق جوق گلی کوچوں میں ان سروں کے دیکھنے کے واسطے جمع ہوتے جاتے تھے اور نہایت خوش اور بشاش تھے مختار بھی اس خبر کو سنکر بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ ان کے نام ایک پرچے کاغذ پر لکھکر ان کے کانوں میں علیحدہ علیحدہ ڈال دیے جائیں اتنے میں مختار کو یہ اطلاع ہوئی کہ ایک شخص قیس بن حیض عورتوں کے کپڑے پہن کر اور ایک خر مصری پر سوار ہوکر کوفے سے فرار ہوگیا۔ یہ سنکر مختار نے عبداللہ کامل کو اسی وقت اس شخص کی گرفتاری کے واسطے بھیجا چنانچہ عبداللہ نے اسے بہت جلد راستہ میں گرفتار کرلیا اور اسی طرح عورتوں کے لباس میں جو وہ پہنے ہوئے بھاگا تھا اس کو لئے ہوئے آیا بازار میں جو دیکھتا تھا وہ اس پر لعنت کرتا تھا خلاصہ یہ کہ اس کو مختار کے حضور میں لائے اور مختار نے اس کی نسبت یہ حکم دیا کہ اس ملعون کو الٹا لٹکا دیا جائے چنانچہ وہیں دارالامارۃ میں اس کو سرنگوں لٹکا دیا اس سزا سے مختار کا رعب تمام باشندگان کوفہ میں بیٹھ گیا تھا اور اسکی حکومت کو ایک

قوت حاصل ہو گئی تھی اور اس وقت سے یہ حال ہو گیا کہ جہاں کہیں حضرت امام حسینؑ کے قاتل کو پایا۔ فوراً قتل کر دیا گیا چنانچہ اسی طرح بہت سے ملاعنہ قتل ہو گئے مگر چند اشخاص جو بے حقیقت تھے اور وہ شہر کے مختلف مقامات میں پوشیدہ ہو گئے تھے وہ بچ گئے اس کے بعد مختار نے تمام عراق پر کامل طور سے قبضہ کر لیا اور ہر طرف اس ملک میں امن وامان قائم ہو گیا۔

واقعہ سیزدہم آغاز محاربات امیر مختار بہ عبداللہ ابن زبیر

کہتے ہیں کہ جب مختار نامدار حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں سے پورے پورے طور سے انتقام لے چکا اور ہر طرف امن وامان ملک عراق میں قائم ہو گیا تو اس کو ایک اور فکر پیدا ہوئی یعنی اس کو یہ خوف پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ عبداللہ ابن زبیر سے ہنگامہ آرائی ہو جائے اور وہ اپنی فوج میرے مقابلے کے واسطے روانہ کر دے اس خیال میں اس کی غرض خاص یہ تھی کہ عبداللہ ابن زبیر کی طرف جمعیت کثیر ہے ایسا نہ ہو کہ اس معرکہ میں مجھکو شکست حاصل ہو یہ ظاہر ہے کہ مکہ کے تمام لوگوں نے سوائے بنی ہاشم کے عبداللہ ابن زبیر سے بیعت کر لی تھی اور اس کو خلیفہ برحق رسول خدا کا سب نے قرار دے لیا تھا اس گروہ میں جنھوں نے عبداللہ ابن زبیر سے بیعت کی تھی زیادہ تر بنی امیہ اور انصار و قریش تھے۔ اور گو دمشق میں یزید پلید مر چکا تھا اور عبدالملک ابن مروان ابن الحکم حکمراں تھا اور تمام ملک شام اور ایک بڑا حصہ دیار بکر کا اس کے قبضہ میں تھا لیکن عراق بالخصوص عراق عجم پر تمام و کمال مختار قابض ہو گیا تھا اور اس پورے ملک میں خطبہ اسماء آئمہ معصومین علانیہ جاری تھا اور مختار کی کوشش اور محنت اور دلیری سے گویا شیعہ مذہب کی ایک مختصر سلطنت اس ملک میں قائم ہو گئی تھی مگر بایں ہمہ خاص حجاز میں عبداللہ ابن زبیر کو تسلط تمام حاصل تھا تمام وہ لوگ جو معرکہ ہائے صفین و جمل میں شریک تھے اور نیز ایک بڑا گروہ ان اشخاص کا جو حضرت علی علیہ السلام کے سخت دشمن تھے یہ سب عبداللہ ابن زبیر کے معاون تھے اور اسی وجہ سے عبداللہ ابن زبیر کو مختار سے زیادہ قوت حاصل تھی فوج بھی اس کے پاس زیادہ تھی اور اس کے علاوہ بڑے بڑے سرداران عرب جو یزید کی کارروائیوں سے ناراض ہو گئے تھے اور نیز اس خیال سے کہ عبداللہ ابن زبیر کی سلطنت جداگانہ قائم ہونے میں ان لوگوں کا اقتدار بڑھ جائیگا مکہ میں موجود تھے عبداللہ کی والدہ اسماء عائشہ کی حقیقی بہن اور ابوبکر کی بیٹی تھی جو ایک بڑی مدبر عورت تھی اور خیال کیا جاتا ہے کہ عبداللہ زبیر کی لوگوں نے جو شرکت کی تھی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اسماء لوگوں کو ترغیب اور تحریص دیتی تھی اور وہ لوگ جو جناب امیرؑ کے دشمن اور عائشہ کے ہوا خواہ تھے وہ اس کے ہر طرح معاون ہو گئے تھے۔ یہ باتیں ایسی نہیں تھیں کہ جن سے عبداللہ ابن زبیر کو اپنی قوت حکومت پر بھروسا اور اعتماد نہ ہوتا اور قاتلان حضرت امام حسینؑ جو اکثر مکہ کو فرار کر کے جانا چاہتے تھے۔ اس

کا سبب یہ تھا کہ عبداللہ زبیر خاندان حضرت امیرالمومنین کا دشمن تھا وہ ضرور ان کے ساتھ ہمدردی کریگا مختار سے جو فساد ان لوگوں نے کوفہ میں کیا اور جس کے بعد اس گروہ شقاوت پژوہ کا نام و نشان صفحۂ روزگار سے مختار نے مٹا دیا تو عام طور سے وہ یہی کہتے تھے کہ اسوقت خلیفۂ وقت عبداللہ زبیر ہے اور جب حجاز بالکل اسکے قبضہ میں ہے تو عراق پر بھی اس کا تسلط سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ ملک بھی اس کا ایک جزو ہے اسلئے وہ مختار کو دھمکی دیتے تھے اور باشندگان کوفہ کہتے تھے کہ خلیفۂ وقت تو عبداللہ ابن زبیر ہے ہم اس کے مطیع ہیں اور تیری اطاعت ہم نہ کریں گے۔ یہ سب ایسے سامان تھے کہ مختار کو جس نے اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ جب تک شیعیان اہل بیت کی جو یہ مختصر سلطنت قائم ہوئی ہے اسکو قوت حاصل ہو۔ عبداللہ سے مدبرانہ طور پر مصالحت کا سلسلہ قائم رہے اور جہاں تک ممکن ہو صورت اس سے معرکہ کا زار جنگ و پیکار گرم نہ ہونے پائے بہرحال جب مختار نے ان سب پہلوؤں پر غور اور لحاظ کر لیا تو اس نے مراسلہ عبداللہ زبیر کے نام اس مضمون کا روانہ کیا یا امیر جب تم نے میرا کوئی خیال نہیں کیا تو میں یہاں اس غرض سے چلا آیا کہ اس ملک میں بھی تیرے نام کا خطبہ جاری کروں چنانچہ میں نے بڑی محنت اور کوشش سے تمام عراق پر قبضہ کر لیا ہے اور مجھکو اس ملک پر پورا پورا تسلط ہو گیا ہے مگر یہ تجھ کو اطمینان رکھنا چاہئے کہ اگر یہاں خطبہ کسی حکمران کے نام سے جاری کیا گیا تو سوائے تیرے نام کے دوسرے کے نام سے میں نہ پڑھونگا۔ جب مختار کا یہ خط عبداللہ زبیر کے پاس پہنچا تو اس نے اسی وقت مختار کو یہ جواب لکھا کہ اگر در حقیقت جیسا تم نے لکھا ہے اور تمہارا خیال ہے تو میں اپنا ایک نائب وہاں پر بھیجتا ہوں تو اس ملک کو میرے آدمی کے سپرد کر دے اور خود میرے پاس چلا آ تاکہ لوگوں کو بھی یہ بات معلوم ہو جائے کہ میں اور تو آپس میں متفق ہو گئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ نے مختار کے خط کا یہ جواب لکھکر اپنے ملازم عروہ بن عبدالرحمان نام کو بلایا اور اسکو یہ خط دے کر زبانی حکم دیا کہ تو کوفہ مختار کے پاس روانہ ہو اور اس سے کہنا کہ عبداللہ زبیر نے تجھکو بلایا ہے اور اس کو اپنے ہمراہ یہاں لے آنا چنانچہ عروہ حسب الحکم عبداللہ زبیر کے مکہ سے مختار کے پاس روانہ ہوا۔ ادہر مختار کو بھی اس حال کی اطلاع کی گئی اور معلوم ہوا کہ عروہ بن عبدالرحمان فرستادۂ زبیر اس کے لیجانے کے لئے آتا ہے تو مختار نے زائدہ بن قدامہ کو جو اس کا خاص رفیق تھا بلا کر یہ کہا کہ تو ابھی یہاں سے روانہ ہو اور عروہ بن عبدالرحمان مرسلہ عبداللہ زبیر سے راہ میں جا کر ملاقات کر اور اسے اپنی طرف سے یہ سمجھا دے اور کہہ دے کہ تجھکو کوفہ میں نہ جانا چاہئے کیونکہ باشندگان کوفہ عبداللہ ابن زبیر کی حکومت پسند نہیں کرتے اور وہ لوگ ہرگز اس بات کو قبول نہ کریں گے کہ اس کا کوئی نائب کوفہ میں آئے اور اس شہر میں داخل ہو اور یہ بات سب جانتے تھے کہ زائیدہ اور عروہ بن عبدالرحمان کی باہم بڑی رسم و راہ اور دوستی تھی اور مختار بھی اس بات کو بخوبی جانتا تھا کہ عروہ زائیدہ کے کہنے سننے سے کبھی باہر نہ ہوگا کیونکہ عروہ کو زائیدہ پہ بڑا

اعتماد اور بھروسہ تھا بہر حال زائدہ اس حکم سے خوش ہو کر عروہ کے پاس جانے کے واسطے روانہ ہوا۔ چنانچہ زائدہ تھوڑی دور شہر سے نکلا تو راہ میں اس کی عروہ سے ملاقات ہوئی عروہ کی نظر جب زائدہ پر پڑی تو نہایت تپاک کے ساتھ بغلگیر ہوا اور یہ کہنے لگا کہ کہاں کا قصد ہے۔ زائدہ نے کہا کہ اے برادر مومن اس وقت حسب رائے مختار تجھے یہ خبر دینے اور نصیحت دوستانہ کرنے کے واسطے یہاں آیا ہوں کہ جس وقت سے اہل کوفہ کو تیرے آنے کی خبر پہنچی ہے وہ بگڑے ہوئے ہیں اور انھوں نے متفق ہو کر قسم کھائی ہے کہ تجھ کو شہر میں نہ گھسنے دینگے یہ تجھکو بخوبی معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے ایک خاص محبت ہے لہذا میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا تجھ کو ان لوگوں کے ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچے اور اسی لئے میں چلا آیا کہ تجھے ان کے ارادوں اور خیالات سے آگاہ کردوں اور نیز یہ بھی تجھ کو واضح ہو کہ کوفہ سے یہاں تک ایک فوج کا سلسلہ تیری ایذا رسانی کے واسطے جاری ہے جب عروہ نے زائدہ سے یہ حال سنا تو وہ سخت متردد ہوا اور ان سے کہا کہ اے برادر کوئی ایسی تدبیر بتا کہ میں صحیح و سلامت یہاں سے واپس چلا جاؤں یہ سنکر زائدہ قدامہ نے جواب دیا تو اس وقت یہاں سے بخیر و عافیت واپس روانہ ہو میں بھی ابھی جاتا ہوں اور جہاں تک یہ فوج پہنچ گئی ہے حیلہ و حوالہ کر کے اس کو اسی مقام پر روک رونگا چنانچہ عروہ اسی مقام سے عبداللہ زبیر کے پاس روانہ ہو گیا اور ادھر زائدہ ابن قدامہ مختار کی خدمت میں آیا اور اس سے یہ سب مفصل واقعہ بیان کیا کہ میں نے اس طرح سمجھا بجھا کر عروہ کو راستے سے لوٹا دیا مختار کو جب اس طرف سے اطمینان ہوا تو اس نے مکرر ایک خط عبداللہ زبیر کے نام اس مضمون کا بھیجا کہ میں نے اب تک عروہ کا بہت انتظار کیا کہ وہ یہاں آجائے تو یہ شہر اس کے سپرد کردوں لیکن وہ یہاں نہیں آیا بلکہ راستے سے واپس چلا گیا اس کے اس طرح واپس چلے جانے کا سبب نہیں معلوم ہوتا شاید وہ کوفیوں سے ڈر گیا جب مختار کا یہ خط عبداللہ بن زبیر کے پاس پہنچا تو وہ سمجھ گیا کہ مختار حیلہ اور حوالہ کرتا ہے اور اصل اسکو شہر کوفہ اور عراق کا علیحدہ کرنا منظور نہیں ہے پس اسوقت اس نے حضرت محمد حنفیہ کو اپنے پاس بلایا حضرت محمد حنفیہ اسوقت مکہ میں تشریف رکھتے تھے اور دنیا اور اہل دنیا سے آپ کو کوئی تعلق نہ تھا بالکل خانہ نشین اور عزلت گزیں تھے کسی کے نیک و بد سے کوئی غرض اور مطلب نہ تھا بہت کم مکان سے باہر آتے تھے اور ہر وقت عبادت پروردگار اور اطاعت کردگار میں مصروف رہتے تھے ان کو رات دن خوشنودی حق سے سروکار تھا اور یاد جناب باری ان کا ورد لیل ونہار تھا حکومت اور دولت دنیا کی ان کو بالکل پروانہ تھی اور کیوں ہوتی آپ اس بزرگ حضرت علی علیہ السلام کے صاحبزادے بلند اقبال تھے جس نے اس زال عجالہ دنیا کو بکمال جوانمردی تین مرتبہ طلاق دی تھی اور ہمیشہ نان جویں سے اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی عبادت میں بسر کی تھی بہر حال عبداللہ ابن زبیر نے ایک شخص کو جس کا نام قیس تھا اپنے پاس بلایا کہ تو اس وقت جا کر محمد حنفیہ کو

میرے پاس بلا لا میرا ارادہ ہے کہ جو کچھ مجھ پر لازم و واجب ہے وہ ان کو بخوبی سمجھا دوں اور کہہ دوں قیس مذکور کہتا ہے کہ جب میں حضرت محمد حنفیہ کے دولت خانہ فیض کاشانہ پر حاضر ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ آپ مصلے پر بیٹھے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت بصد شوق و ذوق فرما رہے ہیں اور ایک نور اُن کے رخ مبارک سے تاباں ہے اور اس قدر عظمت و جلال آپ کے چہرۂ نورانی سے ظاہر ہے کہ آپ کے روئے اقدس پر نظر ڈالتے ہی ایک رعب و ہیبت میرے دل میں بیٹھ گئی آخر میں نے نہایت تعظیم کیساتھ ان کو سلام کیا اور مؤدبانہ عرض کیا کہ یا سید امیر عبداللہ نے اسوقت کسی ضرورت خاص کے لئے آپ کو اپنے پاس بلایا ہے میری یہ التماس سنکر حضرت محمد حنفیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مجھ سے کیا کام اور کیا واسطہ ہے اور وہ مجھ سے اب کیا چاہتا ہے اور کیا کہتا ہے کیونکہ میں بالکل نیک و بد سے علیحدہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا یاد خدا میں مصروف ہوں اور یہ گھر جس میں اسوقت میرا قیام ہے خانہ خدا ہے میں نے دنیا کی ہر ایک خواہش اور چیز سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ قیس نے یہ جواب سنکر پھر عرض کیا کہ بہرحال اس نے آپ کو بلایا ہے لہذا آپ کو تشریف لیجانا مناسب ہے حضرت محمد حنفیہ قیس کا پھر فقرہ سنکر اسی وقت اٹھے قرآنمجید کو بند کر کے گلے میں پہن لیا یہ قرآن بطور حمائل تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس کے علاوہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتری ان کے ہاتھ میں تھی اور آنحضرت کا عصائے مبارک تھامے ہوئے پیادہ پا اپنے دولت خانے سے عبداللہ ابن زبیر کے پاس روانہ ہوئے ہر چند میں نے عرض بھی کیا کہ اے سید گھوڑے پر سوار ہو لیجئے کہ آپ کو تکلیف نہ ہو مگر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جزاک اللہ خیراً۔ جسدن سے میرے بھائی امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں شہادت پائی ہے میں گھوڑے پر سوار نہیں ہوا ہوں اور شاید اس تقریر سے آپ کا مطلب یہ بھی تھا کہ آئندہ بھی میں گھوڑے پر سوار نہ ہونگا یہ سنکر قیس بھی گھوڑے پر سوار نہ ہوا۔ اور اس نے اپنا گھوڑا اپنے غلام کے حوالے کر دیا خود بھی پیادہ پا ہو کر حضرت محمد حنفیہ کے ہمراہ روانہ ہوا۔ حضرت محمد حنفیہ چونکہ بہت ضعیف تھے تو ناتوانی کی باعث تھوڑی دور چل کر ٹھہر جاتے تھے اور اپنے عصا پر تکیہ کر لیتے تھے آخر جاتے جاتے جب آپ عبداللہ ابن زبیر کے مکان کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے رُخ مبارک آسمان کی طرف کر کے یہ کہا واکفنی عن ظلم الظالمین وشر الحاسدین و کید الکائدین یاحنان یامنان یادیان یاحی یاقیوم اعصمنی بعصمتک اور اسی طرح ہم دونوں چلے جاتے تھے یہاں تک کہ جب ہم دروازہ ابن زبیر پر پہنچے تو حضرت محمد حنفیہ نے یہ دوسری دعا پڑھی یا عالم السر والخفیات یامن السمٰوٰت بقدرتہ مبنیۃ یامن الارضون بعونہ مدحیۃ یامن الجبال بمشیۃ مرسیۃ یامن البحار بارادتہ مجزیۃ یامن الریاح بجلالتہ مبدوۃ یامن نجی یوسف من رق المعبودیۃ اسئلک ان تکشف عنی کل کربۃ وبلیۃ۔

قیس کہتا ہے کہ جسوقت حضرت محمد حنفیہؓ یہ دعا پڑھ رہے تھے تو میں نے لفظ بہ لفظ اسکو یاد کر لیا تھا

اور حضرت جب اس کے مکان کی دہلیز میں پہنچ گئے تو بھی آپ آہستہ آہستہ بڑھتے تھے یہاں تک عبداللہ بن زبیر کے دربار میں داخل ہوئے اسوقت عبداللہ کے پاس سب شرفاء مکہ جمع تھے عبداللہ ابن زبیر حضرت محمد حنفیہ کو دیکھکر فوراً تعظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے سے بالا دست ان کو بٹھایا اور یہ کہنے لگا کہ میں تم کو حد درجہ کا پارسا اور متقی اور عابد زاہد جانتا ہوں اور بہت بڑا خدا پرست اور خدا دوست جانتا ہوں اور یہ بھی یقین ہے کہ میں تم کو صادق القول و راستگو جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہاری ذات سے کوئی اذیت مجھکو نہیں پہنچی ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ تمہارے دوستوں اور شیعوں کے ہاتھ سے کوئی ایسی اذیت باقی نہیں رہی ہے جو مجھ کو نہ پہنچی ہو اور یہ لوگ سوائے تمہارے اور کسی کو نہیں دیکھ سکتے محمد حنفیہ نے پوچھا کہ آخر کیا بات واقع ہوئی ہے جو تم کو شکایات کا موقع ملا۔ عبداللہ ابن زبیر نے جواب دیا کہ میں بات کو زیادہ طوالت دینا نہیں چاہتا ہوں صاف صاف یہ ہے کہ تم اسوقت میرے ہاتھ پر بیعت کر لو کہ میرے معاملات کو اس سے سرسبزی اور رونق ہو جائیگی اور میرا کام مکمل ہو جائے گا محمد حنفیہ نے اس سے کہا کہ اس سے پہلے جو کچھ میں تجھ سے اقرار کر چکا ہوں میں اب اس پر قائم ہوں اور اس سے کسی طرح میں منحرف نہیں ہوا ہوں عبداللہ ابن زبیر نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں بھی ابھی تک اس قرارداد پر قائم ہوں اور اس سے روگرداں نہ ہوں گا لیکن مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ لوگ تم کو مجھ سے منحرف اور مخالف نہ کر دیں لہذا یہ ضرور ہے کہ تم اس وقت مجھ سے اس بات کی قسم کھاؤ اور بیعت کر لو کہ میرے ساتھ ہمیشہ یکدلی اور اتفاق رکھوگے اور میرے دشمنوں کو مدد نہ پہنچاؤگے یہ سنکر محمد حنفیہ نے کہا کہ اے ابن زبیر تجھکو خوب اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ میں جو کچھ زبان سے کہوں گا یا کہتا ہوں وہی بات میرے دل میں ہوتی ہے اس وقت میں بالکل خانہ نشین ہوں تمام مخلوق سے میل جول میں نے چھوڑ دیا ہے اور میرا دل دنیائے دو روزہ کی جانب ذرا بھی مائل نہیں ہے۔ اس ارشاد سے شاید ان کا یہ مطلب تھا کہ جب میری خانہ نشینی اور عزلت گزینی کی یہ حالت ہو اور میرے استقلال اور صداقت دل کی یہ کیفیت ہے تو کوئی وجہ تیری بے اطمینانی کی نہیں ہے یہ سنکر عبداللہ زبیر نے کہا کہ تم تو یہ کہتے ہو اور میں کہتا ہوں کہ تمام مخلوق اس کنارۂ دنیا سے اس کنارۂ دنیا تک یعنی شرق سے غرب تک کی تمہارے پاس برابر چلی آتی ہے آخر یہ کیا بات ہے اس پر محمد حنفیہ نے جواب دیا کہ یہ لوگ جو میرے پاس آتے ہیں تو صرف حلال و حرام کے مسئلہ کی تحقیق اور دریافت کرنے کیلئے آتے ہیں۔ میں خود کسی کو بالخصوص بیعت کے واسطے نہیں بلاتا ہوں اور اگر میں ایسا کرتا اور بیعت کی غرض سے لوگوں کو جمع کرتا اور طلب کرتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا کیونکہ اس بات میں تجھ سے زیادہ اولیٰ اور مستحق ہوں۔ رہا منصب امامت وہ نہ میرا ہے اور نہ تو اس کی قابلیت رکھتا ہے وہ حق اور منصب حضرت امام زین العابدینؑ کا ہے میرے واسطے تو یہی کافی ہے۔ اس امامت کے

لئے لوگوں نے میرے باپ اور بھائی کے ساتھ کیسا کیسا برتاؤ کیا انکو معلوم نہیں کہ میرے والد بزرگوار جناب رسول خدا صلعم سے بہ نسبت اور لوگوں کے قرابت قریبہ رکھتے تھے اس کے علاوہ سب سے زیادہ قابل اور دیانت اور صابر بھی تھے اور تمام اشخاص سے زیادہ عقلمند تھے اور ہر ایک معاملہ میں قرآن سے واقف اور اس کی تاویل اور تنزیل و ناسخ و منسوخ اور منقص اور آیات محکمات و متشابہات سے بھی بخوبی آگاہ تھے اور باوجود ان اوصاف کے لوگوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اور برتاؤ کیا یہ سب حالات اور واقعات تم کو اور تمام لوگوں کو بخوبی معلوم ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس باعث لوگوں نے میرے بھائی کے ساتھ کیا کچھ کیا اول کوفہ والوں نے ان کو اس مضمون کے صدہا خط بھیجے کہ ہمارا کوئی پیشوا اور امام نہیں ہے اور جب وہ وہاں پہنچے تو صاف اس بات کا انکار ان لوگوں نے کر دیا کہ ہم نے تو خط بھیجکر تم کو طلب نہیں کیا تھا اور آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ ان کو شہید کیا اور علی ہذا ان کے دوستوں اور ہوا خواہوں اور بھائیوں اور بھتیجوں بلکہ ان کے فرزندوں تک کو قتل کیا اور ان کے اہل و عیال کو ننگے سر ننگے پاؤں شتران بے کجاوہ و عماری پر بٹھا کر شام تک لے گئے پس جب میں نے یہ واقعات دیکھے تو بخوبی سمجھ لیا کہ اس امت نے کس طرح اور کس قدر سخت بیوفائی کی آخر میں نے خانہ نشینی اختیار کی اور سب باتوں سے بے تعلق ہو بیٹھا جب حضرت محمد حنفیہ نے یہ تقریر فرمائی تو عبداللہ زبیر نے کہا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ درحقیقت صحیح ہے لیکن پھر کیا سبب ہے کہ لوگ دور دور سے تمہارے پاس آتے ہیں اور میرے پاس کوئی بھی نہیں آتا اس کا جواب محمد حنفیہ نے یہ دیا کہ یہ لوگ جو میرے پاس آتے ہیں میرے باپ کے حبیب اور معتقد ہیں صرف برس میں ایک دفعہ ہماری زیارت اور ملاقات کو آتے ہیں اور ان کی جو کچھ غرض و حاجت ہوتی ہے اسکو میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ ان کی حاجتوں اور خواہشوں کو روا کروں پھر عبداللہ زبیر نے حضرت محمد حنفیہ سے یہ کہا کہ کیا یہ سب کارروائی تمہاری نہیں ہے اور کیا تم نے ہی عراق میں مختار کو نہ بھیجا تھا کہ اس نے میرے کارندوں کو قتل کر ڈالا اور تمام عراق اور وہاں کے باشندوں کو تباہ و خراب کیا اور ان کے گھروں کو بے نام و نشان کر دیا شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے ان باتوں کی اطلاع نہیں ہے اور اب میرے سامنے تم یہ کہتے ہو اور ایسی باتیں کرتے ہو کہ میں نے دنیا سے بے تعلقی اختیار کی ہے اور دنیا کی سب باتوں سے علیحدہ ہو گیا ہوں اس کا جواب حضرت محمد حنفیہ نے دیا کہ مختار خون امام حسین علیہ السلام کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ افسوس ہے کہ تم اسکو گناہ سمجھتے ہو اور معاویہ نے جو خون عثمان کے انتقام کی غرض سے میرے والد بزرگوار سے کیسی سخت مخالفت اور معرکہ آرائی کی اسکو ثواب جانتے ہو اور حالانکہ تم کو خوب معلوم ہے کہ مجھکو ان معاملات سے کوئی سروکار اور واسطہ نہیں ہے ہر چند کہ تم کو واقفیت ہے کہ گو مختار انتقام خون حضرت امام حسین علیہ السلام کے واسطے ہر طرح آمادہ اور مشغول ہے لیکن میں اس بات سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا اور نہ میری تحریک سے اس کام کو وہ کر رہا ہے پھر بھی مجھ سے تم شک رکھتے ہو یہ کسی مذہب میں روا نہیں کہ عمر جرم کرے بکر تاوان بھرے

تم ناحق مجھ کو متہم کرتے ہو۔ یہ گفتگو سنکر عبد اللہ ابن زبیر کو بہت غصہ آیا اور حضرت محمد حنفیہ سے کہنے لگا کہ میں اس وقت تک تم سے دستبردار نہ ہوں گا اور نہ تم کو چھوڑونگا جب تک کہ تم خود مختار کے نام ایک نامہ اس مضمون کا نہ روانہ کروگے کہ وہ ان کارروائیوں سے دستبردار ہو کر اپنے گھر میں چپ چاپ ہو کر بیٹھ رہے اور حکمرانی اور فرمانروائی سے بالکل دستبردار ہو جائے یہ سنکر حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا کہ مجھ پر کچھ واجب نہیں ہے کہ میں مختار کو اس کام سے جس میں کہ وہ آج کل مشغول و مصروف ہے منع کر بھیجوں اور اگر بالفرض محال میں اس کو کوئی خط اس بابت میں لکھوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ میری تحریر کو قبول و منظور کرے اس پر عملدرآمد کرے ممکن ہے کہ قبول نہ کرے خلاصہ کہ دیر تک ان دونوں میں اس قسم کی باتیں ہوا کیں انجام کار گفتگو بہت بڑھ گئی اس وقت اکثر شرفاء مکہ حاضر تھے۔ لیکن کوئی شخص ان دونوں کی باتوں میں دخل نہ دیتا تھا سب خاموش تھے اسوقت عثمان ابن شیبہ بھی موجود تھا اور یہ شخص مکہ میں بہت باعزت اور ذی وجاہت شخص تھا اس نے عبد اللہ ابن زبیر کی طرف مخاطب ہو کر یہ گفتگو شروع کی کہ اے ابن زبیر تجھکو اس قدر درشتی اور تندی ایسے شخص سے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ جو شیر اسلام ہے یہ سنکر عبد اللہ ابن زبیر نے صاف صاف حضرت محمد حنفیہ کی طرف خطاب کر کے یہ کہدیا کہ میں تم کو اتنی مہلت دیتا ہوں کہ تمہارا سفیر مختار کے پاس کوفہ کو یہاں سے جائے اور اس سے جواب لے کر واپس آجائے اگر مختار ان باتوں سے جو میں نے کہی ہیں دستبردار ہو گیا تو خیر ورنہ تم کو قتل کر ڈالوں گا اس کے بعد عبد اللہ کے حکم سے چاہ زمزم پر ایک خیمہ نصب کیا گیا اور حضرت محمد حنفیہ اس میں ٹھہرا دیئے گئے اور چالیس سپاہی ان کی حفاظت اور نگرانی کیلئے متعین کر دیئے آخر حضرت محمد حنفیہ نے قلم دوات منگوا کر اس مضمون کا ایک خط مختار کو تحریر فرمایا اما بعد یہ خط محمد ابن علی ابن ابی طالب کی طرف سے مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کے نام ہے آگاہ ہو کہ عبد اللہ ابن زبیر نے مجھ سے تعرض کیا کہ مختار کس لئے حضرت امام حسین کے قاتلوں کو قتل کرتا ہے اور بے وجہ اس نے مجھ کو بلایا ہے اور یہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں نے تین مہینے کی تجھکو مہلت دی ہے کہ اس عرصہ میں تم مختار کو نامہ لکھو اور اسکو آگاہ کر دو کہ وہ اپنی اس کارروائی سے قطعاً دستبردار ہو جائے ورنہ میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا اور چالیس شخص مجھ پر موکل مقرر کر دیئے ہیں یہ لوگ مجھکو مکان تک جانے نہیں دیتے ہیں پس میں نے تجھکو اپنے حال سے مطلع کیا ہے کہ تو میرے حال پر غور اور خیال کرے خدا کی رحمت تجھ پر ہو اور اسی وقت اس خط پر مہر کر کے اپنے غلام سعد نام کے حوالے کیا اور اس سے یہ فرمایا کہ تجھ کو مناسب ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو راہ خدا میں تو اپنے کو مختار کے پاس پہنچاوے اور اس خط کا جواب فوراً اس سے لکھوا کر یہاں واپس چلا آ چنانچہ سعد یہ خط لیکر روانہ ہوا۔ اس طرف عبد اللہ ابن زبیر نے راستہ میں پانچ آدمی اس غرض سے بٹھا دیئے تھے کہ اگر کوئی خط یا تحریر کسی کے نام پر محمد حنفیہ روانہ کریں تو اس قاصد کو گرفتار کر لیا جائے تاکہ جو کچھ اس خط کا مضمون ہو اس سے

اطلاع حاصل ہو۔ چنانچہ جب سعد غلام حضرت محمد حنفیہ کا خط لئے ہوئے ان لوگوں کے قریب سے گذرا تو ان لوگوں نے اس کو گرفتار کرلیا اور خط مضمون معلوم کرکے اس سے عبداللہ ابن زبیر کو اطلاع دی۔ اس طرف سعد برابر کوفہ کو چلا جاتا تھا۔ سعد کا بیان ہے کہ مجھ کو اس سفر میں اس قدر زمانہ گذرا کہ میرے بال بہت بڑھ گئے تھے اور میرے کپڑے بہت میلے ہوگئے تھے جب کبھی کوئی مجھ سے راستہ میں پوچھتا تھا کہ اے شخص تو کہاں جاتا ہے تو میں مختار کا نام لے دیتا تھا آخر میں کوفہ پہنچا اور مجھ کو لوگ مختار نامدار کے مکان کے دروازے پر لے گئے تو مجھ سے ابو عمر حاجب نے دریافت کیا کہ اے برادر تو کہاں سے آتا ہے میں نے جواب دیا کہ میں مکہ سے آیا ہوں اور حضرت محمد حنفیہ کی تحریر لایا ہوں اتنا سن کر ابو عمر حاجب اپنی جگہ پر خوشی کے مارے اچھل پڑا اور دوڑ کر اس نے میری پیشانی کو بوسہ دیا اور فوراً جاکر مختار نامدار کو یہ اطلاع دی کہ یا امیر حضرت محمد حنفیہ کے پاس سے ایک قاصد آیا ہے جس وقت مختار نے حضرت محمد حنفیہ کا نام سنا تو فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر مجھ سے خود بغلگیر ہوا اور حضرت کا حال دریافت کرنے لگا۔ اور مجھ سے پوچھا کہ سید کا مزاج کیسا ہے میں نے جواب دیا کہ وہ خیریت سے ہیں اور اس کے بعد میں نے ان کا خط مختار کے حوالے کیا سعد کہتا ہے کہ جس وقت وہ خط میں نے مختار کو دیا تو اس نے پہلے اس کو خوب چوما اور آنکھوں سے لگایا اور پھر اس کو کھول کر پڑھا اور یہ کہنے لگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اے پروردگار میرے تحقیق ایسی سخت مشکل درپیش ہے اور ایک ایسا ہولناک واقعہ سامنے آیا ہے کہ جس کی مجھکو ذرا بھی خبر نہیں ہے خدا کی قسم عبداللہ ابن زبیر کے پاس کوفہ کے لشکر میں سے خیل خیل فوج جو سیل کی مانند ہوگی روانہ کروں گا اور اسی وقت مجھکو حمام میں بھیجا وہاں میں نے اپنی حجامت بنوائی اور خط درست کرایا اس کے بعد مختار نے ایک خاص خلعت مجھ کو بھیجا کہ اس کو میں نے پہنا اور اس کے ساتھ دو سو دینار مجھ کو عطا کئے اور یہ کہا کہ اس زر و نقد کو صرف کرنا اور مجھکو نہایت اعزاز و احترام سے ٹھہرایا تھا اس کے بعد مختار نے ابراہیم اور ہانی ابن قیس بابلی کو اپنے پاس بلا بھیجا اور اپنے کل سرداران لشکر کو بھی جمع کیا اور جو کچھ قصد اور واقعہ حضرت محمد حنفیہ کا تھا اس کو ان سب لوگوں کے سامنے مفصل اور مشرح بیان کیا اور ان سے یہ کہا کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے مکہ کو ایک لشکر گراں روانہ کروں اس کی تدبیر کرنی چاہئے اور اس وقت کی گفتگو کا حال بھی کسی شخص کو نہ معلوم ہونا چاہئے بلکہ اس وقت تک کہ تم وہاں پہنچ جاؤ کسی شخص کو تمہاری روانگی کی اطلاع ہرگز نہ ہونی چاہئے اور جس طرح ممکن ہو وہاں پہنچکر سید کو اس حراست سے نجات دینا لازمی ہے تاکہ ابن زبیر بھی سمجھے کہ کس شخص سے معاملہ درپیش ہوا ہے۔ پھر تمام لشکر کو مختار نے ایک جگہ جمع کیا اور اس میں سے اول ایک سو سپاہی نہایت دلیر اور مضبوط چھانٹ کر ان پر قیس بابلی کو افسر مقرر کردیا اور اس کو یہ حکم دیا کہ تو یہاں سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوجا اور جب مکہ

کے قریب پہنچے تو فلاں مقام پر فروکش ہونا اس کے بعد تو سپاہی بشیر کے ماتحت گئے کہ تو بھی قیس کے عقب میں روانہ ہو۔ اور اسی طرح پے در پے فوج کوفہ مختار نے مکہ کو روانہ کرنی شروع کی اور ہانی سے یہ کہدیا تھا کہ اے برادر یہ ضرور ہے کہ اول تو مکہ میں داخل ہوتے ہی حضرت محمد حنفیہ کو حراست میں سے چھڑا کر نکال لانا اگر کوئی شخص تیرے اس ارادہ میں حارج ہو اور تجھ کو منع کرے تو تو اطمینان رکھنا کیونکہ تیرے عقب میں عمر بن طارق آتا ہے اور تم مخالفین کو ایسے ڈھنگ کی باتوں میں لگائے رہنا کہ کافی مدد تمہارے واسطے یہاں سے پہنچ جائے اور اس وقت انشاء اللہ تم کو کامیابی اور فتح حاصل ہوگی۔ سعد کہتا ہے کہ مجھ کو مختار کی اس سرگرمی اور نہایت دانشمندانہ تدبیر پر بڑا تعجب اور سخت حیرت تھی بیشک اگر مختار یہ تدبیر نہ کرتا تو مخالف لوگ حضرت محمد حنفیہ کو ضرور مکہ میں شہید کر ڈالتے خلاصہ یہ کہ خیل خیل فوج کوفہ سے روانہ ہو رہی تھی اور جیسا کہ مختار نے حکم دیا تھا یہ سب فوج مکہ سے کچھ فاصلہ پر ایک مقام پر جمع ہوتی جاتی تھی جس کو بطن کہتے ہیں ہانی کو مختار نے پانچسو سوار کی جمعیت سے مکہ کو روانہ کیا عمر بن قیس کہتا ہے کہ میں اس روز ہانی کے ہمراہ تھا جب ہم لوگ چاہ زمزم کے قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک خیمہ چاہ زمزم کے کنارے پر نصب ہے اس وقت ہانی آگے بڑھا اور ان سب سپاہیوں سے جو اس خیمہ کے محافظ تھے یہ کہا کہ ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد حنفیہ کو اس خیمہ سے نکال لاؤ کہ ہمیں ان سے کچھ حال عرض کرنا ہے ان مخالفین نے ہانی کے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور یہ جواب دیکر صاف انکار کر دیا کہ حضرت محمد حنفیہ کو ہمیں باہر لے جانے کا حکم اور اجازت نہیں ہے ان لوگوں کا یہ جواب سنکر ہانی کو بہت غصہ آیا اور پکار کر ان لوگوں سے یہ کہا کہ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو حضرت محمد حنفیہ کو خیمہ سے باہر لے آؤ ورنہ میں زبردستی اندر جا کر ان کو لے آؤں گا ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم کون ہوتے ہو جو کہتے ہو کہ ہمارے سید اور آقا کو خیمہ سے باہر نکال لاؤ ہم جب تک کہ عبداللہ ابن زبیر کا حکم نہ آجائے گا ان کو باہر نہ نکلنے دیں گے اور بغیر اس کے حکم کے ہم ان کو باہر نہیں لاتے ہیں ہانی نے یہ سنکر ان لوگوں سے کہا کہ اگر تم حضرت محمد حنفیہ کو خیمہ سے باہر نکال کر نہ لاؤ گے تو میں سب کو قتل کر ڈالوں گا جس وقت حضرت محمد حنفیہؓ نے ان دونوں کی یہ گفتگو سنی تو وہ اٹھ کر خیمہ سے باہر تشریف لائے ہانی ان کو دیکھکر گھوڑے سے اتر پڑا اور اس نے حضرت محمد حنفیہؓ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا اور یہ عرض کیا کہ اے آقا مجھکو حکم ہے کہ میں مخالفین کو قتل کر ڈالوں اور آپ کو یہاں سے نکال کر لیجاؤں اس میں آپ کیا فرماتے ہیں حضرت محمد حنفیہؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ پناہ خدا کی اس بات سے کہ تم کسی شخص کو حرم خدا میں قتل کرو۔ ابھی یہاں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عبداللہ بن زبیر کو بھی اس بات کی اطلاع ہوگئی کہ ایک فوج عراق سے آئی ہے اور اس نے حضرت محمد حنفیہؓ کو چھڑا لیا ہے اور اس فوج کا ارادہ ہے کہ ان کو اپنے ہمراہ عراق لے جائے یہ سنکر اسی وقت عبداللہ زبیر اپنے سپاہیوں اور عزیزوں کو ہمراہ

لے کر سوار ہو یا اور یہ خبر تمام اہل مکہ میں پھیل گئی کہ ایک فوج عراق سے حضرت محمد حنفیہ کی اعانت اور مدد کے واسطے آپہنچی ہے لوگ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور اس مقام پر جوق جوق جمع ہوتے جاتے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے اس زمانہ میں عبداللہ ابن عباس نابینا اور بوڑھے ہو گئے تھے انھوں نے بھی اس خبر کو سنا تو انھوں نے اپنے غلام عکرم نام سے فرمایا کہ مجھکو یہاں سے چاہ زمزم پر لے چل یہاں سب لوگ چپ بیٹھے ہوئے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اب عبداللہ ابن زبیر اور حضرت محمد حنفیہ میں کیا گفتگو ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ جب ابن زبیر حضرت محمد حنفیہؓ کے پاس پہنچا ہے کہ مجھ سے تم نے اسلئے جلت اور امان مانگی تھی کہ فتنہ وفساد برپا کرادو حضرت محمد حنفیہؓ نے فرمایا معاذ اللہ کیا میں فساد انگیز اور فتنہ پرداز ہوں سبکو یہ معلوم ہے کہ کون فتنہ انگیزی کرتا ہے عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ یہ طعن تم نے گویا مجھ پر کیا حالانکہ تم نے خود مختار کو خط لکھ کر بھیجا اور اس سے فوج منگوا بھیجی محمد حنفیہ نے کہا کہ میں نے ہرگز یہ کام نہیں کیا ہے اور نہ میں نے اس کو یہ لکھا تھا کہ مجھکو تو فوج بھیجدے تجھ کو چاہئے کہ مجھ سے ہر طرح مطمئن رہ کیونکہ میں ایسا شخص ہوں کہ جس نے دنیا پر لات ماردی اور مجھکو اس کا خوب علم ہے کہ موت وقتاً فوقتاً میری جانب بڑھتی چلی آتی ہے اور جو میرا خیال یہ نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ میں اس بات کو اختیار کر لیتا یعنی اپنی حکومت اور فرماں روائی کو قائم کر دیتا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ میں یہاں کے اکثر اشخاص سے افضل ہوں عبداللہ ابن زبیر کو حضرت محمد حنفیہؓ کے اس جواب پر بہت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ اگر تمہارا یہی خیال اور دعویٰ ہے تو میں تم سے اسوقت تک دستبردار نہ ہوں گا جب تک کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت نہ کر لوگے اور اس بات کی گواہی نہ دیدوگے کہ میں حکومت کے واسطے زیبا اور شایاں ہوں۔ اور اگر تم میرے اس کہنے کے موافق نہ کروگے تو تم کو بھی وہ دن نصیب ہوگا جو تمہارے بھائی امام حسین علیہ السلام کو ہوا ہے جب ہانی ابن قیس نے ابن زبیر کی زبان درازی سنی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور طیش میں آکر عبداللہ ابن زبیر سے کہنے لگا کہ اے زبیر تو محمد حنفیہ کا کچھ بھی نہیں کر سکتا ہے وہ ہرگز تیری بیعت نہ کریں گے اور بیشک امر حکومت کے واسطے تجھ سے زیادہ تر شایاں اور لایق ہیں کیونکہ وہ کتاب خدائے عز وجل کے نکات سے تیری نسبت بہت زیادہ واقف ہیں اور علیٰ ہذا پیغمبر سے جو شرف قرابت ان کو حاصل ہے وہ بھی بہ نسبت تیرے کہیں زیادہ ہے اس تقریر کا عبداللہ نے ہانی کو یہ جواب دیا کہ تو مجھ کو اس فوج سے جس پر تجھ کو غرہ ہے ڈراتا ہے میں اول تجھ ہی کو گرفتار کرکے قیدخانہ میں مع تیرے رفقا کے بھیجدونگا اور پھر یہ دیکھونگا کہ تجھ کو کون رہائی دلا سکتا ہے ابھی یہ لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ کوفہ سے عمر ابن طارق سواران جرار کی ایک فوج آراستہ کے ساتھ جو ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے تھے شعلۂ آتش کی طرح اس موقعہ پر پہنچ گیا۔ اسوقت ساکنان مکہ میں ایک غل پڑ گیا کہ کوفہ سے ایک اور فوج آگئی۔ ابن زبیر نے جو طارق اور اس کے ہمراہیوں کو دیکھا تو سخت حیران ہوا اتنے میں طارق ہانی کے پاس

پہنچ گیا اور بڑھ کر نہایت ادب کے ساتھ اس نے حضرت محمد حنفیہؒ کو سلام کیا حضرت نے اس کے سلام کا جواب دیا اور پیار شاد فرمایا کہ اے دلیرو اپنی تلواروں کو میان میں کرلو یہ سنتے ہی فوراً محمد حنفیہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اس عرصہ میں عمر ابن حارث اپنے گروہ کے ساتھ نیزے ہاتھوں میں لئے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت یہ لوگ کہتے تھے اور آپس میں اس قسم کے تذکرے کرتے تھے کہ عبداللہ ابن زبیر پر ادبار آگیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ حکومت ختم ہو گیا۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ طفیل جو ایک بڑا دلیر آدمی تھا مع اپنی فوج کے اسی طرح ہاتھوں میں نیزے لئے پہنچ گیا اور ان لوگوں کی زبان پر یہ فقرہ جاری تھا کہ یا آل ثارات الحسین بن علی علیہما السلام ہاں تم لوگ دل قوی رکھو اور ان سگانِ ناپاک سے کوئی خوف اور اندیشہ نہ کرنا چاہئے اور اس کے بعد یہ لوگ گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہوگئے اور سب نے بڑھ کر حضرت محمد حنفیہؒ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور عرض کرنے لگے کہ اے آقا آپ عبداللہ ابن زبیر کی بابت کیا حکم دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے ابھی اپنی گفتگو ختم بھی نہیں کی تھی کہ محرز بن قیس مع اپنے گروہ کے نہایت مسلح اور سامان جنگ سے آراستہ کوفے سے یہاں آن پہنچا یہ سب لوگ سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور اشہب گھوڑوں پر سوار تھے اور سب کے کاندھوں پر گرز رکھے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ محرز کی آواز نہایت اچھی اور خوش لہجہ تھی اور وہ اس وقت ایک موثر الحان میں یہ آیت پڑھ رہا تھا وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جھادہ یعنی راہ خدا میں جہاد کرو جو کہ حق جہاد کرنے کا ہے۔ محرز کے بعد ایک اور سوار مختار نامی ابن عامر اپنی فوج جرار لئے آپہنچا لیکن سب کی سب فوج نہایت عمدہ قسم کے تیر و کمان سے مسلح تھی مکہ کے لوگ اس فوج کو اس طرح آراستہ دیکھکر نہایت متحیر تھے اس وقت عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ اے ہانی تو جو اپنے لشکر کو اس طرح جوق جوق کرکے یہاں لایا ہے تو کیا میں تیری فوج سے ڈر جاؤں گا لیکن تو نے ہمارا حال نہیں سُنا ہے اور مجھ سے تو واقف نہیں ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ ہزار اور دو ہزار سوار ایسے ہیں کہ جیسے بھیڑوں کا گلہ بھیڑئے کے مقابلہ میں ہوتا ہے یہ سنکر ہانی نے کہا کہ یہ تو فضول گوئی کرتا ہے اور غلط کہتا ہے۔ مرد وہ ہے جس سے کوئی کام ظاہر ہوتا ہے تو لوگ اس کی خود ہی تعریف کیا کرتے ہیں نہ یہ کہ تو اپنی تعریف اپنی زبان سے کرتا ہے میں تجھکو لڑائی کی مہلت نہ دونگا یہ سنکر ابن زبیر کو ہانی پر بہت غصہ آگیا اس نے اسی وقت تلوار میان سے نکال لی اس کے سب رفیقوں نے بھی تلواریں میان سے نکال لیں اور صف بستہ لڑائی پر آمادہ ہوگئے عبداللہ بن زبیر کو یہ یقین تھا کہ اگر کوئی معرکہ آپڑا تو اہل مکہ میری شراکت کریں گے اور مجھ کو ہر طرح کی مدد پہنچائیں گے لیکن یہ خیال اس کا غلط تھا کیونکہ اہل مکہ کا رجحان زیادہ تر ہانی اور حضرت محمد حنفیہؒ کی طرف تھا۔ بہرحال جب ہانی نے ابن زبیر کی یہ کارروائی دیکھی۔ تو وہ بھی لڑائی پر کمر بستہ ہو گیا اور اس نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا وہ یہ کہ صفیں لڑائی کے واسطے

قائم کرلیں اور ہانی کی آواز بہت بلند تھی لہٰذا اس نے پکار کر یہ فقرہ حاضرین سے کہا کہ اے اہل مکہ تم ہم لوگوں میں سے اسوقت علیحدہ ہوجاؤ تاکہ دہوکہ میں نہ مارے جاؤ کیونکہ تم لوگ خانہ خدا کے رہنے والے ہو یہ فقرہ سنکر اہل مکہ اسی وقت وہاں سے ہٹکر متفرق ہوگئے۔ اس وقت عبداللہ ابن زبیر کو اپنی غلط فہمی معلوم ہوئی اور اہل مکہ کی اس کارروائی کو دیکھکر وہ نہایت دل شکستہ ہوگیا کہ وہ لوگ یہاں سے چلے گئے اور انھوں نے ابن زبیر کی کوئی مدد نہ کی۔ اس کے بعد ہانی نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھے اور عبداللہ ابن زبیر کی فوج پر حملہ کرے۔ حضرت محمد حنفیہؓ ان لوگوں کے اس ارادہ کو دیکھکر فوراً درمیان میں آگئے اور ان کو موقع نہ دیا کہ معرکہ آرائی اور خوں ریزی خانہ خدا میں ہو اسوقت ایک اور اتفاق ہوا کہ مختار نامدار کا سپہ سالار پہنچ گیا اس کے ساتھ طبل و علم اور دو ہزار نہایت چیدہ اور بہادر سپاہی تھے عبداللہ ابن زبیر نے جو اس فوج کو دیکھا تو سخت متحیر ہوا۔ ادہر حضرت محمد حنفیہؓ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر یہ ارشاد فرمایا کہ اے بھائیو خانہ خدا میں ہنگامہ اور جنگ نہ کرنا چاہئے اس ارشاد پر دوستان مختار جرار و فدائیان جناب حیدر کرار سب اسی جگہ ٹھہر گئے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر حضرت محمد حنفیہ اسوقت درمیان میں نہ آجاتے تو مکہ کے اندر بڑی خوں ریزی ہوتی اور ہزارہا آدمی طرفین کے قتل ہوجاتے۔ ابن زبیر نے جب یہ دیکھا کہ اس قدر فوج حضرت محمد حنفیہ کی مددگار اور تحت فرمان ہے تو وہ اس مقام سے اٹھکر اپنے قیام گاہ کو لوٹ گیا۔ یہاں محمد حنفیہ نے ہانی سے یہ امر ارشاد فرمایا کہ تمہارا سپہ سالار کون ہے اس نے عرض کیا کہ ظبیان بن عمر ہمارا سپہ سالار اور افسر اعظم فوج ہے ظبیان نے اسوقت نہایت ادب کے ساتھ حضرت محمد حنفیہؓ سے عرض کیا کہ اے آقا اگر آپ لڑائی کی اجازت عنایت فرمائیں تو میں اسی وقت عبداللہ ابن زبیر کو مکہ سے نکال باہر کروں اور آپ کو مسند خلافت پر بٹھادوں۔ کیونکہ آپ اس سے زیادہ اس منصب جلیل کے مستحق ہیں حضرت محمد حنفیہؓ نے ظبیان کے اس ارشاد پر فرمایا اے بہادر بارک اللہ فیک یعنی خدا تجھ کو برکت عنایت فرمائے واضح ہو کہ جب ہی جو ہم مکہ میں مقیم رہیں گے تو یہ لوگ ہمارے ساتھ ویسا ہی سلوک اور برتاؤ کریں گے جیسا میرے بھائی کے ساتھ کیا ہے اے ظبیان آگاہ ہو اگر خدائے برتر کے نزدیک اس جہان ناپائیدار کی کچھ قدر و قیمت ہوتی تو کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی پانی کا نہ ملتا اب میرے نزدیک سوائے اس کے اور کوئی تدبیر اور چارہ نہیں کہ تم کوفہ کو لوٹ جاؤ۔ خدا تعالیٰ تمہاری اس تکلیف و رنج کو ضائع نہ کرے اسکے بعد حضرت محمد حنفیہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے یقین اور امید ہے کہ اب عبداللہ ابن زبیر میرے کسی حال پر معترض نہ ہوگا اور ہم کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔ یہ سنکر ظبیان نے عرض کیا کہ اے آقا میں تو حضور کا بہر حال مطیع حکم اور فرمانبردار ہوں یہ کہکر صف جنگ سے اپنے قیام گاہ کو جو مکہ کے قریب تھا واپس چلا گیا یہ مقام ابطح مکہ میں

تھا اس کے بعد عبداللہ ابن زبیر نے تمام شرفاء مکہ کو جمع کیا اور ان سے یہ مشورہ کرنے لگا کہ اب حضرت محمد حنفیہؓ کے واسطے کیا تدبیر کی جائے اور نیز یہ شکایت کی کہ مجھ کو تم سے ایسی امید نہ تھی جو تم نے میرے ساتھ اس موقع پر برتاؤ کیا ہے اور اگر ایسا ہی تم لوگوں کا خیال اور ارادہ تھا یا تم لوگوں کا یہی حال ہے تو پھر مجھ سے بیعت تم سب نے کس لئے کی تھی اس کے جواب میں اہل مکہ نے کہا کہ ہم تیری بیعت میں اسی طرح مستقل اور مستحکم ہیں ہم کو یہ امر معلوم تھا کہ فرزند حضرت علی ابن ابی طالب حضرت محمد حنفیہؓ کا احترام و وقار تمہاری نگاہ میں بہت کچھ ہے اور تم ان کے ساتھ معرکہ آرائی یا لڑائی کو گوارا نہ کروگے اور دوسری یہ بات ہے کہ اگر ہم سچ کہیں تو تم کو برا معلوم ہوگا کہ اگر محمد حنفیہؓ اسوقت ذرا بھی چاہتے تو خود تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھی تھے سب کو قتل کر ڈالتے مگر سید یعنی حضرت محمد حنفیہؓ ایک مرد خدا پرست ہیں انھوں نے اس بات کو روا نہ رکھا کہ خانۂ خدا میں خونریزی ہو اسکے سوا ان کو ذرا بھی خلافت کی طمع یا خیال نہیں ہے اور اگر انکا یہ دعویٰ اور ارادہ ہوتا تو وہ تجھ سے زیادہ اس منصب بزرگ کے مستحق تھے اے ابن زبیر تو انکی جانب سے ہر طرح کا اطمینان رکھ کیونکہ ان سے اس قسم کی کارروائی ہرگز متصور نہیں اگر تو ہماری صلاح مانے تو اب ان سے مصالحہ کرلے کیونکہ صلاح وقت یہی ہے ان لوگوں کی رائے عبداللہ ابن زبیر نے قبول کرلی اور ان سے کہا کہ جو کچھ تم لوگوں کی صلاح ہے میں اسی پر کاربند ہونگا چنانچہ سب شرفائے مکہ عبداللہ زبیر کے مکان میں جمع ہوئے اور اس غرض سے ان کی یہ فراہمی تھی کہ عبداللہ ابن زبیر اور حضرت محمد حنفیہ میں باہم صلح کرادیں پس اک طرف زبیر اور اس کے سب بھائی جعفر ابن زبیر اور منذر اور مصعب ابن زبیر اور عثمان ابن سینہ اور سرداران اور سب شرفاء مکہ ایک طرف بیٹھے اور حضرت محمد حنفیہ اور طبیان اور ہانی ابن قیس اور عمر بن طارق اور عمائد کوفہ جو مختار کے پاس سے آئے تھے ایک طرف بیٹھے اور اس مجمع میں عبداللہ ابن عباس ایک طرف بیٹھے بعد اس کے سب عبداللہ ابن عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو گویا حکم یعنی سرپنچ قرار دیا پس عبداللہ ابن عباس نے اسوقت ایک مجمع کثیر کے سامنے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تقریر دلپذیر فرمائی کہ اس خدائے بزرگ و برتر کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے ہم کو عالم نیستی سے صفحۂ ہستی پر ظاہر و نمایاں اور خلق فرمایا اور پھر ہم میں ایک شخص کو جو لائق اور افضل تھا اسکو رسالت اور پیغمبری عنایت فرمائی اور ان کے شرف و جلالت کے طفیل اور واسطے میں ہم کو اعزاز و وقار عنایت فرمایا اور اس امت کو سب پہلی امتوں پر بزرگی اور فضیلت عنایت فرمائی اور پھر تمام مخلوقات سے اس کے اہل بیت کو افضلیت اور شرف عطا کیا خاص کر اس رسول مقبول کے چچازاد بھائی کو فضیلت عطا فرمائی کہ وہ سید الوصیین اور امام المتقین ہیں یعنی حضرت علی ابن ابیطالب امیر المؤمنین کو انھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور ان کے فضائل سے ہر شخص آگاہ ہے اور وہ سب سے زیادہ نامور اور سب سے زیادہ عالم اور جوانمرد تھے اور وصی رسولؐ اور زوج بتولؑ تھے اور راستگو اور راست کردار تھے اور عامہ مخلوق کیواسطے نہایت ہی مشفق و مہربان و کرم کرنے والے تھے اور ان کا سر عقل سے مرکب تھا اور آنکھیں عبرت سے مخلوق

تھیں اوران کی زبان سراسر حکمت تھی اورکان لطافت سے مملو تھے اوران کے بازوؤں کی ترکیب شجاعت پر تھی اور ہاتھ کفایت سے مرکب تھے اوران کی پشت توکل کا سرچشمہ تھی اوران کے پاؤں اطاعت الٰہی میں مصروف اور قدم خدمتگذاری راہ خدا میں مصروف وسرگرم تھے اوران کی اصل عصمت سے انکا جسم سرتاپا طاہر اور پاکیزہ تھا اوران کا نام علیؑ مرتضیٰ تھا یہ شخص خدا کا ولی اور مصطفیٰ کا وصی تھا خدائے بزرگ نے قرآن مجید میں اس کو یاد فرمایا ہے اوراس کی تعریف کی ہے۔ قولہ تعالیٰ ویوفون بالنذر ویخافون۔ اورایک جگہ فرماتا ہے انما انت منذر ولکل قوم ھاد اور دوسرا حکم فرماتا ہے ویطعمون الطعام علی حبہ اورایک مقام پر فرماتا ہے انما نطعمکم لوجہ اللہ اورایک جگہ ارشاد ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت اورایک مقام پر فرمایا ہے ان السمع والبصر والفواد اورایک جگہ قرآن مجید میں ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عم یتساءلون اور پھر ایک مقام پہ ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ اسی طرح خدائے بزرگ نے ایک سو اسی آیات میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اور جلالت کو یاد فرمایا ہے اوراس کے بعد ان کے فرزند یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت امام حسنؑ علیہ السلام یہ دونوں بھائی حضرت فاطمہ دختر جناب رسولخدا صلعم کے صاحبزادے ہیں اوران کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام امام برحق ہیں کہ جو تمام روئے زمین سے علوم وفنون اور زہد واتقا میں برتر ہیں اورہائیں ہمہ اس امت جفا کار نے جو کچھ ان سے سلوک کیا ہے کسی کے ساتھ ایسا نہ کیا ہوگا اور حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو شہید کیا اور ان کے فرزند حضرت امام حسنؑ کو زہر دیا اوران کے دوسرے فرزند کو کربلا کے میدان میں بہتر آدمیوں کے ساتھ کہ سب ان کے فرزند عزیز اور دوست تھے شہید کیا خدا کی قسم کہ اس امت نے ان کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کی اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی رحمت نازل کرے اس کے بعد عبداللہ ابن عباس نے یہ تقریر کی کہ اے اہل مکہ آگاہ ہو کہ ہمارے پیغمبرؐ نے حدیبیہ میں کفار قریش سے صلح کی تھی اور حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کی تھی اور یہ تم لوگ بخوبی جانتے ہو کہ حضرت محمد حنفیہ حضرت علیؑ کے فرزند ہیں اوران کے ماں باپ شرافت اور حسب اور جلالت نسب میں سب سے افضل ہیں اور اگر ان کا ارادہ حکومت کا ہوتا تو وہ ضرور ان کو میسر ہوجاتی اور جو شخص اس وقت طالب دنیا ہے وہ ظاہر ہے کہ کون ہے عبداللہ ابن زبیر کو ابن عباس کا یہ فقرہ نہایت برا معلوم ہوا۔ اوراس نے اہل مکہ کی طرف رخ کرکے کہا کہ آگاہ ہو کہ مجھ میں اوراس بوڑھے میں جو اندھا ہے کبھی صلح نہ ہوگی کیونکہ یہ شخص راہ راست سے پھر گیا اور میرا مخالف ہے اوراس قسم کی باتوں سے ہم کو رنج اور ایذا پہنچاتا ہے ہم لوگ زبیر کی اولاد اوراسکے فرزند ہیں نیکوں سے نیکی کرتے ہیں اور خطاواروں کے قصور اور خطا سے درگذر کرتے ہیں یہ شخص میری غیبت میں دشمنی کرتا ہے اور میرے سامنے دوستی کی باتیں

جانتا ہے اس اندھے سے نہ مجھکو اور نہ تم کو نیکی کی کوئی امید رکھنی چاہئے اگر یہ شخص راست ہوتا تو حضرت علیؑ کا شریک ہو کر جنگ جمل میں حضرت عائشہ سے کہ حضرت رسولخدا کی بی بی تھی مقابلہ نہ کرتا اور نہ ہم کو ایسی ناسزا باتیں کہتا خیر میں نے ان باتوں سے اس شخص کی اسوقت درگذر کی کیونکہ یہ ایک بوڑھا آدمی ہے اور اس کی عمر قریب الاختتام ہے اور بدحواسی کی باعث قلم تکلیف اس سے اٹھایا گیا ہے اور یہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ ہم لوگوں سے اسوقت کیا کہہ رہا ہے عبداللہ ابن عباس نے جب ابن زبیر کی یہ تقریر سنی تو تبسم کیا اور غلام کو حکم دیا کہ ذرا مجھ کو آگے کو لے چل تاکہ اس کی تقریر کا میں بھی جواب دوں اور پھر ابن زبیر کی تقریر کا اس طرح عبداللہ ابن عباس نے جواب دیا کہ اے ابن زبیر یہ جھوٹ جو تو نے میری نسبت بکا ہے میں اس سے دل تنگ نہیں ہوا اور نہ مجھ کو کوئی ملال ہے چونکہ الحق مر مشہور ہے اور سچ سے بے شک تمہارے تن بدن میں آگ لگے گی مجھکو کیا ہوا ہے حیف تیری آنکھوں میں سیاہ پانی اتر آیا ہے تو نے جو یہ کہا کہ میں تیری دوستی اور محبت سے پھر گیا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تجھکو کبھی اور کسی حال میں دوست نہیں رکھتا تھا اور حضرت علیؑ کے جو فضائل اس وقت میں نے بیان کئے تو یہ کچھ ریا اور مکر سے میں نے نہیں بیان کئے ہیں بلکہ جو کچھ میں نے کہا ہے قول خدائے کریم کی بموجب کہا ہے لیکن بوجہ اس بغض اور دشمنی کے جو تجھ کو حضرت علی علیہ السلام سے ہے تو ان کی تعریف کسی طرح سننا گوارا نہیں کرتا اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ جو کچھ بھی بات ہے وہ میرے نزدیک غلط اور دروغ ہے وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ رہا یہ امر کہ تو مجھکو میری نابینائی کا طعنہ دیتا ہے آگاہ ہو کہ کوئی تو ظاہری آنکھوں سے نابینا ہوتا ہے اور کسی کا دیدۂ دل کور ہوتا ہے پس تو اس قسم کا آدمی ہے کہ جس کا دیدۂ دل نابینا ہے اور یہ جو تو نے ام المومنین اور ان دو برگزیدگان حضرت کا ذکر کیا ناہ بخدا میں نے ہرگز عائشہ سے جنگ نہیں کی بلکہ عائشؓ امیرالمومنین علیہ السلام سے مقابلے کے لئے آمادہ ہوئی چونکہ میں امیرالمومنین علی مرتضی کو تمام مخلوق سے زیادہ دیندار و مطہر و احق جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہوں ان کا ساتھ دیا وہ ہرگز ناحق کسی کے ساتھ ستیز و پیکار کو روا نہ رکھتے تھے اور میں نے حق جان کر حضرت علیؑ کا ساتھ دیا اور ہنگامۂ جنگ و پیکار واقع جمل میں شریک ہوا اور بی عائشہ سے مقابلہ پیش آیا اس میں میری کیا خطا ہے پس تو یہ بات دو حال سے خالی نہ تھی جس جماعت سے تم نے مقابلہ کیا تھا یعنی وہ جماعت جو حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ تھی وہ یا تو مومن تھی یا مشرک اگر وہ درحقیقت اہل ایمان اور خدائے برتر کے شناسا تھے تو تم نے ان سے کیوں مقابلہ اور جنگ کی تھی اور ان میں سے جو لوگ تمہارے ہاتھ سے مارے گئے تو ان کا عذاب اور ان کا خون خدائے عزوجل کی طرف سے تمہارے سر پر واجب ہے کیونکہ وہ خدائے برتر یہ فرماتا ہے من قتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدین فیھا اور اگر وہ لوگ جن سے جنگ میں تم لوگ مقابلہ کرتے تھے مشرکین میں سے تھے تو یہ

اور سخت گناہ تم سے سرزد ہوا مشرکین کی لڑائی اور ان کے مقابلہ سے بھاگ گئے اس صورت میں بھی عذاب خدا تعالیٰ تم پر واجب ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ عائشہؓ نے جو وہ مقابلہ اور جنگ حضرت امیر المومنینؑ سے کی تھی اس سے توبہ کر لی تھی اور استغفار کر لی تھی اور بہت روئی تھی اور نہایت نادم اور پشیمان تھی جس وقت عبداللہ ابن زبیر نے یہ تقریر دلپذیر اور موثر عبداللہ ابن عباس سے سنی تو گویا زمین میں فرط ندامت سے گڑ گیا تھا۔ اس کے چہرہ کی رنگت زرد ہو گئی تھی اور بالکل چپ ہو گیا تھا اور پھر ایک حرف بھی اس کی زبان سے نہ نکلا جب عثمان بن شیبہ نے دیکھا کہ ابن زبیر اسوقت نہایت نادم اور خجل ہے تو اس نے اسوقت تقریر کرنی شروع کی یہ شخص طاقت لسانی رکھتا تھا۔ اس نے عبداللہ ابن عباس کی طرف رخ کر کے یہ کہا کہ یا شیخ تم عالم زمانہ ہو اور سب لوگ تم کو مانتے ہیں تم کو خوب معلوم ہے کہ طلحہ و زبیر نے خطا کی تھی کہ حضرت امیر المومنین سے مقابلہ کیا تھا اور ان سے لڑائی کے واسطے گئے تھے اور گناہ ان دونوں سے سرزد ہونا کوئی تعجب کا محل نہیں ہے خیر اب ہم دوسری بات چھیڑنا چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ قضیہ فیصل ہو اور یہ قصہ اور جھگڑا دفع ہو اور محمد حنفیہؒ اپنے مکان کو واپس چلے جائیں یہ سنکر عبداللہ ابن عباسؓ نے عثمان کی طرف متوجہ ہو کر اس کی بات کا یہ جواب دیا کہ اے پسر سعد میں نے خود تقریر کو ختم کر دینا چاہا تھا۔ مگر خواہ مخواہ مجھکو زیادہ بیان کرنے پر ان لوگوں نے آمادہ کر دیا پس مردوں ہے کہ جو کسی کی بات کا جواب دینے سے خوف نہ کھائے اور جو کچھ صحیح صحیح ہو اس کو بے کم و کاست بیان کر دے کہ اس کی عزت و آبرو قائم رہے اور اس کو ندامت نہ حاصل ہو۔ یہ سنکر سب لوگ اٹھے اور عبداللہ ابن عباسؓ کو وہاں سے اٹھا کر اس کی جگہ پر لے گئے اور اس میں ہر قسم کی گفتگو ہوتی رہی آخر کار یہ قرار پایا کہ جس طرح ممکن ہو ان دونوں کی باہم صلح کرا دیں تاکہ محمد حنفیہؒ یہاں سے بخیر و عافیت اپنے گھر کو جائیں اور امن و اطمینان سے اپنے مکان پر قیام کریں۔ آخر عبداللہ ابن زبیر نے یہ قسم کھائی کہ میں حضرت محمد حنفیہ سے کوئی برائی نہ کروں گا اور چاہے وہ مکہ معظمہ میں مقیم رہیں یا مدینہ منورہ جا کر بود و باش اختیار کریں ان کو اختیار ہے میں اس میں کچھ دخل نہ دونگا اور جو حاجت حضرت محمد حنفیہؒ کی ہوگی وہ پوری کی جائے گی اس کے بعد عبداللہ ابن زبیر کہنے لگا خدا علیم ہے کہ میں نے حسینؑ ابن علیؑ کو بڑے اصرار سے منع کیا تھا کہ مکے سے باہر نہ جائیں اور یہاں ہی قیام کریں۔ میں اپنی جان تک ان پر قربان کر دیتا مگر انھوں نے میرا کہنا کسی طرح سے نہ مانا اور یہاں سے چلے گئے اور جب ان کی شہادت کی خبر میں نے سنی تو ان سب لوگوں کو جو اسوقت موجود ہیں معلوم ہے کہ میں نے منبر پر جا کر ان کے کس قدر فضائل بیان کئے تھے اور ان کے ماتم میں سوگوار اور غمگین رہا۔ میں ان کو بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں اور یہ جو میں نے محمد حنفیہؒ کے واسطے کچھ لوگ محافظ مقرر کر دیئے تھے اس میں ایک خاص میری مصلحت تھی مگر شکر خدا کہ انجام بخیر ہوا اور میں نے کبھی آل رسولؐ اور اولاد علیؑ

پر دست درازی نہیں کی اور نہ آئندہ مجھ سے ایسا امر ہوگا خاصکر اس سید جلیل کی بابت چلو قصے طے کرو اب ہم سب اس سید سے معافی طلب کریں اور تم لوگ ان سے میری سفارش کرو کہ وہ میرا قصور معاف کر دیں اور مجھ کو میری خطائیں بحل کر دیں وائے ہے اس پر کہ جس کے قیامت کے روز خدا اور رسول دشمن ہوں جب حضرت محمد حنفیہؓ نے عبداللہ ابن زبیر کی یہ تقریر سنی تو فرمایا کہ اے زبیر میں نے تجھکو معاف اور بحل کیا اور جس شخص نے کہ مجھکو ستایا اور ایذا پہنچائی میں نے اسکو بھی بحل کیا خدا تعالیٰ تیر اکام اور نیز میرا اور سب مومنوں کا خیر و عافیت سے انصرام کو پہنچائے پھر عبداللہ ابن زبیر نے ایک صلحنامہ اس مضمون کا لکھا کہ عبداللہ ابن زبیر محمد حنفیہؓ کے ساتھ کبھی کوئی برائی نہ کرے گا اور نہ کوئی تعرض ان سے یا ان کی اولاد سے کریگا اور صلحنامہ ایک کاغذ پر لکھا گیا اور اس پر سب شرفائے مکہ اور کل حاضرین نے اپنی مہریں بھی کر دیں اور اس کے بعد حضرت محمد حنفیہؓ مع ہمراہیوں کے اٹھے اور دولت خانہ کو واپس تشریف لے گئے وہاں پہنچکر رفقائے مختار سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ رخصت ہو جاؤ اور مختار سے میرا سلام کہنا اور یہ کہدینا کہ تجھ پر خدا کی رحمت ہو کہ تو جسکے درجہ پر محب اہلبیت ہے خدا تجھ کو جزائے خیر دے کہ تونے میری امداد میں کوئی کمی نہیں کی اور مروت کی جو شروط تھیں وہ سب بجا لائے خلاصہ یہ کہ سب لوگ حضرت محمد حنفیہ سے رخصت ہوئے اور ان سے اجازت لیکر اپنے لشکر میں آئے اور ظبیان نے اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر فوج کو اسی طرح پر گروہ گروہ کر کے عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ کیونکہ اگر سب اکٹھے ہو کر روانہ ہوتے تو شاید رسد اور زاد راہ کی دقت ہوتی اور چلتے وقت اس فوج کو یہ حکم دیا کہ تم سب علیحدہ علیحدہ ہو کر کوفہ میں نہ داخل ہونا بلکہ شہر مذکور کے قریب کسی مقام پر جمع ہوتے رہنا اور جب سب اس مقام پر فراہم ہو جاؤ تو متفق ہو کر شہر کے اندر داخل ہونا کیونکہ اس صورت میں مختار کی نام وری اور اعزاز و احترام ہوگا اور اس کی شان و شوکت کا آوازہ بلند ہو کر سب میں مشہور ہو جائے گا چنانچہ ظبیان نے جیسا حکم دیا تھا فوج مذکور نے اس کی پوری تعمیل کی اور جائے معینہ پر قیام کیا یہاں تک کہ خود ظبیان بھی وہاں پہنچ گیا اس وقت مختار کو بھی اس بات کی اطلاع ہوئی کہ جو لشکر مکہ معظمہ کو بھیجا گیا تھا وہ بخیر و عافیت واپس آ گیا چنانچہ اسی وقت مختار و ابراہیم و عبداللہ کامل اور اپنے خاص دوستوں اور سرداران فوج کو ہمراہ لے کر ان کے استقبال کو شہر سے باہر روانہ ہوا اور اس سپاہ نامدار کو نقارے اور نشان کے ساتھ باعزاز و اکرام شہر میں لائے مختار نے ان کو محل کے قریب ٹھیرایا اور سب کے ساتھ نہایت مرحمت و سخاوت سے پیش آیا۔ اس کے بعد مختار نے ظبیان سے پوچھا کہ آخر سید یعنی حضرت محمد حنفیہؓ کا معاملہ کیونکر طے ہوا۔ اور اسوقت ظبیان نے اول سے آخر تک جو کچھ گذرا تھا مفصل و شرح بیان کیا یہ سنکر مختار اور ابراہیم اور سب سردار نہایت خوش ہوئے اور ظبیان کو بہت تحسین و آفرین کی پھر مختار نے ان سب کو خلعت عطا کیا۔ اس کارروائی سے مختار کی طاقت

فوجی اور انتظام ملکی ترقی پاگیا تھا اور اس کا کوئی دشمن سوائے عبیداللہ ابن زیاد کے کہ جو اندنوں عبدالملک ابن مروان کا سپہ سالار ہو گیا تھا باقی نہیں رہا تھا۔ ملعون اس زمانہ میں تراسی ہزار سپاہیوں کی سرداری سے موصل میں مقیم تھا اور ادھر مختار بھی اس سے غافل نہ تھا بلکہ اس کی بربادی اور تباہی کی فکر میں ہر وقت مصروف تھا۔

واقعہ چہاردہم عبداللہ ابن زبیر کی عہد شکنی اور حضرت محمد حنفیہ کا مکہ سے ہجرت کرنا

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب مختار کا لشکر مکہ سے لوٹ آیا تو حضرت محمد حنفیہ نے اعتکاف نشینی اختیار فرمائی اور کسی شخص کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے تھے صرف صبح کے وقت آپ اپنے دولت خانہ کا دروازہ کھولتے تھے کہ لوگ اس وقت ان کی زیارت کے واسطے حاضر ہوتے تھے اور اگر کوئی مشکل ان کو درپیش ہوتی یا کوئی مسئلہ دریافت طلب ہوتا تو ان سے پوچھتے تو آپ اس کو حل فرما دیتے۔ خصوصاً جمعہ کے روز کثرت سے خلقت آپ کی خدمت میں جمع ہوتی تھی یہ امر عبداللہ ابن زبیر پر بہت گراں گذرتا تھا آخر اس کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر حضرت محمد حنفیہؓ اسی طرح ایک برس تک یہاں قیام فرمائیں گے تو میرا سب دعویٰ خلافت بالکل نیست و نابود اور باطل ہو جائے گا اور لوگ ان سے بیعت کر لیں گے اور پھر ان لوگوں کو حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں پیش کریں گے تو اس وقت جو کچھ میں نے اپنے قیام سلطنت و حکومت کے لئے کارروائی اور کوشش کی ہے وہ سراسر فضول اور ضائع ہو جائے گی۔ پس اس نے یہ فکر کی کہ کوئی ایسا حیلہ پیدا کرنا چاہیے کہ حضرت محمد حنفیہ مکہ اور حجاز سے چلے جائیں اور جس وقت وہ یہاں سے چلے جائیں گے مجھے اپنی خواہش اور خیال اور قوت حکومت میں کامل کامیابی نصیب ہو جائے گی لیکن کیا تدبیر ہو کہ میرا یہ منصوبہ درست و راست ہو اگر ان کی ہلاکت کا قصد کرتا ہوں یا ان کو کوئی آزار و تکلیف پہنچاتا ہوں تو عہد شکن مشہور ہو جاؤں گا اور میری قسمیں بالکل دروغ اور غلط ٹھہریں گی اور یہ بھی اس نے خیال کیا کہ نہ تو میں ان سے ہنگامہ برپا کر سکتا ہوں اور نہ لڑ ہی سکتا ہوں اور نہ خاموش بیٹھ سکتا ہوں آخر اس نے ایک شخص حضرت محمد حنفیہؓ کی خدمت میں بھیجا اور ان کو یہ پیام کہلا بھیجا کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو سجادہ تمہارے پاس ہے اسکو میرے واسطے بھیجدو کہ میں اس پر نماز پڑھوں گا۔

زبیر کے قاصد نے حضرت حنفیہؓ کو اس کا یہ پیام نامعقول گذارش کیا تو حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ مسکرائے اور اس قاصد سے فرمایا کہ تو لوٹ جا اور ابن زبیر کو میری طرف سے کہدینا کہ اس وقت تو نے عجیب و غریب بات مجھ سے کہلا بھیجی ہے تو جانتا ہے کہ سجادہ حضرت رسولخدا کا ہے جس پر حضرت جبرئیلؑ امین نے نماز پڑھی اور اس پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے نماز پڑھی اور ان کے بعد حضرت فاطمہ ؑ

کو وراثتاً میراث میں پہنچا اور حضرت فاطمہؑ سے حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ملا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو عطا ہوا اور انھوں نے مجھکو مرحمت فرمایا ہے اور میں بھی اس کو اسی طرح دست بدست حضرت امام محمد مہدی صاحب الزماں صلوات اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں پہنچاؤں گا مجھکو اجازت نہیں ہے کہ میں اس سجادہ کو سوائے اس شخص کے کہ جسکو دینے کا حکم ہے اور کسی کو دیدوں اور اگر اس غرض سے تو سجادہ طلب کرتا ہے کہ اس کے ذریعے سے تجھ کو تقرب خدا حاصل ہو تو میں خود اس وقت وصی پیغمبر موجود ہوں مجھ سے یہ تقرب حاصل ہو سکتا ہے اگر مجھ سے افضل اور اعلم شخص کی تجھ کو تلاش اور ضرورت ہے تو وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جو اس وقت مدینہ منورہ میں رونق افروز ہیں اور وہ امام زماں ہیں۔ اور اپنے پدر بزرگوار یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کے وصی اور ولی ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہو اور ان سے تقرب خدا کی خواہش ظاہر کر۔ کیونکہ ان کا مرتبہ اس سجادہ سے بہت بڑھا ہوا ہے اور اس صورت میں روح جناب رسول خدا بھی تجھ سے خوشنود ہوگی یہ جواب باصواب حضرت محمد حنفیہؓ سے سنکر عبداللہ بن زبیر کا قاصد واپس آیا اور جو کچھ اس نے سنا تھا وہ ابن زبیر سے حرف بحرف بیان کیا عبداللہ ابن زبیر کو جواب سے غصہ آیا اور اسی وقت اس نے مستور بن مخرمہ کو بلایا اور یہ مستور ایک نہایت بزرگ آدمی تھا اور مکہ کے عمائدین میں سے تھا اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت کا شرف بھی رکھتا تھا خلاصہ یہ کہ جب مستور حسب الطلب ابن زبیر کے پاس آیا تو ابن زبیر اس کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور اپنی جگہ پر بٹھایا اور پھر اس سے یہ کہنے لگا کہ اے مستور تو مکہ کا رئیس ہے اور یہ امر تجھ کو بخوبی معلوم ہے کہ میں نے ملک حجاز پر کیسی دشواری اور مشکل اور زحمت سے قبضہ کیا ہے اور اسی حکومت کے واسطے تو میں نے یزید ابن معاویہ سے بھی معرکہ آرائی کی لیکن اب مجھے اندیشہ ہے کہ میری اس محنت اور کوشش و تدبیر کو محمد حنفیہ ضائع کر دیں گے جب مستور نے ابن زبیر سے یہ سنا تو اس کو یہ جواب دیا کہ یا امیر اس وقت تک حضرت محمد حنفیہؓ نے تیرے ساتھ کوئی امر خیانت پذیر نہیں کیا ہے تو میری بات کو بغور سن اور اس بدمزاجی اور درشتی کو موقوف رکھ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ فرزند علی ابن ابی طالب علیہ السلام یعنی حضرت محمد حنفیہ ایک شجاع زمانہ ہیں تجھکو لازم و مناسب ہے جو کچھ ان کے ساتھ اپنی زبان سے اقرار کر لیا اور جو عہد ہو چکا اس پر قائم رہ اور وہ کام نہ کر کہ جس میں تو بدنام ہو میں اس بات کا ضامن ہوتا ہوں کہ ان سے کوئی نقصان یا بدی تیرے واسطے سرزد نہ ہوگی اس وقت ابن زبیر نے یہ جواب دیا کہ اے مستور جب تک میں ان سے سجادہ نہ لیلوں گا ہرگز دستبردار نہ ہوں گا کیونکہ جب میں امیرالمومنین ہوں تو ضرور ہے کہ سجادہ بھی میرے پاس ہو۔ مستور نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ تو امیر مومناں ہے۔ مگر یہ سجادہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار ہے اور اسکا

رہنا اس کے اہل بیت کے پاس ہی زیبا اور ضرور ہے اسوقت ابن زبیر نے جواب دیا کہ اسوقت تک تو اے مستور تو راہ حق پر تھا۔ لیکن اب راہ راست سے برگشتہ ہو گیا ہے۔ مستور نے کہا کہ میں راہ حق سے ہرگز منحرف نہیں ہوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ سچی بات کڑوی معلوم ہوتی ہے اور حق کی مدد باطل کے مقابلہ میں سب پر واجب ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ یعنی مدد کرو تم نیکوں اور پرہیزگاروں کی اور نہ ساتھ دو تم گنہگاروں اور ظالموں کا یہ سنکر ابن زبیر نے مستور کو جواب دیا کہ کلمۂ حق تیری زبان سے نہیں نکل سکتا تاوقتیکہ تجھکو حق و باطل میں تمیز کرنے کا مادہ نہ ہو مستور نے کہا کہ یا امیر جس وقت دعویٰ فدک پیش ہوا تھا تو حضرت فاطمہؑ سے یہ کہا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کسی کو نہیں مل سکتی حالانکہ حضرت صلعم کا یہ ارشاد ہے کہ اگر میرا کوئی کلام قرآن مجید کے خلاف ہو تو اس کو ہرگز قبول نہ کرو۔ اللہ جل شانہ کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے وورث سلیمان داؤد اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ یرثنی من ال یعقوب اس تقریر کو سنکر ابن زبیر نے جواب دیا کہ تو مجھ سے ایسی بات نہ کہہ کہ جس سے میرا دشمن میری ولایت میں رہے میں اپنے دشمن کو اپنی ولایت میں نہ رہنے دونگا اور اسی وقت اس نے ایک شخص کو بھیج کر اپنے حاجب کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ تو بہت سے سوار اور پیادے لیکر محمد حنفیہؓ کے مکان پر چڑھ جا اور اس سے پیغمبرؐ کا سجادہ لے آ اور اگر یوں سجادہ نہ دے تو میں نے تجھکو اختیار دیا ہے کہ جو تیرا دل چاہے اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چنانچہ حاجب مذکور اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت محمد حنفیہؓ کے مکان پر پہنچا اور جس مکان میں محمد حنفیہ رہتے تھے اس میں حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تھے اس کا دروازہ آہنی تھا اور عبداللہ ابن زبیر نے جس روز اپنے حاجب کو حضرت محمد حنفیہؓ کی گرفتاری کے واسطے بھیجا تھا اس سے بیشتر حضرت محمد حنفیہ نے دروازہ مذکور کو سعد اپنے غلام سے بند کرا دیا تھا کیونکہ یہ خیال تھا کہ شاید وہ دشمن خدا و رسولؐ اس مکان میں گھس آئے جب حاجب زبیر اس مکان پر پہنچا تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اندر سے کسی نے جواب نہ دیا حاجب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آگ لے آؤ میں اس مکان کو جلادونگا جب مکہ میں یہ خبر مشہور ہوئی تو ایک مخلوق اس مکان کے گرد جمع ہو گئی اور چاروں طرف سے لوگ چلے آتے تھے اور کہتے تھے کہ عبداللہ ابن زبیر نے عہد شکنی کی اور اس نے جو قسم کھائی تھی اس پر قائم نہ رہا اور اب اس کا ارادہ ہے کہ رسولؐ خدا کے مکان میں آگ لگا کر اس کو جلادے جس وقت حضرت محمد حنفیہؓ نے یہ شور و غل سنا تو آپ اٹھے اور دروازہ کھول کر مکان سے باہر تشریف لائے جو لوگ وہاں کھڑے غل مچا رہے تھے وہ اس وقت آپکو دیکھکر خاموش رہے اور حضرت محمد حنفیہؓ نے حاجب سے کہا کہ اے حاجب تو یہاں اسوقت اس لئے آیا ہے کہ رسولخدا کے گھر میں آگ لگا کر اس کو جلادے کیا تو نہیں جانتا کہ حضرت رسولخدا اس مکان میں پیدا ہوئے تھے اور یہاں حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے

تھے اور اس کے سوا اس مکان میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی قبر ہے۔ لیکن تم سے کچھ تعجب نہیں ہے کہ تم لوگ ایسی حرکت ناشائستہ کے مرتکب ہو کیونکہ تمہارے بزرگوں نے بھی ہمارے بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا تھا اس پر اہل مکہ نے کہا کہ اے آقا اگر آپ حکم دیں تو ہم ان کو قتل کر ڈالیں حضرت محمد حنفیہؓ نے جواب دیا کہ حاجب کا قتل کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ ایک ملازم اور قاصد ہے اور اس کو ابن زبیر نے صرف اس غرض سے بھیجا ہے کہ کسی طرح میں یہاں سے چلا جاؤں کیونکہ جب تک میں یہاں رہوں گا کوئی شخص اس کے پاس نہیں جائیگا خدا کا ہزار شکر ہے کہ اس نے ہم کو یہ مرتبہ عنایت و کرامت فرمایا ہے اور یہ پہلی بات ہے کہ والد بزرگوار نے میرے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب فلاں زمانہ آجائے تو مکہ سے ہجرت کر کے چلے جانا اور یہ بھی انھوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ تجھ کو خوش ہونا چاہئے کہ خداوند کریم تجھکو اس مقام پر پہنچادے گا جہاں کا اس نے وعدہ فرمایا ہے پس اب وہ وقت قریب آگیا ہے اور میرا زمانہ ہجرت بھی یہاں سے بہت قریب ہے یہ فرما کر آپ اس حاجب کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمانے لگے کہ اے حاجب تو یہاں سے جا کر ابن زبیر سے یہ بات کہہ کہ وہ مجھکو اتنی مہلت دیدے کہ میرا قاصد مدینہ سے جا کر واپس آجائے اس کے بعد میں مکہ سے چلا جاؤنگا اور پھر جب تک تو زندہ ہے یہاں مجھکو نہ دیکھے گا چنانچہ حاجب مذکور نے اسی وقت ابن زبیر سے جا کر حضرت محمد حنفیہؓ کا ارشاد بیان کیا اس پر عبداللہ نے کہا کہ میں نے منظور کیا اور ان کو اس قدر مہلت دی حاجب نے عبداللہ سے یہ بھی کہا کہ اگر حضرت محمد حنفیہؓ ذرا بھی دیر کر کے مکان سے نکلتے تو لوگ مجھکو قتل کر ڈالتے جب وہ مکان سے باہر تشریف لائے تو لوگوں کا مجمع متفرق ہوا۔ بہر حال اس واقعہ کے بعد حضرت محمد حنفیہ نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں اس مضمون کا ایک عریضہ بھیجا کہ یا ابن رسول اللہ یہاں سے میری روانگی کا وہ وقت آگیا جس کی نسبت مجھ سے پدر بزرگوار نے ارشاد فرمایا تھا مگر میں آپ کی بغیر اجازت یہاں سے جانا نہیں چاہتا پس آپ کا جو حکم ہو اس کی تعمیل کی جائے کیونکہ اب یہاں سے روانگی کا وعدہ قریب پہنچ گیا آخر عریضہ پہ مہر لگا کر اپنے غلام سعد کو دیا اور اس سے یہ ارشاد فرمایا کہ تو یہ عریضہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں لے جا اور ان سے اس کا جواب لے کر میرے پاس لوٹ آ۔ چنانچہ حسب الحکم حضرت محمد حنفیہؓ سعد اس عریضہ کو لیکر بعجلت تمام وسرعت بالا کلام مدینہ منورہ روانہ ہوا اور تھوڑے عرصہ میں وہاں جا پہنچا سعد کو دیکھکر اہل مدینہ بکثرت اس کے گرد جمع ہوگئے اور یہ پوچھنے لگے کہ اے سعد کیا تو کوئی خط محمد حنفیہؓ کا لایا ہے ان لوگوں کے اس استفسار پر سعد کو کمال حیرت ہوئی اور آخر سعد نے ان سے پوچھا کہ تم کو اس حال سے کس نے اطلاع دی کہ میں کوئی نامہ لایا ہوں اور اس غرض سے یہاں آیا ہوں۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ جس روز تو مکہ معظمہ سے روانہ ہوا تھا تو حضرت امام زین العابدین نے ہم سبکو تیری روانگی سے آگاہ فرما دیا تھا اس بات کو آج سات روز گذرے ہیں یہ سنکر سعد نے کہا کہ بیشک جیسا تم نے حضرت امام

علیہ السلام نے سنا ہے وہ بجا اور درست ہے خلاصہ یہ کہ سعد بکمال آداب وتعظیم آستانۂ کاشانۂ نور دیدہ نبوت اور گل گلزار رسالت جناب امام زین العابدین علیہ السلام پر حاضر ہوا اور بعد آداب وتسلیمات بجا لانے کے حضرت محمد حنفیہؓ کا عریضہ جناب امام رابع کی حضور میں پیش کیا اور حضرت امام سید الساجدین علیہ السلام نے اس عریضہ کو تمام وکمال ملاحظہ کے بعد زبان فیض ترجمان سے یہ ارشاد فرمایا صدق رسول اللہؐ اور اس کے بعد اس عریضہ کا جواب فوراً اس مضمون کا اپنے قلم فصاحت رقم سے یہ ارقام فرمایا کہ اے عم نامدار اس کام کو انجام دو تاکہ اس مقام پر آپ پہنچ جائیں جس کا وعدہ خدائے برتر نے فرمایا ہے اور جب آپ قائم آل محمدؐ کی خدمت میں پہنچیں تو میرا سلام ان کو پہنچادیں کہ رحمت خدا تم پر نازل ہو۔ والسلام۔ اس کے بعد آپ نے بھی اپنی مہر خط پر لگا کر سعد کے حوالہ کیا اور سعد ابن فرمان واجب الاذعان کو لے کر بسرعت تمام مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوا اور نہایت جلد اس شہر مقدس ومکرم میں داخل ہو کر وہ نامہ موصوف حضرت محمد حنفیہؓ کو دیا اور انھوں نے اس مطالعہ کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ میں ہر طرح امام برحق کی اطاعت اور فرماں برداری میں کمربستہ ہوں اور پھر روانگی کے انتظام اور سامان سفر میں مصروف ہوئے جس وقت اہل مکہ کو حضرت محمد حنفیہؓ کے اس ارادہ اور واقعہ مذکورہ سے اطلاع ہوئی تو اس وقت تمام شیعہ اور سنی متفق ہو کر حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کرنے لگے کہ یا سیدہ آپ مکہ سے کیوں تشریف لئے جاتے ہیں اور کدھر کا ارادہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بھائیو حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ سے شام کو ہجرت کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس سے بصرے کو اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکے سے مدینہ کو ہجرت فرمائی ہے میں ان سے بڑھ کر نہیں ہوں پس اسی طرح میں بھی ابن زبیر کے باعث یہاں سے یمن وطائف کی طرف ہجرت کروں گا اور یہاں سے یہ میری روانگی دنیا کے اسباب عبرت میں ایک قسم کی عبرت ہے اور اب مجھ سے رخصت ہو لو اور تم کو مناسب ہے کہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرتے رہو اور امام برحق امام زین العابدین علیہ السلام کو کہ وہ امام برحق ہیں اپنا امام برحق سمجھتے رہو جب حضرت محمد حنفیہ نے یہ ارشاد فرمایا تو مکہ کے معززین میں سے بیس اشخاص مثل ربیعہ بن قاسم اور عبداللہ بن حارث ہاشمی اور علی بن عبداللہ بن عباس وغیرہ وغیرہ غرضیکہ یہ بیس مرد اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت محمد حنفیہ سے یہ عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی خدمت سراپا برکت میں حاضر رہیں۔ حضرت محمد حنفیہ نے اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ جہاں میں اس وقت جانا چاہتا ہوں وہ مقام معظم ہے وہاں تم کو میں نہ لے جاؤں گا لیکن میں تم کو اس جگہ تک لے جاؤں گا کہ جہاں سے واپس آسکتے ہو پس تم اپنے مکانات کو یہاں سے جاؤ اور سامان سفر کی تیاری کرو اور اپنے زن وفرزند سے وداع ہو لو اور آج کی رات تم سب میرے مکان کے دروازہ پر جمع ہو جانا چنانچہ یہ سب اسیوقت

واپس گئے اور تہیہ سامان سفر میں مصروف ہوئے عبد اللہ ابن عباس نے اپنے فرزند کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اے فرزند تو حضرت محمد حنفیہ کے ہمراہ جہاں تک وہ لے جائیں چلے جانا اور ان کے حکم کی تعمیل سے انکار نہ کرنا کیونکہ ان کے ہمراہ رہنا ایک قسم کی حصول عبرت ہے اور جو کچھ وہ تجھکو حکم دیں اس کو فوراً بجا لاؤ اور جس مقام سے تجھ کو لوٹ جانے کا حکم دیں تو واپس چلے آنا اور کوئی دشواری بھی جس وقت تجھے درپیش ہو تو ان حضرت سے ضرور عرض کر دینا علی ابن عبد اللہ نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گا اور پھر مسلح ہو کر حضرت محمد حنفیہؓ کے حضور میں حاضر ہوا اور نیز وہ لوگ بھی کہ جو اس سفر میں ہمراہ حضرت شریک ہونیوالے تھے وہ بھی حضرت محمد حنفیہ صلوات اللہ علیہ کے دولت خانہ پر جمع ہوئے ادھر حضرت محمد حنفیہؓ نے اپنے اہل اور عیال کو مدینہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا اور سب کے وقت حضرت محمد حنفیہ اپنے مکان سے باہر تشریف لائے آپ جبہ پہنے ہوئے اور سر پر سفید عمامہ باندھے اور عمامہ کا پلہ روئے مبارک پر لٹکائے ہوئے تھے جیسا کہ اہل عرب کا دستور ہے صرف ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور شمشیر اور ایک قرآن مجید گلے میں حمائل کئے ہوئے تھے اور عصا آپ کے ہاتھ میں تھا آپ نے حاضرین سے سلام علیک کی اور وہاں پر استادہ ہو گئے اسوقت سعد نے ایک گھوڑا حضرت محمد حنفیہ کے واسطے حاضر کیا تاکہ آپ سوار ہوں یہ دیکھکر سعد سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس روز سے میرے بھائی کی شہادت کی خبر ملی ہے میں نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اب گھوڑے پر کبھی سوار نہ ہونگا۔ سعد نے یہ حکم سنکر ایک اونٹ بہ زین کس کر آپ کے سامنے حاضر کیا اور حضرت محمد حنفیہ اس پر سوار ہوئے اور حکم فرمایا کہ مکان کا دروازہ بند کر دیا جائے اور پھر مدینہ کی طرف رخ کر کے آپ نے یہ فرمایا السلام علیک یا امام برحق کہ میں آپ کے حکم سے جاتا ہوں اور تیرے فرزندوں کے ساتھ واپس آونگا۔ اسقدر ارشاد فرما کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس شب تاریک میں مکہ سے یمن و طائف کی طرف چلدیئے ادھر جب دن نکلا اور حضرت محمد حنفیہ کی ہجرت کی خبر مکہ میں پھیل گئی تو لوگ زار زار روتے تھے اور ابن زبیر کو لعنت و ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جس شخص نے حضرت علی ابن ابی طالب کے گھر میں پرورش پائی ہے وہ امامت کے لئے ابن زبیر سے زیادہ سزاوار ہے آخر عبد اللہ ابن عباس ابن زبیر کے پاس گئے اور انھوں نے ابن زبیر سے یہ کہا کہ اے ابن زبیر جو کچھ تو چاہتا تھا وہ تجھکو حاصل ہو گیا اب تو خدا تعالیٰ سے توبہ کر کہ شاید غفور الرحیم تیرے گناہ بخشدے جو مروت کہ محمد حنفیہؓ نے تیرے حق میں کی ہے یعنی تجھے قتل نہ کیا اور تو نے اس کے عوض میں ایسا سلوک کیا اس کی بابت قیامت کے روز تجھ سے پرسش ہوگی حضرت محمد حنفیہؓ نے تجھ کیا برائی کی تھی کہ اس کو تو نے یہاں سے ہجرت پر مجبور کیا تو اس کا قیامت کے روز کیا جواب دیگا۔ اس دنیائے دو روزہ نے کس سے وفا کی ہے کہ تجھ سے کرے گی اور نہ یہ دینار و درم روز حشر تیرے کچھ کام آئیں گے اور نہ کوئی حیلہ پیش جائے گا مگر عمل نیک جو دنیا میں تو نے کئے ہیں وان کان مثقال

جھتہ من خردل اتت بھاوکفی بناحاسبین ۵ عبداللہ ابن زبیر نے اس تقریر دلپذیر کا کچھ جواب نہ دیا خاموش سر جھکائے ہوئے سنا کیا یہانتک کہ لوگوں کا مجمع اس کے پاس سے متفرق ہوگیا اس وقت اس نے اپنے ملازموں سے یہ دریافت کیا کہ کون کون لوگ حضرت محمد حنفیہ کے ساتھ گئے ہیں ان لوگوں نے عرض کیا کہ بیس آدمی جوان کے متعلق اور متوسل تھے وہ ان کے ساتھ گئے ہیں یہ سنکر عبداللہ ابن زبیر نے ابوالمنذر کو جو ایک بڑا خارجی تھا اور جنگ صفین میں اس نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مقابلہ کیا تھا اپنے پاس بلایا اور تین سو سوار جو تمام حجاز میں چیدہ اور بہادر تھے ہمراہ کرکے اس کو حکم دیا کہ تو محمد حنفیہؓ کے پاس اسی وقت روانہ ہو اور جب اُن کے پاس پہنچے تو ان کو واپس لے آ۔ لیکن ان سے مقابلہ نہ کرنا اور وہ بیس آدمی جوان کے ہمراہ ہیں ان کو بھی واپس لے آنا کہ ان کے ساتھ جو کچھ ان کی لائق سزا ہوگی وہ ان کو دوں گا اور علی ابن عبداللہ بن عباس کو تو اسی جگہ قتل کردینا تاکہ جبر طرح اس کا باپ میرا دل جلاتا ہے اس کا دل بھی جلے ابوالمنذر اسی وقت تین سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا اور راستہ میں ان سے جا ملا جب حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ لوگ میری گرفتاری کے لئے آرہے ہیں یہ باتیں یہاں ہو رہی تھیں کہ ابوالمنذر بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے حضرت محمد حنفیہؓ سے یہ کہا کہ اے پسر علیؓ تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ میں تمہارے ہمراہیوں کے لینے کے واسطے آیا ہوں اور پھر ان بیسوں آدمیوں کی طرف متوجہ ہوکر یہ کہنے لگا کہ خیریت اسی میں ہے کہ تم مکہ کو لوٹ چلو قبل اس سے کہ قتل کردیئے جاؤ اور یہ خوب یقین کرلو کہ میں بغیر تمہارے ہوئے یہاں سے واپس نہ ہوں گا اور تم کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا ان بیس آدمیوں نے ابوالمنذر کو یہ جواب دیا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا ورنہ تم میں سے ایک شخص بھی زندہ و سلامت یہاں سے بچ کر نہ جائے گا ان بیس آدمیوں نے تلواریں میانوں سے کھینچ لیں اور اپنے نیزے بھی سیدھے کرلئے۔ یہ حال دیکھکر حضرت محمد حنفیہ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے یارو تم اپنی جگہ پر ٹھیرو کیونکہ میں اپنے باپ کی اس تلوار سے ان کو جواب دوں گا اور آج اپنی طاقت کا امتحان بھی کروں گا پس اسی وقت اپنے غلام سعد کو اپنے پاس بلایا اور نیزہ اس سے لے کر آپ ابوالمنذر کے قریب تشریف لائے اور اس ملعون سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے ملعون تو مکہ کو لوٹ جا اور اس بے دین سے جاکر کہنا کہ مکہ کو میں نے تیرے باعث چھوڑدیا ہے مگر تیرا خیال ہے کہ میں تیرے خوف سے جاتا ہوں یہ بات نہیں ہے بلکہ میری نسبت یہی حکم تھا کہ میں مکہ سے مہاجرت کر جاؤں بہتر ہے کہ تو یہاں سے روانہ ہو جا قبل اس کے کہ میں تلوار میان سے باہر نکالوں کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تم میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑونگا یہ سنکر ابوالمنذر ملعون نہایت خشمناک ہوا اور اس نے یہ کہا کہ اے فرزند علیؓ تمہارا عہد حکومت آخر ہوگیا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ تم خود نہ مارے جاؤ اتنا کہکر اس ملعون نے اپنے رفیقوں سے پکار کر کہا کہ اے قوم یہ شخص محمد بن علیؓ

سے تلوار کھینچ کر اس کو ہلاک کر ڈالو جس وقت تم لوگ ان کو قتل کر ڈالو گے تو تمہارا مطلب نہایت آسانی سے پورا ہو جائے گا جب ابو المنذر نے یہ حکم دیا تو فوراً اس کے تین سو ہمراہیوں نے حملہ کیا حضرت محمد حنفیہؓ یہ دیکھ کر آگے بڑھے اور فرمایا کہ آج میں اس طرح پر شمشیر زنی کروں گا جس طرح میرے پدر بزرگوار حیدر کرار ذوالفقار لے کر دشمنوں سے لڑتے تھے اسوقت لوگوں کو بعینہٖ یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا حضرت علی کھڑے ہوئے ہیں خلاصہ یہ کہ آپ نے یہ فرما کر ان ملاعنہ پر حملہ کیا اور اپنے کو ان لوگوں میں اس طرح ڈالدیا کہ جیسے آگ روئی میں لگ جاتی ہے اور داہیں بائیں حضرت محمد حنفیہؓ تلواریں مارتے تھے اور جس طرف حملہ کرتے تھے کائی سی پھٹ جاتی تھی اور یہ بھی دیکھنا چاہتے تھے کہ اس بات کا اطمینان کریں کہ زور جوانی باقی ہے یا نہیں بس آپ کے دست چپ میں تلوار تھی اور داہنے ہاتھ سے اپنے مقابل والے کا کمر بند پکڑ کے گھوڑے سے اٹھا کر آسمان کی طرف پھینکدیتے تھے اور جب وہ سوار نیچے آتا تھا تو ایک ہاتھ میں اس کے دو ٹکڑے کر دیتے تھے یہاں تک کہ بہت سے آدمی آپ نے اس طرح قتل کئے اور آخر حضرت نے اپنے کو ابن المنذر تک پہنچایا اور یہ فرماتے تھے کہ اے ملعون اس ضرب حیدر کرار کو روک یہ سنکر وہ ملعون ہٹا اور آپ کی تلوار کمر پر لگی اور اس کے دو ٹکڑے ہوگئے اور وہ ملعون گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوگیا۔ اور اور اس کی فوج بھاگ نکلی اور ایک نے دوسرے کا انتظار نہ کیا اور ان لوگوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور ان کو قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ان گنت آدمی قتل کر ڈالے اور اس کے بعد یہ سب لوگ خوش و خورم محمد حنفیہؓ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ان کی رکاب کو بوسہ دیا اور بہت کچھ تحسین و آفرین کی اس فتح پر جو ان کی شمشیر زنی سے حاصل ہوئی تھی حضرت محمد حنفیہؓ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اے دوستو اب مجھ میں جوانی کی قوت اور زور باقی نہیں رہا۔

علی ابن عبداللہؓ نے عرض کیا کہ اے آقا و مولا ہم نے آج کے روز آپ میں جسقدر قوت شمشیر زنی کی دیکھی اس کے مقابلہ میں اگر سو گنا بھی ایسا لشکر ہو تو اس سب کو آپ تن تنہا جواب دے سکتے ہیں۔ بس علی ابن عبداللہ کی یہ تقریر سنکر حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ نے علی بن عبداللہؓ سے فرمایا کہ اے علی ابن عبداللہ یہ لڑائی بہت ہی تھوڑی تھی کہ جو اس وقت تم نے دیکھی ہے لیکن یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ ابھی اور ایک بڑی لڑائی اور زبردست معرکہ کا سامنا ہوگا جبکہ تم مکہ جاؤگے تو سب سے کہدینا یہ فرما کر حضرت محمد حنفیہؓ آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ حد طائف میں پہنچے تو آپ کی تشریف آوری کی خبر سنکر غسان ابن راشد سب عمائد شہر کو ساتھ لے کر استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلا اور نہایت تواضع و تکریم سے پیش آیا مقام طائف کے باشندے سب مسلمان تھے انہوں نے محمد حنفیہ کی بہت تعریف و توصیف کی غسان نے حضرت محمد حنفیہؓ سے عرض کیا کہ اے آقا ہماری جان اور مال سب آپ پر سے قربان ہے حضرت محمد حنفیہؓ کو اسکی گفتگو پر نہایت حیرت ہوئی کیونکہ غسان

کا باپ خارجی تھا اور آل رسولؐ کا سخت دشمن تھا اور اہل طائف اسی کے عقیدے اور مذہب پر تھے آخر محمد حنفیہؒ نے غسان سے فرمایا کہ اے غسان تیرا باپ تو ہمارا دشمن تھا مگر تو ہمارا دوست معلوم ہوتا ہے اور اس شہر کے لوگوں کو بھی میں مہربان پاتا ہوں اس کی وجہ نہیں معلوم ہوتی چاہتا ہوں کہ اس راز سے بھی مطلع ہوں۔ غسان نے عرض کیا اے آقا درحقیقت یہی حالت تھی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں مگر اب میرے باپ کا حال سنئے اس کا قصہ اور واقعہ عجیب و غریب ہے واضح ہو کہ میرا باپ نہایت زندیق آدمی تھا اور رات دن حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو برا کہتا تھا لیکن مجھے اس کا یہ طرز عمل پسند نہ تھا کیونکہ میں بچپن سے محب اہلبیت تھا ایک روز میں نے اپنے باپ سے یہ دریافت کیا کہ تو اس شخص کو کیوں برا بھلا کہتا ہے جس کی خدا اور رسولؐ نے تعریف کی ہے اور فرشتے بھی اس کے دوست اور اس کے تقرب کے خواہاں ہیں اور خدا نے اس کو اپنا ولی فرمایا ہے اور حضرت رسول خدا نے اپنا وصی کہا ہے اور اس کی شجاعت اور دلیری سب پر ظاہر ہے جس وقت میں نے اپنے باپ سے یہ تقریر کی تو اس کو بہت غصہ آیا اور اسی حالت غیظ میں اس نے ایک لکڑی میری پیشانی پر ماری کہ میرا سر پھٹ گیا پھر مجھ سے وہ کہنے لگا کہ میں تجھ سے بیزار اور ناراض ہوں یہ کہکر وہ مجھکو گھر میں لے گیا اور ایک کوٹھری میں بند کر دیا اور مجھکو ایک مضبوط رسی سے باندھ دیا لیکن جب رات ہوئی اور میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولخدا میرے پاس تشریف لائے ہیں اور یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے غسان تجھکو کس بات کا غم ہے میں نے اس وقت عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری داد میرے باپ سے دلوا دیجئے کیونکہ وہ تمہارے ابن عم کو برا کہتا ہے اور جب میں نے اس سے یہ کہا کہ تو کس لئے ان کو ناسزا کہتا ہے تو وہ مجھ پر نہایت غضبناک ہوا اور میرا سر بھی پھاڑ ڈالا اور مجھ کو اس نے یہاں بند کر دیا ہے جب حضرت نے میری التماس کو سنا تو آپ کو نہایت شاق گذرا۔ اسی وقت ایک جوان آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ میں ایک چھری تھی حضرت رسولخدا نے وہ چھری اس جوان سے لیکر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے جوان یہ چھری تو لے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جس سے میں اٹھ نہیں سکتا یہ سنکر اس جوان آدمی نے میرے پاؤں پر اپنا ہاتھ پھیرا کہ تمام بندشیں ٹوٹ گئیں یہ حال دیکھکر میں اس جوان کے قدموں پر گر پڑا اور پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اتنے میں حضرت نے اس جوان آدمی سے فرمایا کہ تو جا کر راشد کو بلا لا چنانچہ وہ جوان اسی وقت وہاں سے روانہ ہوا اور تھوڑی دیر میں اس نے حضرت رسولخدا کے حضور میں راشد کو حاضر کیا اسکو دیکھکر حضرت رسولخداؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہی شخص ہے جو میرے ابن عم یعنی حضرت علیؑ کو ناسزا کہتا ہے میں نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ یہ وہی شخص ہے یہ سنکر حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ یہ چھری لے اور اس کے پیٹ میں بھونک دے اور اس کا پیٹ پھاڑ ڈال میں نے اسی وقت حضرت کے اس حکم کی تعمیل کی اور پھر حضرت رسولخدا اور وہ جوان دونوں میری نگاہ سے غائب ہو گئے اور میں خواب سے بیدار ہوا تو اس وقت تمام گھر میں رونے پیٹنے کی آواز بلند تھی اور اپنے باپ کو میں

نے اسی حال سے دیکھا کہ اس کا پیٹ پھٹا ہوا ہے یہ عجیب خبر تمام شہر میں پھیل گئی اور کسی کو خبر نہ تھی کہ یہ کام کس نے کیا ہے آخر میں نے لوگوں کو مکان سے باہر نکالا اور اپنے باپ کو کفن دے کر سپرد خاک کیا اور اس کی جگہ مسند ریاست پر بیٹھ گیا اور پھر ایک مہینہ کے بعد میں نے طائف کے تمام سرداروں کو طلب کیا اور جو کچھ کہ واقعہ خواب میں دیکھا تھا ان سے بیان کیا یہ سنکر وہ لوگ اسی وقت اپنے عقائد باطلہ سے پھر گئے اور دین حق اختیار کیا پھر سب نے یہ کہا کہ ہم تجھ سے بیعت کرتے ہیں پس اس زمانے سے یہ لوگ سب مومن ہو گئے ہیں۔ حضرت محمد حنفیہ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ نے فرمایا کہ تجھ کو معلوم بھی ہوا کہ وہ جوان کون تھا اس نے عرض کیا کہ میں نے نہیں جانا تو حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میرے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام تھے اور دوسرے خود حضرت رسولخدا تھے آخر سب اہل طائف حضرت محمد حنفیہ کو شہر میں لے گئے اور آپ کی بڑے احترام و اعزاز سے دعوت کی آپ نے اسوقت سب کو آگاہ کیا کہ اس وقت امام بحق حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں اور پھر ان لوگوں کے حق میں دعا کی اور فرمایا کہ میں یہاں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا ہوں کیونکہ مکہ سے میرے تعاقب میں ایک فوج آ رہی ہے اور مجھے ان سے مقابلہ کرنا ضرور ہے اور جس جگہ کا میں نے عہد کر لیا وہاں جانا ضرور ہے اور اس وقت امام زمانہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں تم کو اُن کی اطاعت واجب و لازم ہے اگر بہشت کی آرزو رکھتے ہو تو میں ان کی طرف سے تم کو اس بات کی دعوت کرتا ہوں پس سات روز تک حضرت محمد حنفیہؓ نے وہاں قیام کیا اور ان کو احکام شرعی، ورنہ ز و روزہ کے طریقے تعلیم کئے اور آٹھویں روز اپنے رفقاء کے ساتھ طائف سے باہر نکلے اور یمن کا راستہ لیا اور طائف اور یمن کا علاقہ دریائے تعقش کے کنارے تک ابن زبیر کے تحت حکومت میں تھا ابن زبیر نے ان سب مقامات پر نامے بھیج رکھے تھے کہ ایک رافضی نے مجھ پر خروج کیا ہے اور اس کے قتل کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے اور یمن کی طرف روانہ ہوا ہے پس تم سب کو چاہیئے کہ تمام راستہ روک رکھیں کہ وہ کسی طرف سے بھاگنے نہ پائے اور ۳۰ آدمی جو اس کے ہمراہ ہیں ان کو قتل کر ڈالنا چاہیئے اور حضرت محمد حنفیہ کو گرفتار کر کے میرے پاس زندہ پہنچا دینا چاہیئے جب عبداللہ ابن زبیر اس قسم کے خط جابجا شہروں میں بھیج چکا تو ان لوگوں نے سب راستے بند کر دیئے اور حضرت محمد حنفیہؓ کے پہنچنے کے منتظر رہے آخر جب حضرت محمد حنفیہ منزل واصلہ پر پہنچے جو یمن کے درمیان ہے تو ہلال ابن معقل کو مع تین ہزار فوج کے اپنا منتظر پایا اور ایک اعرابی شتر سوار اس صحرا میں ان کے دست راست کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا حضرت محمد حنفیہؓ نے اسکو دیکھکر فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اسی وقت آپ کے رفقاء نے حضرت سے عرض کیا کہ اے آقا دشمنوں نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے اور تین ہزار سوار بسرداری ابن معقل ہمارے مقابلہ کیلئے موجود ہیں یہ سنکر حضرت محمد حنفیہ نے ایک سوار کو اپنے پاس بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تو یہاں سے ہلال کے پاس جا اور اسکو ہماری طرف سے یہ کہنا کہ ہم لوگ مسافر ہیں اور ہم نہ کسی کو ستاتے ہیں اور نہ ایذا پہنچاتے ہیں

جب تک کہ کوئی ہم کو آزار نہیں پہنچاتا جب اس سوار نے ابن معقل کو اطلاع کی تو اس کے سب ماتحت لوگ فوراً چہروں پر نقاب ڈال ڈال کر اور ہاتھوں میں نیزے اٹھا کر اس قصد سے کہ حضرت محمد حنفیہ پر حملہ کریں چلے، ہلال نے اپنی فوج کا یہ ارادہ دیکھ کر ان سے چلا کر کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی ہے کہ تم تین ہزار آدمی فراہم ہو کر ایک شخص پر حملہ کرتے ہو ٹھہرو میں خود تنہا اس کا مقابلہ کرتا ہوں اور ایک ذرا سی دیر میں اس کو گرفتار کر کے تمہارے پاس لے آتا ہوں اس کے رفقا نے جواب دیا کہ یہ آپ نہ کیجئے اس نے خدا جانے کتنے بہادروں کو میدان میں قتل کیا ہے اس میں شک نہیں کہ جو شخص اس کو قتل کرے گا اس کو بڑی ناموری حاصل ہوگی تم اس کے مقابلہ میں جا کر اس پر حملہ کرو اور ہم بھی تمہارے عقب میں آ کر اس پر یورش کرتے ہیں جو کچھ نیکنامی ہونی ہوگی وہ ہو رہے گی کہتے ہیں کہ اس فوج میں ایک معمر آدمی نہایت زمانہ دیدہ اور بڑا ہی جنگ آزمودہ شخص تھا اس کا نام شداد ابن علقمہ تھا اس نے اپنی فوج کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یارو تم نہیں جانتے ہو یہ شخص وہ سوار ہے کہ میں بھی اس کو خوب جانتا ہوں اور اس کی دلاوری اور شمشیر زنی اور صف شکنی سے جیسا کہ میں واقف ہوں اور کوئی آگاہ نہیں سچ پوچھو تو ہماری اس فوج میں کوئی آدمی بھی اس کے مقابلے کے لائق نہیں ہے۔ شداد بن علقمہ کی کسی نے نہ سنی اور ہلال ابن معقل نے لشکر سے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور حضرت محمد حنفیہؓ کے برابر آ کر یہ کہنے لگا کہ وہ کون مرد جنگ آزما ہے جو فنون شمشیر زنی اور معرکہ آرائی کا میرے سامنے دعوی کرتا ہے اور میرا مقابلہ کرنا چاہتا ہے ہلال ابن معقل کی اس لاف زنی پر حضرت محمد حنفیہؓ نے اپنے ہمراہیوں سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم اسی جگہ اپنے مقام پر ٹھہرے رہو اگر توفیق الٰہی شامل حال ہے تو دیکھ لینا کہ میری تلوار کیا کام کرتی ہے اور خدا سے امید ہے کہ میں ایسی تلوار چلاؤں گا کہ اس کی ہیبت سے ان تین ہزار آدمیوں کے دلوں کو بھی ہلا دوں گا اور یہ میدان جنگ سے بھاگتے نظر آئیں گے مجھکو زرہ اور جوشن کی بھی ضرورت ہے چنانچہ آپ بدون زرہ کے ان ملاعنہ سے مقابلہ فرماتے تھے پھر آپ نے اپنے رفقا سے یہ فرمایا کہ اب تم ذرا اس بات کا اندازہ کرو کہ خدا تعالیٰ نے مجھکو کیسی قوت اور مردانگی کا جوہر عنایت فرمایا ہے یہ فرما کر آپ نے اپنے اونٹ کو بڑھایا اور ہلال کے برابر پہنچ گئے جس وقت شداد کی نظر حضرت محمد حنفیہ پر پڑی تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اے قوم کیوں میں تم سے یہ کہتا تھا کہ لڑائی کے واسطے حضرت محمد حنفیہ کو میدان عرب میں نہ بلاؤ اب وہ میدان جنگ میں آ گئے ہیں ذرا آگے بڑھ کر دیکھو تو سہی شداد کی یہ گفتگو سنکر فوج کے لوگوں نے کہا کہ کیا تم اس سوار کو پہچانتے ہو یا نہیں جواب دیا کیوں نہیں اتنے میں حضرت محمد حنفیہ نے ایک نعرہ مردانہ مار کر ہلال سے یہ فرمایا کہ اے ملعون تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو مجھکو پہچانتا ہے یا نہیں پس اگر تو مجھکو نہیں پہچانتا اور میری دلاوری و جنگ آزمائی سے آگاہ و واقف نہیں ہے تو بیشک تو معذور ہے تو نے مجھکو اپنے مقابلہ میں طلب کیا اور اگر تو مجھکو پہچانتا اور جانتا ہے اور میری معرکہ آرائی اور شجاعت سے واقف ہے تو اے جاہل دنیا پاک تو سخت احمق ہے کہ میری ضربت شمشیر سے تجھ کو خوف نہ معلوم ہوا حضرت محمد حنفیہ کے اس ارشاد شجاعت

بنیاد سے ایک گونہ اس ملعون کو خفت ہوئی اس کے بعد حضرت نے یہ ارشاد فرمایا کہ تو خوب سمجھ لے کہ میں اس تلوار سے تیرے طائر روح کو قفس ہستی سے اڑا دوں گا۔ اس کلام سے ہلال کو بہت غصہ آیا اور اس نے حضرت محمد حنفیہ پر حملہ کیا وہ حضرت بھی آگے بڑھے اور یہ فرمایا کہ میں جگر بند علیؑ ابن ابیطالبؑ ہوں جو خدا کے ولی ہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی تھے بس اسقدر فرما کر آپ نے تکبیر کہی اور اپنا دست حق پرست بڑھا کر ہلال کی کمر میں ڈالا اور قوت خداداد سے گنجشک کی طرح اسکو زین اسپ سے اٹھایا اور تنکے کی طرح اسکو آسمان کی طرف اچھال دیا اور جب وہ زمین کی طرف آنے لگا تو آپ نے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس ملعون کے دو ٹکڑے ہوگئے ایک ٹکڑا تو زمین پر گرا اور دوسرا ہوا میں اڑ گیا۔ علی ابن عبداللہ بن عباس کہتا ہے کہ اسوقت میں نے عالم ہوا سے تکبیر کی آواز بخوبی سنی اور کوئی ظاہر بظاہر نظر نہ آتا تھا یہ حال دیکھکر شداد نے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے پھر اپنے لوگوں سے یہ بات کہی کہ یارو اپنے حال پر رحم کھاؤ خوب سمجھ لو کہ اگر دلاور جوانمرد نے تم پر حملہ کر دیا تو تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہ بچے گا یہ کوئی ایسے ویسے شخص نہیں ہیں حیدر کرار و صفدر جرار مظہر العجائب والغرائب حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے فرزند یگانہ اور عالم دلاوری اور مردانگی میں وحید زمانہ ہیں میرا حق سمجھانے اور دوستی کا جو کچھ تھا وہ میں نے حتی المقدور ادا کر دیا اب تم جانو اور تمہارا کام جانے یہ تقریر اس فوج سے کرکے وہ حضرت محمد حنفیہؓ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے تسلیمات بجالانے کے بعد عرض کیا کہ یا ابن امیر المومنین یہ غلام تو جاتا ہے اب آپ جانے اور یہ لشکر جانے۔ شداد کی یہ عرض و معروض سنکر آپ نے کہا کہ اچھا تم یہاں سے اپنے گھر کا راستہ لو میں خوب سمجھے ہوئے ہوں کہ اس گروہ سے کیا کارروائی اس وقت کرنی چاہیے چنانچہ اس حکم کے سنتے ہی شداد نے اپنے گھوڑے کی باگ میدان جنگ سے موڑلی اور وہاں سے ایک طرف کو چل دیا یہ حال دیکھکر وہ تین ہزار آدمی بھی فوراً لڑائی کے میدان سے بھاگ نکلے اس وقت رفقائے محمد حنفیہؓ نے ارادہ کیا کہ ان فراریوں کا تعاقب کریں مگر حضرت نے ان سب کو منع فرمایا چنانچہ یہ سب لوگ حسب الحکم فوراً تعاقب سے لوٹ آئے اور حضرت محمد حنفیہؓ کے حضور میں حاضر ہوئے وہاں سے تھوڑی دور چل کر اتفاق روزگار سے راستہ بھول گئے اور ایک صحرائے بے آب وگیاہ میں جا پڑے یہاں ان لوگوں پر پیاس کی شدت نہایت غالب ہوئی تو لوٹنے کا قصد کیا ناگاہ ایک آواز آئی کہ آگے بڑھو۔ یہ سنتے ہی آگے بڑھے مگر سوائے شدت گرما اور پیاس کے کچھ نہ سوجھتا تھا اور نہ آواز دہندہ نظر آتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اسی طرح اس صحرا کے وسط میں پہنچ گئے اس وقت رفقا نے حضرت سے عرض کیا کہ یا مولا ہم لوگوں کو اس آواز سے ایک قسم کا خوف اور وسواس ہوتا ہے حضرت نے ان لوگوں کی التماس پر ارشاد فرمایا کہ کچھ خوف نہ کرو کیونکہ یہ آواز تمہاری رہبر ہے اور خدا تعالیٰ کی اس میں بھی کوئی مصلحت اور حکمت ہے خلاصہ یہ کہ یہ لوگ اسی طرح چلے جاتے تھے یہانتک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور شب تاریک

نمودار ہوئی اور آگ جلتی ہوئی دکھائی دی حضرت محمد حنفیہ اس آگ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے قریب پہنچے تو یہ دیکھا کہ اس آگ کے پاس ایک خیمہ نصب ہے اور ایک اژدھا اس کے دروازہ پر کھڑا ہے اور وہ اسقدر خوفناک اور عظیم الجثہ ہے کہ اس کی دُم تو زمین پر قائم ہے اور سر آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ اس کیفیت کو دیکھکر یہ نفوس قدسیہ جو حضرت محمد حنفیہؓ کے ہمراہ تھے بہت خوفناک ہوئے اور ترس و ہراس کے باعث سب اس جگہ کھڑے ہوگئے اور آگے نہ بڑھ سکے اسوقت حضرت محمد حنفیہؓ اپنی جماعت سے آگے بڑھے اور اس اژدہے کی طرف متوجہ ہو کر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ السلام علیک یا حیۃ اگر تم قوم بنی جان سے ہو تو کچھ جواب دو۔ اژدہے نے جواب دیا السلام علیک یا ابن علی المھدی والکھف التقی والمرجی النقی ومتمسک العروۃ الوثقی ومعتکف بباب المھدی وداعیا الی الحجۃ العظمی وآملہ بالطاعۃ الملک الاعلی قائما بالدین والتقوی مرحبا اھلا یا محمد بن علی ابن ابی طالب مع۔

اژدہے کی اس تقریر فصیح پر حضرت محمد حنفیہ کو بڑا تعجب ہوا اور آپ نے اس سے یہ ارشاد فرمایا کہ تجھکو میرا نام کیونکر معلوم ہوا آپ کا یہ ارشاد سنکر پھر اژدہے نے التماس کیا کہ میں جنوں کے اس گروہ سے ہوں جو خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان و اسلام لائے تھے اور میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا مقر ہوں اور ذوالفقار جناب حیدر کرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خوف کھا کر ایمان لایا ہوں اور یہ صحرا ہمارا مسکن و نشیمن ہے یہاں پر ہم لوگ تاظہور حضرت صاحب الامر والزماں خلیفۃ الرحمان جناب مہدی ہادی آخرالزماں علیہ السلام کے وقت تک قیام کریں گے اور جسوقت وہ حضرت ظہور فرمائینگے تو مقدمۃ الجیش اُن حضرت کے لشکر کا میں ہی مقرر ہونگا جس جس مقام پر وہ حضرت تشریف لیجائینگے میں اُن حضرت کے ہمراہ رہونگا یہ سنکر حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے اس نے عرض کیا کہ مجھکو سازرمون کہتے ہیں اور میں چودہ ہزار جنوں کا افسر اور سردار ہوں اور یہ بیابان دریا کے کنارے سے لیکر تمام ولایت یمن تک میرے قبضہ اور تصرف میں داخل ہے۔ پھر حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ راستہ بھول گئے ہیں ہم کو رستہ بتا دو۔ سازرمون جن نے عرض کیا کہ آپ نے راہ گم نہیں کی ہے بلکہ خداوند عالم نے تم کو اس مقام پر اور رستہ پر خود پہنچا دیا ہے کہ یہاں سے اپنے وعدہ گاہ پر پہنچ جاؤ میں تمہیں راستہ بتانے کے واسطے ہمراہ رہوں گا جیسا کہ آپ کے پدر بزرگوار نے مجھکو حکم دیا ہے اس کے بعد سازرمون نے عرض کیا کہ تم کو سامان آب و طعام وغیرہ کی ضرورت ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ سنکر سازرمون نے اسی وقت پانی حاضر کیا اور یہ عرض کیا کہ آپ وضو کر کے نماز پڑھ لیں۔

چنانچہ جب یہ سب نماز سے فارغ ہوئے تو سازرمون نے پستہ اور شکر بمقدار کثیر لا کر حضرت محمد حنفیہ کے حضور میں حاضر کیا اور آپ نے مع رفقا نوش فرمایا اس عرصہ میں اس میدان میں سے ایک غلغلہ اور شور بلند ہوا اور ایسی آوازیں زور سے آرہی تھیں کہ لوگوں کے کان پھٹے جاتے تھے یہ حال

دیکھکر حضرت محمد حنفیہؓ کے رفقا نہایت خوفناک ہوئے مگر آپ نے ان کی تسلی اور تشفی فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ تم ہرگز کسی بات کا خوف نہ کرو یہ آواز سازرموں کی فوج کی ہے کہ جو تمہارے یہاں آنے اور مقیم ہونے پر خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہی ہے۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اطہار اور اہلبیت کے مناقب اور مسائل بیان کر رہی ہے اور یہ سب حضرت صاحب العصر والزماں کی فوج ظفر موج ہے اس عرصہ میں ان لوگوں کے نہایت ہی قریب سے یہ آواز آئی کہ النبی محمد والوصی علی اس آواز پر حضرت محمد حنفیہؓ نے ان لوگوں کے مزید اطمینان کے واسطے فرمایا کہ لو سنو یہ لوگ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ کی مدح وثنا میں مصروف ہیں تم ہر طرح اطمینان رکھو۔ بہرحال رات بھر تو یہاں روانگی کا سامان ہوتا رہا اور علی الصباح منزل مقصود کی طرف حضرت محمد حنفیہؓ مع اپنے رفقا کے روانہ ہوئے اور آپ کے آگے آگے سازرموں کا لشکر بطور رہبر کے جا رہا تھا اس فوج کی آواز اور غلغلہ سے لوگوں کے کان بہرے ہوئے جاتے تھے اور بوجہ ناواقفیت حضرت محمد حنفیہؓ کے رفقا کو ان عجیب غریب اور ہولناک آوازوں پر وسواس اور وہم پیدا ہو جاتا تھا مگر حضرت محمد حنفیہؓ برابر ان لوگوں کی تشفی وتسلی کئے جاتے تھے۔ ابن عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ہم لوگ اسی طرح چلے جاتے تھے اتنے میں آفتاب بخوبی نکل آیا اور تمام صحرا میں روشنی پھیل گئی پھر دفعتاً وہ روشنی زائل ہو گئی۔ اور تاریکی چھا گئی۔ میں نے حضرت محمد حنفیہؓ سے عرض کیا کہ ایسی تاریک اور اندھیری رات ہم نے عمر بھر میں کبھی نہیں دیکھی اب یہ فرمایئے کہ وہ روشنی جو ہم نے دیکھی تھی دراصل کیا تھی اور اس کا روشن کرنیوالا کون تھا آپ نے فرمایا کہ وہ ایک اعرابی تھا جو اونٹ پر سوار تھا وہی ہمارا راہبر تھا اور وہ روشنی بھی اسی کی تھی اور وہ مسمّی سازرموں جنوں کا بادشاہ تھا اور وہ میرے پدر بزرگوار کا غلام ہے اور اب وہ یہاں سے رخصت ہو گیا کیونکہ اس کی حد اسی مقام تک تھی بس آگے بڑھکر ان جنوں کی عملداری ہے جو کافر ہیں اور پھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ یارو یہ ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے کیونکہ اس طرف ہمارے خلاف مذہب جنوں کی عملداری ہے اور یہ سازرموں سے شب وروز جنگ وپیکار میں رہتے ہیں ابن عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے کہ ابھی میں حضرت محمد حنفیہ سے اس گفتگو میں مصروف تھا کہ ایک نہایت ہولناک آندھی اٹھی اور تمام صحرا تیرہ وتار ہو گیا بعد اس کے ہوا کا رنگ مانند خون کے سرخ ہو گیا اور چار طرف سے طرح طرح کی خوفناک آوازیں آتی تھیں یہ حال دیکھکر میں نے اپنے آپ کو حضرت محمد حنفیہؓ کے قریب پہنچایا اور ان کے اونٹ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور اسوقت سعد بھی ہمراہ تھا ہم نے حضرت محمد حنفیہؓ کو اسوقت دیکھا کہ اپنی تلوار میان سے نکال لی تھی اور نعرے مارتے تھے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ کہتے تھے اور کانپتے تھے لیکن اور کوئی شخص اس مقام پر نظر نہ آتا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ آندھی وغبار غائب ہو گیا اور آوازیں جو چار طرف سے آ رہی تھیں بند ہو گئیں تو اس وقت ہم نے دیکھا کہ وہ ۴۰ آدمی جو ہمارے ساتھ تھے غائب

ہیں معلوم ہوا کہ وہ شور وغل کافرجنوں کا تھا جنھوں نے ہم لوگوں پر حملہ کیا تھا بہرحال اس اندھیرے میں ہمارے ہمراہی ہم سے چھوٹ کر مکہ کو روانہ ہو گئے تھے اور اسوقت حضرت محمد حنفیہؓ کے ہمراہ سوائے میرے اور سعد کے اور کوئی شخص نہ تھا حضرت محمد حنفیہ ان لوگوں کی مفارقت پر بہت روئے بہرحال ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوئے اور اسی طرح چلے جاتے تھے کہ ایک دشت میں پہنچے اس مقام پر ایک دریائے زخار لہریں مار رہا تھا خلاصہ یہ کہ ہم لوگ اسی طرح تین رات دن تک برابر اسی دریا کے کنارے کنارے چلے جاتے تھے سعد کا بیان ہے کہ اثنائے راہ میں ہم ایک مقام پر پہنچے کہ جہاں کی زمین بالکل سرخ تھی اس جگہ پر ہم کو ایک صومعہ پتھر کا بنا ہوا نظر آیا اور اس میں ایک راہب موجود تھا اس کا نام جو دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا نام مجارس ہے اس کی ایک سو بیس برس کی عمر تھی۔ مگر ابھی تک اس کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا۔ اس راہب کو انجیل و زبور حفظ یاد تھی اور سال میں ایک دفعہ دور دور مقامات سے عیسائی اس کی خدمت میں آتے تھے اور اس سے اپنے مذہب کے مسائل دریافت کرتے تھے اس دریا کے کنارے جسقدر آبادی تھی اس میں سب عیسائی رہتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ جبوقت ہم لوگ صومعے کے دروازے پر پہنچے تو نہایت شدت کی گرمی تھی۔ حضرت محمد حنفیہؓ اس مقام پر اپنی سواری سے اترے اور پانی طلب کیا چنانچہ اسی وقت سعد پانی لائے اور حضرت محمد حنفیہؓ اس مقام پر طاعت پروردگار اور نماز کردگار میں مصروف ہوئے اسوقت مجارس راہب کلیسا پر سے بیٹھا ہوا یہ سب حال دیکھ رہا تھا اس نے حضرت محمد حنفیہؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کلیسا کا دروازہ کھولا اور وہاں سے حضرت محمد حنفیہ کی ملاقات کو آیا یہ راہب یعنی پادری اسوقت پلاس سیاہ یعنی ٹاٹ کے کپڑے پہنے ہوئے اور سر پر ایک چادر اوڑھے ہوئے انجیل گلے میں حمائل کئے ہوئے اور نعلین پاؤں میں ڈالے ہوئے اور عصا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا بہرحال وہ حضرت محمد حنفیہ کے قریب آیا اور اس نے سلام علیک کی آپ نے جواب سلام ارشاد فرمایا اس کے بعد وہ راہب حضرت کے قریب بیٹھ گیا آپ نے اسکے سراپا کو بغور دیکھا اسوقت اس راہب کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جسکا نگ عقیق کا تھا اور اس پر یہ عبارت کندہ تھی واھتدی من تولا الله یا علی ولقد علیا واھتدی من بعد الله یا علی حضرت محمد حنفیہؓ نے جب اس عبارت کو نگین پر ملاحظہ فرمایا تو آپ کو نہایت تعجب ہوا آخر آپ نے اس پادری سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے راہب تجھے معلوم ہے کہ تیری اس انگوٹھی کے نگینہ پر کیا عبارت کندہ ہے اس راہب نے جواب دیا کہ ہاں میں جانتا ہوں اور صرف میں نے بنظر حصول برکت اسکو پہن لیا ہے اور نیز یہ کہ اس انگوٹھی کے باعث کیا عدا سے امن وامان میں رہتا ہوں پس ایک لمحہ بھی اس انگوٹھی کو اپنے پاس سے علیحدہ نہیں کرتا ہوں یہ سنکر حضرت محمد حنفیہؓ نے اس سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے شخص تیرا نام مجارس ہے اور تیرے باپ کا نام عبدالقدوس ہے راہب نے کہا کہ ہاں میں مجارس ابن عبدالقدوس ہوں پھر حضرت محمد حنفیہ نے ارشاد فرمایا کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ کسقدر زمانہ سے تم اس دریا کے کنارے پر عبادت و اطاعت الٰہی میں مصروف ہو پادری نے جواب دیا کہ نوے برس سے۔ اس جواب کو سنکر پھر آپ نے پادری سے یہ ارشاد فرمایا کہ بھلا اس نوے برس کے زمانہ میں تمہاری نظر سے کوئی ایسی

چیز بھی گذری جو نہایت عجیب ہو راہب نے عرض کیا کہ ہاں اس عرصہ میں ایک عجیب چیز دیکھی کہ جس کی اصلیت دریافت کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں اس نے عرض کیا کہ ہر دفعہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے اور انیس روز اس مہینے کے گذر جاتے ہیں تو انیسویں روز بوقت طلوع آفتاب یہاں ایک مرغ ایسا عظیم الجثہ کہ جس کا قد ایک بیل کے برابر ہے آتا ہے اور برف کی مانند سفید ہے جب وہ مرغ اس دریا پر گذر کے وسط میں پہنچتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اور تین دفعہ چیخ مارتا ہے تو اس وقت وہ زمین لرزہ میں آتی ہے اور دو دفعہ باواز فصیح کہتا ہے اخر بجرہ شرار الاشرار انا لغضب من غضب الجبار ومصیره الى النار قاتل الكرار امام الاخيار امیر المومنین علی ابن ابی طالب حیدر کرار جس وقت مرغ مذکور یہ ندا کرتا ہے تو اس دریا میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے اور بڑی بڑی موجیں اٹھنے لگتی ہیں اس وقت دریا کے اس مقام کے دو حصے ہو جاتے ہیں اور یہاں پانی بالکل باقی نہیں رہتا ہے اور اس دریا کی تہ صاف نظر آتی ہے اسوقت یہ مرغ یہاں سے ایک آدمی اپنے پنجہ میں لیکر دریا کے کنارے پر آتا ہے اور اس صومعے کے کنارے اس سنگ سیاہ پر اسکو رکھ دیتا ہے وہ آدمی نہایت بدصورت اور ایسا بدہیئت ہوتا ہے کہ اس کی برابر کوئی بدصورت آج تک میری نظر سے نہیں گذرا ہے اس کے تمام بدن میں آگ لگی ہوئی ہوتی ہے اور اس کا چہرہ بالکل سیاہ ہوتا ہے اور اس کی زبان سب کی سب باہر نکلی ہوئی ہوتی ہے اور وہ ملعون اسوقت روتا ہے اور اس مرغ سے کہتا ہے کہ النار خلصنی من النار جس وقت وہ مرغ اس شخص کے اس کلمہ کو سنتا ہے تو بالائے ہوا سے نیچے اتر آتا ہے اور ایک چونچ اس زور سے اسکی گردن میں مارتا ہے کہ اس آدمی کا سر الگ ہو جاتا ہے پھر وہ مرغ اس سر کو کھا جاتا ہے اور اسی طرح اس کا تمام بدن ٹکڑے کر کے نگل جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا کچھ نشان تک نہیں چھوڑتا اور پھر وہ مرغ اس شخص کے گوشت و پوست کو کھا کر شکر خدا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تیرا احسان ہے کہ مجھکو تو نے خلق فرمایا اور میرا رزق ایسے شخص کے گوشت سے مقرر فرمایا کہ جو تیرے ولی کا دشمن ہے یہ کہکر پھر وہ مرغ اڑ کر دریا کی طرف چلا جاتا ہے اور اس دریا کی موجیں بند ہو جاتی ہیں اور پھر وہ اپنی حالت سابق پر آجاتا ہے اور سال بھر تک پھر اس مرغ کا پتہ نہیں لگتا لیکن جب پھر رمضان کا مہینہ آتا ہے تو مرغ مذکور پھر اسی طرح آتا ہے اور یہی کارروائی کرتا ہے میں اس مرغ کے اس عمل سے سخت متحیر ہوں اور آج تک یہ معمہ مجھپر منکشف نہیں ہوا یہ واقعہ اور حال سنکر حضرت محمد حنفیہ نے پھر اس راہب سے دریافت فرمایا کہ آیا تو نے برابر برسوں سے اسی طرح اس مرغ کو آتے ہوئے اور یہ کارروائی کرتے ہوئے دیکھا یا اب چند برسوں سے مرغ مذکور آتا ہے تو اس راہب نے عرض کیا کہ نہیں چند سال سے یہ مرغ یہاں آتا ہے اور اسی طرح حیرتناک کارروائی کرتا ہے حضرت محمد حنفیہؓ راہب کے جواب پر بہت اشکبار ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ یہ مرغ کون ہے یہ ایک فرشتہ ہے جو دوزخ پر موکل ہے اور یہ آدمی عبدالرحمان ابن ملجم میرے باپ کا قاتل ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس فرشتے کو اس شخص پر مسلط فرمایا ہے کہ اسی طرح ہر سال ابن ملجم کو اپنی خوراک قرار دے اور اسطرح

تاقیام قیامت اس مردود کی یہ سزا مقرر فرمائی ہے اور بروز حشر ابد الآباد جہنم میں رکھا جائے گا۔ اس قدر ارشاد فرما کر آپ پھر رونے لگے اور وہ راہب بھی رونے لگا اور پھر حضرت محمد حنفیہ سے اس راہب نے سوال کیا کہ جس شخص کو اس ملعون نے قتل کیا ہے وہ آپ کے کوئی عزیز تھے حضرت محمد حنفیہ نے یہ جواب دیا کہ ہاں وہ میرے والد بزرگوار علی ابن ابی طالبؑ تھے کہ جن کو اس بدبخت نے عین حالت نماز میں تلوار سے شہید کیا اور وہ شامل رحمت الٰہی ہوئے یہ سنکر اس راہب نے عرض کیا کہ میں علیؑ کو بخوبی پہچانتا ہوں اور ان سے واقف ہوں حضرت محمد حنفیہؓ نے راہب کا یہ جواب سنکر ارشاد فرمایا کہ تم ان کو کب سے اور کیونکر پہچانتے ہو اس نے کہا کہ انجیل میں پیغمبران گذشتہ نے انکی بہت صفت و ثنا لکھی ہے اس دریا کے کنارے پر مقیم رہنے کا بھی یہی سبب ہے کہ میں انکے اہلبیت سے کسی کے ہاتھ پر ایمان لاؤں اور اپنی قوم کو بھی مسلمان کروں پھر راہب نے یہ کہا کہ میں نے پیغمبروں کے صحیفوں میں دیکھا ہے کہ ایک شخص حضرت امیر علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہو گا جو اس مقام پر تشریف لا کر غائب ہو جائے گا یہ سنکر حضرت محمد حنفیہ نے اس راہب سے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص جس کا ذکر تو نے کیا ہے وہ میں ہوں کہ یہاں سے غائب ہو جاؤنگا اس راہب نے حضرت محمد حنفیہؓ سے دریافت کیا کہ آپ بطن جناب سیدہ حضرت فاطمہ زہراؑ سے ہیں یا کسی دوسری بی بی سے پیدا ہوئے ہیں حضرت محمد حنفیہ نے راہب کو جواب دیا کہ میری ماں کا نام حنفیہ ہے اور میں امت کے جور و ظلم سے غائب ہوں یہ سنکر پھر اس راہب نے یہ عرض کیا کہ نہایت مناسب ہے اور آپ کا یہ زہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کے مشابہ ہے پھر راہب نے حضرت محمد حنفیہؓ سے یہ عرض کیا کہ آپ گواہ رہئے میں اقرار کرتا ہوں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ واشھد ان علیا ولی اللہ جب اس راہب کو حضرت محمد حنفیہ نے یہ کلمہ پڑھتے ہوئے سنا تو آپ بہت خوش ہوئے اور اسکے حق میں دعا کی اسکے بعد راہب نے عرض کیا کہ اب آپ چل کر صومعہ میں قیام فرمائیں تاکہ میں جاکر اپنی قوم کے لوگوں کو بلا لاؤں اور وہ حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر ایمان لائیں حضرت محمد حنفیہ نے اس راہب کی التماس کو قبول فرمایا چنانچہ راہب اسی وقت ابن عبداللہ ابن عباس کو ہمراہ لیکر اپنی قوم میں گیا اور اس نے اپنے گروہ سے کہا کہ اے لوگو تم کو مبارک ہو کہ فرزند حضرت علی ابن طالبؑ یہاں تشریف لائے ہیں اور میں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا پس تم لوگ بھی سب مسلمان ہو جاؤ اور اپنے تمام لوگوں کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی جانب دعوت کی اور یہ خبر اس تمام ملک میں مشہور ہوگئی لوگ برابر مسلمان ہوتے جاتے تھے کہتے ہیں کہ یہ ملک بھی عبداللہ ابن زبیر کے قبضۂ اقتدار میں تھا اور اس مقام کا حکمراں اس کی طرف سے ایک شخص عبدوس نامی تھا جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا سخت دشمن تھا اور ان سے دلی عناد اور عداوت رکھتا تھا اس ملعون کو جب محمد حنفیہؓ کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ نہایت ہی خشمناک ہوا اس زمانہ میں دو ہزار آدمی کی فوج بھی اس کی ماتحت تھی چنانچہ وہ ان دو ہزار آدمیوں کی جمعیت سے ان نو مسلموں کی ایذا رسانی کے واسطے چڑھ آیا چنانچہ ان میں بعض کو جان سے بھی مار ڈالا۔ انکے گھر برباد کر دیئے اور ان سے یہ کہتا تھا کہ تم مسلمان کیوں ہو گئے مگر ابھی تک حضرت محمد حنفیہ کی اس کو خبر نہ پہنچی۔

تھی کہ اس اثنا میں ایک خوبصورت آدمی آیا اور ان سے کچھ آہستہ کہا چنانچہ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور سعد کو حکم دیا کہ اب اونٹ کی زین کس کر لے آؤ کیونکہ ہمارے چلنے کا وقت آ پہنچا ہے۔ چنانچہ سعد اونٹ پر زین کس کر حضرت کی خدمت میں لے آیا اس عرصہ میں وہ جوان پاکیزہ صورت جس نے آپ سے آ کر کچھ عرض کیا تھا غائب ہو گیا اسوقت علی ابن عبداللہ ابن عباس اور سعد اور وہ راہب اور وہ سب مسلمان کہ جو حال میں ہی ایمان لائے تھے خیمے سے باہر نکل آئے اور حضرت محمد حنفیہ کے عقب میں کوہ عتیق کی طرف روانہ ہوئے اس پہاڑ کا نام جبل الفرج بھی تھا۔ جب حضرت محمد حنفیہؓ نے تھوڑا سا راستہ قطع فرمایا تو پھر وہ نوجوان پاکیزہ رو ظاہر ہوئے اور حضرت محمد حنفیہ کے آگے آگے جا رہے تھے یہاں تک کہ جاتے جاتے ایک چشمہ کے کنارے پر پہنچے اور اس چشمہ سے حضرت محمد حنفیہ نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی یہاں پر پھر وہ نوجوان غائب ہو گئے اسوقت حضرت محمد حنفیہ نے دیکھا کہ ایک رقعہ ان کے پاس جانماز پر پڑا ہوا ہے حضرت محمد حنفیہ نے اسکو پڑھا تو اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی یاابن الامام غیب نفسك فی هذا الكهف الی یوم الوقت المعلوم فان علیك حكما لا یعلمها الا الله اسوقت محمد حنفیہ نے علی ابن عبداللہ ابن عباس اور سعد اور مجاہر کو جو نو مسلم تھا اپنے پاس طلب فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اب میرے غائب ہونیکا زمانہ بہت قریب پہنچ گیا صرف تھوڑی دیر کے بعد میں غائب ہو جاؤنگا اور ہر چند تم مجھکو تلاش کرو گے لیکن تم کو میرا پتہ نہ لگیگا اور میں تم سے نہ مل سکونگا پس تم کو مناسب ہے کہ جو کچھ تم کو دریافت کرنا ہو وہ مجھ سے دریافت کرلو اور میں تمہاری باتوں کا بخوبی اور مفصل جواب دونگا اسوقت علی ابن عبداللہ ابن عباس نے عرض کیا کہ آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ وہ جوان پاکیزہ سیرت کون شخص تھے کہ جو کئی بار ظاہر ہوئے اور پھر ہم لوگوں کی نظر سے غائب ہو گئے تھے حضرت محمد حنفیہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت خضر علی نبینا وعلیہ السلام تھے پھر سعد نے عرض کیا کہ آپ یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں کہ اس مقام پر ہم بھی آپ کے ہمراہ چلیں سعد کے اس التماس کے جواب میں حضرت محمد حنفیہ نے ارشاد فرمایا کہ جہاں میں جاتا ہوں وہاں تک تمہاری رسائی نہیں ہو سکتی ہے مگر میں تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ خدا کی یاد میں مصروف رہنا اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے اُن سے اجتناب کرتے رہنا اور جو خدا کے مخلص بندے ہوں ان سے محبت رکھنا اور جو دشمن خدا ہوں ان کے دشمن رہنا اور جب تم لوگ مدینہ منورہ پہنچو تو میری طرف سے رحمت خدا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دینا اور پھر عرض کرنا کہ جس مقام پر جانے کا آپ نے حکم دیا تھا میں وہاں کو روانہ ہو گیا اور میرا سلام ان سے عرض کرنا اور یہ بھی عرض کر دینا کہ جس شخص کی نسبت آپ نے ارشاد فرمایا ہے میں اُن سے آپ کا پیام اور سلام کہہ دونگا اس ارشاد کے بعد حضرت محمد حنفیہ نے ان لوگوں سے یہ فرمایا کہ اے یارو میں اس پہاڑ کے اندر جاتا ہوں اور اس کی کھوہ میں داخل ہوتا ہوں ایسا نہ ہو کہ تم بھی میرے عقب میں چلے آؤ حضرت رسولخدا نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص مثل اصحاب کہف کے ہوگا میں اس پہاڑ کے بیچ میں تا ظہور موفور السرور حضرت صاحب العصر والزماں غائب ہونگا اور جب قائم آل محمد ظہور فرمائیں گے تو ان کے تخت کا ایک پایہ

میرے ہاتھ میں ہوگا اسوقت علی ابن عبداللہ نے عرض کیا کہ قائم آل محمد کون شخص ہوگا حضرت محمد حنفیہ نے ارشاد
فرمایا کہ قائم آل محمد وہ ہوں گے کہ جو دین میں قیام یعنی استحکام فرمائیں گے اور ان کا نام وہ ہوگا جو حضرت
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک ہے اور ان کی کنیت بھی وہی ہوگی جو حضرت رسول خدا کی کنیت
ہے اور ان کے پدر بزرگوار حسن ابن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین ابن علی ابن ابیطالب
علیہم السلام ہیں جسوقت حضرت محمد حنفیہ نے یہ تقریر دردناک ختم فرمائی تو کچھ آوازیں چارطرف سے آنے لگیں
سعد نے آنحضرتؑ سے دریافت کیا کہ یہ آوازیں کہاں سے آتی ہیں حضرت محمد حنفیہ نے ارشاد فرمایا کہ آواز مذکور
پریوں کی ہے کہ جنھوں نے ہم کو اس مقام تک راستہ بتایا تھا اور اب یہ ہم سے رخصت ہونے کے واسطے آئی ہیں
اتنا ارشاد فرما کر آپ اٹھے اور درود پڑھتے ہوئے اس پہاڑ کی جانب روانہ ہوئے اس وقت کوہ مذکور میں سے یہ آواز
آئی ادخلی یا امانت اللہ فی بطنی یعنی اے امانت خدا میرے شکم میں داخل ہو اور مجھ کو کوہ عقیق کہتے ہیں ۔
کیونکہ میں نے خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد مصطفےٰ کی نبوت اور حضرت علی مرتضیٰ کی امامت کا اقرار کیا ہے سعد
بیان کرتا ہے کہ جسوقت ہمارے آقا اس پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک شخص سامنے سے ظاہر ہوا اور اس نے آگے
بڑھکر حضرت محمد حنفیہ سے معانقہ کیا اور پھر یہ دونوں اس پہاڑ کی کھوہ میں چلے گئے اور وہاں جاکر غائب ہوگئے اور
علی بن عبداللہ ابن عباس کہتا ہے کہ سید محمد حنفیہ جب اس غار پر پہنچ گئے تو ہم لوگ اس غار کے دروازے پر موجود
تھے اور اگلے روز تک وہاں ہم ٹھیرے ہوئے تھے اتفاق سے اس روز عبدوس ملعون محمد حنفیہ کی تلاش میں آیا
اور مجھ سے ان کی خبر دریافت کی میں نے اسکو جواب دیا کہ وہ اس غار میں چلے گئے ہیں عبدوس اسی وقت اپنے
گھوڑے سے اتر پڑا اور ننگی تلوار کھینچے ہوئے بڑھا اور اپنے ساتھیوں سے یہ کہتا تھا کہ تم لوگ یہاں ٹھہرو میں محمد حنفیہ کا
سر لے کر ابھی آتا ہوں یہ کہکر اس نے ارادہ غار کے اندر جانے کا کیا ابھی قدم بڑھانے نہ پایا تھا کہ ایک شیر ژیاں
اس مقام پر دائیں طرف سے آیا اور اس نے عبدوس کو پھاڑ ڈالا یہ حال دیکھکر اس کی فوج میں ایک غلغلہ برپا
ہوگیا اور اس شیر نے کل آدمیوں کو جو تخمیناً چھ سو آدمی تھے ہلاک کر ڈالا سب لوگوں نے جب یہ حال دیکھا تو
بجز بھاگنے کے کوئی طریق نجات نہ پایا اور سید بے مکہ کو روانہ ہوئے اور عباس اپنے گھر کو روانہ ہوا کہتے ہیں کہ اس
ملک کے باشندے اب تک دو گروہ ہیں ایک تو وہ فرقہ ہے جو کیسانیہ مذہب رکھتا ہے اور ایک گروہ امامیہ ہے ۔
کیسانیہ مذہب کے لوگ کہتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آخر زمانہ میں قائم آل محمد حضرت محمد حنفیہ ہیں اور ان کی اولاد
میں سے جو شخص امامت کا دعویٰ کرے وہ امام ہے مگر امامیہ مذہب کے لوگ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ جب قرب قیامت
ہوگا تو آخر زمانہ دنیا میں قائم آل محمد کا ظہور مبارک ہوگا ان کا اسم مبارک مہدی ہوگا اور یہ حضرت امام حسن بن علیؑ
کی اولاد سے ہونگے بہرحال جب سعد حضرت محمد حنفیہ سے رخصت ہوکر مکہ پہنچا اور علی بن عبداللہ نے یہ ارادہ کیا کہ
جسقدر واقعات اس وقت تک گذرے ہیں ان کو تفصیل وار اپنے باپ سے بیان کریں تو عبداللہ ابن عباس رض
نے اس سے یہ کہا کہ تمہارے پہنچنے سے قبل مجھ سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یہ سب حال مفصل

وشرح ارشاد فرما چکے ہیں۔ اب یہ بتلاؤ کہ محمد حنفیہ غار میں کیونکر داخل ہوئے اور عبدوس اور اس کی فوج کیونکر داخل جہنم ہوئی اس وقت علی ابن عبداللہ نے یہ کلمہ کہا صدقت یا امام زین العابدین یعنی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سب صحیح اور درست ہے اس کے بعد سعد مذکور روانہ ہوا اور حضرت امام زین العابدین کی حضور میں حاضر ہوا حضرت امام زین العابدین سید الساجدین سے سب حال عرض کیا اور جو سلام و پیام حضرت محمد حنفیہ نے کہلا بھیجا تھا وہ پہنچایا اور اس کے بعد سعد اہل و عیال حضرت محمد حنفیہؓ کے دولت خانہ پر گیا اور ان سے بھی سب حال عرض کر دیا اور جب تک زندہ رہا راہ حق پر قائم رہا۔

واقعہ یازدہم حضرت ابراہیم بن مالک اشتر کا ابن زیاد کے مقابلہ کیلئے جانا

روایت ہے کہ غیبت محمد حنفیہ کی خبر جب مختار کو معلوم ہوئی تو اس کو انتہا درجہ کا صدمہ اور رنج ہوا کیونکہ وہ ان کا معتقد خاص با اخلاص اور شیعیان حیدر کرار میں سے تھا وہ اس خبر وحشت اثر کو سنکر بہت دیر تک روتا رہا آخر اس نے اپنے سرداران لشکر کو بلایا اور ان سے کہا کہ اے بھائیو آگاہ ہو کہ اب اس امت کے ظلم و جور کی کوئی انتہا نہیں رہی جو اس کی طرف سے آل محمد پر نازل ہوئی ہے تم نے سنا ہوگا کہ حال میں حضرت محمد حنفیہ نے عبداللہ ابن زبیر کے ہاتھ سے تنگ و پریشان ہو کر ہجرت اختیار فرمائی اور اس مقام پر کہ جہاں ان سے جانے کا وعدہ ہو چکا تھا تشریف لیجا کر غائب ہو گئے اور اب قائم آل محمدؐ کے ہمراہ خروج کریں گے۔ خیر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا دوسری بات غور کے قابل یہ ہے کہ عراق میں حضرت امامؑ کے جسقدر قاتل موجود تھے ان سب کو تو میں نے قتل کرا دیا اور ان کا خانماں تباہ و برباد کر دیا اور ان کے درخت اور شاخوں کو کاٹ ڈالا مگر ابھی تک جڑ اس درخت کی باقی ہے اور وہ خبیث ابن خبیث عبیداللہ ابن زیاد ہے اس میں شک نہیں کہ یہ شخص بدترین مخلوقات سے ہے اور جب تک یہ ملعون روئے دنیا پر زندہ موجود رہے گا اسوقت تک نہ تو کھانے کا مزا آئیگا اور نہ پانی پینے کا لطف آئیگا کیونکہ اس کی زندگی باعث بربادی مخلوقات اور موجب فتنہ انگیزی اور خونریزی امت محمدیہ کا ہے فضل خدا سے اس وقت میں نے تمام صوبہ عراق کو آل رسول خدا کے دشمنوں سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے اور اب کوئی فتنہ و خرخشا اس قسم کا باقی نہیں رہا صرف ابن زیاد کا اندیشہ ہے تو اب ہمکو واجب و لازم ہے کہ اس ملعون کے دفعیہ کی تدابیر میں دل و جان سے مصروف ہوں اور متفق ہو کر ایسی کوشش کریں کہ ان کا نام و نشان صفحہ روزگار سے محو ہو جائے لہذا ہم کو سردست مقام موصل پر نہایت ہوشیاری اور دلیری سے حملہ کرنا چاہئے امید ہے کہ خداتعالیٰ ہم کو اس لڑائی میں فتحیاب فرمائے گا اور یہ غم ہمارے دل سے بالکل دور ہو جائے گا جب مختار نے یہ تقریر اپنے سرداروں کے سامنے بیان کی اسوقت سب لوگوں کی نظر ابراہیم ابن مالک اشتر پر تھی کہ دیکھیں وہ اس تقریر کا کیا جواب دیتے ہیں چنانچہ ابراہیم نے اس تقریر کا جواب اس طرح دیا کہ یا امیر میں عبیداللہ ابن زیاد کی سرکوبی اور مقابلہ کیواسطے حسب تجویز تمہارے موصل کو روانہ ہوتا ہوں

اور تم اس وقت کوفہ ہی میں قیام کرو مجھکو خداوند کریم کے فضل و کرم سے امید کامل ہے کہ اس معرکہ میں وہ ضرور مجھکو فتح عنایت فرمائے گا۔ اور عبید اللہ ابن زیاد میرے ہاتھ سے اس جگہ یقیناً مارا جائیگا اور شجرۂ ملاعنہ کے قتل کا اجر مجھکو ملیگا۔ مختار نامدار نے یہ جواب دلیرانہ ابراہیم کا سنکر کہا کہ اے بہادر زمانہ و اے جوان مردیگانہ انشاء اللہ تعالیٰ خدائے برتر تجھکو بے شک اور ضرور اس معرکہ میں فتحیاب فرمائے گا اور تمام بنی امیہ کا دل تمہارے ہاتھ سے عبید اللہ ابن زیاد کے قتل ہو جانے پر شعلہ زن بدرد الم ہوگا۔ بہرحال ابراہیم نے مختار کے احکام کو نہایت جوش خاطر سے قبول کیا اور سب مسلمان بھی ابراہیم و مختار کے اس ارادہ سے خوش و بشاش تھے کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس وقت تک جس جس لڑائی میں ابراہیم شریک ہوا تھا۔ اس نے نہایت ناموری کے ساتھ فتح پائی تھی۔ خلاصہ یہ کہ اس گفتگو کے بعد مختار نے سامان جنگ اور اسباب سفر کی تیاری کا حکم دیا اور تمام اہل کوفہ سے خراج اس غرض سے وصول کیا کہ اخراجات لشکر ابراہیم کے کام میں آئے اور یہ سب ابراہیم کے سپرد کیا ابراہیم نے چار مہینہ کا سامان خورد و نوش بہم پہنچایا اس کے بعد ابراہیم تیس ہزار دلیران جنگی کو ہمراہ لے کر اسی روز کوفہ سے باہر نکل کر مقام نخلہ میں فروکش ہوا مختار ہر روز صبح کے وقت جب تک ابراہیم اس جگہ مقیم رہا اس کے پاس خود جاتا رہا اور صلاح و مشورہ کرتا رہا اور جس شب کی صبح کو ابراہیم کوچ کرنے والا تھا اس شب کو خود بھی مختار لشکرگاہ میں سویا تاکہ جو کچھ افہام و تفہیم ابراہیم کو کرنی ہو کرے چنانچہ تمام شب باہم صلاح و مشورہ ہوتا رہا دوسرے روز تمام کوفہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ ابراہیم اشتر عبید اللہ ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے مع لشکر روانہ ہونے والے ہیں اس اطلاع کے مشہور ہونے پر تمام اہل کوفہ بیرون شہر اس مقام پر جہاں کہ ابراہیم کا لشکر پڑا ہوا تھا جمع ہو گئے اور جب ابراہیم مع طبل و علم روانگی سفر پر تیار ہوا یہ حال دیکھکر تمام حاضرین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور نہایت بیتابی سے رونے لگے کیونکہ ابراہیم ایک مرد مومن اور نہایت متقی اور پارسا تھا اور ہمیشہ وہ اہل اسلام کی خیر خواہی اور نفع رسانی میں مصروف رہتا تھا جب نقارہ کوچ کا بجا اور ابراہیم کے ایک غلام نے کہ جس کا نام میمون تھا علم اپنے ہاتھ میں لے کر اٹھایا کیونکہ لڑائی کے موقع پر ابراہیم کے لشکر کا علمدار یہی شخص ہوا کرتا تھا اس وقت تمام کوفہ والوں نے یہ حال دیکھکر دوبارہ گریہ وزاری شروع کی اور سب نے خداوند کریم کے حضور میں اس وقت یہ منت مانی کہ اگر ابراہیم فتح و فیروزی کے ساتھ کوفہ کو واپس آئیگا تو ہم میں سے ہر ایک شخص خدا کے نام ایک مقدار مقررہ زر نقد محتاجوں اور مساکین کو تقسیم کریگا اسوقت مختار ایک مقام بلند پر کھڑا ہوا ابراہیم کے لشکر کو ملاحظہ کر رہا تھا ابراہیم کی فوج گروہ گروہ جیسا کہ اس زمانہ کا قاعدہ تھا صف باندھے ہوئے موصل کو جا رہی تھی اور تمام لشکر سے آگے بنظر امید فتح و فیروزی حضرت امیر المومنینؑ کی کرسی تھی جو ایک اونٹ کی پشت پر لدی ہوئی تھی۔ اس کرسی کا نام سکینہ تھا اور مختار اس کرسی کو ہر ہفتہ گلاب سے دھویا کرتا تھا اور مشک و عنبر خوشبودار

رہنے کیلئے ملا کرتا تھا اور یہ سب اہتمام اس واسطے تھا کہ اسکو جناب امیر علیہ السلام سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور ان حضرات کا معتقد تھا جناب رسولخداؐ سے منقول ہے کہ جو شخص میرے ایک جزو کو دوست رکھتا ہے اور وہ اپنی زبان سے کہے کہ میں اسکو دوست رکھتا ہوں تو خداوند کریم جل جلالہ اس کو ثواب عظیم عطا فرمائے گا۔ اور جو شخص میرے ایک جزو کا دشمن ہو اور یہ کہے کہ میں اس کو دشمن رکھتا ہوں تو وہ شخص قیامت کے روز میری شفاعت سے بے نصیب رہیگا۔ بہر حال ابراہیم نے مقدمۃ لشکر پر ابن شمیط نخعی کو افسر مقرر کیا اور اپنے گروہ کو اس کو تفویض کیا اور جب اس کے بعد وہ مختار کے قریب رخصت ہونیکی غرض سے پہنچا تو اس نے چاہا کہ گھوڑے سے اتر پڑے مگر مختار نامدار نے اسکو اترنے سے منع کیا اور بحالت سواری ہی اس سے معانقہ کیا اور اس کو رخصت کیا اس کے بعد مزاحم ابن مالک اشتر نخعی کا گروہ آیا اور اس کے گروہ کے آگے بیس اونٹ خاصہ کے چلتے تھے جن پر سامان لشکر لدا ہوا تھا مختار نے اسکو بھی گلے سے لگایا اور اس کی آنکھوں پر بوسہ دیکر یہ کہا کہ اے مرد سعادتمند خدا تعالیٰ تجھکو ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے اس کے بعد علی بن مالک اپنے گروہ کے ہمراہ مختار کے پاس حاضر ہوا اس کی فوج کا علم سرخ رنگ کا تھا اور اس کے بعد عمر بن قطبہ اپنے گروہ کو ساتھ لیکر آیا اس کے پیچھے جیم بن عدی اپنی فوج کے ساتھ چل رہا اور اس کے لشکر کے آگے چودہ اونٹوں پر سامان لشکر بھرا ہوا تھا جیم کے لشکر کے عقب میں عبداللہ ابن عکرمہ اپنے سپاہیوں کے ہمراہ آیا یہ شخص مختار کو دعا دیتا تھا اس کے بعد طاہر بن منیر بن نفلہ آیا اور مختار کے سامنے سے نکل گیا اور اسی طرح یہ فوج گروہ گروہ آتی تھی اور گذر جاتی تھی صبح سے نماز ظہر کے وقت تک اسی طرح یہ فوج مختار کے سامنے سے گذرتی رہی اور سب کے اخیر میں امیر ابراہیم کی خاص فوج تھی اس میں دو سو اونٹوں پر ہتھیار لدے ہوئے تھے اور چالیس کوتل گھوڑے آٹھ عمدہ قسم کے خچر اور بارہ سو علم اور ہزار جوان خاص اس کی قوم کے مسلح نہایت بہادر تھے اور چند حافظ قرآن قرأت کرتے ہوئے یعنی سورۃ ہل اتی پڑھتے ہوئے اس کے عقب میں تھے اور امیر ابراہیم آگے تھے چالیس گھوڑے اور کچھ علمدار تھے۔ یہ نظارہ دیکھکر اہل کوفہ نے باواز بلند ابراہیم کو دعا دی پس مختار سے ابراہیم نے یہ عرض کیا کہ امیر اگر خداوند کریم نے فضل و کرم فرمایا تو جلد مجھکو فتح حاصل ہوگی اور میں عنقریب اس کی بابت مفصل خط آپکی خدمت میں روانہ کرونگا امیدوار ہوں کہ دعائے عافیت سے فراموش نفرمائیگا مختار نے جواب دیا کہ انشاءاللہ امید کامل ہے کہ عنقریب میں تمہارا فتحنامہ ان لوگوں کو پڑھکر سناؤں گا اور جو لوگ تمہاری مفارقت سے آزردہ ہوئے ہیں وہ بہت جلد بفضلہ تعالیٰ کمال مسرت سے شاد و خرم ہوں گے۔ یہ کہکر ابراہیم اشتر سے مختار نامدار بغلگیر ہوا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور یہ کہا کہ جب تم موصل کو روانہ ہو تو براہ شام روانہ ہونا اتنا کہکر ابراہیم کو مختار نے بہت کچھ دعائیں دیں اور اسی طرح حارث بن عتاب اور ورقا بن عازب سے بھی بغلگیر ہوا اور ان سے یہ کہنے لگا کہ تم کو مناسب ہے کہ ابراہیم بن مالک اشتر کو ہمیشہ خوش رکھنا اور اسکے خلاف کوئی بات نہ کرنا اور ہمیشہ اس کی اطاعت میں مصروف و مشغول رہنا یہ سنکر سب سرداروں نے مختار سے عرض

کہا کہ ہم ان کے ہر طرح مطیع و فرمانبردار ہیں اور جیسا آپ نے ارشاد فرمایا ہے اسکے بموجب ہم لوگ کاربند ہونگے چنانچہ یہ عرض کر کے اس مقام سے روانہ ہوئے اور مختار ان کو اسوقت تک دیکھتا رہا جب تک کہ لوگ اس کی نظر سے غائب ہو گئے اس کے بعد مختار وہاں سے واپس ہو کر کوفہ میں داخل ہوا۔ ادہر ابراہیم دریائے فرات کے کنارے کنارے مع اس عظیم الشان فوج و لشکر کے گرفتار تھا آخر چلتے چلتے وہ ایک گاؤں کے قریب پہنچ گیا اس گاؤں کا مالک ایک شخص صالح بن عمر نام تھا جو خاندان حضرت رسولخدا اور حضرت علی علیہ السلام کا سخت دشمن تھا اور یہاں کے لوگ جو اس شخص کے بہت زیادہ ہوا خواہ تھے اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اہل بیت کو ناسزا کہتا تھا غرض یہ کہ جب ابراہیم اس گاؤں میں فروکش ہوا تو اپنے رفقاء سے کہنے لگا کہ ہم پر سب سے پہلے یہ واجب ہے کہ اس گاؤں میں جا کر اس کے حاکم کو قتل کر ڈالیں چونکہ یہ ملعون عبید اللہ ابن زیاد سے زیادہ شقی اور دشمن آل محمد ہے یہ سنکر ورقا نے ابراہیم سے کہا کہ میں اپنے سپاہیوں کو لیکر جاتا ہوں اور جو میرے سامنے آئے گا میں اس کو فوراً قتل کر ڈالونگا ورقا کی اس تقریر کا ابراہیم نے جواب دیا کہ ان لوگوں میں کوئی شخص با ایمان بھی ضرور ہوگا مبادا وہ غلطی سے تیرے ہاتھ سے مارا جائے یہ سنکر ورقا نے ابراہیم سے کہا کہ میں اس طرح ان پر حملہ نہ کروں گا بلکہ اس وقت میں ایک مخبر کو کسی چیز کے خریدنے کے بہانے سے اس گاؤں میں بھیجتا ہوں تو وہ بطور جاسوس اس گاؤں میں جا کر یہ حال تحقیق کرے گا کہ کوئی شیعہ مذہب یہاں رہتا ہے یا نہیں اس اطلاع پر اس مومن کو ہم آگاہ کر دیں گے کہ وہ اس گروہ شقاوت پژوہ میں سے نکل جائے اور اس کے بعد پھر ہم حملہ کریں گے چنانچہ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور اسی وقت ایک ساربان دانہ خریدنے کیلئے یہاں سے اس موضع میں پہنچا چنانچہ وہ ساربان اس حال کی تحقیق کے واسطے موضع مذکور میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور اس نے آکر سرداران لشکر ابراہیم سے یہ عرض کیا کہ ان کافروں کی شقاوت کی حد نہیں ہے کسی شخص نے ان ملعونوں کو ہمارے آنے کی خبر پہنچا دی ہے کہ خون حضرت امام حسینؑ کا انتقام لینے کے لئے موصل کو جاتے ہیں لہذا سب لوگ اس گاؤں کے باہر جنگل کو نکل گئے ہیں اور تم پر لعنت کرنے میں مصروف ہیں اور خدائے تعالیٰ سے ابن زیاد کی فتحیابی کی دعا مانگتے ہیں یہ حال سنکر ابراہیم نے کہا ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ۔ یہ آیت پڑھنے کے بعد ابراہیم نے ورقا ابن عازب کو یہ حکم دیکر روانہ کیا جو بات تیرے امکان میں ہو ان کے حق میں اٹھا نہ رکھنا چنانچہ فوراً ورقہ روانہ ہوئے ادہر اس گاؤں کے لوگ موضع سے باہر کسی مقام پر جمع تھے ۔ ورقہ نے چاروں طرف سے ان لوگوں کو گھیر لیا اور ان لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ موضع مذکور میں مرغ تک کا بھی نام و نشان نہ رہا جو بولتا اور ان کے گھروں میں آگ لگا دی اسکی اطلاع مختار کو بھی دی گئی جس کو سنکر وہ بہت بشاش اور خوش ہوا اور اپنے ملازموں سے یہ کہا کہ خدا کی قسم یہ ابراہیم کی فتحیابی کے واسطے بطور شگون کے نشانی ہے اور بیشک اسکو ابن زیاد پر فتح حاصل ہوگی کہتے ہیں کہ اس خرابی کے بعد پھر کسی نے اس گاؤں کو آباد نہ کیا ابراہیم اس کارروائی کے بعد اس مقام سے روانہ ہوا

عبید اللہ ابن زیاد کو بھی یہ خبر کسی نے پہنچادی کہ مختار نے تیرے مقابلہ کے واسطے ایک لشکر گراں روانہ کیا ہے۔ اس
زمانہ میں عبید اللہ ابن زیاد موصل میں مقیم تھا اور اسی ہزار سوار و پیادے اس کے ہمراہ تھے یہ سب فوج عبدالملک
ابن مروان حاکم شام کی طرف سے اس کی اعانت اور مدد کو آئی تھی، بہرحال خبر مذکور سنکر عبید اللہ ابن زیاد
نے اپنے لوگوں سے کہا کہ یہ بات نہایت دشوار بلکہ محال ہے جبکہ اس قدر فوج جرار میرے پاس موجود ہے کسی
کی کیا حقیقت ہے جو میرے مقابلہ کے لئے آئے اور یہ کہکر اسی وقت اس نے ایک شخص کو بلایا جس کا نام عمرو ابن
انیس تھا اور اس سے عبید اللہ ابن زیاد یہ کہنے لگا کہ اے شخص تجھکو ابراہیم کے لشکر میں بحیثیت جاسوسی جانا چاہئے
اور اس فوج کی تمام کیفیت اور مفصل حال تحقیق کرکے مجھکو اس سے اطلاع دینی چاہئے چنانچہ وہ ملعون عبید اللہ
ابن زیاد کے پاس سے روانہ ہوا، یہ شخص تو ابراہیم کے لشکر کا حال دریافت کرنے کی غرض سے اس طرف روانہ ہوا
اور عبید اللہ ابن زیاد ملعون نے اپنے رفقاء اور سرداران لشکر کو جمع کرکے ان سے یہ حال بیان کیا کہ یارو کوفہ
سے ایک فوج کثیر لے کر ابراہیم ابن مالک اشتر نخعی یہاں آیا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ ہم پر لشکر کشی کرکے
ناموری حاصل کرے لیکن یقین ہے کہ اس کا انجام بھی مثل سلیمان صرد خزاعی کے ہوگا پس تم سب کو چاہئے کہ
ہر طرح مستعد اور ہوشیار رہو اور آمادہ پیکار ہو امید ہے کہ جب ابراہیم یہاں پہنچ جائے گا اور ہمارے لشکر کی
کثرت اور آمادگی کو دیکھے گا تو اس کے دل میں خوف و ہراس بیٹھ جائے گا عبید اللہ ابن زیاد کی اس تقریر کو
سنکر اہل لشکر نے اس کو جواب دیا کہ ہم ہر طرح حکم کے تابع ہیں پس ان میں حصین ابن نمیر کہ ایک ہی شقی ازلی اور
حد درجہ کا دشمن خاندان نبوت تھا اور اس ملعون نے شیعیان حضرت علیؑ کو بتعداد کثیر قتل کیا تھا اور منجنیق
قائم کرکے اس نے خانۂ خدا میں پتھر پھینکے تھے۔ پس اس ملعون نے عبید اللہ ابن زیاد سے کہا کہ یا امیر مالک
ابن اشتر یعنی ابراہیم کی بھی کچھ ہستی اور حقیقت ہے آپ کے نزدیک وہ کوئی چیز ہوگا میری رائے میں تو
اس کی ذرا بھی حقیقت نہیں ہے وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ امیر خود بنفس نفیس اس کے مقابلہ و محاربے کے
واسطے جائے آپ یہاں ٹھہر جائیں اور میں اس کے مقابلے کے واسطے جاتا ہوں یہ سنکر ابن زیاد نے کہا کہ تو نے
بالکل یہ غلط کہا وہ میرے مقابلے کے واسطے آیا ہے لہذا سب کو اس سے محاربہ کے لئے نکلنا چاہئے۔ ابن
زیاد کے اس حکم پر جسقدر اس کے سرداران لشکر اور افسران فوج تھے سب کے سب تین شبانہ روز تک
درستی سامان حرب میں مصروف رہے، ابن زیاد اس تیاری اور درستی کے بعد پیر کے روز ابراہیم کے
مقابلے کے واسطے مع اپنے عظیم الشان لشکر و افسران فوج کے باہر آیا اس نے اپنی فوج کا مقدمۃ الجیش
حصین ابن نمیر کو بماتحتی پانچہزار آدمیوں کے افسر قرار دیا اور دو سو اونٹ جو سامان جنگ سے لدے ہوئے تھے
اس کے ہمراہ گئے اس کے علاوہ عماریاں اور ہودجیں بھی بڑے ساز و سامان سے اس کے ساتھ کردیں۔ اس شقی
کے عقب میں عمران احسان کہ جس کے ماتحت تین ہزار سواروں کا رسالہ تھا اور جو طرح طرح کے سامان
جنگ سے آراستہ اور مسلح تھا برآمد ہوا اس ملعون کی فوج جب آگے بڑھی تو اس کے پیچھے ایک اور شقی جسکا

نام سفیان تھا اور بارہ ہزار آدمیوں کا سردار تھا نکلا بہرحال یہ تمام فوج گروہ گروہ ہو کر روانہ ہوئی اور تین رات دن تک اس فوج کا یہی سلسلہ جاری رہا تیسرے روز ابن زیاد کی خاص سواری مع فوج کے روانہ ہوئی پانچ سو اونٹ جن پر عماریاں اور کجاوے رکھے ہوئے تھے اور ہر قسم کا سامان و سامان امیرانہ ان پر بار تھا اس کے ہمراہ تھے اور ان اونٹوں کے آگے بیس کوتل گھوڑے تھے جن پر زرد گردنیاں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ سب اس حرام زادے کے آگے آگے روانہ تھا اور خود یہ ایک عربی گھوڑے پر زرہ پہنے ہوئے تھا اور عمامہ سیاہ سر پر باندھے ہوئے سوار تھا اس وقت بالکل اس کا طرز سواری بنی امیہ کے طور پر تھا۔ خلاصہ یہ کہ اس جاہ و حشم اور اس طمطراق سے یہ ملعون موصل سے ابراہیم شیر شکار غلام جناب حیدر کرار کے مقابلے کے واسطے روانہ ہوا کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں عبیداللہ ابن زیاد اپنی فوج لے کر ابراہیم کے مقابلہ کے واسطے روانہ ہوا تو روز سہ شنبہ سنہ ۶۷ھ تھا۔ عبیداللہ ابن زیاد نے حکم دیدیا تھا کہ شہر موصل سے آگے بڑھ کر پانچ فرسخ کے فاصلہ پر دریا کے کنارے لشکر اپنا خیمہ نصب کرے۔ چنانچہ اس مقام پر یہ لشکر اشقیا فروکش ہوا۔ اس مقام سے عبیداللہ ابن زیاد ملعون ہر روز گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کیواسطے جایا کرتا تھا اس طرف ابراہیم کا حال سنئے کہ کوفہ والوں نے بہت سے جاسوس اور مخبر چھوڑ دیئے تھے کہ ابن زیاد کی اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ اس کی موصل سے روانگی کی خبر ابراہیم کو پہنچاتے رہیں۔ چنانچہ انھوں نے یہ اطلاع دی کہ ابن زیاد اس قدر فوج و لشکر کے ساتھ موصل سے روانہ ہو کر فلاں دریا کے کنارے آج کل خیمہ زن ہے اس خبر کو سنکر ابراہیم بہت خوش ہوا اور بصد مسرت وہ اپنے رفقا سے کہنے لگا کہ خدائے تعالیٰ اس کو ذلیل و برباد کرے گا اور ہم کو انشاءاللہ تعالیٰ اس کے مقابلہ میں کامیابی اور فتحمندی حاصل ہوگی خلاصہ یہ کہ ابراہیم بھی اپنے مقام سے روانہ ہو کر ایک سبزہ زار میں دریا کے کنارے فروکش ہوا جب نماز عصر کا وقت ہوا تو ابراہیم تنہا سوار ہو کر دریا کے کنارے سیر کو چلا جاتا تھا کہ اتفاق سے ان کو راستہ میں ایک صومعہ نظر آیا اس میں ایک پادری اپنا سر نکالے ہوئے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا ابراہیم نے کہا اے شخص اگر تجھ کو کوئی خبر معلوم ہو تو بیان کر اس راہب نے کہا کہ مجھے خبریں بہت سی معلوم ہیں یعنی شام میں بڑے بڑے فتنے اور فساد اٹھیں گے اور تمام عراق و حجاز و خراساں میں بڑی خونریزی ہوگی۔ ابراہیم نے پھر اس راہب سے سوال کیا کہ یہ بات تو نے جو کہی تو کس بنیاد پر کہی اس نے جواب دیا کہ میری نظر سے اکثر حکما اور داناؤں کی کتابیں گذری ہیں یہ خبر لکھی ہوئی ہے اور یہ بھی مجھکو معلوم ہے کہ اس وقت میں نے اس کلیسا سے اپنا سر کس غرض سے باہر نکالا ابراہیم نے کہا مجھے کیا معلوم ہے کہ تو نے کس وجہ سے اپنا سر باہر نکالا ہے اس راہب نے جواب دیا کہ ایسا معلوم ہوا کہ دس ہزار آدمی کی فوج عراق سے آج کل میں پہنچنے والی ہے اور اس فوج کا سردار اور افسر ایک بڑا ہی بہادر اور جنگ آزمودہ ہے اور ایک بڑے جنگ آور سپاہی کا بیٹا ہے وہ ضرور امیر جزیرہ سے مقابلہ کریگا اور اس ندی کے کنارے پر اس سے نہایت سخت اور خوفناک لڑائی ہوگی اس وقت ابراہیم نے کہا اے راہب آیا یہ امر بھی تجھ کو معلوم ہے یا نہیں کہ اس معرکہ میں فتح کس کو نصیب ہوگی راہب نے ابراہیم کی اس بات

کا جواب دیا کہ اس لڑائی میں امیر جزیرہ مارا جائیگا اور حکمران عراق کا اس جزیرہ پر تمام و کمال قبضہ ہو جائے گا۔ اس وقت ابراہیم نے یہ دریافت کیا کہ اس سپہ سالار کا نام کیا ہے راہب نے کہا کہ میں اس قدر تو ضرور جانتا ہوں کہ اس کے نام کا پہلا حرف الف ہے اور اس کے آخر میں میم ہے یہ سنکر ابراہیم کو یقین ہو گیا کہ وہ جسقدر بیان کرتا ہے صحیح اور درست ہے کہتے ہیں کہ اس صومعہ سے ابراہیم کے لشکر کا تین چار کوس کا فاصلہ تھا یہاں سے ابراہیم نے اپنے گھوڑے کی باگ ٹھہرائی اور چند قدم وہاں سے نہ بڑھنے پایا تھا کہ اس راہب نے بلند آواز سے ابراہیم کو پکار کر کہا کہ اے جوان معلوم ہوتا ہے کہ وہ سپاہ سالار اور افسر فوج عراق جس سے امیر جزیرہ یعنی عبید اللہ ابن زیاد کا مقابلہ ہوگا وہ تو ہی ہے اور یہ فتح نمایاں تجھ ہی کو حاصل ہوگی۔ یہ سنکر ابراہیم نے کہا کہ خدا تیری زبان کو سچ کرے اس طرف جب اہل لشکر کو یہ امر معلوم ہوا کہ ابراہیم تنہا اسی طرح کسی طرف کو چلے گئے ہیں اور ان کو اس قدر دیر ہو گئی تو اسوقت ورقا ابن عازب اور برادران ابراہیم مع کسی قدر فوج کے ابراہیم کی تلاش میں روانہ ہوئے یہانتک کہ رستے میں ابراہیم سے ملاقات ہوئی تو ابراہیم نے اپنے رفقا سے یہ بیان کیا کہ اے بھائیو تم کو فتح و نصرت کا مژدہ دیتا ہوں ان لوگوں نے جواب دیا کہ بشرک اللہ بالخیر اس کے بعد ابراہیم نے اس راہب کا قصہ اور سرگذشت بیان کی جسکو سنکر سب لوگ نہایت خوش ہوئے اور اپنے لشکر میں چلے آئے اور اس کا فوج سے بھی ذکر کیا اس خیال سے کہ فوج کا دل قوی ہو جائے گا اس کے بعد ابراہیم اپنی سپاہ کو لیکر اس دریا کے کنارے پر جا پڑا یعنی ابن زیاد کے لشکر کے مقابلہ میں اس نے اپنی خیمہ و خرگاہ نصب کئے اور اپنی فوج کے میمنہ اور میسرہ پر اپنے دونوں بھائیوں کو کھڑا کیا اور خود ابراہیم قلب لشکر میں کھڑا ہو کر درستی صفوف لشکر میں معروف ہوا اور یہ حکم دیا کہ تمام لشکر میں یہ منادی کرا دی جائے کہ اے اہل عراق تم کو دشمن سے غافل اور بے خبر نہ رہنا چاہیے ہر وقت مسلح رہو، یہ خبر ابن زیاد کے لشکر میں بھی پہنچ گئی کہ ابراہیم اپنا لشکر لئے آپہنچا ابراہیم نے یہاں اسبات کی قسم کھائی تھی کہ اپنے بدن سے اسوقت تک زرہ نہ اتاروں گا جب تک کہ قاتلان امام حسین سے مقابلہ کر کے ان کو قتل و غارت نہ کر لوں گا مگر قتل کرنے کے موقعہ پر یا جبکہ سونے کا وقت ہوگا اور رات کے وقت فوج کا طلایہ خود دیتا تھا اور اس نے اپنا خیمہ ایک مقام بلند پر نصب کر رکھا تھا اور ایک خاص نشان اپنے خیمہ کے دروازے پر اسبات کی شناخت کے لئے کہ یہ ابراہیم کا خیمہ ہے کھڑا کر دیا تھا رات بھر اپنے پندرہ افسران نامی کو ہمراہ لے کر لشکر کے گرد گشت کرتا رہتا تھا آخر ایک دفعہ ورقا ابن عازب نے ابراہیم سے یہ عرض کیا کہ یا امیر آج تم اپنے خیمہ میں آرام کرو کیونکہ کل میدان جنگ میں مقابلہ ہوگا اور دشمنان دین سے لڑنا ہے اس وقت ابراہیم نے آبدیدہ ہو کر رفقا سے کہا کہ اے رفقا مجھے جسوقت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت اور ان کی شہادت اور نیز اہل حرم کی تباہی اور بربادی یاد آتی ہے تو میری نیند اچاٹ جاتی ہے اور بالکل آنکھ نہیں لگتی صاف یہ ہے کہ جسوقت تک ابن زیاد زندہ ہے میں ہرگز نہ سوؤں گا اور تم بھی آرام نہ کرو اور نہ سوؤ۔ کہتے ہیں کہ ایک روز رات کو ابراہیم

طلایہ کے واسطے لشکر سے باہر نکلا اسوقت نماز عشا کا وقت گذر چکا تھا اتفاق سے ایک شخص یمن کا رہنے والا جو لشکر شام میں شامل تھا اور نہایت سخت دشمن آل محمدؐ کا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے دوستوں کے قتل کو فرض جانتا تھا اس آدمی کا نام تکریر تھا لشکر شام سے باہر نکلا ابراہیم کو بھی اس شخص کی بہت تلاش تھی اور نہایت جوش کے ساتھ اسکے قتل کا عرصہ سے متمنی تھا اور اس کی فکر میں رہتا تھا اسوقت جو ابراہیم اپنے لشکر کا پہرہ دے رہا تھا تو ایک شامی بھی اس کے ہمراہ تھا اور اسکو ابراہیم نے اس غرض سے ہمراہ لے لیا تھا کہ اگر کسی موقع پر لڑائی ہونے لگے تو اس شامی سے معلوم ہو جائے کہ دشمنوں میں سے کون شخص مقابلہ کر رہا ہے بہرحال اتفاقاً اسی وقت پہرہ داروں کے ہمراہ مع دو سو سواروں کے تکریر بھی لشکر شام کی طرف سے نکلا اس شامی آدمی نے جو ابراہیم کے ہمراہ تھا ابراہیم سے عرض کیا کہ یا امیر آج جو میں دریا کے کنارے جا رہا تھا تو میں نے اپنے ایک چچازاد بھائی کو دیکھا میں نے اس سے دریافت کیا کہ ابن زیاد نے میمنہ کو کس کے سپرد کیا ہے اور شب کے طلایہ کا کس کو افسر مقرر کیا ہے تو اس نے مجھے یہ جواب دیا کہ اے برادر آج کی رات ابن زیاد کے لشکر کا طلایہ تکریر کے سپرد کیا ہے اور یہ وہ شخص ہے کہ جو حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس بعد آنحضرتؑ کی شہادت کے کوفے گیا تھا اور اس نے اس سر مبارک کو باہر پھینکدیا تھا اور حضرت امام زین العابدینؑ کو دشنام دی تھیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ یہ شخص جو سامنے کھڑا ہوا ہے تکریر ملعون ہی ہے یہ بات اس شامی کی سنکر ابراہیم نے اپنے بھائی اور دیگر رفقا سے کہا کہ ہشیار ہو جاؤ پھر اس شامی نے ابراہیم سے دریافت کیا کہ اب تم کیا کارروائی کرو گے ابراہیم نے اسکو جواب دیا کہ میں اس سے جنگ کروں گا اس وقت پھر اس شامی نے عرض کیا کہ یا امیر اس ملعون کے ہمراہ دو سو سوار ہیں اور تمہارے ساتھ تو صرف پندرہ اشخاص ہیں بہتر و مناسب یہی ہے کہ یہاں سے بھاگ چلیں کیونکہ اس قدر جمعیت کثیر پر کامیابی حاصل کرنا محال ہے یہ سنکر ابراہیم نے اس کو ڈانٹا کہ او نامرد تو کیا اس بات کو جانے یعنی ہماری دلاوری اور مردانگی سے تجھکو کیا واقفیت ہے اور پھر اپنے رفقا کو حکم دیا کہ میرے پیچھے پیچھے تم اس ملعون یعنی تکریر پر حملہ کرو اور اس مرد شامی سے یہ کہا کہ تو یہاں سے کسی بلندی پر چلا جا۔ اس مقام سے ہماری لڑائی کا تماشا دیکھ اس شامی آدمی کا بیان ہے کہ میں اس جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا جو مقام ابراہیم نے مجھکو بتا دیا تھا اور وہاں سے میں ابراہیم کا حال دیکھنے لگا چنانچہ میں نے یہ دیکھا کہ ابراہیم نے مع اپنے رفقا کے تکریر پر حملہ کیا اور تکریر اسوقت ان لوگوں کے حملے سے بالکل غافل تھا کہ اتنے میں صدائے بزن و بکش بلند ہوئی اور ابراہیم کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا کہ اے انتقام لینے والو خون امام حسین علیہ السلام کے کچھ خوف نہ کرو اور ان ملعونوں پر بے خوف حملہ کرو جب اس گروہ شام کے افسر یعنی تکریر نے ابراہیم کا یہ فقرہ سنا تو اس نے بھی نیزہ اٹھا کر ابراہیم پر حملہ کیا کہ وہ ابراہیم کے قربوس زین پر لگا اور نیزہ ٹوٹ گیا ابراہیم نے ایک نعرہ مارا اور اس کے بعد ایک ایسی تلوار اس ملعون کے سر پر لگائی کہ تا ناف کاٹتی ہوئی چلی گئی اور وہ ملعون اسی وقت گھوڑے سے گر کر جہنم واصل

ہوا اور وہ دو سو آدمی جو اس کے ہمراہ تھے بے اختیار بھاگ نکلے یہ حال دیکھکر ابراہیم کے ایک غلام نے ایک سوار کے ہاتھ سے نیزہ چھینکر اس نیزے سے سوار مذکور کو قتل کیا اور پھر اور رفقا ابراہیم بھی پہنچ گئے تھے انھوں نے بھی اسی طرح حملہ کرکے پچاس شامیوں کو جہنم واصل کیا اور عجب پریشانی پھیل گئی تھی کہ کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ اسوقت کیا واقعہ ہورہا ہے صبح تک یہی حال اس لشکر شقاوت اثر کا رہا اور کسی کو نیند خوف کے مارے نہ آئی۔ علی الصباح ابن زیاد کو بھی اس واقعہ کی خبر سنائی گئی چنانچہ اس حال سے مطلع ہوکر تمام دنیا اس کی نگاہوں میں تاریک ہوگئی اور وہ ملعون اپنے دل میں یہ کہنے لگا کہ یہ تو بہت ہی برا شگون ہوا لیکن اس ملعون نے کسی اور شخص سے اپنے دل کا یہ حال بیان نہ کیا ادھر لشکر ابراہیم میں خوشی کے شادیانے بج رہے تھے اور فتح کی مبارکبادی ہر طرف دی جارہی تھی اس کے بعد ابراہیم نے ایک سوار کو بلندی پر خبر لانے کے واسطے بھیجا کہ وہ دریافت کرے کہ آیا ابن زیاد مقابلہ کے لئے سوار ہوا ہے یا نہیں۔ ابھی یہاں یہ گفتگو ہورہی تھی کہ تین سوار لشکر شام کی طرف سے نمودار ہوئے اور ابراہیم کے لشکر میں جب وہ پہنچ گئے تو ابراہیم نے ان کو اپنے سامنے بلایا تو ان تینوں میں سے جو شخص کہ بااختیار تھا اس نے ابراہیم سے کہا کہ میں اس وقت امیر جلیل عبید اللہ ابن زیاد کی طرف سے قاصد اور ایلچی ہوکر آیا ہوں وہ قاصد ابھی یہ کلمہ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ ابراہیم دلاور نے اس سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے سگ ملعون جس شخص نے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کیا ہے وہ کس طرح امیر جلیل ہوسکتا ہے۔ درحقیقت نمرود اور فرعون اپنے کفر میں اس سے بہتر تھے۔ بہرحال اس سفیر نے کہا کہ میں ایک تحریر لایا ہوں اگر منظور ہو تو اسکو لے کر پڑھ لو اور جواب لکھدو تاکہ میں اس کو وہاں پہنچادوں اور اگر تمہاری رائے اس نامہ کے لینے کی نہیں ہے تو میں واپس جاتا ہوں۔ ابراہیم نے اس شخص سے کہا کہ اچھا لاؤ کیا تحریر ہے چنانچہ ایلچی ابن زیاد نے ابراہیم کو نامہ دیا اس نے اسکو کھول کر پڑھنا شروع کیا اس نامہ میں لکھا تھا کہ اے ابراہیم ہم نے سنا ہے کہ فوج عراق ہمارے مقابلہ کے واسطے آئی ہے یہ سنکر فوج شام کو بہت خوشی ہوئی ہے۔ کیونکہ ہماری فوج مثل شیر کے ہے اور لشکر عراق بھیڑوں کی مثل ہے لیکن اے ابراہیم تو تمام ملک میں ایک نہایت نامور آدمی ہے اور میں تجھ کو بخوبی جانتا ہوں اسلئے لکھتا ہوں کہ معرفت سابقہ اور پہلی ملاقات کا لحاظ اور پاس کرکے اس لشکر سے نکل کر میرے پاس چلے آؤ میں تم کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھوں گا اور تم ہر قسم کے مواخذے سے بری ہو اور میں اپنی طرف سے تم کو امان دیتا ہوں اور اگر تم نے یہ فوج کشی ملک گیری کی غرض سے کی ہے تو جوقت تم میرے پاس چلے آؤگے تمام موصل اور ولایت جزیرہ تم کو دیدوں گا اور یہ میں تم سے اس لئے کہتا ہوں کہ مجھے تمہاری عزت اور احترام ہر حال میں ملحوظ خاطر ہے کیونکہ میری تمہاری رسم وراہ اور دوستی ہے ورنہ یہ خوب سمجھ لو کہ میرے ساتھ اسی ہزار سوار و پیدل ہیں اور جس شخص کی ہمراہی میں صرف دس ہزار فوج ہو اس سے کیا خوف و اندیشہ کرسکتا ہوں والسلام۔ ابراہیم نے عبید اللہ ابن زیاد کا خط بآواز بلند پڑھا اس طرح سے کہ سب افراد فوج

عراق نے اس کا ایک ایک لفظ سنا اس کے بعد ابراہیم نے ہنس کر یہ کہا کہ اس خدا کے نام پر قربان ہو جانا چاہیے جو اپنی کو ہی سے ایسے ایسے گدھوں کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔ پس اسی وقت قلم و دوات طلب کر کے عبید اللہ ابن زیاد کے نامہ کا جواب لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد یہ خط ابراہیم ابن مالک اشتر کا جو سردار لشکر امام حسینؑ سے ہے عبید اللہ ابن زیاد باغی و طاغی مالک لشکر ظلم و جور کے نام ہے آگاہ ہو کہ تیرا نامہ نجس مجھ کو ملا اور اس کے مضمون سے مجھ کو آگاہی ہوئی اے ابن مرجانہ جو تو نے مجھ کو لکھا ہے کہ میں تجھ کو کسی ملک کا حکمراں بنا دوں گا تیرا فریب ہے خدا کی قسم اور حضرت امیر المومنین و سید الوصیین کی ولایت کی قسم ہے جو تمام روئے زمین کے سردار ہیں اور امام مطلق اور شیر خدا اور وصی حضرت محمد مصطفےٰ اور شوہر فاطمۂ زہرا ہیں اگر تمام روئے زمین کی حکومت بھی مجھ کو ملجائے تو بھی تو اس کو میں تیرے ایک خون کے قطرہ کی عوض فروخت کرنے پر آمادہ ہوں اور تو بہ نسبت زندگی کے موت سے بہت قریب ہے اور یہ جو تو نے لکھا ہے کہ میرے اور تیرے والدین کے مابین محبت اور دوستی تھی تو واضح ہو کہ میرا باپ وہ تھا جس نے تیرے باپ پر تلوار چلائی تھی پس تجھ کو چاہیے کہ میرا احترام مطلق نہ رکھے اور میں بھی تیری عزت اور حرمت کا خیال دل میں نہ کروں گا اور مجھ کو جو تو لڑائی سے دھمکاتا ہے اور ڈراتا ہے واضح رہے کہ جس زمانہ میں کہ میری عمر صرف تیرہ برس کی تھی تو میرے باپ مالک اشتر علیہ الرحمتہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ جنگ صفین میں بھیجا وہ اس زمانہ میں میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر فرماتے تھے کہ دشمنوں سے مقابلہ کرو اور موت سے ہرگز خوف نہ کھا چنانچہ میں نے اسی وقت دشمنوں پر حملہ کیا اور ایک حملہ میں ستر آدمی لشکر شام کے قتل کر ڈالے اور اس روز سے پھر میری عمر اسی جنگ و پیکار میں گذری ہے آج میں تجھ سے پھر معرکہ آرائی کیلئے موجود ہوں اس وقت میری عمر اسی سال تک پہنچی ہے اس عرصہ میں میں بندگان خدا کو امامت جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے دعوت کر رہا ہوں پس اے ابن زیاد تو مجھ کو جنگ و پیکار کا کیا خوف دلاتا ہے میں ہرگز لڑائی سے نہیں ڈرتا ہوں اور میرا معاملہ کثرت فوج پر منحصر نہیں بلکہ صرف خدا کے توکل پر ہے کیونکہ اس نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین اے ابن زیاد اس قسم کی فضول گوئی سے دستبردار ہو والسلام جب یہ خط ختم ہوا تو ابراہیم نے باواز بلند سب حاضرین کو سنایا اور پھر اس نامہ پر مہر کر کے ان قاصدوں کو حوالہ کیا اور یہ لوگ اسی وقت وہاں سے روانہ ہو کر ابن زیاد کے پاس پہنچے اور خط مذکور اس کو لا کر دیا اس وقت ابن زیاد اپنے رفقا کے مجمع میں بیٹھا تھا اور حصین ابن نمیر بھی وہاں موجود تھا اس نے ان قاصدوں سے پوچھا کہ تم نے فوج عراق کو کیسا پایا ان سفیروں نے جواب دیا کہ یا امیر اس فوج کے سب سپاہی ایک دل ہیں اور ایک زبان ہیں اور تم لوگوں پر اپنی ہر گفتگو میں لعنت کرتے ہیں اور ان کی فوج کا افسر تمام عراق میں ایک نہایت نامور اور دلیر شخص ہے جو معاملات جنگ سے خوب واقف ہے یہ جواب تیرے خط کا موجود ہے اسکو پڑھ لے تو تجھ کو خود معلوم

نہ ہو جائے گا کہ کیا لکھا ہے۔ چنانچہ ابن زیاد نے جواب ابراہیم کو بغور اول سے آخر تک پڑھا لیکن اور کسی کو حقیقت سے آگاہ نہ کیا یہ دیکھ کر حصین ابن نمیر ملعون کو یقین ہوا کہ جواب ایسا کچھ لکھا ہے جس سے یہ اسوقت نہایت نادم اور پشیمان معلوم ہوتا ہے آخر حصین کہنے لگا کہ یا امیر دشمن سے کسی بات کی امید نہ رکھنی چاہیے اس سے سوائے تکلیف کے اور کیا حاصل ہوتا ہے یہ سنکر عبید اللہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ لڑائی کا سامان ضرور کرنا چاہیے اور ابراہیم نے بھی فوج کو اسی روز بلا کر ایک مقام پر جمع کیا اور اس نے نہایت فصاحت اور بلاغت کے ساتھ ایک خطبہ فصیح و بلیغ پڑھ کر سنایا اور اس میں جس قدر ظلم و جور بنی امیہ نے حضرت رسول خدا کی آل اطہار کے ساتھ اب تک کئے تھے ان کو مفصل و مشرح بیان کیا اس تقریر میں ابراہیم کو شدت سے رقت آئی اور تمام حاضرین بھی از حد اشکبار ہوئے اور اس کے بعد ابراہیم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی کہ پروردگارا ہم کو ان کا فروں پر فتح و فیروزی عنایت فرما۔ اس کے بعد وہ اپنے رفقا سے مخاطب ہو کر یہ کہنے لگا کہ اے حضرات اس جہاد سے بڑھکر اور کون سا جہاد اس دنیا میں بزرگ تر ہے اور کونسا ایسا واقعہ ہے جو اس واقعہ سے زیادہ اہم اور سخت ہو سکتا ہے۔ جس وقت ابراہیم نامدار غلام حیدر کرار نے اپنی تقریر ختم فرمائی تو اس کی فوج میں ایک غلغلہ تکبیر کا بلند ہوا۔ اور یہ سب جاں نثاران جناب حیدر کرار کہنے لگے کہ یا امیر ہماری جانیں آل رسول پر فدا اور قربان ہیں اور ہم اسوقت تک کفار سے مقابلہ کرنے میں کوشش کریں گے کہ سب درجہ شہادت حاصل کریں اس وقت ابراہیم نے ان سب کو دعا دی اور دوسرے روز ایک شخص اس غرض سے سپاہ شام میں اس نے روانہ کیا کہ اس بات کا حال معلوم ہو کہ اس وقت یہ فوج اشقیا کس شغل اور خیال میں مصروف ہے چنانچہ جاسوسوں نے آکر اسوقت ابراہیم کو خبر دی کہ لڑائی شروع کرنے پر اب وہ مستعد اور آمادہ ہیں ابراہیم نے بھی اسی وقت اپنی فوج میں تیاری کا حکم دیا چنانچہ فوراً اس لشکر میں طبل جنگی بجنے لگا ابراہیم نے اپنی فوج کا میمنہ ورقا ابن عازب کی ماتحتی میں دیا اور میسرہ اپنے بھائی مزاحم کو تفویض کیا اس واسطے کہ سپاہ شام سے مقابلہ کو کون آتا ہے اور ابن عمان اور ابراہیم لشکر کے گرداگرد کھڑے ہوئے اس وقت ابراہیم کی فوج کے لوگ قرآن مجید پڑھتے تھے اس طرف سپاہ شام صف آرا ہوئی یہ سب کے سب جو تعداد میں ستر ہزار تھے ابن زیاد علیہ اللعنۃ والعذاب کے میمنہ پر حصین ابن نمیر سردار تھا اور میسرہ پر عمر ابن اخباب سرداری میں ہزار آدمی کے کھڑا تھا اور عبید اللہ ابن زیاد خود قلب لشکر میں استادہ ہوا دونوں لشکروں کی صفیں مقابل میں آکر کھڑی ہو گئیں اور لڑائی کی تدبیر اور پہلو سوچ رہی تھیں کہ دوپہر ہو گئی اس وقت شامی فوج میں سے آگے ایک شخص نکلا جس کا نام زنبیل ابن افضل تھا۔ یہ شخص زرہ بکتر سے آراستہ اور لوہے میں غرق تھا اپنی فوج سے نکل کر لشکر عراق کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے جو شخص مجھکو جانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو شخص مجھ سے واقف نہیں ہے وہ آگاہ ہو کہ میں زنبیل ابن افضل ایک مشہور مرد جنگ آزما اور بہادر زمانہ ہوں کوئی ہے کہ جو میدان جنگ میں میرے

مقابلے کے واسطے اسوقت تمہارے لشکر سے باہر نکلے تاکہ میرے اور اس کے دو دو ہاتھ ہو جائیں حریف کی مبارز طلبی اور رجز خوانی پر مزاحم برادر ابراہیم اس کے مقابلہ کیلئے بڑے کروفر سے صف لشکر سے نکل کر بڑھا ابراہیم نے جب اپنے بھائی کی اس جرأت و جسارت کو دیکھا تو وہ نہایت خوش اور شاد ہوا اور اس سے کہنے لگا کہ تو میرا بھائی اور مالک اشتر کا فرزند ہے پس مجھے خدائے برتر کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس دشمن آلِ رسول پر تجھکو کامل فتحمندی عنایت کریگا۔ بہر حال جب برادر ابراہیم اپنے مبارز کے مقابل ہوا تو اس وقت زفیل نے اس سے کہا کہ کیا تو میرا مقابلہ کر سکتا ہے جو میرے مقابلہ کو آیا ہے اتنا کہکر اس نے بڑے جوش سے حملہ کیا اس طرف یہ بھی اس پر تل پڑا بڑی دلیری اور جانبازی سے اس کے حملہ کا جواب دیا اور ان میں دیر تک شمشیر زنی اور نیزہ بازی ہوتی رہی۔ آخر کار ایک دفعہ مزاحم نے ایک نعرہ مار کر یا النبی محمد والوصی علی کہا اور اپنا نیزہ خارا شگاف اس ملعون کی بغل میں اس زور سے لگایا کہ اس کے دست چپ کی طرف سے نکل گیا اور وہ اسی وقت مردہ ہو کر گھوڑے سے گر پڑا اور فوراً جہنم واصل ہو گیا اور اس کا گھوڑا خون آلودہ اپنے لشکر کو بھاگ گیا اس واقعہ کے بعد زفیل کا بیٹا کہ وہ بھی ایک بڑا بہادر اور فوج شام میں نامور تھا۔ مزاحم ابن مالک کے برابر آیا اور بآواز سخت و درشت مزاحم کو یہ سنایا کہ ذرا اسی مقام پر ٹھیرے رہنا میں تجھ سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لوں گا ابھی وہ دم بھی نہ لینے پایا تھا کہ مزاحم دلاور نے ایک تلوار اس کی کمر پر لگائی کہ اس ملعون کے دو ٹکڑے ہو گئے اس فتح خداداد پر مزاحم نے بآواز بلند ایک تکبیر کہی اور اس کے بعد کل لشکر عراق سے صدائے اللہ اکبر بلند ہوئی حتیٰ کہ لشکر مخالف تک پہنچی یہ حال اور واقعہ دیکھ کر عبید اللہ ابن زیاد کو زیادہ غصہ آیا اور ایک سپاہی کو بھیج کر حصین بن نمیر کو اپنے پاس طلب کیا اور جب وہ حاضر ہوا تو اس سے یہ کہنے لگا کہ تو اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے اور اپنی فوج کے ہر ایک سردار کو فہمائش کر دے کہ یہ لوگ میرے علم کو دیکھتے رہیں اور جس وقت میں اس کو تین بار ہلاؤں تو تم لوگ یہ سمجھ لینا کہ اب میں حملہ کروں گا ابراہیم کو بھی عبید اللہ ابن زیاد کے اس مشورے سے اطلاع ہو گئی پس اس نے اپنے بھائی مزاحم سے کہا کہ تو یہاں چلا آ اور قلب لشکر میں کھڑا ہو جا اور خبردار حملہ سے غافل نہ رہنا کہ اتنے میں حصین بن نمیر نے ۲۰ ہزار فوج کی جمعیت سے لشکر عراق پر حملہ کیا اور دونوں لشکروں میں بڑی سخت لڑائی اور خونریزی ہوئی مگر ابھی تک کوئی گروہ مقابلہ اور محاربے سے نہیں ہٹا تھا کہ اس وقت خود عبید اللہ ابن زیاد نے چار ہزار آدمیوں سے حملہ کیا اور یہ حال دیکھکر ابراہیم بھی مع اپنے بھائی اور اپنی فوج کے آگے بڑھے اور اس حرکت لشکر سے ایک ایسا ہنگامہ برپا ہوا کہ جو شور محشر سے کم نہ تھا۔ ابراہیم نے ایک نعرۂ جگر شگاف مارا اور اپنی فوج کو بکمال فصاحت و بلاغت یہ تحریص و ترغیب دی کہ اے دوستان حیدر کرار تم اپنے قدم میدان جنگ میں استقلال کے قائم رکھو اور ان ملعونوں خارجیوں کو محض خوشنودی خدا و رسول کیلئے برابر قتل کئے چلے جاؤ۔ بہر حال سخت خونریزی ہوئی مگر طرفین سے کسی کو فتح حاصل نہ ہوئی آخر کار

ہر دو لشکر اپنے اپنے قیام گاہ کو لوٹ گئے اس وقت جو حساب کیا تو لشکر شام کے چار ہزار آدمی واصل جہنم ہوئے تھے اور ابراہیم کی طرف ۲۰ آدمی شہید ہوئے تھے اس کے تھوڑی دیر بعد پھر مقابلے کے واسطے دونوں لشکر صف آرا ہوئے اس وقت لشکر شام سے ایک پہلوان جو بڑا بہادر اور فنون جنگ سے ماہر تھا اور اس کا نام مہلب ابن شیث تھا نکلا اس نے میدان میں آکر یہ نعرہ مارا کہ اے اہل عراق آگاہ ہو کہ میرا نام مہلب ابن شیث ہے پس تم میں سے جو شخص بڑا جنگ آور ہو وہ مجھ سے مقابلہ کرے یہ سنکر لشکر ابراہیم کی طرف سے نافع ابن عدی مشہور شہسوار عراق بعد طمطراق کے اس کے مقابلے کے واسطے آگے بڑھے کہ ان دونوں دلیران صف ہیجا میں قدیم سے باہم محبت اور دوستی تھی۔ چنانچہ نافع کو اپنے سے آمادہ جنگ و پیکار دیکھکر مہلب نے اس طرح سے کلام کیا کہ سبحان اللہ ایک دسترخوان پر کھانا کھانے کا یہی حق تھا جو میرے مقابلہ کو آئے اس وقت نافع نے اس کو یہ جواب دیا کہ اے بے شرم کیا تجھے یہ یاد نہیں کہ میرے اور تیرے درمیان یہ عہد اور معاہدہ قرار پایا تھا کہ اگر کبھی جنگ و جدال ہوگا تو ہم دونوں مل کر لشکر اہل بیت کے شریک ہوں گے تم غور کرو کہ میں نے تو اپنے قول کو پورا کر دیا اور اس وقت تک اسی عہد پر قائم و مستحکم رہا لیکن تم نے بالکل اس کو فراموش کر دیا اور لشکر مروان کا ساتھ دیا اور اس ملعون کی فرمان برداری اختیار کی اگر اس وقت بھی اس ہنگامہ آرائی اور جدال و قتال سے باز آؤ اور میرے پاس چلے آؤ تو میں دوستی کا حق بیشک ادا کر دوں گا اور باہم نان و نمک کھانے کی جو حرمت اور وقعت ہوتی ہے وہ بھی رہ جائے گی جب نافع کی اس تقریر کو مہلب نے سنا تو یہ جواب دیا کہ بیشک تم نے حق بیان کیا لیکن میں کس امید پر تمہارے پاس چلا آؤں کہ تمہارے لشکر کے سردار امام زماں موجود نہیں ہیں نافع نے جواب دیا کہ افسوس ابھی تک تجھکو یہ بھی معلوم نہیں کہ تمام مسلمانوں کے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہیں اس کے بعد نافع نے یہ تقریر شروع کی کہ اے برادر دنیا نہایت ہی ناپاک اور صدور جگی بے حقیقت چیز ہے اور اگر خداوند کریم کے نزدیک اس کی کچھ بھی قدر و منزلت ہوتی تو خوب سمجھ لیجئے کہ وہ اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی کسی کافر کو عطا نہ فرماتا پس اے مہلب اب تاہیں سعی اور کوشش کرو کہ حق کی طرفداری میں زندگی بسر ہو کیونکہ اس جہان سے جلد عمر آناً فاناً ختم ہوتی چلی جاتی ہے ایک روز تم کو جانا ہے اور خدا و رسول کو منہ دکھانا ہے اس تقریر دلپذیر نے مہلب کے دل پر ایسا اثر کیا کہ آخر بے اختیار ہو کر زار زار مثل ابر نوبہار رونے لگا اور اسوقت وہ اپنے دل کو تمام خدشات اور وسوسوں سے پاک کر کے دست بستہ ابراہیم نامدار جان نثار بنام حیدر کرار کی خدمت میں حاضر ہوا اور جس وقت اس بہادر یگانہ کے حضور میں پہنچا تو اس وقت ابراہیم کے قدموں پر گر پڑا اور اس کے بعد ابراہیم سے اجازت لیکر فوراً مہلب شامیوں کے مقابلے کے واسطے روانہ ہوا میدان میں پہنچ کر اس نے نافع سے کہا کہ اے برادر بزرگوار اب تم لشکر کو لوٹ جاؤ میں ان سے مقابلہ اور مقاتلہ کروں گا اور آج کے روز اپنی جان آل محمدؐ پر نثار کر دونگا

اور اس امام مظلوم شہید کربلا کا انتقام اس کے دشمنوں سے لونگا یہ سنکر نافع مہلب سے بغلگیر ہوا اسوقت دونو
فوجیں جو معرکہ پہ تلی ہوئی تھیں ان ہر دو جوانمردوں جاں نثاروں کی محبت برادرانہ کے سلوک اور برتاؤ
کو بنظر غور دیکھ رہی تھیں اس کے بعد نافع اپنے لشکر کو لوٹ گیا آخر کار مہلب وفا شعار بصد اعزاز و وقار
روانہ میدان کارزار ہوا اور بآواز بلند یہ نعرہ کیا کہ اے شامیان ملعون اس وقت تک میں خواب غفلت
میں رہا شکر ہے اس خدائے برتر کا کہ مجھکو میرے برادر بزرگوار نافع نے خواب غفلت سے بیدار کر دیا پس اب
میں تم سے سخت بیزار ہوں اور ہر طرح آل رسول خدا کی امداد و نصرت کیلئے آمادہ ہو کر آیا ہوں اگر تم میں سے
کسی شخص کو دعوی مردمی اور زشہ دلاوری ہو تو وہ آئے اور مجھ سے مقابلہ کرے جب شامیوں نے یہ
ماجرا دیکھا کہنے لگے کہ یہ اور سخت رسوائی ہوئی کہ مہلب نامدار ہم سے مخالف ہو گیا اور لشکر عراق میں جا ملا
ہم کو سخت ندامت اور پریشانی ہوئی خلاصہ یہ کہ طول طویل تقریر کے بعد ایک پہلوان جس کا نام ہشام
ابن خزیمہ تھا اور جو لشکر شام میں بہادر مشہور تھا تمام ساز و سلاح و یراق سے مسلح ہو کر مہلب کے مقابلہ
کے واسطے میدان جنگ میں آیا اور مہلب کے برابر پہنچ کر اس سے یہ کہنے لگا کہ اے مہلب تو نے امیر مروان
کے حق نمکخواری کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہ کیا اور نہ ابن زیاد کی عزت و حرمت پر مطلق نظر کی ہم سب کو تو نے
ذلیل و رسوا کیا اور رافضیوں کی مدد پر اس طرح ہم سے مخالف ہوا کہ لشکر شام کا مقابلہ کرنے آیا ہے۔ مہلب
نامور نے جب ہشام خبیث کی یہ یا وہ گوئی سنی تو اس سے کہنے لگا کہ اے ملعون تجھ پر خدا کی لعنت اور
تیرے امیر پر بھی خدا کی لعنت ہو اے ملعون آجتک تو میں مطیع شام اور قوم ابلیس میں رہا لیکن اب
الحمد للہ کہ حضرت امام معصوم سلطان الانس والجن حضرت سیدنا و مولانا جناب امام زین العابدینؑ اور
سید الساجدین کا دامن مبارک میں نے بخوبی اور مستحکم تھام لیا ہے اور اس دنیائے زشت و ناپاک سے
میں نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا ہے شامی ملعون اس کی یہ گفتگو سنکر غصہ میں آیا اور اس نے بکمال جوش مہلب
نامدار پر حملہ کیا اور مہلب نے بھی اس پر حملہ کیا اور پہلے ہی حملہ میں بفضل خداوند کریم اس نے اس ملعون کو
نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا اور اسی وقت اس کی روح ناپاک واصل جہنم ہوئی اس کے بعد مہلب نے
دوسرے جوان کو اپنے مقابلہ کے لئے بلایا ہشام کے بیٹے نے جب یہ حال دیکھا تو وہ سخت غمگین اور اندوہناک
ہوا اور کہنے لگا کہ اس سے بدتر دنیا میں اور کیا بات ہوگی کہ ایک غیر آدمی میرے گھوڑے پر اور میرے ہتھیار
لگائے ہوئے مجھ سے مقابلہ اور مقاتلہ کو آیا ہے آخر اس نے یہ بات کہی کہ کوئی شخص جا کر اس شخص کا مقابلہ
کرے اور اس کو قتل کرکے میرا دل خوش کرے چنانچہ اس وقت لشکر شام سے ایک اور شخص جس کا
نام عبد اللہ بن عامرہ تھا مہلب کے مقابلہ کو نکلا اور مہلب سے یہ کہنے لگا کہ تو نے یہ کیا کام کیا کہ
ہم لوگوں سے مخالف ہو کر مقابلہ اور جنگ کو آیا ہے اے شخص تو نے لشکر شام کو تمام دنیا میں ذلیل کیا
یہ سنکر مہلب نے بآواز بلند اس ملعون مردود سے کہا کہ اے ملعون یہ تمام بحث و مباحثہ کا ہرگز

نہیں ہے اور اتنا کہکر اس نے اپنا نیزہ ایسا لگایا کہ اس کی پشت کے پار ہوگیا اور اس ملعون کے قتل کے بعد جلب نے تکبیر کہی اور تمام لشکر عراق میں غلغلہ تکبیر بلند ہوا اور اس لشکر کے سب لوگ نافع اور جلب کو تحسین و آفریں کرنے لگے آخر ابراہیم نے نافع سے یہ کہا کہ اے جواں مرد تو اب جا کر میدان جنگ سے مہلب کو واپس لے آ کیونکہ وہ داد معرکہ آرائی بخوبی دے چکا ہے اور اس کو میری طرف سے یہ کہنا کہ اب تک جو کچھ تو نے کارروائی کی ہے وہ کافی ہے اور خدا تعالی نے تیری تو بہ کو قبول فرمایا پس اب تم لڑائی کے میدان سے واپس چلے آؤ کہ ہمارا دل تمہارے دیدار سے شاد ہو کیونکہ تمہارا یہاں آنا اور اس طرح ہمارے دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہمارے لئے فتح کی ظاہر دلیل ہے ابراہیم کا یہ فرمان سن کر نافع اسی وقت میدان جنگ میں آیا اور جلب سے یہ کہنے لگا کہ اے مہلب بس تم خوب لڑ چکے اور فنون جنگ دکھا چکے اب تم لشکر کو واپس چلو اور اسکے علاوہ ابراہیم نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی اس سے نافع نے بیان کیا مہلب نے ابراہیم کی یہ عزت افزائی سنکر جواب دیا کہ آپ نے کمال غلام نوازی فرمائی کہ اس طرح کے کلمات ارشاد فرمائے مگر واضح ہو کہ اس وقت مجھے شوق شہادت دامنگیر ہے پس میں اس وقت تک لڑتا رہوں گا اور معرکہ آرائی اور شمشیر زنی سے ہاتھ نہ روکونگا کہ راہ خدا میں شہید ہو جاؤں اور آپ سے صرف یہ التماس ہے کہ فردائے قیامت حضرت محمد مصطفٰے اور جناب امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضور میں اس بات کی گواہی دیں کہ مہلب نے اپنی جان شیریں معرکہ میں خاندان نبوت اور اہلبیت رسالت پر قربان کردی تھی مہلب کی یہ تقریر سنکر نافع اس وقت اپنے لشکر میں واپس آیا اور جو کچھ مہلب نے عرض کیا تھا اس سے تمام و کمال ابراہیم نامدار غلام حیدر کرار کو اطلاع دی۔ ابراہیم نامدار مہلب کی یہ تقریر سنکر اور اس کے ارادے سے آگاہ ہو کر نہایت خوش اور شاد ہوا اور اس کے حق میں دعائے خیر کی بعد ازاں شام کے لشکر سے ایک اور پہلوان مہلب کے مقابلہ کو نکلا اس کا نام عامرہ بن لطلاع تھا۔ یہ شخص بڑا ہی مفتری اور حیلہ ساز تھا اس نے مقابل پہنچ کر اس غرض سے اسکو باتوں میں لگایا کہ ایک ضرب شمشیر میں اس کا کام تمام کردے مہلب بھی اس کے ارادے کو سمجھ گیا اور اس سے یہ کہنے لگا کہ اے ملعون تو یہ بھی جانتا ہے کہ مکر و فریب کو دنیا بھر کے مکار مجھ سے حاصل کرتے ہیں اتنا کہکر ایک ایسی شمشیر عدو سوز اس کے منہ پر لگائی کہ اسی وقت وہ ملعون گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا اس ملعون کے بعد مہلب نے مردانہ و دلیرانہ پھر مبارز طلبی کی کہتے ہیں کہ حصین ابن نمیر کا ایک چچا زاد بھائی تھا اس کا نام عمرو بن حارث تھا پس حصین نے اس کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہا کہ تجھکو کیا نہیں دکھائی دیتا کہ اس مہلب نے ہمارے ساتھ کیسی حرکت کی ہے اور کوئی شخص نہ اسکو جواب دیسکتا ہے نہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے مگر امید ہے کہ ہمارے دل سے تو ہی اس شک کو ضرور رفع کریگا اور اس کا سر کاٹ لے آئیگا اسکے عوض میں امیر تجھ کو خلعت گرانبہا عنایت کریگا۔ حصین کی یہ تقریر سنکر وہ ملعون لول ابن زیاد کے پاس گیا اور اس سے یہ کہنے لگا کہ میں تجھ سے اجازت چاہتا ہوں کہ میدان جنگ میں جا کر اس رافضی سے مقابلہ کروں اور اس کا سر تیرے حضور میں حاضر کروں ابن زیاد نے اسکی درخواست کو قبول کیا بلکہ یہ کہا

کہ تیرا مجھ پر احسان ہوگا یہ سنکر مرہ نے اپنا نیزہ ہاتھ میں لیا اور جہلب کے برابر پہنچکر اس سے مقابلہ ہوا جہلب نے پوچھا کہ تو یہاں کس غرض سے آیا ہے مرہ نے جواب دیا کہ تیرے قتل کرنے کے واسطے یہ سنکر جہلب نے حملہ کیا اور ایک تلوار اس پر لگائی مگر جہلب کی ضرب خالی گئی مرہ بڑا جنگ آزمودہ شخص تھا جہلب کے اس وار نے اس پر کچھ بھی اثر نہ کیا اور جہلب نے دوسرا ہاتھ لگانا چاہا مگر اس سے قبل مرہ کی تلوار اس کے سر تک پہنچ گئی تھی جس سے اس مومن کا سر الگ ہوگیا اور گھوڑے سے گر کر داخل بہشت ہوا ابراہیم کو جب شہادت جہلب کی خبر معلوم ہوئی تو اس واقعہ کو سنکر بہت رویا اس طرف مرہ جہلب کے قتل کے بعد اپنے لشکر کو واپس چلا گیا جب وہ ملعون ابن زیاد بدنہاد کے سامنے پہنچا تو اس نے بہت بڑی خوشی ظاہر کی اسی وقت ہزار درہم بطور انعام مرہ کو دیئے یہ حال دیکھ کر ابراہیم نے اپنے پاس نافع کو بلایا اور اپنا لباس اس کے حوالہ کیا اور خود اس کا ساز و یراق جنگ اپنے بدن پر لگا کر میدان کو روانہ ہوا اور معرکہ کارزار میں پہنچ کر اس طرح ایک نعرہ کوہ شگاف مارا کہ میرے دوست کا قاتل مرہ کہاں ہے جب شامیوں نے دیکھا کہ نافع پھر معرکہ آرائی کو آیا ہے اور مرہ کو اپنے مقابلہ کے واسطے طلب کر رہا ہے تو اس سے ان ملاعنہ نے یہ کہا کہ اس شخص کا نام نافع ہے جو جہلب کو بھگا کر ہمارے لشکر سے لے گیا تھا اب بڑی ناموری تیرے واسطے ہوگی کہ اگر اس کا بھی سر کاٹ کر تو اس وقت لے آئیگا چنانچہ مرہ اسی وقت میدان کو روانہ ہوا اور ابراہیم کے قریب پہنچکر اس سے یہ کہنے لگا کہ اے نافع شاید تیرا دل جینے سے سیر ہوگیا کہ جو اس وقت تو مجھ سے مقابلہ کیلئے آیا ہے ابراہیم نے جواب میں اسکو ڈانٹا اور نہایت جلالت و مردانگی کے ساتھ مرہ پر حملہ کیا جس وقت مرہ نے ترکیب جنگ اور ابراہیم کی اس مردانگی اور دلیری کو غور سے دیکھا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ ہرگز یہ شخص نافع نہیں ہے آخر ابراہیم سے مرہ نے یہ کہا کہ اے شخص اپنا نام و نشان بتا کہ تو کون ہے تاکہ بے نام و نشان میرے ہاتھ سے نہ مارا جائے ابراہیم نے اسکو جواب دیا کہ میرا نام تیری اجل ہے اسکے علاوہ مجھے ابراہیم کہتے ہیں جس وقت مرہ کو یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ یہ شخص نافع نہیں ہے بلکہ ابراہیم ہے تو اس پر سخت ہراس اور خوف غالب ہوگیا تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ ابراہیم کے سامنے سے بھاگ کر اپنے لشکر کا راستہ لے کہ چار طرف سے شامیوں نے لعن و طعن کرنا شروع کیا اور اس سے یہ چلا چلا کر کہنے لگے کہ یہ شخص نافع ہے تو اس کو جلد قتل کر کے جہلب کے پاس پہنچا دے آخر اسکو بھی بھاگنے سے کچھ شرم آگئی اور اس نے ابراہیم پر حملہ کیا اور تلوار چلنے لگی دونوں طرف سے برابر شمشیر آبدار کی جھنکار کی آواز آرہی تھی لیکن ہر دفعہ دونوں کا ہاتھ خطا کرتا تھا اور کسی کے زخم نہ لگتا تھا آخر تیسری مرتبہ ابراہیم بن مالک اشتر نے جیسو کا ایک ایسا ہاتھ دیا کہ اس کی بغل سے نکل گیا اور اسی وقت وہ ملعون گھوڑے سے گر کر داخل نار ہوا ابراہیم نے اور مبارز طلب کیا تو اس وقت فوج شام کو ابراہیم کی دلیری پر بڑا تعجب ہوا اور سخت حیرت ان لوگوں کو یہ تھی کہ نافع تو ایک شخص ہے اس میں ایسی طاقت کہاں سے آئی کہ مرہ جیسے دلیر کو قتل کر دیا اس وقت حصین ابن نمیر نے یہ حکم دیا کہ اس مضمون کی لشکر میں منادی کرادی جائے کہ جو شخص ہماری فوج سے نکلکر قاتل مرہ کو

قتل کریگا تو اس کو دو ہزار درہم انعام دونگا یہ سنکر ایک آدمی موصل کا رہنے والا جس کا نام عبدالرحمان ابن مالک تھا اس کے مقابلہ پر آمادہ ہوا یہ شخص خاندان نبوت کا بڑا دشمن تھا اور تمام فوج شام میں بڑا نامی پہلوان تھا اور اس کے پاس ایک گرز ایسا تھا جو نہایت وزنی تھا اور اس سے یہ شخص اپنے حریف کے مقابلہ میں جنگ کرتا تھا پس اس حرامزادے نے حصین ابن نمیر سے کہا کہ اس شخص یعنی قاتل مرہ کو میں قتل کروں گا اور تم سب کو اس اندیشہ اور تہلکہ سے نجات دونگا چنانچہ اہل ظلم سے یہ شخص اس قسم کے تسلی آمیز کلمات کہکر اپنے لشکر سے گھوڑا کداتا ہوا باہر نکل کر آیا اور ابراہیم نامدار کے قریب پہنچکر کہنے لگا کہ خدا تیری ماں کو تیرے غم میں بٹھلائے کہ مجھکو میدان جنگ میں تیری وجہ سے آنا پڑا اور تجھ سے مقابلہ کی تکلیف اٹھانی نصیب ہوئی ابراہیم نے اس ملعون کو ڈانٹ کر یہ جواب دیا کہ بہت گو نہ کھا اور بیہودہ نہ بک اگر تجھ میں کچھ جوہر اور صفت ہے تو ہم کو دکھا تاکہ ہم کو بھی معلوم ہو کہ تو کیسا اہل جوہر اور مرد میدان ہے یہ سنکر عبدالرحمان کو نہایت غصہ آیا اور اسی طیش کی حالت میں اس نے اپنا گرز اٹھا کر بقوت تمام ابراہیم پر مارا ابراہیم کی نظر اس گرز کی جانب لگی ہوئی تھی جس وقت وہ گرز اس کے قریب پہنچا تو اس وقت اپنے دست زبردست سے اس گرز کو پکڑ لیا اور اس ملعون کے دست نجس سے چھینکر اس زور سے اس سگ ناپاک کے سر پر مارا کہ اس کا سر اور گردن اور پہلو اور پشت کا قیمہ ہوگیا اور اسی وقت گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور ایک لمحہ میں دوزخ میں جا پہنچا۔ ابراہیم کی صفائی اور مردانگی کو دیکھ کر ابن زیاد کو کامل یقین ہوا کہ یہ شخص بے شک ابراہیم ہے اور نافع ہرگز نہیں ہے کیونکہ نافع کی ذات میں ایسی قابلیت کہاں تھی ابن زیاد ملعون نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ایکہزار جوان ابراہیم پر حملہ آور ہوں اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ ایک ہزار سپاہیوں نے ابراہیم پر حملہ کیا اور یہ غل مچاتے تھے کہ اس پشت پناہ لشکر عراق کو قتل کر ڈالو ابراہیم نے بھی اپنے رفقا اور اہل لشکر کو بآواز بلند پکار کر کہا کہ اے طالبان خون جناب سیدنا و مولانا ابی عبداللہ الحسینؑ شہید کربلا اس وقت سے بڑھکر اور کوئی وقت نہ ہوگا کمر ہمت باندھ کر اس وقت دلیری اور مردانگی کے جوہر دکھاؤ پس اس ارشاد ابراہیم پر رفقا عازب اور میمون اور سفیان ازدی نے نہایت بہادری اور تہوری سے اس گروہ کثیر پر حملہ کیا یہ چار شخص ایسے جوانمرد اور دلیر تھے کہ ۲۰ ہزار آدمی سے معرکہ میں منہ نہ موڑتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی یہ لوگ ایسی شمشیر زنی اور تیغ افگنی میں مصروف تھے کہ دشمن اور دوست کی زبان سے غلغلہ تحسین و آفرین بلند تھا یہاں تک کہ اس معرکہ میں سخت خونریزی ہوئی اور بہت سے نامور فوج شام کے قتل ہوئے اصحاب فوج نے بھاگنا شروع کر دیا اور ان چار مردان دلاور نے اپنے کو قلب لشکر میں پہنچا کر تمام فوج شام کو تہ و بالا کر دیا ابن زیاد کو ان بہادروں کے اس بیباکانہ حملہ پر نہایت طیش آیا اور اس نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ سب متفق ہو کر ان ہر چہار دلیران عراق پر حملہ کریں چنانچہ اس موقع پر کل فوج متفق اور ایک جان ہو کر ابراہیم اور ان کی فوج پر جا پڑی اور نہایت جوش و خروش سے

حملہ کیا کہتے ہیں کہ اس دن ابراہیم اشتر نے صد درجہ کی مردانگی دکھائی اور از راہ شجاعت چار سو مرتبہ بنفس نفیس حملہ آور ہوا اور صدہا آدمی فوج شام کے صرف ان کے ہاتھ سے میدان جنگ میں مارے گئے اور ان کی زبان پر یہ کلام برابر جاری تھا کہ اے حامیان شہید کربلا اس وقت حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے واقعات کو یاد کرو کیونکہ وہ روز درحقیقت قیامت کا روز تھا خلاصہ یہ کہ اس لڑائی میں ابراہیم نے وہ کارنمایاں کیا تھا کہ اگر رستم واسفندیار زندہ ہوتے تو اس روز ان کی معرکہ آرائی اور مردانگی کی داد دیتے تمام زمین میں معرکہ شمشیر زنی اور قتل وقمع سے ایک زلزلہ پڑ گیا تھا ابن زیاد کا یہ حال تھا کہ ابراہیم سے خوف کے مارے دور دور رہتا تھا اور ابراہیم کے قریب نہ آتا تھا دور سے دیکھتا تھا اور کہتا تھا کہ درحقیقت ابراہیم بڑا بہادر آدمی ہے اس وقت اس کے ہاتھ سے اتنے آدمی مارے گئے ہیں کہ جن کی شمار نہیں ہے آخر عبید اللہ ابن زیاد کی عقل چکر میں تھی اور بد حواس ہو کر اپنے مقام سے اپنے گھوڑے کی باگ کو موڑ دیا اور اس سے اس کا یہ مطلب تھا کہ اب اہل لشکر لڑائی سے باز آئیں لیکن فوج شام کو عجیب دھوکہ ہوا اس نے یہ سمجھا کہ ابن زیاد معرکہ سے بھاگنا چاہتا ہے لہذا اس حال کو دیکھ کر جس طرف جس کا منہ اٹھا بھاگ نکلا۔ لشکر عراق نے یہ حال دیکھ کر ان کا تعاقب کرنا شروع کیا اور جو اس کے ہاتھ شامی فوج کا سپاہی پڑ گیا اس کو فوراً قتل کر ڈالا جب حصین ابن نمیر ملعون نے یہ حال دیکھا کہ مفت اسوقت شکست نصیب ہوتی ہے تو وہ اس طرف کو جس طرف شامی فوج بھاگی جاتی تھی متوجہ ہوا اور سپاہیوں کو بہ ہزار خرابی سمجھا بجھا کر واپس لایا اور ان کو یہ اطمینان دلایا کہ یارو ابن زیاد بھاگا نہیں ہے جو تم بے تحاشا بھاگے جاتے ہو ہرگز ہرگز قصد ہزیمت نہ کرو یہ بھاگنے کا موقع نہیں ہے بیشک اگر اسوقت یہ ملعون یعنی حصین ابن نمیر نہ ہوتا تو تمام فوج شام قتل ہو جاتی اس معرکہ میں ابراہیم کی طرف کے دو سو آدمی شہید ہوئے اور آخر کار ابراہیم بسبب شب ہو جانے کے مظفر ومنصور اپنے قیامگاہ کو لوٹ گیا لڑائی موقوف ہوئی ابراہیم نے اس فتح خداداد کا درگاہ الٰہی میں شکر ادا کیا اور ابن زیاد کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی بلکہ اس لڑائی میں اس کو بخار آ گیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ رات کے وقت دونوں لشکروں کی طرف سے حسب قاعدہ اپنے اپنے مقام پر طلایہ مقرر ہوا۔ شامیوں نے اپنے مُردوں کو دریا میں پھینکدیا اور ابراہیم نے حکم دیا کہ شہدا کی لاشیں دفن کی جائیں۔ چنانچہ ابراہیم اور اس کے لشکری گھوڑوں سے اترے اور اپنے لشکر کے شہدا پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کیا اور تجہیز وتکفین سے فارغ ہو کر ابراہیم نے روزہ افطار کیا کیونکہ ابراہیم کا قاعدہ تھا کہ اکثر ان دنوں میں وہ روزہ رکھا کرتا تھا۔ بہر حال جب وہ کھانے پینے سے فارغ ہوا تو اس نے اپنے اپنے رفقا کی مردانگی کی بہت تعریف اور توصیف کی۔ اور ان کو ہر طرح تحسین وآفرین کی ادھر ابن زیاد ملعون اپنے لشکر کی خرابی اور شکست پر از حد ملول اور رنجیدہ تھا اور بنہایت غیظ وغضب اور رنج وصدمہ سے اپنے سرداران فوج اور افسران لشکر کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔

واقعہ شانزدہم اکثر رفقائے ابراہیم کی شہادت اور ابن زیاد کا جہنم واصل ہونا

روایت ہے کہ جب ابراہیم نے بعد مقاتلہ و محاربہ اپنے لشکر میں قیام فرمایا تو اس نے روزہ کھول کر نماز پڑھی اسوقت ایک شخص ابراہیم کے پاس آیا اور اس نے کچھ آہستہ سے اس کے کان میں کہا ابراہیم نے اس وقت ورقا کی طرف متوجہ ہوکر یہ کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ شخص اس وقت کس غرض سے یہاں آیا ہے ورقا نے کہا کہ مجھ کو کیا معلوم ہے اور یہ کون شخص ہے اور کیوں آیا ہے۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ یہ شخص موصل کے حاکم کا قاصد ہے اس حاکم نے بعد سلام یہ کہلا بھیجا ہے کہ اگر مناسب ہو تو اپنا ایک سردار میرے پاس بھیجدو کہ میں شہر موصل اس کے حوالے کرکے ابن زیاد پر حملہ کروں ادھر سے تم حملہ کرو جو وقت تم نے موصل پر قبضہ کر لیا تو اس وقت ابن زیاد بالکل بے دست و پا ہو جائے گا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو وقت ہم کو اس منصوبہ میں کامیابی ہوگئی تو جس وقت چاہیں گے اس ملعون کو گرفتار کر سکتے ہیں آپ کو یہ بھی معلوم رہے کہ میں ایک شیعہ آدمی اور محب اہل بیت ہوں اور حضرت رسولخدا اور حضرت علی مرتضیٰ کا عشق اپنے دل میں رکھتا ہوں یہ سنکر ورقا نے پوچھا کہ پھر تمہاری کیا رائے ہے ابراہیم نے جواب دیا کہ میں یہاں کسی ملک کی فتح و تسخیر کے واسطے نہیں آیا ہوں بلکہ خون جناب امام حسینؑ کے انتقام لینے کے لئے آیا ہوں اس میں شک نہیں کہ رئیس موصل نے مجھ سے اپنی دلی دوستی کا اظہار کیا اور حق محبت ادا کیا ہے خدائے تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے مگر میں جب تک ابن زیاد کے معاملہ سے کامل طور پر فارغ نہ ہو جاؤں گا کسی کام میں ہاتھ نہ ڈالوں گا خلاصہ یہ کہ اس قاصد موصل کو ابراہیم نے اسی وقت پچاس دینار بطور انعام عطا فرما کر رخصت کیا اور کہا کہ اے برادر امیر سے تو میرا سلام کہنا اور یہ کہدینا کہ خدا کی ذات سے امید ہے کہ سب کام عنقریب انشاءاللہ درست ہو جائیں گے چنانچہ قاصد مذکور اپنے مقام کو واپس چلا گیا اودھر ابن زیاد شکست کھا کر اپنے مقام پر پہنچا جب رات ہوگئی تو ابن زیاد نے اپنے رفقا اور سرداران فوج پر بہت غم و غصہ ظاہر کیا۔ آخر حصین ابن نمیر نے ابن زیاد کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے امیر آگاہ ہو کہ ابراہیم ایک نہایت دلاور اور شجاع اور مرد میدان ہے اور وہ لشکر کی کمی زیادتی کی پروا نہیں رکھتا بس میری صلاح یہ ہے کہ ہم ہر روز لڑائی نہ کریں کیونکہ یہ یقین ہے کہ اگر جنگ کو طوالت ہوگی تو ابراہیم اور اس کے رفقا تنگ آکر لڑائی سے دل برداشتہ ہو جائیں گے اور ان میں ایک قسم کی پراگندگی اور پریشانی پھیل جائے گی تو اس وقت ان کا قتل کرنا اور ان پر فتح پانا کچھ مشکل اور دشوار نہیں ہے حصین ابن نمیر کی اس رائے کو تمام سرداران لشکر شام نے پسند کیا اور ساتھ ہی اس کے فوراً ابراہیم کے پاس قاصد روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ اے ابراہیم آج کل گرمی نہایت شدت کی ہے بس ہر روز لڑائی بھڑائی نہیں ہو سکتی کیونکہ تکلیف سوا ہوتی ہے بلکہ ہفتہ میں دوبار لڑائی ہوا کرے ایک دن ہماری جانب سے حملہ کیا جائے اور ایک روز تمہاری طرف سے حملہ ہوا کرے

تاکہ یہ امر معلوم ہو جائے کیا نتیجہ اس معرکہ آرائی کا ہوتا ہے یہ پیغام ابن زیاد کا لے کر اس کا قاصد ابراہیم کے لشکر میں آیا اور ابراہیم سے بیان کیا ابراہیم نے اس قاصد کو یہ جواب دیا کہ اچھا تو اپنے لشکر کو واپس جا ہم سب لوگ مشورہ کر لیں تو اس کا جواب باصواب کل کے دن کہلا بھیجیں گے اس کے بعد ابراہیم نے اپنے سب سرداران لشکر کو جمع کیا اور ان سے یہ کہا کہ یارو ابن زیاد کا سفیر یہ پیغام لے کر آیا تھا تم سب اس کا کیا جواب دیتے ہو سبھے متفق اللفظ یہ کہا کہ جو کچھ تمہاری رائے ہو۔ ہم اس کی بدل وجان تعمیل کے واسطے آمادہ ہیں ابراہیم نے کہا میری رائے میں عبید اللہ ابن زیاد کو امان دینی نہیں چاہئے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اور جسقدر جلد ہو سکے ہم کو لڑائی کرنی چاہئے اور یہی ہمارے واسطے بہتر و مناسب ہے ابھی یہ لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ ایک گڈریا آیا اور اس نے یہ بات کہی کہ میں اس وقت تخلیہ میں امیر سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں چنانچہ ابراہیم نے اسی وقت تخلیہ کیا تو اس گڈریے نے بعد سلام ابراہیم کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ رئیس موصل نے مجھکو آپ کی خدمت میں بھیجکر گذارش کیا ہے کہ اے ابراہیم ابن زیاد نے بڑی چالاکی کی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تجھکو غافل کر کے تیرے لشکر پر حملہ کرے روزمرہ لڑائی کو موقوف کر کے دوسرے تیسرے روز معرکہ کا بازار تم سے گرم کرے اس صورت میں وہ سمجھتا ہے کہ تم اور تمہاری فوج دل برداشتہ ہو کر یہاں سے چلی جائیگی میری رائے میں اگر اسوقت اس ملعون سے لڑائی برابر جاری رکھی جائے گی تو تمہارے حق میں مفید ہے یہ سنکر ابراہیم نے اس شخص کو یہ جواب دیا کہ ابھی تم یہاں سے لوٹ جاؤ اور رئیس موصل سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ خدا تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے کہ اسقدر تکلیف و رنج و مصیبت ہماری وجہ سے برداشت کرتے ہو تم نے جو مشورہ دیا ہے یہ مشورہ پہلے ہی ہو چکا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا اس کے بعد حکم دیا کہ ۵۰ دینار اس گڈریے کو دیئے جائیں اور اس کو رخصت کر دیا اور پھر ابراہیم نے اپنے رفقا کو جمع کر کے یہ کہا کہ یارو اب تمہاری رائے میں کیا مناسب اور بہتر معلوم ہوتا ہے ان سب نے بالاتفاق یہ بیان کیا کہ ہم تو سلسلہ وار لڑائی کو پسند کرتے ہیں چنانچہ ابراہیم نے اس تجویز کو پسند کیا اور حکم دیا کہ کل ضرور لڑائی کی جائے پھر شب کو طلایہ حسب معمول مقرر کیا ابراہیم نے ورقا اور عبد اللہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا یہ لوگ آج کی رات پھر شبخون ماریں کیونکہ سب کے سب جلے ہوئے ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آج کی شب کسی قدر آرام لے لوں کیونکہ کل میرا ارادہ ہے کہ ان لوگوں سے ایسا محاربہ اور مقاتلہ کروں کہ تمام اہل عرب و عجم میں یادگار رہے یہ سنکر ورقا اسی وقت نگرانی اور حفاظت لشکر کے واسطے روانہ ہوا اور ادھر ابراہیم ہتھیار لگائے سو رہا اور فوج بھی اپنے اپنے مقام پر آرام واستراحت میں مصروف ہوئی آدھی رات تک عبد اللہ اور ورقا اپنے لشکر کا طلایہ دیتے رہے مگر ان دونوں کو یہ امر بالکل معلوم نہ تھا کہ میمون غلام بھی طلایہ کو نکلا ہے میمون بھی اسوقت دریا کے کنارے پھر رہا تھا کہ ادھر سے عبد اللہ اور ورقا بھی پہنچ گئے اور بمقابلہ سپاہ شام جا کھڑے ہوئے میمون بھی اسی طرف سے جا پہنچا اور وہ بھی ایک کونے میں اس غرض سے کھڑا ہو گیا اسوقت عبد اللہ اور ورقا نے یہ صلاح کی کہ یہ جو سامنے کے گوشہ میں کھڑے

ہوئے ہیں ان کو قتل کر ڈالو کیونکہ انھوں نے میمون کو بالکل نہ پہچانا تھا مگر میمون جان گیا تھا کہ یہ دونو عبداللہ اور ورقا ہماری فوج کے سردار ہیں جو آج لشکر کی نگرانی اور طلایہ کے لئے نکلے ہیں اور وہ یہ بھی سمجھ گیا تھا کہ ان لوگوں نے مجھکو نہیں پہچانا۔ لہذا فوراً آوازِ بلند کہا کہ یا آل ثاراۃ الحسین ابن علیؑ اس آواز کے سنتے ہی عبداللہ اور ورقا نے بھی پہچانا کہ میمون ہے اور اسوقت میمون سے عبداللہ نے بہت عذر کیا اور جو آواز میمون نے دی تھی وہ شامیوں کی فوج نے بھی سن لی تھی اس آواز کے سنتے ہی شامیوں میں مارے خوف کے ہل چل پڑ گئی اور یقین کامل ہو گیا کہ فوج عراق شبخون مارنے کے لئے آ پہنچی چنانچہ اس خیال سے تمام لشکر شام میں رات بھر ایک بے چینی اور پریشانی پھیلتی رہی اور ہر ایک شخص اپنی قیامگاہ کے دروازے پر مسلح اور مستعد رہا کسی کو اصل واقعہ کی خبر نہ تھی خلاصہ یہ کہ اسی طرح فوج شام صبح تک بیدار رہی جب صبح ہوئی تو ابراہیم دلاور نے طبل جنگ کے بجانے کا حکم دیا اور تمام فوج آمادہ حرب و پیکار و مستعد میدان کارزار ہوئی ہر ایک جوان عراق تلوار کا دھنی تھا فدایانِ علیؑ و نبیؐ تھا اس کی خبر ابن زیاد کو بھی پہنچی تو اس کا ارادہ اسوقت لڑائی کا نہ تھا پھر اس نے ابراہیم کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہفتہ میں دو دفعہ لڑائی کی جائے ایک روز حسب منشا خود دوسری دفعہ تمہاری منشا کی موافق ہوگی یہ پیام ابن زیاد ملعون کا سنکر ابراہیم نامدار بہت مسکرائے اور اس قاصد سے کہا کہ تو واپس جا کر اس ملعون کو ہماری طرف سے یہ جواب دیدے کہ ہم تجھ سے لڑنے کو نکلے ہیں تیری منشا کی موافق نہ لڑینگے بلکہ جیسا ہمارا منشا ہوگا ویسا کریں گے یہ جواب سنکر عبیداللہ ابن زیاد کا قاصد لوٹ گیا اور جو کچھ سنا تھا وہ سب اس نے ابن زیاد سے جا کہا۔ عبیداللہ کو ابراہیم کے اس جواب پر بہت غصہ آیا اور اس نے لڑائی کی تیاری کا حکم دیا ادھر سے ابراہیم نامدار بھی سامان جنگ میں مصروف ہوئے انھوں نے اس روز میمنہ پر سفیان ازدی کو مقرر کیا اور میسرہ پر عبداللہ اور ورقا کو مختار کیا اور خود ابراہیم قلب لشکر میں کھڑے ہوئے باواز بلند تکبیر کہہ رہے تھے اس طرف عبیداللہ ابن زیاد نے میمنہ حصین ابن نمیر کو تفویض کیا اور میسرہ پر رافع بن قیس ملعون تھا اور خود وسط لشکر میں مقیم تھا اور بڑے بڑے جنگجو سردار اور پہلوان اس کے برابر کھڑے ہوئے تھے کہ اتنے میں لڑائی شروع ہو گئی۔ مردان جنگی کے نعروں اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا سے تمام میدان کارزار گونج اٹھا ابراہیم نے بڑی جلالت اور مردانگی سے خود حملہ کیا اسوقت بوجہ شدت تہوری اور جوش دلاوری کے شامی فوج ابراہیم کو دیکھکر یہ سمجھتی تھی کہ خود حضرت امیرالمومنین علیہ السلام زندہ ہو گئے ہیں ابراہیم نے نہایت زور سے یہ نعرہ مارا اور فوج سے پکار کر کہا کہ ہاں اے مومنو منافقوں کو قتل کرو اور ان کی تباہی اپنا فرض سمجھو کیونکہ یہ حضرت رسول خدا کی آل اطہار کے دشمن ہیں پس ان ملعونوں کے وجود ناپاک سے روئے زمین کو پاک کرنا چاہئے۔ ابراہیم کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا اور برابر کمال مردانگی اور جلالت سے حملہ میں مصروف تھے اور کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے اسوقت لڑائی کی ہلچل اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے اسقدر گرد و غبار بلند تھا کہ گویا

رات ہو گئی تھی شعر: از سم ستوران دراں پہن دشت ۔ زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت ۔ خلاصہ یہ کہ نماز ظہر تک اسی طرح نہایت جوش و خروش اور زور و شور سے معرکہ کارزار و ہنگامہ گیر و دار میدان رزم پیکار میں گرم تھا یہاں تک کہ تمازت آفتاب سے تمام مخلوق بھننے لگی اسوقت نقیبان فوج حسب قاعدہ صفوف لشکر سے باہر نکلے اور دونوں فوجوں کو میدان کارزار سے ان کے قیام گاہ کو لوٹا لے گئے صرف ابراہیم میدان کارزار میں کسی قدر اپنی فوج اور رفقا کے ساتھ کھڑا رہ گیا ادھر حصین ابن نمیر موجود تھا اس نے جو ابراہیم کو ایک قلیل جماعت کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھا تو حصین ابن نمیر ہزار سوار اپنے ہمراہ لیکر ابراہیم پر حملہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھا اور ابراہیم کے مقابل میں آ کھڑا ہوا ابراہیم نے ورقا دلاور کو ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا چنانچہ ورقا نے کمال دلیری اور مردانگی سے حصین ابن نمیر کی فوج پر حملہ کیا اور ایسی سخت خونریزی اس مقام پر ہوئی اور اس قدر تلوار ان دونوں فوجوں میں چل رہی تھی کہ لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ان دونوں میں سے اب کوئی زندہ نہ بچے گا اتنے میں خود حصین ورقا کی قریب آیا اور اس سے کہنے لگا کہ تم مجھے جانتے بھی ہو میں وہ شخص ہوں کہ صرف اکیلا تم سب کو جواب دیکتا ہوں کیونکہ جس قدر تمہارے ساتھ سپاہی ہیں وہ سپہ پیشہ نہیں ہیں یہ سب کے سب بازار کوفہ کے بیٹھنے والے سبزی فروش اور کفن دوز ہیں یہ سنکر ورقا نے اس ملعون سے جنگ کا ارادہ کیا اور ایک نعرۂ دلیرانہ مار کر اس ملعون اور شقی ازلی سے کہا کہ اچھا تو ذرا اس مقام پر ٹھیرا رہ اور ہشیار رہنا کہ شجاعوں اور بہادروں کی شجاعت کا تجھے ذائقہ تو چکھا دوں یہ کہکر ایک ایسی تلوار اس کے سر پر لگائی کہ اس کے سر سے بہت ہی شدت کے ساتھ خون بہنے لگا حصین نے جب یہ اپنی نوبت دیکھی تو اسی وقت مع علم و لشکر اپنی قیامگاہ کو واپس روانہ ہوا اور اس کی تمام فوج میں بھاگڑ پڑ گئی جب ابن زیاد نے یہ حال دیکھا تو اس وقت اس نے عمر ابن اسحاق کو دو ہزار آدمیوں کی جمعیت کو ان فراری اشخاص کی مدد کے واسطے روانہ کیا اس طرف ابراہیم نے بھی اپنے غلام میمون کو مع دو ہزار سوار کے ورقا کی اعانت کے لئے بھیجا یہ دیکھکر ابن زیاد نے پھر ایک ہزار آدمی حصین ابن نمیر کی مدد کو روانہ کئے ادھر سے ابراہیم نے بھی پانچسو سوار دوبارہ ورقا کی مدد کو بھیجے یہ مدد جسوقت پہنچگئی تو لڑائی بہت سخت ہونے لگی ہر طرف تلوار کی جھنکار اور نعرۂ دلیران جنگ اور شیران میدان نبرد کی صدا آنے لگی خلاصہ یہ کہ نماز ظہر تک وہاں بھی معرکہ گرم رہا اور کسی کو شکست نہ ہوئی تاہم طرفین کے لوگ سخت مجروح اور خستہ ہو گئے تھے اور اس قدر ماندگی غالب تھی کہ لڑائی کی طاقت ان میں باقی نہ رہی تھی لیکن ان دونو فوجوں کے افسروں کے غلام ابھی تک آسودگی کی حالت میں تھے اور وہ اس لڑائی میں شریک نہ ہوئے تھے جب ان کے آقا لڑائی سے تھک گئے تو ان غلاموں نے قصد مبارزت کیا چنانچہ ابن زیاد کی طرف سے اس کا غلام کہ جسکا نام نحس ابوالایاز تھا افسری اڑھائی ہزار غلاموں کے کہ ان میں کوئی آزاد نہ تھا ابن زیاد کی طرف سے ابراہیم کے مقابلہ کو نکلا ادھر سے ابراہیم نے بھی اپنے غلام وفادار ابوالمیمون کو جو فن سپہ گری میں مشہور و معروف تھا بالکل تین سو پچاس غلام اس کے ماتحت کئے چنانچہ ابوالمیمون نشان لشکر ہاتھ میں لئے ہوئے ان تین سو پچاس

غلاموں کے ہمراہ ابوالایانہ کے مقابلہ کو نکلا اور معرکہ کارزار میں اس نے صفیں آراستہ کیں میمنہ و میسرہ کو باقاعدہ درست کیا پھر طرفین کے جنگجو میدان جنگ میں آئے اور لڑائی شروع ہوگئی اور ہر دو طرف سے اسقدر دلیری کے ساتھ حملہ کیا گیا کہ دونوں لشکروں کے مردان جنگی میں حیرت اور تعجب تھا اور زوال آفتاب تک ان میں یہی ہنگامہ اور معرکہ گرم رہا اس کے بعد ابوالایانہ نے تنگ ہوکر جنگ سے علیحدگی اختیار کی اور اس نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ اب قاعدہ عرب کے موافق ایک ایک شخص علیحدہ لڑائی لڑے اور فوج مخالف سے اپنا ہم نبرد و مبارز طلب کرے چنانچہ اسوقت ابن زیاد کے غلاموں میں سے ایک شخص جس کا نام رافع تھا اپنی صف لشکر سے مسلح باہر نکلا اور اس نے اہل عراق کی طرف رخ کرکے یہ درخواست کی کہ تمہارے گروہ سے کوئی ایسا شخص بہادر ہے کہ مجھ سے معرکہ آرا ہو رافع غلام کی اس صدا پر ابراہیم کے غلاموں میں سے ایک غلام جو نہایت پارسا اور مومن و متقی تھا اپنی صف لشکر سے آگے بڑھا اور اس نے رافع ملعون سے مقابلہ کیا چند حربوں کے بعد اس ملعون نے ایک ایسا نیزہ اس غلام مومن کے پہلو پر مارا کہ اسی وقت اس کی روح بہشت بریں کو پرواز کرگئی اس کے بعد ایک غلام اور لشکر کا جسکا نام مصعب تھا اور فن شمشیر زنی سے خوب ماہر تھا اور جو غلام ابھی قتل ہوا تھا اس سے بھائی چارہ اس شخص کا تھا طیش میں آکر رافع کے مقابلہ کو نکلا اور اس کے قریب پہنچکر یہ کلمہ باآواز بلند کہا الحمد لنا النبی محمد و الوصی علی اور ایک نیزہ ایسا کوہ شگاف رافع کے پہلو میں لگایا کہ دوسرے پہلو سے پار ہوگیا اور رافع ملعون اسی وقت واصل جہنم ہوا مصعب نے گھوڑے سے اترکر اس کا سر کاٹ لیا کہ اہل عراق نے اس فتح پر تکبیر باآواز بلند کہی شام کے سرداروں کے غلام نہایت دل تنگ اور ذلیل ہوئے ابوالایانہ بڑی دیر تک رافع کے غم میں روتا رہا اور آخر ایک اور غلام ابوالایانہ کی طرف سے مقابلہ کیلئے نکلا اور میدان کارزار میں داخل ہوکر اس نے اپنا مقابل طلب کیا چنانچہ ابراہیم کے غلاموں میں سے بھی ایک غلام اس کے مقابلہ کو آیا اور میدان رجز خوانی کے ایسی تلوار اس شامی کی کمر پر لگائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہوگئے ابوالایانہ بہ نسبت پہلے مقتول کے اس غلام کے ماتم میں زیادہ تر رویا چیخا اور آخر خود فولادی خود سر پر رکھکر اور ہر قسم کے اسلحہ جنگ سے مسلح ہوکر اس غلام ابراہیم کے مقابلہ کو نکلا اور ہنگام جنگ غلام مذکور کو زخمی کرکے سر کاٹ لیا جب ابوالمیمون غلام ابراہیم نے یہ واقعہ دیکھا تو وہ بھی ابوالایانہ کے مقابلہ کو جانے کے واسطے آمادہ ہوا چنانچہ اس نے زرہ پہنی اور تمام اسلحہ جنگی سے پیراستہ ہوکر اس دشمن خدا کے مقابلہ میں میدان کارزار میں آپہنچا ابوالایانہ کی نظر جو ابوالمیمون کے ڈھنگ نیلانہ اور طرز بہادرانہ پر پڑی تو اسکو یقین ہوگیا کہ در حقیقت یہ بھی فنون جنگ اور معرکہ آرائی میں یکتائے روزگار ہے آخر ابوالایانہ نے اس کے قریب جاکر نام و نشان دریافت کیا ابوالمیمون نے کہا کہ مجھکو قاتل کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ ابوالایانہ نے ایک وار تلوار کا اس کے سر پر لگایا لیکن ابوالمیمون نے بچا یا فن سپہگری سے کام لیا کہ اس ضرب شمشیر کا مطلق اثر اسکے سر پر نہ ہوا اور پھر اس نے باآواز بلند یا محمدؐ و یا علیؑ کہکر ایک ایسی شمشیر جانستان ابوالایانہ کی کمر پر لگائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہوگئے اور اسی وقت گھوڑے سے گرکر مردار صد سالہ کی شکل بن گیا جب شامی غلاموں نے ابوالمیمون کی یہ چرب دستی دیکھی اور اپنے سردار کو میدان جنگ میں اس بیحال

سے مقتول پایا تو ایک دفعہ بہیئت مجموعی حملہ کر دیا اور طرفین سے دل توڑ کر لڑے آخر بفضل کردگار غلامان عراق غالب آئے اور انھوں نے اپنے حملہ ہائے دلیرانہ سے غلامان شام کے پاؤں میدان معرکہ سے اکھاڑ دئے اور ان کو شکست فاش دی ابوالمیمون کے رفقا نے بھاگتے ہوؤں کا تعاقب کیا چنانچہ دو سو ستر غلام اس تعاقب سے غلامان ابن زیاد کے ابوالمیمون نے قتل کئے اور بیس غلام قید کر لئے گئے اور چار سو آدمی زخمی کئے اور ان سب کو جو اسیر ہوئے تھے قتل کر دیا گیا اور اس کے بعد المیمون بفتح وظفر ابراہیم کی خدمت میں واپس حاضر ہوا جب ابن زیاد لعین نے سپاہ عراق کی یہ دلیری اور دستبرد دیکھی وہ نہایت متعجب ہوا اور پریشان ہوا آخر اس نے ارادہ کر لیا کہ خود اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حملہ کرے مگر اس نے کسی وجہ سے اس ارادہ کو ترک کر دیا اور بآواز بلند اپنے لشکر سے کہا کہ کوئی جوانمرد ہے جو اس وقت لشکر عراق کا جاکر مقابلہ کرے اور اسکو بیعت عبدالملک ابن مروان کی طرف سے دعوت کرے عبیداللہ ابن زیاد کی اس ندا پر ایک شخص جس کا نام ثابت ابن مرہ تھا اور جو سخت دشمن خاندان نبوت تھا اپنے پرے سے نکلا اور عبیداللہ ابن زیاد سے یہ کہنے لگا کہ میں اس کام میں اپنی جان جان تک قربان کروں گا ابن زیاد نے کہا یہ تیرا مجھ پر احسان ہوگا اور فوراً قلب سپاہ عراق کی طرف اس ملعون نے اپنا گھوڑا بڑھا یا اور بآواز بلند اس لشکر کے قریب پہنچکر یہ کہا کہ اے اہل عراق میں تم کو اسوقت دین حق کی ہدایت کرتا ہوں اور اس پر تم کو دعوت کرتا ہوں اسوقت ابراہیم نے خود ثابت بن مرہ سے آگے بڑھ کر دریافت کیا کہ وہ کون دین حق ہے جس کی تو ہمکو دعوت کرتا ہے ثابت نے ابراہیم کو جواب دیا کہ تم لوگ عبدالملک ابن مروان کی بیعت قبول کرو اس سے زیادہ اور کون سا سچا دین ہو سکتا ہے جب اہل لشکر عراق نے ثابت کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو سب نے دفعتاً بآواز بلند تکبیر کہی اور کہا کہ مروان اور اس کے بیٹے پر ہمیشہ خدا کی لعنت ہو ابراہیم ثابت کی اس تقریر کو سنتے ہی غضبناک ہو کر مثل باز کے کہ اپنے شکار پر گرتا ہے ثابت ملعون پر جا پڑا اور اپنے سر کی برابر لے جاکر گھما کر زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور ایک لمحہ میں راہی دار البوار ہوا اور اس شخص کے قتل کے بعد ابراہیم نے بنفس نفیس گھوڑا بڑھا کر تمام لشکر پر حملہ کر دیا اور اپنی شمشیر جان گیر سے اس حملہ میں دس آدمی فوج شام کے قتل کئے اور اسکے بعد اس وجہ سے کہ شام ہو گئی تھی اپنے لشکر میں واپس آیا جب رات ہو گئی تو حسب معمول دونوں لشکروں کی طرف سے طلایہ کے جوان اپنے اپنے مقامات پر مقرر کئے گئے ابراہیم نامدار نے اس وقت عمر ابن حباب علیہ اللعنۃ والعذاب کے پاس اپنے کسی آدمی کو روانہ کیا یہ ملعون یعنی عمر ابن حباب اس فوج شام میں ایک بڑا سردار اور نہایت سخت دشمن اہل بیت تھا چونکہ ابراہیم کی کسی زمانہ میں گہری ملاقات اور دوستی تھی پس ابراہیم نے بہ مصلحت وقت اس کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ اے برادر شاید تم کو وہ رسم و راہ محبت اور دوستی یاد ہو جو شاید کسی زمانہ میں ہم دونوں میں تھی میں یہ امر قرین صواب سمجھتا ہوں کہ بلحاظ حق رفاقت اظہار امر خیر میں تجھ سے دریغ توجہ نہ کروں اگر تم میری نصیحت قبول کروگے تو بہتر ہے اور اگر نہ کروگے تو تم جانو تم کو واضح ہو کہ ابن زیاد بدنہاد نہایت ہی زندیق اور فاسق و فاجر

ہے اس نے تمام خاندان نبوت کو تباہ و برباد کر دیا ہے پس ظاہر ہے کہ اس کی متابعت و پیروی بنظر شریعت ہرگز جائز نہیں ہے لہذا میں تم کو معرفت سابقہ کے سبب یہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم میرے پاس چلے آؤ اور ہمارے شریک ہو جاؤ کہ اس صورت میں خدا کی درگاہ سے امید قوی ہے کہ تم ثواب عظیم پاؤ گے میں تم سے ایک بات کہوں گا کہ جس میں تمہاری دنیا اور عقبیٰ دونوں کی بہتری یقیناً مترتب ہے پس قاصد پیغام ابراہیم نامدار کی طرف سے لیکر عمر ابن حباب کے پاس اس طور پہ پہنچا کہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ہوئی جب اس ملعون نے یہ پیام سنا تو بظاہر ابراہیم کی استدعا کو اس نے قبول کیا اور اس قاصد سے کہا کہ میں ضرور آؤں گا اور تم اپنے لشکر کو واپس چلے جاؤ چنانچہ اس شخص نے واپس آکر تمام قصہ ابراہیم سے بیان کیا جسکو سنکر ابراہیم نہایت خوش ہوا اس شب ابراہیم کے لشکر کا طلایہ اس کے بھائی مزاحم ابن مالک کے سپرد تھا ابراہیم نے اسکو یہ حکم دیا کہ کوئی آدمی شب کو لشکر شام کا ہمارے پاس آنا چاہے تو نہ روکنا آنے کی اجازت دیدینا مزاحم نے عرض کی کہ بہت خوب جیسا آپ نے حکم دیا ویسی ہی تعمیل کی جائے گی ادہر کا حال سنئے کہ جب قاصد ابراہیم عمرو ابن حباب کے پاس سے واپس آیا تو وہ دغاباز فتنہ پرداز اپنے خیمے سے نکل کر سیدھا ابن زیاد کے پاس پہنچا اور جو سفیر مذکور ابراہیم نامدار کا پیام لایا تھا تفصیل وار اس شقی ازلی نے ابن زیاد ملعون سے بیان کیا اس ملعون نے اس قصے سے آگاہ ہو کر عمر ابن حباب سے کہا کہ تجھ کو ضرور ابراہیم کی خدمت میں جانا چاہئے تاکہ اس کا دلی راز اور تمام اس کے منصوبوں سے اطلاع ہو جائے پھر تو مجھ سے کہدینا خلاصہ یہ کہ جب کسی قدر رات گذر گئی تو عمر ابن حباب ملعون حسب وعدہ ابراہیم نامدار کی خدمت میں حاضر ہوا ابراہیم اسکو دیکھکر بہت خوش ہوا اور بغلگیر ہو کر اس کی پیشانی پر بوسے دیئے اور اپنے پہلو میں نہایت اعزاز سے بٹھالیا اور یہ کہنے لگا کہ اے برادر خدا جانتا ہے کہ میں تیری وجہ سے نہایت پیچ و پیش اور تشویش میں ہوں کیونکہ شاید اس معرکہ ہولناک اور مصیبت انگیز میں تجھکو بھی کوئی اذیت نہ پہنچ جائے۔ عمر مکار نے ابراہیم کو مکارانہ جواب دیا کہ یا امیر میرا تو عرصے سے یہ قصد اور ارادہ تھا کہ کسی بہانے سے بنی امیہ کے ہاتھ سے رہائی پاؤں اور ان کی شرکت سے ہاتھ اٹھا لوں مگر چند وجوہ سے یہ ممکن نہ ہوا ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ میرے تمام عیال و اطفال ان لوگوں کے قابو میں ہیں اس لئے میرا یہ خیال تھا کہ اگر کسی تدبیر سے میں تمہارے پاس لشکر شام سے علیحدہ ہو کر چلا آؤں تو یہ لوگ ضرور میرے اہل و عیال کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ مگر اب میرا دل ان سے بیزار ہو گیا ہے اور نیت ہے کہ سب سے دستبردار ہو کر تمہارے پاس چلا آؤں گا یہ گفتگوئے نفاق آمیز و مکر انگیز عمر کی سنکر ابراہیم نہایت خوش ہوا اور اس سے بصد بشاشت یہ کہنے لگا تو اگر اسوقت رفاقت لشکر شام سے دستبردار ہو کر میرے پاس چلا آئے تو صوبہ موصل کی حکومت میں تجھکو دیدوں گا عمر ابن حباب نے ابراہیم کی اس تقریر کو سنکر جو کچھ ابراہیم نے کہا تھا سب کو قبول کر لیا اور مکر سے اسوقت ابراہیم کے دکھانے کے واسطے رونے لگا اور پھر ابراہیم سے بیعت کی اور نیز قسم

کھائی کہ ہرگز اس بیعت سے منہ نہ موڑوں گا اور جو کچھ میں نے تم سے اقرار کیا ہے اس پر ہمیشہ قائم رہوں گا اور کل کے دن جب دونوں لشکر میدان جنگ میں صف آرا ہوں گے تو تم لشکر شام کے میسرہ پر نظر رکھنا اور متوجہ رہنا میں دفعتًہ اس لشکر سے علیحدہ ہو کر تمہارے پاس چلا آؤں گا ابراہیم عمر کے اس جواب سے بہت خوش و خرم ہوا اور عمر ملعون ابراہیم سے رخصت ہو کر ابن زیاد کے لشکر کو واپس چلا گیا اور جو کچھ گفتگو ابراہیم سے ہوئی تھی وہ تمام واقعہ مفصل و مشرح اس سے کہہ سنایا یہ سنکر ابن زیاد ناپاک ہنسا اور عمر ملعون سے یہ کہنے لگا کہ در حقیقت تو نے اس وقت ابراہیم کو بڑا ہی دھوکہ دیا ہے اور یہ کہکر اس ملعون نے عمر ابن حباب شقی کو علاوہ دس ہزار درہم نقد کے ایک بہت قیمتی خلعت بخشا اور اس کارروائی کے بعد یہ حرامزدہ اپنے خیمہ کو واپس چلا گیا ادھر جب عمر ناپاک ابراہیم دلاور سے رخصت ہو کر اور اس قسم کا جھوٹا وعدہ اور اقرار کر کے اپنے لشکر کو چلا گیا اس وقت ابراہیم اپنے رفیق خاص ورقا کے پاس گیا اور اس سے تمام قصہ عمر کے آنے کا اول سے آخر تک بیان کیا نیز یہ بھی کہا کہ عمر حباب نے ہمارے لشکر میں چلے آنے کی سخت قسمیں کھائی ہیں اور میرے ہاتھ پر اس نے بیعت بھی کر لی ہے ورقا نے اس حال کو سنکر عرض کیا کہ اے امیر آپ بخوبی جانتے ہیں کہ جسقدر جوانمرد اور حلال زادے دنیا میں ہوتے ہیں بیشک ان کا یہی قاعدہ ہے کہ جو بات زبان سے نکالتے ہیں اگرچہ ان کی جان ہی کیوں نہ جاتی رہے اسکو پورا کر کے دکھا دیتے ہیں اور عمر تو ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس کے قول و فعل کا اعتبار کیا جائے اسپر بھروسہ کرنا چاہئے وہ تو دوسرا مروان ہے اور ہم سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کو فرض سمجھتا ہے جس روز کہ جناب امام حسینؑ کو اشقیائے شام نے شہید کیا تو میں اس روز اس خبر کو سنکر بے اختیار رو رہا تھا یہ ملعون مجھ سے کہنے لگا کہ تو کس لئے روتا ہے ان کی سزا یہی تھی کہ قتل کئے جائیں یعنی معاذ اللہ امام حسین علیہ السلام بر سر خطا تھے جس شخص کا یہ عقیدہ ہو اس سے امید شرکت رکھنی بے جا ہے یہ تقریر حضرت ورقا دلاور کی سنکر ابراہیم نامدار نے اس کو جواب دیا کہ بے شک جس قدر تم نے عمر کی نسبت مجھے اپنا خیال بتلایا وہ صحیح درست ہے وہ ایسا ہی شقی اور نابکار ہے۔ شاید صوبہ موصل کی حکومت کی طمع پر وہ ہمارا شریک ہو جائے اتنا کہکر ابراہیم اپنی آرام گاہ کو چلا گیا اور لشکر میں تمام رات لڑائی کی تیاری ہوا کی علی الصباح ابراہیم نامدار نے نماز سے فراغت پا کر طبل جنگ کے بجانے کا حکم دیا اور اس کے بعد کل لشکر گویاں روانہ میدان کو ہوا۔ ابن زیاد بدنہاد کو بھی اس بات کی اطلاع ہوئی کہ لشکر عراق اور ابراہیم نامور مقابلے کے واسطے میدان جنگ میں پہنچ گئے ہیں۔ یہ خبر سنکر ابن زیاد بدنہاد بہت ہنسا اور عمر ابن حباب کو سرگذشت شب کی یاد دلا کر یہ بات طنزاً کہنے لگا کہ جو کچھ کل رات اس نے تجھ سے وعدہ کیا ہے اس کا امیدوار رہ میرا خیال ہے کہ اس کی موت کا زمانہ قریب پہنچ گیا ہے اس کے بعد اس نے اپنے لشکر میں طبل جنگ بجانے کا حکم دیا اور اس کی فوج بھی اپنے قیام گاہ سے روانہ میدان کارزار ہو کر ابراہیم کی فوج مقابلہ میں صف آرائی ہوئی اور دفعتًہ لڑائی شروع کر دی۔ کہتے ہیں کہ لشکر شام میں اسوقت ایک سردار جس کا نام عمر ابن مطیع جو حصین ابن نمیر کا چچا زاد بھائی تھا۔

مسلح ہو کر آیا اور اس نے میدان جنگ کی اجازت لی ابن زیاد نے اس کی جرأت پر آفرین کی لوگوں سے یہ دریافت کیا کہ یہ کون سا سوار دلاور ہے اور اس کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کہ اس کا نام عمر بن مطیع ہے بہر حال عمر مطیع جب میدان کارزار میں پہنچا تو اول اس نے بڑی طمطراق دکھلائی پھر اپنا خود سر سے اتار کر قربوس پر رکھ دیا اور بآواز بلند یہ کہا کہ اے عراق کے سپاہیو آگاہ ہو کہ میرا نام عمر ابن مطیع ہے تمہارے لشکر میں اگر کوئی جوان دلاور ہو تو آکر مقابلہ میرا کرے ابراہیم نے جب اس شقی کی اس لاف وگزاف کو سنا تو گھوڑا بڑھا کر اس کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ اے ملعون میرے لشکر میں تیرے برابر کوئی نہیں ہے کیونکہ تو بد قوم اور بدنسل ہے اور ہمارے لشکر میں سب کے سب شریف ہیں ابراہیم کا یہ جواب سنکر عمر ابن مطیع کو بہت غصہ آیا اور اس کے میمنہ پر حملہ کیا اور فوج عراق میں سے ایک شخص کو اس ملعون نے زخمی بھی کر دیا اور پھر میدان میں آکر مبارز طلب ہوا اس طرف سے ورقا کا ایک چچازاد بھائی جس کو ابان بن عامر کہتے تھے یہ شخص بڑا مرد دانا اور دلیر یگانہ تھا اس نے ورقا سے میدان کی اجازت چاہی اور میدان میں پہنچکر اس ملعون کے مقابل ہوا عمر نے اس سے دریافت کیا کہ تیرا کیا نام ہے آبان نے کہا کہ مجھکو آبان ابن عمر اسعدی کہتے ہیں یہ سنکر عمر ہنسا اور کہنے لگا کہ تیری ہستی کیا ہے جو تو میرے مقابلہ کو آیا ہے بالآخر دونوں کا مقابلہ ہوا آبان نے بآواز بلند یا محمد و یا علیؑ کہکر ایک نیزہ اس کی ناف پر مارا کہ ایک بالشت اس کی پشت سے باہر نکل گیا اور وہ گھوڑے سے گر کر واصل جہنم ہو گیا آبان نے اس کے گھوڑے پر قبضہ کر لیا اور پھر اپنی جگہ پر آکر کھڑا ہو گیا ورقا نے اس دلاور کو بہت تحسین وآفرین کی اس کے بعد غلام ابراہیم ابو المیمون میدان کارزار میں آیا اور یہ نعرہ کیا کہ اے شامیو تم میں سے کون شخص ہے کہ اس وقت میدان میں آکر مجھ سے مقابلہ کرے مگر کوئی شخص اس کے مقابلہ کو نہ نکلا جب ابو المیمون نے دیکھا کہ کوئی شخص لشکر شام سے اس کے مقابلہ کو نہیں نکلتا تو اس نے نہایت بہادری اور دلیری کے ساتھ سپاہ شام کے میمنہ پر حملہ کیا اور دس آدمیوں کو اس حملہ میں جان سے مار ڈالا اور اس نے میسرہ پر حملہ کیا اسوقت ابن زیاد نے اپنی فوج کو ڈانٹ کر اور چلا کر کہا کہ کوئی جوان ہمارے لشکر میں ایسا نہیں ہے کہ میدان کارزار میں جا کر اس کا مقابلہ کرے اور اس کا سر کاٹ کر لے آئے ابن زیاد کے یہ کلمات سنکر ایک شخص نے جو سپاہ شام کے نقیبوں میں سے تھا ابو المیمون پر حملہ کیا ابو المیمون بھی ہشیار تھا اس نے نہایت احتیاط سے اس ملعون پر حملہ کیا اور ایک نیزہ کوہ شگاف اسکے سینہ میں ایسا مارا کہ ایک بالشت سینے سے پار نکل گیا۔ اور اسی وقت گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا پھر دوبارہ ابو المیمون نے مبارز طلبی کی تو اس وقت لشکر شام سے ایک سوار اس کے مقابلے کے واسطے نکلا یہ شخص بنی امیہ کے غلاموں میں سے تھا اور اس غلام کا نام نبہان تھا چنانچہ اس غلام نے ابو المیمون پر بڑے زور شور سے حملہ کیا مگر ابو المیمون نے اسکو بات کرنے کی مہلت نہ دی اور ایک ایسی تلوار اس کے سر پر لگائی کہ فوراً اسکے دو ٹکڑے ہو گئے اور اس کی روح ناپاک داخل جہنم ہوئی۔ اسکو قتل کر کے ابو المیمون نے اور دوسرے مرد مقابل کیواسطے لشکر شام کو آواز دی اسوقت شامیوں کو سخت

حیرت اور تعجب تھا اور آپس میں یہ کہتے تھے کہ یہ سوار کون بلائے عظیم ہے کہ جو کوئی جوان اس کے مقابلہ کو جاتا ہے وہ اس کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا ہے آخر اہل شام کی طرف سے ایک جوان نے جسکا نام مجری تھا ابوالمیمون کے مقابلہ کے واسطے نکلنے کا ارادہ کیا اس وقت حصین ابن نمیر نے اس جوان کو اپنے پاس بلا کر یہ کہا کہ تو بخوبی اس امر کو دریافت کر کہ یہ سوار کون ہے چنانچہ مجری اپنا گھوڑا دوڑا کر اس کے مقابل پہنچا اور ابوالمیمون سے دریافت کرنے لگا کہ اے جوان تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے اس سوال پر ابوالمیمون نے جواب دیا کہ اے ملعون تو یہاں مقابلہ اور لڑنے کے لئے آیا ہے یا بحث و مباحثہ کیواسطے۔ مجری کو یہ جواب سنکر بہت غصہ آیا اور اس نے نہایت طیش میں آکر ابوالمیمون پر حملہ کیا اور ابوالمیمون نے اس پر حملہ کیا اور ایک نیزہ اس ملعون کے مارا لیکن وہ قریب تھا زمین پر لگ کر ٹوٹ گیا اور اس کے بعد ایک ایسی ضرب حیدری اسکے شانہ پر لگائی کہ جو سینہ تک اتر گئی اور فوراً دوزخ کو سدھارا پھر ابوالمیمون نے نعرہ مار کر کہا کہ جسکو موت کی آرزو اور خواہش ہو وہ میرے مقابلہ کو آئے میں جب تک تم میں سے سو آدمی کو قتل نہ کرلوں گا اپنے لشکر کو واپس نہ جاؤں گا شام کی فوج سے عمر بن نافع ابوالمیمون کے مقابلہ کو آیا اس بہادر یگانہ نے اس ملعون کو بات کرنے کی بھی مہلت نہ دی اور ایک ضرب شمشیر آبدار میں اس کو جہنم میں پہنچا دیا اور اس کے قتل کے بعد پھر ابوالمیمون نے مبارز طلبی کی یہ جوانمردی اور جلادت دیکھکر شامیوں کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ سوائے ابراہیم بن مالک اشتر کے اور کوئی نہیں ہے آخر اسوقت عبیداللہ بن زیاد نے اپنے لشکر میں سے ایک پہلوان نامی کو بلایا جو گویا اس کے لشکر کا بڑا نامور اور سربرآوردہ سردار تھا اور اکثر معرکوں میں سرخرو ہو چکا تھا اس کا نام عمر بن قطبہ تھا جب وہ ملعون حاضر ہوا تو ابن زیاد ملعون نے اس کو حکم دیا کہ تو ایک ذرا میدان میں جاکر یہ تو دیکھ کہ یہ جوان ہے جو ایسی جرأت و مردانگی سے ہماری طرف کے بہادروں کو قتل کر رہا ہے پس اگر یہ شخص ابراہیم ابن اشتر ہے تو اس سے اپنی مردانگی کا اظہار کرنا اور اور مقابلہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا اور اگر کوئی اور شخص ہو تو بغیر محاربہ اور جنگ کے واپس چلے آنا ابن زیاد کا یہ حکم سنکر عمر بن قطبہ نے ہتھیار اپنے بدن پر لگائے اور غرق آہن ہو کر ابوالمیمون کے مقابلہ کے واسطے میدان جنگ میں آیا ابوالمیمون نے جس وقت اس کو دیکھا تو اس کے قریب جاکر کہنے لگا کہ اے سوار بیباک تو کیوں اپنے پاؤں سے قبر کیطرف آیا ہے عمر نے کہا کہ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے ذرا ٹھہر جا میں ذرا دیکھ لوں کہ تو کون ہے کیونکہ میں وہ دلیر یگانہ اور شہسوار زمانہ ہوں کہ ہر شخص سے مقابلہ کرنے میں مجھکو ننگ و عار ہے اگر درحقیقت تو ابراہیم ابن مالک اشتر ہے تو تجھ سے میں مقابلہ کروں گا ورنہ اپنے لشکر کو واپس چلا جاؤں گا کیونکہ میں صرف ابراہیم کے مقابلے کے واسطے آیا ہوں اس جوان کی یہ تقریر سنکر ابوالمیمون نے جواب دیا کہ اے سگ ناپاک میں ابراہیم کا ایک غلام ہوں تو اول مجھ سے تو مقابلہ آرا ہولے پھر ابراہیم کا نام لینا اس وقت پھر عمر ابن قطبہ نے کہا کہ مجھے تجھ سے لڑائی لڑنا منظور نہیں ہے تو میرے سامنے سے چلدے اور ابراہیم کو بھیجدے لیکن ابوالمیمون

نے نہایت ترش ہو کر جواب دیا کہ میں اس وقت میدان سے نہ جاؤں گا جب تک تجھ کو قتل نہ کر لوں گا یہ سنکر عمر بن قطیہ نے بآواز بلند یہ نعرہ کیا کہ اے ابن اشتر اگر کوئی دعویٰ مردمی ہے تو لشکر سے نکل کر میرے مقابلہ کو آ تاکہ آج تجھکو مردان جنگی کی ضرب شمشیر کے جوہر نظر آئیں اس نعرے کو سنکر اہل لشکر نے ابراہیم سے کہا کہ اے امیر یہ سوار جو ابھی لشکر شام سے میدان جنگ میں آیا ہے تجھکو اپنے مقابلہ کے واسطے طلب کر رہا ہے اور یہ بھی آپ کو واضح رہے کہ یہ شخص جناب امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے آیا ہے ابراہیم نے اپنے اہل لشکر کی یہ بات سنکر اس وقت اپنا خود اپنے سر سے اتار ڈالا اور جوشن و بکتر بھی علیحدہ کر دیئے اور سوار ہو کر نیزہ اپنے ہاتھ میں لیکر میدان میں آیا اور میمون کو حکم دیا کہ تو اب یہاں سے چلا جا اور میری جگہ لشکر شام میں جا کھڑا ہو جب اہل شام کی نظر ابراہیم پر پڑی تو سب کہنے لگے کہ اب ابراہیم میدان جنگ میں آیا ہے خلاصہ یہ کہ عمر بن قطیہ نے ابراہیم سے یہ بات کہی کہ اس میدان جنگ میں جو کہ پر خطر ہے بدون خود و زرہ و بکتر کے کس لئے چلا آیا اور سامان جنگ سے مسلح ہو کر کیوں نہیں آیا۔ ابراہیم نے کہا خوب جانتا ہوں جلنے مقابلہ میں مسلح آنا چاہیے۔ عمر بن قطیہ کو سنکر غصہ آیا اور اس نے اپنا نیزہ ابراہیم پر وار کرنے کے لئے سنبھالا۔

اس وقت دونوں لشکروں کی آنکھیں ان دونوں پر لگی ہوئی تھیں ابراہیم بھی ادھر سے بڑھے اور باہم نیزے بازی شروع ہوئی درحقیقت ابراہیم فن نیزہ بازی اور دشمن کشی میں غیرت دہ رستم واسفندیار تھے اس وقت انھوں نے ایسی نیزہ بازی کی کہ عمر بن قطیہ کے ہوش اڑ گئے آخر نیزے کی لڑائی ترک کر کے ہر دو جوانوں نے نیام سے تلواریں نکال لیں اور ایک نے دوسرے پر بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا آخر کار دفعتاً ابراہیم نے ایک دو دستی تلوار کی ضرب اس کی ہنسلی پر لگائی اور دوسرا ہاتھ مارنا چاہا تو اس وقت عمر نے ابراہیم سے کہا کہ یا امیر مجھکو امان دیجئے تب ابراہیم نے کہا کہ اسوقت تک تو میں تیرے نزدیک یاوہ گو تھا اور اب امیر ہو گیا کہ واللہ اگر تو کافر ہوتا تو میں تجھکو امان دیدیتا۔ مگر تو کلمہ گو سے بدرجہا بدتر ہے یہ کہکر دوسری ضرب اس زور سے اس کے سر پر لگائی کہ اسکی گردن سے سر علیحدہ ہو کر بہت دور جا پڑا اس وقت فوج عراق نے بآواز بلند تکبیر کہی اور جناب رسول خدا اور انکی آل اطہار پر درود و سلام بھیجا اس حادثہ سے دنیا اہل شام کی آنکھوں میں سیاہ ہو گئی تھی اور ان کی زبان اسکے صدمہ قتل سے گویا گونگی ہو گئی تھی آخر ابن زیاد نے حکم دیا اپنی فوج کو کہ سب متفق ہو کر یکبارگی اہل عراق پر حملہ کریں سپاہ شام نے فوراً حملہ کیا اسوقت گھوڑوں کی ٹاپوں سے اس قدر گرد و غبار اٹھا کہ میدان جنگ میں اندھیرا ہو گیا ابراہیم نے اپنے اہل لشکر کو حکم دیا کہ تم لوگ ایک ذرا حملہ آوری میں توقف کرو اور جب تک میں خود نہ کہوں فوج مخالف کو قتل نہ کرنا اور نہ ان پر شمشیر زنی کرنا اور اس کے ساتھ ہی لشکر شام پر ہر جانب نظر ڈالنے لگا اور عمر کے وعدے کے بموجب جو اس نے ابراہیم سے رات کو آکر کیا تھا اسکو لشکر دشمن میں بغور دیکھنے لگا کیونکہ اس ملعون ابدی اور شقی ازلی نے ابراہیم سے اس رات کو قسم کھائی تھی اور بیعت کر کے گیا تھا اور ابراہیم سے یہ کہہ گیا تھا کہ تم فوج شام کے میسرہ کو دیکھنے

رہنا میں کسی ضرور تمہاری طرف آجاؤنگا مگر یہ طرفہ ماجرا اور بیوفائی ظہور میں آئی کہ جس شخص نے میسرۂ لشکر شام سے نکلکر پہلے لشکر عراق پر حملہ کیا وہ عمر ابن حباب شقی تھا ابراہیم کو اس مردود کی اس عہد شکنی اور خلاف ورزی پر سخت غصہ اور طیش آیا اور اسکو اپنی فوج پر حملہ آور دیکھکر اسقدر برافروختہ ہوا کہ فوراً ابراہیم کے منہ سے یہ نکلا کہ اگر میں تجھ کو قتل نہ کروں تو مالک اشتر کے نطفہ سے نہیں اور اپنا سیاہ گھوڑا اسی وقت طلب کیا اور اس پر سوار ہو کر عمر کے قتل کرنیکو خود چلا اور بآواز بلند اپنی فوج کو للکار کر حکم دیا کہ فوج شام پر حملہ کر دو یہ حکم سنتے ہی ابراہیم کی فوج نے حملہ کر دیا اور ہر دو صفیں باہم ملگئیں اور جنگ شروع ہوئی اس وقت لشکر سے اسقدر گرد وغبار اٹھا کہ تمام لشکر میں بجز گرد وغبار اور کچھ نظر نہ آتا تھا اور تاریکی چھاگئی تھی سپاہ عراق کی زبان پر نعرۂ یا محمد اور یا علی جاری تھا اور سپاہ شام کی یا بہیرو یا مروان پکار رہی تھی اور نہایت سختی اور سرگرمی سے معرکہ کارزار گرم تھا ابراہیم کو عمر کی وعدہ خلافی اور عہد شکنی پر اسقدر غیظ وغضب آرہا تھا کہ فوج مخالف پر دو دستی تلوار چلا رہا تھا اور چپ وراست کشتوں کے پشتے لگا رہا تھا چنانچہ دوپہر تک خوب ہنگامہ جدال وقتال گرم رہا لیکن جب نماز ظہر کا وقت پہنچا تو شامی فوج نے لشکر ابراہیم کے میمنہ پر بڑے زور اور شور سے حملہ کیا۔ اس مقام کی نگرانی ابراہیم کے بھائی مزاحم ابن مالک کے تفویض میں تھی جب اس نے لشکر شام بدانجام کی یہ پیش دستی اور جوش وخروش دیکھا تو خود بھی اس فوج پر حملہ آور ہوا اور ان کی یورش کا مردانہ اور دلیرانہ جواب دیا اور بڑے زور وشور سے لڑائی ہونے لگی مزاحم نے اس حملہ میں بڑی مردانگی اور دلیری دکھائی تھی اور جس طرف گھوڑا دوڑا کر دشمن کی فوج پر بڑھتا تھا ایک کائی سی پھٹ جاتی تھی یہ شیر بیشۂ شجاعت نہایت مردانگی کے ساتھ فوج دشمن حملہ آور کے قلب میں گھس گیا اور بہت سے آدمی اسکی تلوار سے قتل ہوئے دفعتہً اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور مزاحم بھی گر پڑے اسوقت شام کی فوج نے تنہا ایک شخص کے گرد سخت ہجوم کر لیا اور اسی مقام پر شہید کر دیا ارحم الرحمین اس پر رحم کرے اور سپاہ عراق یہ حال دیکھکر بھاگ نکلی ابراہیم کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس وقت قلب فوج شام میں گھسا ہوا شمشیر زنی میں مصروف تھا فوراً نہایت سرعت کے ساتھ وہاں سے نکل کر ایک مقام بلند پر کھڑا ہوا اور اپنی پگڑی اور خود سر سے اتار کر آواز بلند کہنے لگا کہ اے بہادران عراق والے طالبان خون جناب امام حسین علیہ السلام اس وقت جو تم میدان جنگ اور لڑائی سے منہ موڑ کر بھاگے جاتے ہو تو کل کے روز میدان عرصات میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوگے اور یہ بھی سمجھ لو کہ یہاں سے کوفہ بہت دور ہے۔ جب ابراہیم کے لشکر نے اپنے سردار نامدار کی یہ تقریر غیرت انگیز سنی تو جو لوگ بھاگ رہے تھے وہ لوٹ کر ابراہیم کے پاس فراہم ہوئے اسوقت ابراہیم نے دوبارہ بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ مع اپنے رفیقوں کے فوج شام پر حملہ کیا اور اس قدر خونریزی ہوئی کہ ہر چہار طرف کشتوں کے ڈھیر نظر آتے تھے راوی کہتا ہے کہ اس روز ابراہیم نے ایک ہزار چار سو شامیوں کو قتل کیا اور اپنے ہمراہیوں کو جوش دلاتا تھا کہ اپنے ننگ وناموس اور ناموری کا خیال کرکے مرمٹو تا کہ تمکو ظفر اور فتح حاصل ہو عمر ابن

حباب سامنے کھڑا ہوا تھا ابراہیم نے ابن زیاد کے میسر کو بھگا دیا اور میمنہ کی طرف آکر حملہ کیا حتیٰ کہ سپاہ شام کے قلب میں داخل ہوکر عمر مذکور کے پاس پہنچا عمر نے کہا اے پسر مالک ابن اشتر کیا تیرا یہ خیال تھا کہ میں تجھ سے دغا کروں گا ابراہیم نے ایک تلوار ماری کہ اس کے گھوڑے کے لگی عمر گھوڑے کو دیکھنے لگا۔ ابراہیم نے نعرہ النبی محمد الوصی علی کا مار کر ایک ضرب شمشیر اسکے داہنے شانہ پر لگائی وہ اس کی بغل سے نکل گئی گھوڑے سے نیچے گر کر مالک دوزخ کو جان دیدی ابراہیم نے کہا کہ الحمد للہ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ میں نے جب تک اس ملعون کو قتل نہ کر لیا آرام نہ لیا عمر ابن حباب کے مارے جانے کے بعد فوج شام کے پاؤں اکھڑ گئے اور سپاہ عراق نے انکا تعاقب کرنا شروع کیا اور جو شامی سپاہی ہاتھ آگیا فوراً اسکو قتل کر دیا اس کے بعد ابراہیم نے اپنا علم ایک خاص مقام پر نصب کیا اور اپنی فوج کو باآواز بلند سنایا کہ اے دلاوران عراق والے جاں نثاران امام مقدس و مطہر و شہید تم سب مقام پر جمع ہو کر قیام کرو اور یہاں سے آگے نہ جاؤ چنانچہ لشکر ابراہیم کے لوگ تعاقب سے لوٹ کر زیر علم ابراہیم سب کے سب جمع ہو گئے عبداللہ عمر جو اس کے لشکر میں ایک بڑا سردار تھا کہتا ہے کہ میں نے اس وقت ابراہیم نامدار کو دیکھا کہ اس نے اسقدر اس معرکہ میں شمشیر زنی کی تھی کہ تمام لباس خون میں تر بتر تھا گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام بدن زخموں سے چور ہے خلاصہ یہ کہ ابراہیم بعد اطمینان و راحت اپنی جگہ پر مقیم ہوا۔ اس عرصہ میں جس قدر فرار ہوئے تھے سب جمع ہو گئے اسوقت ابن زیاد ایسا رنجیدہ و رنجیدہ اور اندوہ گیں تھا۔ اور اس قدر اسکو ملال اور صدمہ تھا کہ بات نہیں کر سکتا تھا۔ بہر حال جب وہ دن گذرا تو دوسرے روز ابن زیاد نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس معرکہ گذشتہ میں پندرہ ہزار آدمی اس کی فوج کے کام آچکے ہیں۔ یہ حال دریافت کر کے ابن زیاد ملعون سخت خوفناک ہوا اور بوقت شب مع فوج بھاگ نکلا اور خیمہ اکھاڑ کے اور موصل کو چل دیا ابراہیم کو اس بات کی اطلاع پہنچائی گئی کہ ابن زیاد بدنہاد بانی فتنہ و فساد اور بیخ شجرہ عداوت و عناد یہاں سے مع خیمہ گاہ و لشکر تاریکی شب میں فرار ہو کر موصل کو روانہ ہو گیا چنانچہ ابراہیم بھی اس خبر کو سنکر اپنی کل فوج و لشکر کے ساتھ وہاں سے ابن زیاد کے تعاقب میں موصل کو روانہ ہوا اور شہر مذکور کے قریب پہنچکر چار طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا اور ایک مقام مناسب پا کر اپنا اور سرداران فوج کا خیمہ نصب کر دیا۔ باایں ہمہ ابراہیم اس وقت نہایت پریشان اور دل تنگ تھا کیونکہ ابن زیاد نے شہر کے دروازے بند کر دیئے تھے اور خود شہر موصل میں محصور اور پناہ گزیں ہو گیا تھا اور اپنی حفاظت کا بھی کامل استحکام کر لیا تھا۔ پس ابراہیم یہ کہتا تھا کہ اگر کسی وقت ابن زیاد یہاں سے بھاگ کر کسی دروازے سے خفیہ نکل گیا تو مجھے اور میری فوج کو اس کی تلاش میں سخت پریشانی اور سرگردانی ہوگی خلاصہ یہ کہ ابراہیم نے ایک بڑا زبردست طلایہ اس غرض خاص سے شہر موصل کی چار طرف مقرر کر دیا تھا اور بہت سے جاسوس بھی ابن زیاد کے منصوبے اور خیالات دریافت کرنے کی غرض سے چھوڑ دیئے تھے بہر حال تین روز تک دونوں لشکر اپنی اپنی تدبیر اور کارروائی میں مصروف ہوئے اور اس عرصہ میں ابن زیاد شہر کے اندر ہی مقیم اور سکونت گزیں رہا اور نہ

کسی شخص کو اس نے کسی طرف روانہ کیا۔ مگر چونکہ بدنفسِ وہ مع اپنی کل جمعیت کے شہر سے باہر نکل کر خیمہ زن ہوا اور دوبارہ اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو بحیثیت مجموعی اس کے لشکر کی تعداد دس ہزار سوار سے زیادہ نہ تھی تاہم یہ سب فوج ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ تھی اور ابراہیم سے لڑنے کو آمادہ تھی اور ابراہیم کے نام اس مضمون کا ایک خط اس نے اپنے چند معتمدوں کے ہمراہ روانہ کیا کہ اے ابراہیم ابن مالک اشتر تجھکو اسقدر اپنی بہادری اور دلیری پر مغرور نہ ہونا چاہئے اب بھی تو میری اس تحریر پر عمل کر اور میری ذات پر دھیان دھر تیرے حق میں ہر حال بہتری ہے کہ یہاں سے کوفہ کو روانہ ہو جائے اور یہ خوب سمجھ لے کہ اگر تو نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا اور یہاں سے ابھی روانہ نہ ہوا تو تجھکو کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا اور یہ جو کچھ میں تجھکو تحریر کر رہا ہوں کچھ تجھ سے خوف کھا کر نہیں لکھتا بلکہ صرف نصیحت دوستانہ کی غرض سے یہ تحریر بھیجی گئی ہے بس یہ خوب واضح رہے کہ اگر میری نصیحت پر عمل نہ کروگے تو گویا اپنے خون میں اپنے ہاتھ خود بھروگے۔ جب ابراہیم نے ابن زیاد کے اس نامہ کو اول سے آخر تک پڑھا تو بہت ہنسا اور یہ کہنے لگا کہ ابن زیاد سخت احمق اور بیوقوف ہے اور وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ اگر تمام دنیا بھی میرے قبضۂ اختیار میں آ جائے اور اسکے قتل کرنے کے عوض کوئی مجھ سے مانگے تو میں اس شخص کو دیکر ابن زیاد کو قتل کر ڈالونگا اور پھر ابراہیم نے قاصد ابن زیاد سے یہ کہا کہ تو اسی وقت یہاں سے واپس چلا جا اور اس ملعون سے یہ کہدینا کہ لڑائی پر آمادہ ہو جائے اور میرے مقابلہ میں جو کچھ اس سے ممکن ہو سکے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے میں نے تو خدا سے یہ عہد کر لیا ہے کہ جب تک تجھکو قتل نہ کر لوں گا اپنی کمر نہ کھولونگا اور سلام کہدینا قاصد ابن زیاد ابراہیم بن مالک اشتر کا جواب لے کر اپنی فوج کو واپس آ گیا اور جو ابراہیم سے سنا تھا وہ سب عبداللہ ابن زیاد سے بیان کیا اس جواب کو سنکر عبیداللہ ابن زیاد کو یقین کامل ہو گیا کہ سوائے لڑائی کے اب کوئی چارہ نہیں ہے تو اس نے لشکر میں یہ منادی کرائی کہ تمام فوج ابراہیم کے مقابلہ کے واسطے تیار اور آراستہ ہو اور اس سے دوسرے روز صبح کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے میدان جنگ نمونۂ قیامت بن گیا تھا طبل جنگی بج رہے تھے اور جنگی باجوں کی صدا سے ہر شخص آمادۂ رزم و پیکار ہوتا جاتا تھا۔ آخر بڑی سرگرمی کیساتھ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل میں صف آرا ہوئے اور نہایت سخت حملوں کیساتھ لڑائی شروع ہو گئی۔ حصین بن نمیر ملعون نے ابراہیم کی فوج پر بڑے زور و شور سے خود حملہ کیا اور اس کے میمنہ لشکر کو اس ملعون نے اپنے اختیار اور قابو میں کر لینا چاہا لیکن گردش تقدیر سے اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور یہ ملعون پشت توسن پر اسوقت نہ ٹھہر سکا، قہر خدا سے ایک جھٹکا پہنچا کہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا ابراہیم کی فوج نے یہ حال دیکھکر اس ملعون و شقی ازلی کو چار طرف سے گھیر لیا اور اس کی گردن میں رسی کا پھندا ڈالدیا اور نہایت سخت مشکیں کس کر ابراہیم کے سامنے اس کو لا کر حاضر کیا۔ ابراہیم نے اس ملعون کو دیکھکر کہا کہ کیوں اے شقی ملعون کبھی بھی تجھ کو خدا کا خوف آیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں خدا سے کیوں خوف کھاؤں۔ ابراہیم نے اسی وقت اپنے اہل لشکر

کو حکم دیا کہ اس ملعون اور شقی کو ابھی قتل کرو اور اس کے بعد اس کی لاش آگ میں جلا دو۔ چنانچہ ابراہیم نامدار غلام حیدر کرار کے اس حکم کی تعمیل اس کے وفادار سرداران فوج نے فوراً کی اور اسکو نہایت عذاب سخت سے قتل کیا اور بعد اس کے اس ملعون کی لاش جلادی گئی اور اس طرح وہ کافر الکفر دشمن نام حیدر و صفدر واصل جہنم ہوا مگر جب ابن زیاد بد نہاد مایۂ فتنہ و فساد کو یہ اطلاع ہوئی اور اسبات کی خبر پہنچی کہ اہل عراق نے ابن حصین کو گرفتار کر لیا اور نہایت خرابی اور بڑی ذلت کے بعد اس کو قتل کر دیا اور اس کی لاش کو آگ میں پھونکدیا یہ خبر سنکر اس ملعون کو نہایت سخت صدمہ گذرا گویا اس کے قتل کی خبر ایک آتش قہر الٰہی تھی کہ اس نے عبیداللہ ابن زیاد ملعون کے دل و جگر کو جلا دیا تھا پس فوراً اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب لڑائی کو موقوف کرد چنانچہ طبل بازگشت بجا کر یہ ملعون اپنے لشکر کو قیام گاہ پر واپس لے گیا اور جب عصر کا وقت ہوا تو دونوں طرف سے طلایہ کے لوگ اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہوگئے۔ ابراہیم کا حال سنئے کہ اس نے بھی عبیداللہ ابن زیاد کی واپسی پر لشکر کو حکم دیا کہ اپنے مقام پر تعینات رہیں اتنے میں ایک بڑھا آدمی ابراہیم کی خدمت میں آیا اور اس نے سلام کر کے ابراہیم سے یہ عرض کیا کہ اے امیر عبیداللہ ابن زیاد نے تیرے پاس یہ پیام بھیجا ہے کہ اے ابراہیم اب تو خدا کا خوف کر اور اپنی جان پر رحم کھا اور میری اطاعت اختیار کر کہ دونوں جہان میں تیرے لئے بہتری ہوگی اور تجھ کو یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اگر اس وقت تو نے میرا کہنا نہ سنا اور میری اطاعت نہ قبول کی تو گویا تو نے خدا کی نافرمانی دیدہ و دانستہ گوارا کی ناحق خدا کے بندوں کو کس لئے خون بہائے چلا جاتا ہے ہر چند بدفعات متعددہ میں نے تجھ کو نصیحت کی اور سمجھایا مگر بالکل تیری سمجھ میں کسی طرح نہیں آیا پس اب تو اپنے حال کو خود ہی بہتر سمجھ سکتا ہے۔ گویا اسکا یہ مطلب ہوا کہ اب مجھ سے شکایت نہ کر۔ جب ابراہیم نے یہ پیام اس منافق غدار کا سنا تو نہایت طیش میں آکر قاصد کو یہ جواب دیا کہ اے بد منافق جو کچھ تو نے اس وقت تک بکواس ماراوہ میں نے مفصل سن لیا کیا کروں بخدا اگر تو بطور ایلچی یا قاصدی کے سلسلہ میں میرے پاس نہ آیا ہوتا تو تجھکو نہایت بری طرح قتل کراتا ہم اے ملعون اسی وقت میرے لشکر سے نکل جا اور اس شیطان ابن زیاد علیہ اللعن کو میری طرف سے کہدینا کہ اے ملعون تو نے اہل بیت پیغمبر سے وہ بدسلوکی اور بے ادبی کی ہے کہ شاید فرعون ملعون نے حضرت موسیٰ کی قوم سے نہ کی ہوگی خدا کی قسم میں اسوقت تک اپنی تلوار نیام میں نہ کروں گا جبتک کہ تجھکو قتل نہ کرلونگا اور نیز تیرے مقلدوں اور پیروؤں کو برباد نہ کروں گا قاصد مذکور ابراہیم کا یہ جواب باصواب سنکر واپس چلا گیا اور اپنے لشکر میں پہنچکر عبیداللہ ابن زیاد کو سارا ماجرا کہہ سنایا چنانچہ اس جواب ابراہیم سے اس ملعون کے بدن میں ایک لرزہ پڑ گیا آخر دوسرے روز مجبور ہونا چاہا وہ فوج لیکر ابراہیم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا اور نہایت سختی کے ساتھ لڑائی ہوگئی کہتے ہیں کہ اس روز عجیب اور ہولناک لڑائی ان دونوں لشکروں میں ہو رہی تھی جسکو دیکھکر فلک بھی خوف سے لرزاں تھا اور فوج کے تمام قبائل عرب جدا جدا جنگ میں مصروف تھے۔ یعنی بھائی سے بھائی اور بیٹے سے باپ اور سردار سے

سردار باہم شمشیرزنی اور تیغ بازی کر رہا تھا یہاں تک کہ دفعتاً ابر آسمان پر گھر آیا اور ہوا سخت چلنے لگی اور بڑے زور سے مینہ برسنے لگا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لڑائی روک دی گئی عکرمہ بن حذیفہ جو ابراہیم کی فوج کا ایک بڑا سردار تھا اس دن کا حال بیان کرتا ہے کہ اس بارش کی شدت پر دونوں لشکر کے لوگ ایک دوسرے سے یہ دریافت کرتے تھے کہ تمہارے یہاں بھی مینہ برسا تھا اور نہایت شدت کی آندھی میں تم بھی پھنس گئے تھے عراق کے ایک شخص کا بیان ہے کہ ہمارے لشکر کی طرف بھی مینہ بہت برسا تھا اور اولے بھی کسی قدر گرے تھے مگر ہوا بہت سرد ہو گئی تھی گویا وہ میدان جنگ زمہریر بن گیا تھا اور ہر ایک اولہ بڑے سیب کی برابر گرا تھا جس سے آدمیوں کے سر پھٹ گئے تھے خلاصہ یہ کہ اس بارش سے لشکر ابن زیاد کو سخت صدمہ پہنچا اور آخر خود ابن زیاد بھی پریشان اور بے سر و پا ہو کر بھاگا اور نہایت ہی تباہی کی حالت میں موصل پہنچا ابراہیم کو بھی یہ خوشخبری سنائی گئی تو نہایت شاداں اور فرحاں ہوا اور تمام اپنے سرداران فوج اور افسران لشکر عراق کو اپنے پاس بلا کر یہ تقریر دلپذیر کی کہ اے برادران باوفا خداوند کریم حلیم اور رحیم نے بکمال بندہ نوازی ہم کو فتح و نصرت اور ظفر و فیروزی عطا فرمائی اور عبیداللہ ابن زیاد بہزار تباہی و خرابی بھاگ نکلا اور اس نے فرار کے مقابلہ پر عار کو اختیار کیا اور بے ساختہ سرپٹ میدان مقابلہ سے چلتا پھرتا نظر آتا ہے اگرچہ یہ ایک طرح سے قابل افسوس امر ہے کہ وہ اس دفعہ بھی ہمارے ہاتھ سے زندہ سلامت نکل گیا مگر ہم کو خداوند کریم کی ذات سے امید کامل اور یقین واثق ہے کہ آئندہ بھی اس سے ضرور معرکہ کارزار گرم ہوگا اور اس دفعہ انشاءاللہ وہ ہمارے مقابلہ میں مارا جائیگا اس تقریر کو سنکر تمام حاضرین آفرین کہنے لگے اس کے بعد حارث ابن عباس نے جو لشکر عراق کے ایک نامور سردار تھے ابراہیم سے رو کر کہا کہ یا امیر میں نے یہ روایت سنی ہے کہ جس وقت حر با وفا یعنی حر ابن یزید ریاحی لشکر شام بد انجام کو لعنت کہہ کر اور وہاں سے شاہ شہیداں حضرت مولانا ابی عبداللہ الحسین ؑ کی سپاہ قلیل میں آ کر بسر و چشم شریک ہو گئے اور اپنے قصور اور خطائے سابقہ کی معافی چاہی اور جب سرکار حضرت ؑ سے ان کا قصور معاف ہوا تو انھوں نے ایک اسکی تلافی یہ بھی ضروری سمجھی کہ جس طرح میں نے اول حضرت امام حسین ؑ سے جنگ کا ارادہ کیا تھا اور ان کا راستہ روکا تھا اسی طرح طرح میں اب اس فوج اشقیا سے جا کر محاربہ کروں گا اور اسوقت تک مصروف جہاد رہونگا کہ ان کے ہاتھ سے شہید ہو جاؤں چنانچہ وہ فوراً میدان جنگ میں جناب مولانا و مولی الکونین حضرت ابی عبداللہ الحسین سید الشہدا علیہ السلام سے اجازت لیکر روانہ ہوا اور بکمال جلالت و مردانگی کفار پر حملہ کیا اور یہاں تک شمشیر زنی اور تیغ زنی کی کہ شہید ہو گئے تو جناب امام حسین علیہ السلام کو ان کی شہادت سے سخت ملال اور رنج ہوا اسوقت آپ نے اپنے احباب اور اقارب اور نیز فرزندوں کو یاد فرمایا تھا آپ اس موقع پر نہایت دلتنگ تھے اور درد دل کے ساتھ خداوند کریم کی درگاہ سے یہ دعا مانگی یعنی اے منتقم حقیقی ان اشقیا پر کسی ایسے گروہ کو مسلط فرما کہ جو بیدریغ ان کو قتل کرے اور کسی حال میں ان پر رحم نہ کھائے کیونکہ ان ملعونوں نے ہم پر

ذرا بھی رحم نہیں کھایا ہے پس حارث ابن عباس نے ابراہیم سے کہا کہ جو کچھ اس وقت لشکر ابن زیاد کا حال ہوا ہے گویا یہ دعا آنحضرتؐ کی دعائے شریف کی قبولیت کی علامت ہے اور وہ جماعت ہم لوگ ہیں جو ان اشقیا پر رحم نہ کریں گے اس گفتگو کے حارث ابن عباس کو سنکر ابراہیم بھی بہت رویا اور اس وقت ابراہیم نے خدا سے دعا کی کہ پروردگار اس گروہ اشقیا میں سے ایک شخص کو زندہ نہ رکھنا اور اس کے بعد باضابطہ نگرانی فوج کے واسطے طلایہ کے لوگ بھیجے گئے مگر جب تھوڑی دیر کے بعد یہ طلایہ کی جماعت واپس آئی تو یہ لوگ ایک شخص کو ابراہیم کی خدمت میں واپس لائے اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بطور قصورواروں کے باندھ دیا تھا اور سر برہنہ تھا اس شخص سے ابراہیم نے کہا کہ اے جوان تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے جوان مذکور نے جواب دیا کہ میں ایک شخص موصل کا رہنے والا ہوں اور تمہاری پناہ میں آیا ہوں ابراہیم نے یہ دریافت کیا کہ آخر تو ہمارے پاس کس غرض سے آیا ہے اس نے عرض کیا کہ میں دراصل یزید ابن ملعون کا فراش ہوں تمام انتظام فرش اور فروش میرے ہی سپرد تھا اور یزید کے مرنے کے بعد اس کے جانشین کا ملازم رہا اور اب عبدالملک ابن مروان کے پاس اس کام پر مقرر ہوں ان لوگوں کو راہ حق پر جانتا تھا اور ان کی متابعت اپنی نجات دارین کا وسیلہ سمجھتا تھا کل جو اتفاق سے میں سو گیا تو میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ منادی یہ ندا کر رہا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ پر وائے اور افسوس ہے کیونکہ یہ دنیا ان کی باشت رہیگی اور اس کے علاوہ یہ لوگ ہمیشہ عذاب جہنم میں گرفتار رہیں گے اور پھر میں نے تمہاری فوج میں ایک ایسا نور دیکھا کہ جس سے تمہارا تمام لشکر روشن اور منور تھا اور ابن زیاد کے لشکر میں مجھے تاریکی اور سخت اندھیرا اور ایک ہولناک بجلی چمکتی ہوئی نظر آئی اور اسکے ساتھ ہی تمام فوج میں دھواں دھار ہو گیا آخر یہ بجلی اس ملعون کے لشکر پر کڑکڑا کر گری اور تمام اہل فوج کو اس نے جلا کر خاکستر کر دیا اسوقت مجھ سے ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ تو یہاں سے نکل جا تاکہ تیری اس عذاب سخت سے رہائی ہو اور ان ملعونوں کی نوکری سے دستبردار ہو اور جس طرح ممکن ہو حضرت رسولخدا کی نصرت وحمایت میں دل وجان سے مصروف ہو جا مجھکو اس خواب کے دیکھنے سے سخت خوف ووحشت دامنگیر ہوئی اور اس حال میں میری آنکھ کھل گئی پس میں نے فوراً توبہ کی اور خداوند کریم سے عہد کیا کہ میں دوستان آل رسولؐ سے ہمیشہ دوستی رکھوں گا اور ان کے دشمنوں سے مقابلہ کروں گا پس بہ نیت واثق اور ارادہ مصمم کر کے تمہاری خدمت میں اسوقت حاضر ہوا ہوں شاید وہ رحیم وکریم میرے گناہوں سے درگذر فرمائے ابراہیم نے اس مومن کی یہ تقریر سنکر بہت مسرت ظاہر کی اور یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجھ پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے نیز اور مومنین کو بھی بخشدے اسکے بعد اس شخص نے ابراہیم سے عرض کی کہ یا امیر کبیر میں ایک اور امر آپ سے ایسا التماس کرنے والا ہوں جس سے تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور تمہارے دوست اور تم نہایت خوش اور خرم ہونگے یقین ہے کہ تم کو کامل فتح وفیروزی حاصل ہوگی ابراہیم نے اس شخص سے پوچھا کہ وہ کونسی بات ہے تب اس شخص نے عرض کیا کہ یا امیر واضح ہو کہ عمر بن عازب البشری نے جو ابن زیاد کا حاجب ہے۔ آج ابن زیاد

کی دعوت کی تھی اس نے خود تو اس دعوت کو قبول نہیں کیا مگر اپنے سب امیران اور سرداران لشکر کو اجازت دیدی ہے کہ وہ بحیثیت مجموعی اس دعوت میں شریک ہوں اور یہ سب سردار تعداد میں ایک سو ساٹھ ہیں کہ آج کی شب کو یہ ملعون مجلس شراب وکباب میں مصروف ہو گئے اور انھوں نے ایک ناچنے گانے اور عیش وعشرت کا جلسہ بھی قرار دیا ہے اس میں یہ لوگ سب موجود ہیں اور جہاں یہ لوگ اسوقت جمع ہیں وہ ایک باغ موصل سے باہر ہے وہاں پر نہایت آراستہ ایک قلعہ بنا ہوا ہے اور یہ سب لوگ وہاں بے غل وغش شراب نوشی اور راگ بازی میں مصروف ہیں اور یہ قلعہ اور باغ شہر نصیبین کے راستہ پر واقع ہے اور ایک خاص بلندی پر بنا ہوا ہے کہ جسکو قبہ زبیر کہتے ہیں پس میں تمکو اس لئے یہ اطلاع دیتا ہوں کہ اگر مناسب ہو تو آج شب کو ان پر حملہ کر کے بآسانی ان کو گرفتار اور قتل کر سکتے ہو ابراہیم دلاور اس اطلاع اور خبر سے بہت خوش ہوئے ایک سردار لشکر عراق سے مسمی ہانی کا بیان ہے کہ ابراہیم نے اسوقت مجھکو بلایا اور یہ حکم دیا کہ اے ہانی اس شخص کو تو اپنی حفاظت میں رکھ جب تک کہ میں دوسرا حکم اس کی بابت تجھ کو دوں اس حالت کو دیکھکر اس شخص نے ابراہیم سے عرض کیا کہ یا امیر یا تو قیر شاید نیکی کا بدلہ دنیا میں یہی ہوتا ہے جو تم نے اسوقت میرے ساتھ کیا ہے یعنی میں نے تو تمہارا مذہب قبول کیا اور ایسی خبر تمکو سنائی اور تم نے مجھکو حراست میں دیدیا یہ سنکر ابراہیم نے تبسم کیا اور یہ کہا کہ تو اطمینان رکھ اور خدا وہ دن ہمکو نصیب نہ کرے کہ ہم لوگوں سے نیکی کے بدلے بدی سے پیش آئیں مگر یہ خبر جو تم اسوقت لائے ہو تم خود ہی سمجھ سکتے ہو کسقدر اہم اور مخاطرے سے مملو ہے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ یہ سچ ہے یا غلط ہے مگر یہ ضرور ہے کہ تیری رہبری کے بموجب اس باغ پر آج کی رات حملہ کروں گا پس اگر تیرا قول مجھ کو صحیح ثابت ہوا تو میں تیرا منہ موتیوں سے بھر دوں گا اور اس قدر مال ودولت تجھ کو عطا کرونگا کہ ہمیشہ کے واسطے تمام حاجات دنیا سے مستغنی اور بے پروا ہو جائیگا اور اگر یہ خبر تو نے مجھ سے غلط کہی ہے اور مجھکو فریب دیا ہے تو اسوقت تجھ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرونگا۔ جوان مذکور نے جب یہ تقریر ابراہیم کی سنی تو نہایت خوشی سے کہا کہ اگر اس غرض سے تم مجھکو حراست میں رکھتے ہو تو بدل وجان قبول کرتا ہوں خلاصہ یہ کہ ابراہیم نے اسوقت تامل اور توقف کیا کہ عشا کی نماز کا وقت گذر گیا اور اس وقت موصل کے دروازوں کی نگرانی کے لئے اس نے ایک زبردست طلایہ کو روانہ کیا اور پھر ابراہیم نے خدام کو حکم دیا کہ ابلق گھوڑے کی زین کس کر لے آئیں اور اس کے بعد ہتھیار لگا کر اور اپنے چیدہ چیدہ رفقا مثل ورقا بن عازب اور عبداللہ خیرہ وشعیر ابن شعیر کو حکم دیا کہ پانسو جوان مسلح کو حاضر کیا جائے اور اسوقت ہانی کو حکم دیا کہ اب اسوقت اس جوان کو بھی حاضر کرو چنانچہ اسکو ایک گھوڑے پر سوار کیا اور حکم دیا کہ تو ہمارے آگے آگے چل خلاصہ یہ کہ جوان تو آگے آگے اور ابراہیم اور انکے رفقا جاں نثار انکے پیچھے پیچھے چل رہے تھے وہ رات نہایت اندھیری تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ پہچانتا تھا اور بالکل راستہ دکھائی نہ دیتا تھا آخر جاتے جاتے بعد طے کرنے دو فرسخ کے سامنے سے ایک قلعہ کی روشنی دکھائی دی یہ روشنی ایک آگ

تھی جو غلاموں اور پاسبانوں نے اسوقت اس قصر کے دروازے پر جلا رکھی تھی اور وہ سب کے سب شراب نوشی میں مصروف تھے اور قصر مذکور کا دروازہ نہایت استحکام کے ساتھ بند کر رکھا تھا۔ بہرحال جب ابراہیم اس موقع پر پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ ان غلاموں اور ملازموں کو گھیر لیا جائے چنانچہ سب کو گرفتار کرکے قتل کر دیا گیا اس کے بعد ابراہیم نے پیادوں کو حکم دیا کہ اس قصر کے دروازہ پر قبضہ کر لو اور جو پاسبان اور پہرے والے ہیں ان سبکو قتل کر ڈالو چنانچہ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی سب پاسبان قتل کر دیئے گئے مگر ایک شخص بھاگ کر باغ کی دیوار پر چڑھ گیا ابراہیم دلاور نے جب دیکھا تو سخت اندیشہ کیا کہ ایسا نہ ہو یہ شخص باغ میں جاکر لوگوں کو آگاہ کر دے پس خود جھپٹ کر ایک ایسا نیزہ اسکے لگایا کہ وہ زخم کھا کر گر پڑا اور ابراہیم سے امان مانگنے لگا ابراہیم نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے اس نے عرض کیا کہ مکان عمر ابن ربیعہ کا ہے پھر ابراہیم نے پوچھا کہ سچ سچ بتا کہ آج کی رات اس باغ میں کون کون جمع ہیں اس نے جواب دیا کہ لشکر شام میں جسقدر بڑے بڑے سردار جنگجو اور نامور ہیں وہ اس باغ میں آج عمر کی دعوت میں شریک ہیں پھر ابراہیم نے پوچھا کہ ان سب کی کیا تعداد ہوگی اس نے کہا کہ ایک سو ساٹھ ہیں اور سب بڑے بڑے نامی اور جوق کے سردار ہیں یہ سنکر ابراہیم نے اس شخص سے کہا کہ تو اس باغ کا دروازہ بھی کھول سکتا ہے اس نے کہا کہ پہلے تم یہ بتلاؤ کہ تم کون ہو ابراہیم نے کہا کہ میرا نام ابراہیم ابن مالک ابن اشتر ہے اس شخص نے کہا کہ اللہ اکبر ہزار صد ہزار شکر اس خدائے بزرگ و برتر کا ہے جس نے مجھکو بار عظیم اور انتہا درجے کے رنج و غم سے نجات بخشی یہ کہہ کر بولا کہ اے امیر اگرچہ اس محل کا دروازہ نہایت ہی استحکام سے بند کیا گیا ہے مگر میں خدا کے فضل سے ضرور کھول دونگا اور سوائے میرے دوسرا شخص اسکو ہرگز نہیں کھول سکتا یہ سنکر ابراہیم نے اس شخص سے کہا کہ اگر تو باغ کا دروازہ کھول دیگا تو میں تجھ کو اسی دم مال و دولت دنیا سے عمر بھر کے لئے مستغنی کر دوں گا۔ بہرحال اس شخص نے عرض کیا کہ یا امیر آپ کو واضح ہو کہ اس محل کے چار دروازے ہیں اور میں اس باغ کا نگراں اور محافظ رہوں یہ محل میرا ہی بنوایا ہوا ہے اور اس باغ کی تمام کنجیاں بھی میرے ہی پاس رہتی ہیں مگر آج کی رات صرف ایک دروازے کی کنجی میرے پاس ہے اور تین دروازوں کی کنجیاں اور خزانچیوں کے پاس ہیں اور وہ سب کے سب اسی باغ کے اندر موجود ہیں جو دعوت میں شریک ہیں مگر آپ کو مناسب ہے کہ آپ اسی وقت اپنی فوج کو حکم دیں کہ وہ سب باغ کے بڑے تینوں دروازوں پر موجود رہیں اور تم اس چھوٹے دروازے پر میرے ہمراہ چلے آؤ تاکہ دروازہ کھول دوں اور جب تم اندر داخل ہو چکو گے تو میں کسی تدبیر سے بڑے دروازوں کی کنجیاں لے لونگا اور سب دروازے کھول دوں گا تاکہ تمہاری فوج اندر داخل ہو جائے پھر جو تمہارا جی چاہے وہ کیجیو ابراہیم نے دروازوں پر سپاہ کو تعینات کر دیا اور خود اندر داخل ہوا۔ ہانی ابن قیس کہتا ہے کہ میں اس روز ابراہیم کے ہمراہ تھا میں جسوقت اس شخص نے اس دروازہ کو کھولا تو ابراہیم گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو گیا اور تلوار نیام سے نکال لی اور ایک ہاتھ میں پہرے لی آگے آگے وہ پاسبان تھا اور اسکے پیچھے پیچھے

ابراہیم چلا بیا تنگ کہ اس باغ کے دروازہ کی ڈیوڑھی میں سے پہنچے یہ جگہ نہایت تاریک تھی ابراہیم اسکو دیکھکر کسی قدر خائف ہوا اور معلوم ہوا کہ ایسا نہ ہو شخص اندھیرے میں کسی طرف کو بھاگ جائے چنانچہ ابراہیم نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ساتھ ایک بڑے دروازے تک پہنچا اور جس طرح سے ممکن ہوا اس شخص نے دروازہ کھولا اور ورقا بن عازب جو پہلے سے باہر اس دروازے پر ابراہیم کے حکم کے بموجب موجود تھا مع فوج کے اس محل میں گھس پڑا ابعدہ ابراہیم بھی نیزہ ہاتھ میں لے کر سوار ہوا اور جو لوگ راستوں کی نگہبانی کیلئے مقرر کردیئے تھے ان کو حکم دیا تھا کہ راستوں کی نگرانی کامل طور سے کی جائے اور کسی شخص کو نکلنے نہ دیا جائے اور جسقدر رفقائے ابراہیم تھے وہ سب پیادہ پا ہوکر ابراہیم کے پیچھے پیچھے اس گنبد کی طرف کو روانہ ہوئے کہ جہاں سرداران ابن زیاد شراب نوشی میں مصروف تھے جب ابراہیم ان سرداروں کے قریب پہنچے اور ان کے ہمراہ اور بات چیت کی آواز ان ملعونوں نے بھی سنی تو اسوقت ان میں سے کسی شخص نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ ذرا دریافت تو کرو کہ یہ شور و غلغلہ کیسا ہے چنانچہ وہ شخص اپنے مقام سے اٹھ کر باہر نکلا اور جب اس نے غور سے دیکھا تو باغ میں صدہا سوار اور پیادوں کو موجود پایا مگر اس کو ابراہیم کی نسبت وہم و خیال بھی نہ تھا بلکہ وہ یہ سمجھا کہ ابن زیاد اسوقت باغ میں آگیا ہے چنانچہ یہ حال دیکھکر اپنے مقام پر لوٹ گیا اور کوٹھی کے اندر جاکر سب ملعونوں سے یہ کہا کہ تم ہرطرح خاطر جمع رکھو یہ غلغلہ امیر ابن زیاد کی سواری کا ہے اور وہ باغ میں آگیا ہے اسبات کو سنکر عمر ابن ربیعہ اسی حالت نشہ میں آگے بڑھکر ابراہیم کو آداب بجالایا اور یہ سمجھا کہ ابن زیاد ہے اور کہنے لگا کہ خدائے برتر ایسے امیر کو کبھی ذلیل نہ کرے جنے یہاں آکر ہماری عزت افزائی کی۔

پس ابراہیم نے عمر ابن ربیعہ کا یہ کلام سنکر ایسا ایک نیزہ اسکے شکم میں لگایا کہ پشت کو توڑ کر پار ہوگیا اور اسیوقت ابراہیم نے حکم دیا کہ ان سب ملعونوں کو قتل کرڈالو چنانچہ رفقائے ابراہیم نے اس کے حکم کی یہ تعمیل کی کہ ان لوگوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا اور سب کے سب اسوقت نشہ میں بالکل بے ہوش تھے کچھ نیک و بد اور اپنے بیگانہ کی مطلق خبر نہ تھی۔ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا اور کہتا تھا کہ یا امیر ہم لوگوں کا کیا قصور ہے جو ہم پر یہ عتاب ظاہر کردیا ہے یہاں تو ہم صرف تیرے حکم سے آئے ہیں معلوم نہیں کہ ہم سے کیا قصور اور خطا ہوئی جو ہم کو ناحق قتل کئے دیتا ہے ابراہیم اور ان کے ہمراہیوں نے ۱۹۰ امراء سرداروں کو تہ تیغ کرڈالا اور جس قدر مال و اسباب وہاں پر موجود تھا اس پر ابراہیم کے آدمیوں نے قبضہ کرلیا اور اپنے مقام کو واپس چلے آئے ابراہیم نے اس شخص کا منہ موتیوں سے بھردیا کہ جس نے یہ خبر لاکر دی تھی اور اسکے علاوہ اور بھی بہت کچھ انعام اکرام اس کو عطا کیا اور جس شخص نے کہ باغ میں پہنچایا تھا اس کو بھی بہت کچھ دیا اور اس کے بعد ایک خط مختار کو ابراہیم نے لکھا جسمیں اس کل واقعہ کا مفصل حال تھا اور نیز یہ لکھا تھا کہ اگر جناب باری عز اسمہٗ کو منظور ہے تو میں عنقریب اس بد اصل شجرہ ملعون کا سر یعنی ابن زیاد کا مع اس کے رفیقوں کے سروں کے تیرے پاس پہنچاتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

واقعہ ہفتدہم ابراہیم بن مالک اشتر اور ابن زیاد کی آخری لڑائی اور ابن زیاد کا مارا جانا

کہتے ہیں کہ جب مایۂ فساد ابن زیاد بدنہاد کو ان سب سرداران فوج اور بڑے بڑے افسروں کے قتل کی خبر پہنچی کہ جو باغ میں عمر ابن ربیعہ کی دعوت میں گئے تھے تو اسوقت صدمہ اور رنج سے اس کی یہ حالت ہوئی کہ بالکل عقل کا طائر سر سے پرواز کر گئی اور یہ نہ سوجھتا تھا کہ ابراہیم کو اس نقصان کا کیا جواب دے۔ برابر اس کی زبان سے یہی نکلتا تھا کہ افسوس صد ہزار افسوس اور خاموش تھا جب صبح ہوئی تو اپنے قیام گاہ سے باہر نکلا اور ایک بڑا دربار کیا اور اس میں باقی ماندہ لوگوں کو فراہم کیا اور ان سے مخاطب ہو کر یہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم باوجود اس بات کے کہ میرے ہمراہ اسقدر لشکر کثیر موجود ہے میرا معاملہ روز بروز خراب و تباہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ میرا انجام کار کیا ہوگا۔ اور کچھ سوچ سمجھ کر پھر ایک مراسلہ ابراہیم کی خدمت میں اس مضمون کا بھیجا کہ اے ابراہیم اگرچہ تو نے ایک رات میں میرے ایک سو سا ٹھ رفقا اور سرداران فوج کو قتل کر دیا مگر یاد رہے تیرے خوب ذہن نشین رہے کہ اس قتل و غارت رفقا سے کچھ میرا نقصان نہیں ہوا کیونکہ اسوقت ۸۰ ہزار مردان جنگی میری اعانت اور رفاقت کو موجود ہیں پس میں پھر تجھکو بہ نصیحت دوستانہ کرتا ہوں کہ ان باتوں سے اب بھی باز آ اور راہ حق کو اختیار کر و والسلام۔ مراسلہ جب تیار ہو چکا تو اس نے ربیعہ بن ضحاک کو دے کر ابراہیم کے پاس بھیجا اور یہ کہا کہ اس کا جواب جلد لیکر آ۔ چنانچہ وہ حسب الحکم عبیداللہ ابن زیاد ملعون کے اپنے لشکر سے روانہ ہوا اور اس مراسلہ کو ابراہیم کے سامنے پیش کیا اور ابراہیم نے خط کے مضمون سے اطلاع پائی تو ہنس پڑے اور اس ایلچی سے تاکیداً کہا کہ تو ابن زیاد سے میرا یہ پیغام لفظاً بلفظاً دینا اور اس سے کہدینا کہ میرے مقابلہ کے لئے بہت جلد باہر آ کہ تیری اجل کا وقت قریب پہنچا یہ جواب ودبار ابراہیم سنکر ربیعہ ابن ضحاک عبیداللہ ابن زیاد کے پاس آیا اور ابراہیم نے جو کچھ کہا تھا وہ سب کہہ سنایا عبیداللہ کو جواب سنکر بہت طیش آیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جنگ کیلئے آمادہ ہو جاؤ دوسرے روز شہر موصل سے ابراہیم کے مقابلہ کے واسطے باہر نکلا اور ابراہیم کی فوج کے سامنے صف آرا ہو کر اپنی صفوف لشکر میمنہ و میسرہ کو آراستہ اور خود قلب لشکر میں قیام کیا ابراہیم نے اپنے لشکر کو آواز بلند ندا دی اور کہا کہ اے مومنین باوفا اور دو ایک روز اس ملعون کے مقابلہ میں قدم ثبات و استقلال کے ساتھ مردانہ وار جمائے رہو پھر اس کا خاتمہ ہے صبر اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دو یہ سنکر نہایت دلیری اور بہادری سے لشکر عراق نے سپاہ شام پر حملہ کیا اور خوب سخت لڑائی شروع ہوئی نعرہ دلیران اور صدائے مردان خون آشام اور صیحہ مرد شان تیز گام سے تمام کارزار میں ہنگامۂ قیامت اور نمونہ حشر قائم تھا۔ خون کے دریا بہ رہے تھے اور کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ غرض یہ کہ تھوڑی دیر تک اسی طرح معرکۂ کارزار گرم رہا اور خوب شمشیر زنی ہوا کی اس عرصہ میں لشکر شام کی طرف سے ایک شخص پیشقدمی کر کے مقابلہ کے واسطے نکلا یہ شخص زبیر ابن معاویہ کی اردلیوں میں سے تھا اور فنون جنگ میں اعلیٰ درجہ کا ماہر تھا۔ خلاصہ یہ کہ اس نے اپنے لشکر سے نکل کر کہا کہ کوئی دوستان ابوتراب میں ایسا شخص ہے کہ میرے مقابلہ کیلئے صف لشکر سے باہر آئے اسکی یہ مبارز طلبی سنکر ایک شخص لشکر عراق سے نکلا اسی کا نام عبداللہ ابن خیرہ تھا چنانچہ اس شخص نے پہنچتے ہی اس شامی پر حملہ کیا مگر چند وار ہونے کے بعد شامی ملعون نے اسکو قتل کر ڈالا

اسکے بعد لشکر عراق سے ایک اور شخص نکلا وہ بھی تھوڑی دیر کے بعد اس شامی کے ہاتھ سے مارا گیا پھر ایک اور آدمی لشکر ابراہیم سے نکلا وہ بھی مارا گیا غرضیکہ تین آدمی قتل ہوئے اس کے بعد شامی اپنے لشکر کو لوٹ گیا۔ ابراہیم نے اپنی فوج سے نکل کر دفعتہً تین شامیوں کو قتل کیا پھر ایک اور شخص فوج شام سے نکلا جسکا نام طلحہ تھا اور اس کے ہمراہ پانچسو مرد آزمودہ کار تھے اس امیر شامی نے اپنی صف سے نکل کر مع پانچسو آدمیوں کے میدان جنگ میں کھڑے ہو کر باواز بلند کہا کہ اے اہل عراق تم میں بھی کوئی ایسا شخص ہے جو اپنے گروہ کے ہمراہ لشکر سے نکل کر میرا مقابلہ کرے۔ ابراہیم نے اس کی مبارز طلبی کی آواز سنکر اپنے ایک چچازاد بھائی کو جو بڑا شجاع اور مشہور آدمی تھا پانچسو آدمیوں کے ہمراہ طلحہ کے مقابلہ کے واسطے روانہ کیا اور اس نے شامی ملعونوں کے قریب پہنچکر اس پر حملہ کیا اور بڑے گھمسان کی لڑائی ہونے لگی شامیوں میں سے تین سو آدمی مارے گئے ہر ایک قبیلہ اپنے قبیلے سے جداگانہ لڑ رہا تھا اور اسوقت طلحہ اور اسکے رفیق جان توڑ کر لڑائی میں مصروف اور مشغول تھے چنانچہ یہانتک اس کی فوج نے جوش اور استقلال ظاہر کیا کہ قریب تھا فوج عراق جو اس کے مقابلہ کے واسطے گئی تھی اسکو شکست فاش ہو۔ ابراہیم نے جو یہ حال دیکھا گھوڑے سے اتر کر اس کے تنگ کو دوبارہ مستحکم اور درست کیا اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر وارد میدان نبرد ہوا۔ اور اس گروہ پر حملہ کیا اور اس سختی اور جوش و خروش سے وہ حملہ کرتا تھا کہ ہر حملہ میں فوج شام کے قدم اکھیڑ دیتا تھا اتنے میں ایک سوار دوڑا ابراہیم کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا کہ تم یہاں کیا کھڑے ہو کچھ تم کو اور بھی خبر ہے اب ہم سب مارے جائینگے کیونکہ ہمارے عقب سے ایک بڑی فوج ہمارے مقابلہ کیلئے آرہی ہے پس اب تم لشکر کو لوٹ چلو ابراہیم نے بھی اس شخص کے اس بیان پر جو غور کر کے دیکھا تو واقعی فوج کی ایک بڑی جمعیت آتی ہوئی نظر آئی وہ سب کے سب لوہے میں غرق تھے اور نیزے اور تلواریں ہاتھوں میں لئے ہوئے آرہے ہیں یہ دیکھکر البتہ کسی قدر ابراہیم کو خیال ہوا۔ اور اس نے اپنے رفیق اور نامی سردار ورقا ابن عازب سے متوجہ ہو کر یہ کہا کہ تم ذرا دیکھو تو یہی کہ ہمارے عقب سے بڑی فوج چلی آرہی ہے سخت اندیشہ ہے کہ اگر اس فوج نے ہمکو بیچ میں گھیر لیا تو ہماری فوج اور معاملہ بالکل تباہ اور برباد ہو جائیگا اس وقت یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی قدر اپنی فوج لیکر اس فوج کو جا کر روکو اور میں اپنی جمعیت کو لے کر ان کا مقابلہ کروں۔ یہ سنکر ورقا ابن عازب نے ابراہیم کو جواب دیا کہ یا امیر اسوقت ہماری فتح و فیروزی میں کوئی شک نہیں رہا تھا مگر اب یہ جو تازہ فوج آتی ہے اس سے ابن زیاد کی فوج کو بہت بڑی مدد مل جائے گی۔ بہر حال اپنے خدا پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور نام و ننگ کے واسطے جان توڑ کوشش کرنا چاہئے اور اپنی جان و مال کو حضرت رسولخدا اور انکے آل اطہار پر قربان کرنا چاہئے آخر پھر ابراہیم نے ورقا سے یہی کہا کہ اے برادر تم ہو ضرور اسی وقت اپنی فوج کے ساتھ اس فوج جدید کے روکنے کے واسطے چلے جاؤ اگر خدا کو منظور ہے تو میں آج اس لڑائی میں وہ وہ کار نمایاں کرونگا کہ ہمیشہ کیلئے صفحۂ روزگار پر تا قیام قیامت یادگار رہے پس حسب الحکم ابراہیم ورقا اپنی فوج کیساتھ اس جدید فوج کے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا اور ادھر ابراہیم بدستور عبید اللہ زیاد کی سپاہ کے مقابل میں رہا۔ اس طرف ورقا دلاور جب اس جدید فوج کے قریب پہنچا تو اس نے بلا تکلف حملہ کا حکم اپنے ساتھیوں کو دیدیا اور ا

کہنے لگا کہ ہاں اے دلاورو مگر اس فوج کی کثرت سے تم کو کوئی خوف و ہراس نہ کرنا چاہیے یہ سمجھ لو کہ اگر اس فوج سے لڑکر ہم مارے گئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے زیادہ قیمتی ہماری جانیں نہیں غرضیکہ ورقا، عازب تو اس فکر میں تھا کہ اتنے میں اس نو آمدہ فوج میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور یہ کہنے لگا کہ تم کون لوگ ہو اور تمہارا افسر کون ہے اس وقت ورقا نے جواب دیا کہ میں ہوں ورقا غلام حضرت امیر المومنین و امام المتقین علیؑ بن ابی طالبؑ سوار نے جواب میں ورقا کا نام سنا تو وہ بہت خوش ہوا اور خوشی سے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا اور کہا آگاہ ہو میرا نام عبدالرحمان ابن ابراہیم ابن مالک اشتر نخعی ہے واضح ہو کہ جب ابراہیم فوج شام سے جنگ میں مصروف تھا تو یہ عبدالرحمان خدمت امیر مختار میں بمقام کوفہ متعین تھا مختار نے بدون کسی قسم کی تحریک کے بغرض اعانت ابراہیم آٹھ ہزار سواروں کا افسر بنا کر کسی مصلحت کیلئے موصل کی طرف روانہ کر دیا تھا خلاصہ یہ کہ عبدالرحمٰن آگے بڑھا اور ورقا بھی اس طرف سے آگے بڑھا اور دونوں کمال اتحاد دلی اور خلوص قلبی کے ساتھ بغلگیر ہوئے اور اس عرصہ میں ورقا کے ایک سوار نے گھوڑا دوڑا کر ابراہیم کو عبدالرحمان و زفیر بن حارث کے مع آٹھ ہزار لشکر کے آنے کی خبر دی اسکے بعد عبدالرحمان بھی اپنے باپ ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا اور کوفہ کی کل کیفیت بیان کی عبیداللہ زیاد کو بھی یہ خبر لوگوں نے پہنچائی کہ فرزند دلبند ابراہیم نامدار یعنی عبدالرحمان اس قدر جمعیت اور شان و شکوہ کے ساتھ کوفہ سے حسب الحکم مختار اس کی مدد کو آیا ہے یہ خبر سنکر ابن زیاد نہایت متحیر ہوا اور اپنے رفقا سے یہ کہنے لگا کہ بڑی حیرت ہے کہ مختار کے ہاتھ اس قدر فوج اور سپاہ کہاں سے آگئی خلاصہ یہ کہ اس جدید فوج نے بھی ابراہیم کے لشکر میں اپنے خیمے نصب کئے اور اسوقت زفیر ابن حارث نے ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ کہا کہ یا امیر آپ اب کسی قدر استراحت کیجئے۔ کیونکہ آپ نے سخت محنت اور مشقت اس وقت اس لڑائی میں اٹھائی ہے اور چونکہ ہم ہر طرح تندرست اور آسودہ ہیں پس ہم کو ان دشمنان دین اور اشقیا لعین سے مقابلہ کی اجازت دیجئے کہ اسوقت ہم جو کران کافروں سے حرب و ضرب میں مصروف ہوں ابراہیم نے کہا کہ مناسب ہے جاؤ تم کو خدا کے سپرد کیا اور ایک سرے سے ان کافروں کو قتل کرنا شروع کیا اسوقت لشکر شام کی طرف سے ایک شقی قاصد بن سعد نامی جو بڑا دلیر اور آزمودہ کار تھا معرکہ آرائی میں مصروف تھا اور لشکر عراق سے مبارز طلبی کر رہا تھا چنانچہ اس شخص نے فوج اسلام کے دس جوانان نامدار کو شہید کیا اور پھر شور ھل من مبارز کا غل مچاتا ہوا آیا آخر ابراہیم کے رفقا میں سے ایک شخص اس ملعون کے مقابلے کے واسطے اپنی صف سے نکل کر اور اس سے جا کر جنگ و پیکار میں مصروف ہو مگر جس وقت اپنی صف سے یہ شخص مقابلہ کو روانہ ہوا تھا تو ابراہیم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون جوان ہے جو اس شامی سے مقابلہ کیلئے گیا ہے مجھ کو سخت اندیشہ ہے کہ یہ اس لڑائی میں قتل نہ ہو جائے زفیر نے کہا کہ یا امیر اس کا نام جعفر ابن احسان ہے بڑا شہسوار جنگ آور ہے خلاصہ یہ کہ ادھر وہ شامی اور اس طرف جعفر ابن احسان اس معرکہ آرائی میں مصروف ہوئے اور ان دونوں میں خوب چوٹ کے ہاتھ چلائے گئے یہاں تک کہ پندرہ پندرہ حملے کے بعد دو بدل ہوئی۔ مگر سترہویں حملے میں اس شامی نے جعفر بن احسان باایمان کو نیزہ کی ضرب سے شہید کیا یہ واقعہ ہلاکت انگیز دیکھکر زفیر کا

رنگ رُخ بدل گیا اور اس نے نیزہ اپنے غلام کے ہاتھ سے لیا اور سیدھا میدان میں پہنچا اس وقت قاسم نے زفیر سے کچھ بات کرنی چاہی لیکن زفیر نے اسکو کلام کرنے کی بھی مہلت نہ دی اور ایک ایسا نیزۂ جانستان اس کی بغل میں تاک کر مارا کہ دوسری طرف پار نکل گیا اور یہ ملعون اسی وقت گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا۔ زفیر نے اس ملعون کو قتل کر کے تکبیر کہی اور اپنے ان ہی آٹھ ہزار سپاہیوں اور سواروں کے ساتھ فوج شام پر سخت حملہ کیا اور اس طرف عبدالرحمان ابن ابراہیم بھی زفیر کے ساتھ حملہ آور جب شامیوں نے ان دلیران میدان نبرد کی یہ جرأت و دلاوری دیکھی تو ان کے قدم معرکے سے اکھڑ گئے اور بے اختیار اس فوج عراق کے روبرو سے بھاگنا شروع کیا ابن زیاد ہر چند تقریر دلپذیر سے ان کو واپس آنے کی تحریص اور ترغیب دلاتا تھا اور پکار پکار کران کو غیرت دلا رہا تھا لیکن ہیچ صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانہ میں۔ کسی سپاہی نے اس کے غل غپاڑہ پر اعتنا اور التفات نہ کی اور سب کے سب بدحواس ہو کر بھاگ نکلے جب یہ حال ابن زیاد مایہ فساد نے فوج کا دیکھا تو وہ بھی اپنی جان کے خوف سے میدان معرکے سے بھاگ نکلا اور لشکر عراق نے اپنی کل جمعیت کیساتھ اسکا تعاقب کرنا چاہا اور جہاں جس شامی کو پایا تیغ بے دریغ کر ڈالا ایک کو زندہ نہ چھوڑا یہاں تک کہ اس تعاقب میں عبیداللہ ابن زیاد کی فوج کے ستر ہزار آدمی لشکریان ابراہیم کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور دس ہزار آدمیوں کو اس کی فوج کے جب کہیں کا رستہ نہ ملا تو دریا میں ڈوب کر مر گئے باوجود اس قدر فتح عظیم کے رفقائے ابراہیم کو کچھ خوشی نہ ہوئی ان کو گمان تھا کہ عبیداللہ ابن زیاد اب کی دفعہ بھی ہمارے پنجہ سے نکل گیا جب ابراہیم نے اپنے یاران وفا کا یہ خیال معلوم کیا تو اس نے کہا کہ اے میرے بہادرو تم ہرگز رنج و ملال نہ کرو کیونکہ آخر وقت لڑائی کے میدان مصاف میں ایک شخص میرے سامنے آیا اور میرے پاس سے بہت تیزی کے ساتھ نکل گیا ایک زرد گھوڑے پر سوار تھا اور کافور کی بو آتی تھی میں نے بھی اسوقت اپنا گھوڑا اس کے تعاقب میں ڈالا اور اسکے قریب پہنچ گیا تو اس نے مجھے دیکھ کر اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا میں نے اپنے گھوڑے کو تیز ہانکا اور بہت جلد اسکے قریب پہنچ کر ایک تلوار اس کے سر پر لگائی کہ جو سینہ تک صاف اتر آئی اور اس سوار کے بدن پر اسقدر عطر لگا ہوا تھا کہ میری تلوار میں خوشبو بس گئی تھی اور جب میں نے اس کو چکھ کر دیکھا تو اس کا مزا تلخ تھا مجھے کامل یقین ہو گیا کہ یہ شخص عبیداللہ ابن زیاد تھا اور یہ شخص ایک لمبے قد کا آدمی تھا جو لوگ میرے ہاتھ سے اس لڑائی میں قتل ہوئے ان سب کے آخر میں یہ شخص میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور اس کے خون وغیرہ میں جو تلخی تھی تو اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی تھی کہ یہ ملعون ہمیشہ مشک اور طرح طرح کے عطریات سے اپنے بدن کو معطر رکھتا تھا اور اسکے سوا دوسری علامت اسبات کی کہ یہ عبیداللہ ابن زیاد تھا یہ ہے کہ اس ملعون کی دہنی ران میں ایک زخم تھا جس پر مشک ہمیشہ بندھا رکھتا تھا لوگوں نے پوچھا کہ یا امیر تجھکو یہ علامتیں کیونکر معلوم ہوئیں تو ابراہیم نے جواب دیا کہ اے یارو تم نے سنا ہوگا کہ جو وقت کفار ان شامی حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک اس ملعون کے پاس لیگئے تھے۔ تو اس ملعون نے آنحضرتؐ کا سر مبارک اپنی ران پر رکھ لیا تھا اسوقت آپ کے سر مبارک سے خون کا ایک قطرہ ٹپک کر اس ملعون کی ران پر گرا تھا اور ران میں سے نفوذ کر کے قبا تک پہنچ گیا اور اسیوقت اس ملعون کی ران میں

ایک زخم بطور ناسور کے پیدا ہوگیا تھا مشہور ہے کہ اس زخم کی شدت اور تکلیف اور بدبو کی باعث یہ ملعون کبھی بغیر خوشبو کے بیٹھ نہیں سکتا تھا اور ابراہیم نے یہ خبر اور واقعہ جناب سیدنا و سید الکونین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا تھا۔ بہرحال جب لوگوں نے ابراہیم کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اکثر لوگ اس خارجی ملعون کی لاش کی تلاش میں روانہ ہوئے اور کشتگان شام میں ایک جگہ پر اسی نشان کے موافق جو ابراہیم نے ذکر کیا تھا پہچان کر اس کی لاش ایک رسی میں باندھ کر کشاں کشاں شہر موصل تک لیگئے اور عین وسط بازار میں اس ملعون کی لاش کو ڈال دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں لشکر عراق کے ہاتھ اسقدر غنیمت آئی تھی کہ اٹھانا اور لے چلنا دشوار تھا اور ابراہیم جس جگہ پہلے سے خیمہ زن تھا وہیں پر مقیم ہوا اور اسوقت اپنے کل سرداران لشکر اور افسران فوج کو بلا کر ان کو انعام و خلعت تقسیم کرنا شروع کیا ہر شخص کو اسقدر زر و انعام دیا کہ مالا مال کر دیا اور جب دوسرا روز ہوا تو مع کسی قدر فوج اور اکثر افسران جلیل القدر کے شہر موصل میں داخل ہوا باشندگان موصل ان کو کمال احترام و اعزاز سے استقلال کر کے لیگئے اور سب لوگ دعا دینے لگے اور ان کی اس محبت پر جو اہلبیت اور آل رسولؐ پر جان نثاری کی تھی مرحبا کہنے لگے آخر ابراہیم نے موصل کے ایک شخص کو جو وہاں کے معززین میں سے تھا اس مقام کی حکمرانی اس کی تفویض کی اس شخص نے ابراہیم سے عرض کیا کہ چونکہ دشمنان خاندان نبوت اور معاندان آل اطہار جناب رسول کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکثرت سکونت رکھتے ہیں ان کے ساتھ کیا کرنا چاہئے ابراہیم نے جواب دیا کہ واقعی دشمنان خاندان رسالت ہیں تو واجب القتل اور گردن زدنی اور کشتنی ہیں اور ان کا زندہ رکھنا کسی حال میں مناسب نہیں ہے جو شخص ایسا ہووے اس کو قتل کر دینا چاہئے چنانچہ اس سردار موصل نے ابراہیم کے حکم کی خاطر خواہ تعمیل کی اور جہاں کوئی خاندان دشمن اہلبیت آل محمدؐ سے اس کو معلوم ہوا اس کو فوراً تباہ و برباد کر دیا سردار موصل نے ایک ہزار دشمن آل محمد کو قتل کیا۔ ایک سردار لشکر عراق جس کا نام عمر ابن المنظم تھا بیان کرتا ہے کہ میں اس معرکہ جاں فرسا میں ابراہیم دلاور کے ہمراہ تھا۔ جس روز ابراہیم شہر موصل میں داخل ہوا تو عجب خوشی اور شادمانی ان لوگوں پر پائی جاتی تھی اور وہ لوگ بآواز بلند کہتے جاتے تھے کہ اے راہ گیر و راستہ چھوڑ و قرینے ادب سے کھڑے ہو کیونکہ امیر مبارک خصلت، نیک طینت اس شہر میں تشریف لاتے ہیں۔ ابراہیم کی سواری بڑے طمطراق سے شہر موصل میں داخل ہوئی کہ آگے آگے نقارہ بجتا تھا اور بہت سے گھوڑے جنیبا کوتل چلے جاتے تھے اور شہر کے لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی اور پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ اے زینت شیعیان علی والے پشت و پناہ دین و دیانت خدا تجھ کو سلامت رکھے ابراہیم اس حال کو دیکھتا ہوا چلا جاتا تھا۔ آخر اس موقع پر پہنچا کہ جس جگہ بازار کے اندر عبید اللہ ابن زیاد ملعون کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ جب ابراہیم نے اس ملعون کی لاش نجس کو دیکھا تو گھوڑے کی باگ اس طرف کو پھیری اور کہا کہ اے ملعون تجھ پر خدا کی لعنت ہو یہ کہکر اسی وقت گھوڑے سے اتر کر سجدہ شکر درگاہ جناب پروردگار میں ادا کیا اور بآواز بلند کہا کہ الحمد للہ الذی نصر احبائہ و اذل اعدائہ یعنی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آل محمدؐ کے دوستوں کو ظفریاب کیا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا اور پھر یہ کہنے لگا کہ اے ابن زیاد لعنت خدا تجھ پر کہ تو نے فرزند

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف حصول دنیا کے واسطے شہید کیا اب دیکھ تو وہ دنیا ہے کہ جس کی امید اور طمع پر تو ایسے گناہ عظیم کا مرتکب ہوا اور نہ عقبیٰ ہی میں تجھ کو پروردگار عالم سے نجات حاصل ہو گی درحقیقت تو خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھو الخسران المبین کا مصداق ٹھیرا اور پھر وہاں سے سوار ہو کر روانہ ہوا اور اپنے قیام گاہ پر پہنچکر قیام کیا اور اس وقت اس نے بدن سے زرہ اتاری اور بخوشی دل اور ترغیب خاطر کھانا کھایا کیونکہ وہ اس سے پہلے رکھا کرتا تھا اور ابن زیاد کے سر ناپاک کو اپنے روبرو منگوا کر رکھ لیا اور اس پر تھوکتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ اے ملعون تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ یہ دنیا ہمیشہ تیرا ساتھ دے گی اور کبھی زمانہ تجھ سے برخلاف نہ ہو گا۔ اے ملعون اس گناہ اور شقاوت کا تو کیوں مرتکب ہوا تھا اور پھر اس نے حکم دیا کہ اس ملعون کی آنکھیں نکال لی جائیں اور اور اس کے سر کا بھیجا نکلوا کر کاسہ سر کو گھاس سے بھروا کر مع ایک فتحنامہ مختار کی خدمت میں روانہ کیا۔ مضمون فتحنامہ کا یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم یہ خط ابراہیم ابن مالک اشتر کی طرف سے امیر جلیل مختار کی خدمت میں ہے۔ اے امیر آگاہ ہو کہ ہم نے ابن زیاد بدنہاد سے سترہ روز تک معرکہ جنگ و پیکار گرم رکھا اور اس عرصہ میں کبھی ہم کو اس پر فتح حاصل ہو جاتی تھی اور کبھی وہ ہم پر غالب آجاتا تھا لیکن آخرکار بفضل خدائے ذوالجلال اور بعون پروردگار بڑی سخت لڑائی کے بعد بطفیل حرمت وعزت شہیدان کربلا و اہل بیت اطہار ہم کو ملعون پر کامل فتح حاصل ہوئی اور اس معرکہ میں ستر ہزار شامی ہماری فوج کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور خود ابن زیاد بدنہاد بھی مارا گیا چنانچہ اس کا سر مع اس مراسلے کے آپ کی خدمت میں ارسال ہے اور اب آگے جو آپ کی رائے ہو اسپر عمل کیا جائے والسلام جب یہ فتحنامہ ختم ہوا تو ابراہیم نامدار غلام حیدر کرار نے اپنی مہر اس پر لگائی اور ایک معتبر قاصد کے حوالے کر کے کوفہ کو روانہ کیا۔۔

کہتے ہیں کہ جس روز قاصد کوفہ کے قریب پہنچا تو کوفیوں نے مختار نامدار کو قاصد کے آنے سے اطلاع دی پس یہ خبر مسرت اثر مختار غلام حضرت حیدر کرار علیہ السلام سنکر بدرجہ کمال شاداں وفرحاں ہوا اور اسیوقت سوار ہو کر اس قاصد کے لانے کو روانہ ہوا اور اس کے ساتھ تمام کوفہ کی خلقت بڑے اژدحام اور کثرت کیساتھ چلی پس جب مختار کی نظر اس مایۂ فساد و بدنہاد مردود درگاہ رب العباد یعنی عبید اللہ ابن زیاد ملعون کے سر نجس وناپاک پر پڑی تو اسی وقت گھوڑے سے اتر کر سجدۂ شکر الٰہی ادا کیا پھر حکم دیا کہ اس ملعون کا سر نیزے پر رکھکر شہر میں پھرایا جائے اور خود بھی سوار ہو کر شہر کو واپس ہوا اور وہ سر مختار نامدار کی سواری کے آگے آگے تھا اور ہر چہار طرف سے اس ملعون پر لعنت کی بوچھاڑ پڑتی تھی اور حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل اطہار پر نعرہ درود وصلوٰۃ بلند تھا جب مختار نامدار دارالامارۃ میں پہنچے تو اس نے حکم نافذ کیا کہ سر ابن زیاد سولی پر لٹکا دیا جائے اور ابراہیم کو اس کے نامہ کا یہ جواب اسی وقت روانہ کیا کہ احسنت ومرحبا اے مومن بزرگوار جو کچھ کہ تجھ سے خدمت اور نیکی آل رسول کی خدمت میں ظاہر ہوئی آج تک کسی نے ایسی نیکی خاندان نبوت کے ساتھ نہیں کی خدائے تعالیٰ تجھے آخرت میں درجات بلند عطا فرمائے اس کے علاوہ مختار نے اس نامہ میں ابراہیم کو یہ بھی لکھا کہ اے برادر اسوقت ہمارے دو دشمن ہیں یعنی ایک عبدالملک ابن مروان اور دوسرا مصعب ابن زبیر پس

یہ مناسب ہے کہ تو اس طرف عبدالملک کی سرکوبی میں مصروف ہو اور میں اس طرف سے مصعب ابن زبیر پر فوج کشی کرتا ہوں اور جب یہ نامہ ختم ہو گیا تو مختار نے اس پر اپنی مہر لگا کر ابراہیم کے پاس بھیجدیا اور اس نامہ بھیجنے کے بعد ابراہیم کچھ دنوں اطمینان اور آرام کے ساتھ موصل میں مقیم رہا۔

امیر مختارؒ کا مصعب بن زبیر سے لڑنا اور شہادت پانا

مورخین نے لکھا ہے کہ جب مختار نے مصعب ابن زبیر سے آہنگ جنگ کیا تو وہ بھاگ کر بصرے چلا گیا منجملہ قاتلان جناب سید الشہداء کے محمد اشعث و عمرو بن الحجاج مغرور بین کو فہ بھی اس سے جا ملے بہرحال جب مصعب بصرہ میں مستقل طور پر مقیم ہوا تو وہ مختار کے حالات ترقی و دولت و اقبال ہر روز عبداللہ کو مکہ لکھکر بھیجتا تھا اور امداد کی درخواست کرتا رہتا تھا لیکن عبداللہ ابن زبیر اس لئے امداد کرنے سے مجبور تھا کہ مختار نے تمام راستوں اور جنگلوں کی راہیں بند کر رکھی تھیں کیونکہ ان دنوں مختار کی دولت و حشمت اور عظمت کو بہت کچھ ترقی تھی مختار کو جب یہ امر بخوبی معلوم ہو گیا کہ مصعب سے بڑھکر اب ان اطراف میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے تو اس نے ایک بہت بڑا دربار کیا اور اس میں سب سرداران ہم نشین اور اپنی کل سپاہ کو طلب کیا اور انکے سامنے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ جس میں خدا کی حمد و ثنا بھی پڑھا۔ بعد خطبہ کے سب کی طرف مخاطب ہو کر یہ تقریر کی کہ اے مومنین میری شب و روز خدا سے یہ دعا ہے کہ وہ منتقم حقیقی قاتلان جناب مولانا و سیدنا حضرت سید الشہدا ابی عبداللہ الحسین علیہ التحیۃ والثنا کے دشمنوں پر مجھکو مظفر و منصور فرمائے اور ایسی قدرت و طاقت عطا فرمائے کہ میں کافی طور سے ان ملاعنہ سے خون شہدائے کربلا کا انتقام لے سکوں چنانچہ شکر ہے کہ اس خدائے برتر قیوم و قادر نے بکمال بندہ نوازی میری اس دعائے شبانہ روز کو مستجاب و قبول فرمایا اور بفضل الہٰی جو میرا مدعا تھا وہ بخوبی حاصل ہو گیا مگر ان ملاعنہ میں سے دو شخص یعنی محمد اشعث ملعون اور عمر ابن حجاج شقی میرے ہاتھ سے بچکر نکل گئے ہیں اور ابھی تک زندہ ہیں۔ پس خداوند کریم سے میں اتنی زندگی اپنے لئے اور چاہتا ہوں کہ یہ دونوں بھی میرے ہاتھ سے قتل ہو جائیں آپ لوگوں کو اس موقع پر جو میں نے فراہم کیا ہے تو صرف اسلئے کہ آپ سب لوگ مل کر کوئی ایسی تدبیر بتائیں کہ جس تدبیر سے دونوں یہ اشقیائے بے دین بھی میرے ہاتھ آجائیں اور ان کو قتل کیا جائے جب مختار نامدار نے حاضرین دربار اور اپنے رفقائے عالیمقام سے یہ گفتگو کی تو ان لوگوں نے جو بڑے عابد اور زاہد اور خاندان نبوت کے سچے دوست اور محب تھے مختار سے یہ عرض کیا کہ یا امیر آپ کو معلوم ہے کہ یہ دو ملعون آج کل بصرہ میں مصعب ابن زبیر کے پاس فروکش ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ وہاں تک کے راستے کا طے کرنا سخت مشکل و دشوار ہے اور ندی نالے اور دریا کثرت سے راستہ میں پڑتے ہیں کہ ان پر پل ہے اور نہ کشتی مختار نے حاضرین کا یہ جواب سنکر ان سے کہا کہ مجھکو مصعب سے کوئی مطلب و سروکار نہیں ہے میری غرض تو صرف ان دونوں ملاعنہ یعنی محمد بن اشعث اور عمر ابن حجاج سے ہے میں یہ چاہتا ہوں اور میری دلی استدعا اور خواہش یہ ہے کہ یہ ملعون بھی میرے ہاتھ سے قتل ہوں اور آخر ان

سب حاضرین کی یہ رائے ہوئی کہ مصعب کو نامہ بھیجا جائے اور اسکے ذریعے سے ان دونوں ملاعنہ کو اس سے طلب کیا جائے دیکھیں تو کہ وہ اس تحریر کا کیا جواب دیتا ہے اور نیز اس مراسلے میں یہ لکھا جائے کہ اگر تو ان دونوں قاتلان امام حسینؑ کو ہمارے پاس نہ بھیجے گا تو ہم سے معرکہ آرائی اور لڑائی پر آمادہ ہو چنانچہ مختار نے مصعب کے نام اسی وقت یہ مراسلہ روانہ کیا جس کا یہ مضمون ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد اے مصعب تم کو خوب معلوم ہے کہ اشقیائے بے دین اور دشمنان حضرت ختم المرسلینؐ نے حضرت امام حسینؑ جگر گوشہ حضرت خیر الانام کے ساتھ کیسی کیسی بدسلوکیاں کی ہیں اور آخر ان کو بہ نہایت اذیت و تکلیف پہنچا کر شہید کیا اور یہ بھی تو نے اے مصعب ضرور ہی سنا ہوگا کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے وقت یہ ارشاد فرمایا تھا کہ خدایا اس گروہ پر ایک ایسی قوم کی جماعت کو مسلط فرما جو کسی طرح اس گروہ و جماعت پر رحم نہ کھائے چنانچہ اے مصعب حضرت امام حسین علیہ السلام کی وہ دعا مستجاب ہوئی اور اس گروہ شقاوت پژوہ پر گویا ہم لوگ خدا کی طرف سے مسلط کئے گئے ہیں کہ جتنے جتنا گروہ قاتلان امام حسینؑ کو قتل و غارت کیا اور چن چن کر ان کو صفحۂ روزگار سے نیست و نابود کر دیا مگر ان میں سے دو شخص زندہ ہیں جو یہاں سے بھاگ کر تیرے پاس پناہ گزیں ہوئے ہیں ان میں سے ایک محمد اشعث ہے اور دوسرا خبیث عمر بن حجاج ہے پس جس وقت یہ خط تیرے پاس پہنچے تو تجھکو مناسب ہے کہ ان دونوں ملعونوں کو دست و پابستہ میرے پاس بھیجدے اور یہ خوب یاد رکھنا کہ اگر تو نے ان ملعونوں کو میرے پاس نہ بھیجا تو میرے تیرے ما بین سوائے شمشیر زنی اور خونریزی کے اور کوئی امر باقی نہ رہیگا ناچار میں تجھ پر فوج کشی کرونگا اور بجز خونریزی کے اور کچھ انجام نہ ہوگا میں نے یہ خط تیرے پاس صرف بتقاضائے محبت بھیجا ہے والسلام۔ جب نامہ ختم ہوا تو مختار نے اس پر اپنی مہر لگا دی اور اس کو ایک شخص جنیب نام کے حوالہ کیا اور یہ حکم دیا کہ اس خط کو مصعب ابن زبیر کے پاس لے جا اور اس سے جلد جواب لے کر واپس آ بہر حال جنیب مختار کا نامہ لیکر بصرہ کو روانہ ہوا اور تھوڑے عرصہ میں وہاں پہنچکر خط مذکور مصعب کو دیا۔ مصعب نے اول اس قاصد سے مختار کی خیر و عافیت پوچھی اور اس کے بعد اس خط کو کھول کر اول سے آخر تک پڑھا تو اس کے دل میں عجیب توہمات اور خیالات فاسدہ پیدا ہوئے اور اسی وقت اس نے اپنے حضار مجلس سے اس نامہ کا کل مضمون بیان کرکے ان سے مشورہ پوچھا ان سب نے جواب دیا کہ آپ کو اختیار ہے جو مناسب وقت ہو کریں لیکن اسوقت مصعب کے وزیر نے کہا کہ ان دونوں کو کہ جن کو مختار نے طلب کیا ہے بھیجنا چاہتے ہو یا نہیں مصعب نے کہا کہ قسم بخدا میں ان کو ہرگز مختار کے پاس نہ بھیجونگا اور پھر دوات و قلم و کاغذ منگا کر مختار کی تحریر کا یہ جواب لکھا کہ اے مختار تیرا خط میرے پاس پہنچا مضمون مندرجہ سے آگاہی ہوئی پس آگاہ ہو کہ جو تو نے لکھا ہے کہ محمد اشعث اور عمر ابن حجاج کو میرے پاس بھیجدو تو میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ تیرے حکم کی تعمیل کروں اور مجھے بالکل تیری فوج و لشکر سے یا تجھ سے ذرا بھی خوف و اندیشہ نہیں والسلام صرف اس قدر لکھ کر اور مہر لگا کر یہ خط تو مختار کے قاصد کو دیا اور دوسرا خط عبداللہ اپنے بھائی کے نام بحال مفصل لکھکر مع مختار کے خط کے مکہ کو روانہ کر دیا جب عبداللہ ابن زبیر کو اس حال سے اطلاع ہوئی تو وہ سخت متعجب ہوا اور

ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا کہ مختار کی اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے اور مصعب کو یہ جواب لکھا کہ تو ہر طرح جنگ و پیکار پر مستعد اور آمادہ رہ کیونکہ میں اپنے انتظام اور مختار کی سرکوبی کی فکر میں مصروف ہوں اور میں نے فارس و کرمان کے لوگوں کو اسی غرض سے اسوقت خطوط روانہ کئے ہیں کہ وہ بڑی فوج اور ساز و سامان سے آکر مدد کریں مصعب اس خط کو دیکھکر بہت خوش و خورم ہوا اور اس کے مضمون سے اپنی ساری فوج کو مطلع کر دیا اور ان سے یہ درخواست کی کہ اب یاری وقت مدد اور نصرت کا ہے مناسب ہے کہ تم لوگ میری اعانت اور مدد کرو اور میرے بھائی عبداللہ نے بھی اہل فارس کو اس مضمون کا خط بھیجا ہے کہ وہ میری مدد کے واسطے یہاں آئیں اور ایک خط مہلب کے نام کہ مقامات کرمان وغیرہ کا حکمراں ہے اس مضمون کا بھیجا ہے کہ جسوقت یہ خط تیرے پاس پہنچے تو تجھکو مناسب ہے کہ کسی دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام کر کے تمام فوج فارس اور کرمان کو اپنے ہمراہ لیکر بصرے کیطرف میرے بھائی کی مدد کے واسطے روانہ ہو اور مختار کے مقابلے کے واسطے آمادہ اور قاصد و عازم ہو چنانچہ جب یہ نامہ مہلب کے پاس پہنچا تو اس کو پڑھکر اپنے فرزند کو اختیارات حکومت تفویض کئے اور تمام سرداران فارس و کرمان کے ساتھ پندرہ ہزار فوج کو ہمراہ لیکر بصرہ کو روانہ ہوا اور جب وہ شہر مذکور کے قریب پہنچا تو مصعب نے حکم دیا کہ تمام معززین و عمائد بصرہ مہلب کا استقبال کریں چنانچہ بڑے احترام و اعزاز سے اس کا استقبال کر کے لوگ بصرہ میں لائے اور ایک عمدہ موقع و مقام پر اس کو فروکش کرایا گیا دوسرے روز مصعب سے مہلب کی جب ملاقات ہوئی تو مصعب نے مہلب سے یہ کہا کہ میرے بھائی عبداللہ زبیر نے مجھکو حکم دیا ہے کہ میں مختار سے جنگ میں مصروف ہوں اور نیز یہ بھی اس نے مجھکو ہدایت کی ہے کہ کوئی کام بغیر مہلب کے مشورے کے نہ کرنا پس اب تم اس باب میں مجھ کو کیا اصلاح و مشورہ دیتے ہو۔ مصعب کی اس تقریر کا مہلب نے یہ جواب دیا کہ میری رائے میں مختار سے جنگ کرنا قرین عقل و صواب اندیشہ نہیں ہے کیونکہ مختار ایک نہایت ہی ذی ہوش اور مدبر آدمی ہے اس کے علاوہ اسوقت اس کی مقدرت اور قوت مالی بھی ترقی ہوئی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس کسی سے اس نے مقابلہ کیا ابراہیم کی اعانت سے فتحیاب ہوتا رہا ہے اور ابراہیم بھی بطور خود ایک متقی اور پرہیزگار آدمی ہے اور وہ صرف تقویت مذہب کے واسطے جنگ کرتا ہے پس اے مصعب تجھکو میری بات بغور سننی چاہئے۔ جب تک عبدالملک مروان اور ابراہیم میں جنگ و جدال برپا ہو تو اطمینان سے بصرہ میں مقیم رہ اور جب عبدالملک کے مقابلہ میں ابراہیم کو شکست ہو یا وہ مارا جائے اس وقت تجھ کو مختار سے ہنگامہ کارزار گرم کرنا چاہئے مصعب مہلب کی یہ تقریر سنکر بہت ہنسا اور یہ کہنے لگا کہ یہ تدبیر تو نے خوب سوچی عبدالملک تو اس وقت شام میں ہے اور ابراہیم موصل میں ہے اور مختار کوفہ میں مقیم ہے میں اسوقت ابراہیم کے پاس ایک خط روانہ کرتا ہوں اور اس کو مال و دولت کی طمع دیکر مختار سے توڑ لونگا اور یقین ہے کہ وہ میرے اس فریب میں آکر فوراً یہاں چلا آئیگا اسوقت ہمارے سب معاملات سہل اور آسان ہو جائیں گے مہلب نے مصعب کی اس بات کا یہ جواب دیا کہ ہیہات ابراہیم کو کوئی فریب نہیں دیسکتا نہ اس کو مال کی طمع ہے اور نہ دنیا کی کسی چیز کی خواہش ہے پس امارت سے اسکو کیا علاقہ ہے ابراہیم ایک بڑا پارسا اور

زاہد عابد شخص ہے اور اس کا مذہب و مشرب یہ ہے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو منصب امامت حاصل ہے۔ اور ان کے بعد ان کے بیٹے امام ہیں اور ان کے سوا اور کسی کو استحقاق امامت حاصل نہیں ہے اور جو شخص ان کے سوا امامت کا دعویٰ کرے وہ ابراہیم کے نزدیک کاذب ہے اور اسوقت ابراہیم کے اعتقاد میں اس کے امام زین العابدینؑ ہیں اور تیرا امام تیرا بھائی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ابراہیم تیرے بھائی اور عبدالملک مروان کی امامت اور نیز ان لوگوں پر جو ان کی متابعت اور پیروی کرتے ہیں لعنت بھیجتا ہے اور ان کو کافر جانتا ہے یہ سنکر مصعب نے کہا کہ اے مہلب تم غلطی پر ہو کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ وہ دولتمندی اور زر و مال کا خواہاں نہ ہو اگرچہ وہ شخص کیسا ہی زاہد و پارسا کیوں نہ ہو ممکن نہیں کہ کسی کو مال کثیر مفت میں ہاتھ آئے اور وہ فریفتہ نہ ہو جائے میں اسوقت پانچ لاکھ دینار نقد اور ولایت کوفہ کی حکومت اس کو دینا منظور کرتا ہوں اور یہ بھی اسکو خط میں ضرور تحریر کر دوں گا کہ وہ فوراً ہمارے شریک ہو کر مختار کے ساتھ لڑنے مرنے کو تیار ہو جائے مہلب نے مصعب سے کہا کہ میں نے جو کچھ اپنے نزدیک مناسب سمجھا اس سے آپ کو آگاہ کیا اب آئندہ آپ کو اختیار ہے جو مناسب وقت ہو وہ کیجئے اس پر مصعب نے جواب دیا کہ میں بطور امتحان ضروری اس مضمون کا خط ابراہیم کے نام بھیجوں گا چنانچہ اس نے اسی وقت دوات قلم اور کاغذ طلب کیا اور اپنے ہاتھ سے اس مضمون کا خط ابراہیم کے نام لکھا اما بعد یہ خط مصعب زبیر کی طرف سے ابراہیم ابن مالک اشتر کے نام ہے کہ تو ہمارا برادر بزرگ ہے خدا آپ کی عمر دراز کرے اے ابراہیم آگاہ ہو کہ آدمی کو ہمیشہ اپنے انجام پر نظر رکھنی چاہئے یہ ظاہر ہے کہ تو وہ پسر مالک اشتر ہے کہ جس نے اسقدر معرکہ آرائی کی ہے کہ قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام صفحہ روزگار سے نیست و نابود کر دیا ہے اور بیشک اس بارے میں جو کچھ کارنمایاں تیرے ہاتھ سے ہوا ہے، وہ کسی شخص سے بھی نہ ہو سکا نیز واضح رہے کہ مختار کا چال چلن اور اعتقاد ایسا نہیں کہ جیسا تمہارا خیال ہے۔ اس نے جو کچھ کارروائی اب تک کی ہے وہ صرف حکومت اور مال دولت کے واسطے کی ہے اور وہ تیرا دشمن بھی ہے اب میرا ارادہ ہے کہ مختار سے ہنگامہ جنگ و پیکار کروں منظور ہے کہ ہم تم باہم مل جائیں اس کے بعد میں جو کچھ کارروائی کرونگا تیری صلاح اور مشورہ سے کرونگا لہذا یہ مناسب اور بہتر معلوم ہوا ہے کہ تم یہاں چلے آؤ یقین ہے کہ تمہاری بدولت ملک عراق پر مجھے قبضہ حاصل ہو جائے گا اور میں کوئی کام تیرے مشورے کے بغیر انجام نہ دونگا اور اگر تم میری اس رائے کو قبول کرو گے تو پانچ لاکھ دینار نقد اور کوفہ کی حکومت تمہارے نام نامزد کر دونگا اور سب کام تمہاری مرضی کے موافق ہوں گے اور جب تم یہاں آجاؤ گے تو محمد ابن اشعث اور عمران حجاج کو بھی پکڑ کر تمہارے حوالہ کر دوں گا جن کو مختار نے مجھ سے طلب کیا تھا میں نے نہیں دیا والسلام

جب یہ نامہ ختم ہوا تو اس کے آخر پر مہر کرکے موصل کو روانہ کیا آخر الامر یہ خط ابراہیم کے پاس پہنچا تو اس نے اول سے آخر تک پڑھ کر مصعب کو یہ جواب لکھا کہ تیرا خط میرے پاس پہنچا اور جو کچھ تو نے اس میں تحریر کیا ہے اس سے مجھکو اطلاع ہوئی خدا اس بات پر اچھی طرح واقف اور آگاہ ہے کہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اطہار کے غلاموں کی غلامی اپنا فخر جانتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے قطعی بیزار ہوں اور میں مختار کو ایک مرد متقی

اور پرہیزگار جانتا ہوں اور بے شک وہ دوستدار خاندان نبوت ہے اور میں اسوقت تجھ سے اور تیرے بھائی اور نیز عبدالملک ابن مروان سے مقابلہ اور مقاتلہ پر کمربستہ ہوں کہ یہ سب دشمنان آلِ محمدؐ ہیں اور ابن زیاد سے طاقتور نہیں ہیں اور خدا نے اس ملعون پر مجھکو فتح اور غلبہ عنایت فرمایا یہاں تک کہ ملعون میرے ہاتھ سے قتل کیا گیا اور میں نے صفحہ عالم کو اس کے کفر سے پاک کر دیا پس اسی طرح خداوند کریم کی ذات مقدس سے امید ہے کہ مجھ کو تیرے اور تیرے بھائی اور مروان ملعون کے فرزندوں کے ہاتھ سے نجات حاصل ہو جائے گی اور جس بات کا تم نے ارادہ کر لیا ہے ہم اس پر بدل و جان مستحکم و قائم ہیں کہ بفضل الٰہی جس کا حق ہے اسکو پہنچا دیں اور یہ جو تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ تم کو دو لاکھ نقد دینار اور حکمرانی کوفہ وغیرہ دی جائے گی اس کا جواب یہ ہے کہ تو بھی جانتا ہے کہ میں مال و دولتِ دنیا پر فریفتہ نہیں ہوں کیونکہ دنیا سرائے فانی ہے اور آخرت ایک ابدی زندگانی ہے پس واضح رہے کہ میں تمام دنیا کو صرف ایک قطرۂ خون کے عوض میں دے دینے کا ارادہ رکھتا ہوں یعنی اگر تمام جہان کی حکومت مجھکو مل جائے تو اسکو صرف تمہارے ایک قطرۂ خون پر فروخت کرنے کو آمادہ ہوں یہ تم خوب جان لو کہ جب تک میرے دم میں دم ہے تم لوگوں سے جنگ و پیکار کرنے میں ہمیشہ سعی کروں گا۔ اسی میں خدا کی رضامندی ہے اور اسی ارادے کے طفیل میں حضرت خاتم النبیین و جناب امیرالمومنین علی مرتضیٰ اور جناب سیدہ فاطمۃ زہراؑ اور حضرت ائمہ معصومینؑ سے مجھکو شفاعت کی کامل امید ہے یہ تیرے خط کا جواب ہے والسلام۔ جبوقت مصعب نے ابراہیم کا نامہ اول سے آخر تک پڑھا تو وہ اس کے مضمون سے مطلع ہو کر نہایت غضبناک ہوا اسوقت مہلب نے مصعب سے کہا کہ یا امیر جو کچھ میں نے گذارش کیا تھا آخر وہی بات صحیح نکلی کیونکہ میں اس کے مزاج سے بہت اچھی طرح واقف ہوں بہرحال مصعب نے ابراہیم کا جواب موصول ہونے پر حکم دیا کہ فوج لڑائی کے لئے تیار رہے اُدھر ابراہیم نے بھی مختار کو ایک مراسلہ اس مضمون کا بھیجا کہ مصعب نے مجھکو طمع دیکر یہ لکھ بھیجا تھا اور اُس کے سوا جو حال تھا اسکو مفصل لکھا ابراہیم کے خط کو دیکھ کر مختار نہایت خوش ہوا اور اس نے ابراہیم کی ثابت قدمی پر بہت آفرین کہی اور یہ کہا کہ میں نے کسی شخص کو دنیا میں ابراہیم سے زیادہ جوانمرد نہیں دیکھا اور ہر ایک شخص کے سامنے ابراہیم کی وفاداری اور محبت کا شکریہ ادا کرتا تھا اور تیاری جنگ میں مصروف ہوا اور ہر طرف سرداران اطراف کو خطوط روانہ کئے اُدھر مصعب نے بصرے سے روانگی کا ارادہ کیا اور اپنے خیمہ و خرگاہ شہر کے باہر نصب کئے اور عبداللہ ابن عبداللہ کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا جاسوسوں نے مختار کو بھی یہ خبر پہنچا دی کہ مصعب تمہارے مقابلہ کے لئے روانہ ہونیوالا ہے اور اس نے بصرے کے باہر اپنے خیمے نصب کئے ہیں اور مختار کے پاس بھی وہ سب سردار جو اطراف عراق سے طلب کئے تھے آکر جمع ہو گئے۔ ان لوگوں میں ایک بڑا مشہور شخص عمر نامی امیر بابل تھا وہ مختار کے پاس حاضر ہوا اور اس کے علاوہ اسحاق ابن سعد اور قدامہ بن حارث اور حذیفہ بن طروہ اور حذیفہ بن الیمانی اور محمد ابن سعد اور مثل ان کے اور سرداران عراق بھی آگئے تھے جب یہ لوگ کوفہ میں پہنچ گئے تو مختار بھی مع فوج و لشکر کوفے سے نکلکر ایک مقام پر بیرون شہر خیمہ زن ہوا اور اُس نے ایک مراسلہ ابراہیم کو اس مضمون کا بھیجا کہ اے

امیر رسید اور میرے دوست ابراہیم بن مالک اشتر واضح ہو کہ میں نے مصعب ابن زبیر سے لڑائی کی مصمم نیت کر لی ہے مگر یہ مطلب بغیر امداد خداوند کریم اور تمہاری نصرت و اعانت کے حاصل ہونا ناممکن ہے اب میں یہاں سے بصرے کو روانہ ہوتا ہوں تم بھی دوسری طرف سے شہر مذکور پر حملہ آور ہو اور یہ کارروائی اس طرح پر ہونی چاہیے کہ ہم دونوں متفق ہو کر بصرہ میں داخل ہوں والسلام جب یہ خط ابراہیم کے پاس مختار کا پہنچا تو ابراہیم نے اس کو پڑھکر حسب ذیل جواب لکھا کہ یا امیر جو کچھ تم نے اپنے خط میں لکھا ہے اس مضمون سے مجھکو اطلاع ہوئی لیکن واضح ہو کہ میں اسوقت کیا کر سکتا ہوں کیونکہ اس طرف ابن مروان ۸۰ ہزار فوج کی جمعیت سے میرے مقابلہ کیواسطے چلا آتا ہے اور سب طرف سے راستے بند کر دیئے ہیں اور میں بھی اسکا منتظر ہوں تم سے جب تک ہو سکے کوفے سے قدم باہر نہ رکھنا اور کوفہ کو فوج کی حراست اور نگرانی میں رکھو اور وہاں سے ایک فوج مصعب کے مقابلہ کیواسطے کسی سردار کے ماتحت کر کے بھیجدو میں اس طرف ابن مروان سے جنگ و پیکار میں مصروف ہوتا ہوں اور تم اس طرف ابن زبیر سے صف آرا ہو پس خدا کی ذات سے امید ہے کہ یہ دونوں ملعون ہاتھ سے ہمارے مارے جائیں گے والسلام جب مختار نے ابراہیم کا یہ نامہ پڑھا تو اپنی فوج کے تمام سرداروں کو اپنے پاس جمع کیا اور اسکے بعد ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اور اس خطبے کے آخر میں لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ اے دوستان وفا شعار جنگ و پیکار کے لئے مستعد و تیار ہو جاؤ کیونکہ ہم لوگ بفضلہ تن پروری کے خوگر نہیں اور نہ تن پروری کو دوست رکھتے ہیں دین پروری و ایمانداری ہمارا شعار ہے اور اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ایک بڑی فوج مصعب کے مقابلے کے لئے بھیجوں اس بارہ میں تم سب کی کیا رائے ہے یہ سنکر سب سرداروں نے مختار کو جواب دیا کہ یا امیر ہم ہر طرح سے آپ کے تابع فرمان ہیں اور جہاں بھیجو گے ضرور چلے جائیں گے۔ اسوقت مختار نے احمر شمیط کی طرف رخ کیا کہ جو افسران فوج و سپاہ تھا پھر فرمایا کہ اے امیر فارس آج کے روز تم میرے پشت پناہ ہو اور میرا کلی اعتماد تمہاری ذات پر ہے اس معاملہ میں کیا رائے دیتے ہو اسوقت احمر نے جواب دیا کہ میری رائے میں اسوقت یہ تدبیر مناسب معلوم ہوئی ہے کہ تم اسوقت کوفہ میں ہی مقیم رہو اور مجھکو جہاں تم روانہ کرو گے میں جانے پر آمادہ اور تیار ہوں یہ سنکر مختار نے اس سے کہا کہ تم کو مصعب کے مقابلہ اور جنگ کرنے کے واسطے جانا ہوگا شمیط احمر نے کہا میں جاتا ہوں درگاہ جناب احدیت سے امید ہے کہ فتح و نصرت ہمکو انشاء اللہ حاصل ہوگی اور اگر اتفاقات تقدیر سے میرے لئے کوئی امر خلاف تدبیر پیش آئیگا تو کچھ مضائقہ نہیں خداوند کریم آپ کو زندہ سلامت رکھے مختار احمر شمیط کی اس تقریر سے نہایت خوش ہوا۔ اور اس کو بہت تحسین و آفرین کی اور یہ کہا کہ میں نے اس لشکر کی سپہ سالاری تجھ کو عطا کی اور عبداللہ کامل کو تیرا خلیفہ کیا احمر شمیط نے کہا کہ بسر و چشم مجھکو منظور ہے اس کے بعد مختار نے اسکو ایک خلعت گرانبہا عطا فرمایا اور دس ہزار سپاہ آزمودہ کار اس کے ماتحت کی اور تمام سامان جنگ بڑے اہتمام سے ترتیب دیا گیا بماہ جمادی الاول دو شنبہ کے روز ۶۶ھ میں اس فوج نے نقارہ کوچ کا بجایا اور بیرون کوفہ آ کر ٹھہری اور مختار بھی شہر سے نکل کر سر راہ ایک مقام پر مع اپنے کسی قدر رفقاء کے استادہ ہو گئے تاکہ احمر شمیط اور اس کی فوج کا ملاحظہ کریں۔ اسحق ابن عمر روایت

کرتا ہے کہ میں اس روز مختار کے پس پشت کھڑا تھا اور اسباب کو دیکھ رہا تھا کہ اسوقت مختار سرداران لشکر سے کیا کہتا ہے میں نے دیکھا کہ اس فوج کے مقدمۃ لشکر پر عبداللہ کامل تھا اور چار کوتل گھوڑے اسکے آگے آگے جا رہے تھے اور اس کی فوج کا نشان سرخ رنگ کا تھا جب وہ مختار کے قریب ہو کر گذرا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور مختار نے اسکو گلے سے لگایا اور اس سے بغلگیر ہو کر یہ کہنے لگا کہ اے دوست مخلص میں خداوند کریم خیریت سے پھر ملائے یہ کہہ کر اس کو رخصت کر دیا اس کے بعد عبدالرحمن ابن صبیرہ کہ یہ بھی ایک نامی سردار عرق تھا مختار کے قریب سے گذرا اس کا نشان لشکر سبز رنگ کا تھا مختار نے اس پر بہت تحسین و آفریں کی اور جب وہ بھی رخصت ہو گیا تو اسحق ابن سعد نہایت شان و شوکت کے ساتھ مختار کے قریب پہنچا مختار اس سے بڑے تپاک کے ساتھ بغلگیر ہوا مختار نے اس سردار نامی سے بہت سی ہدایت آمیز باتیں کیں اور اس کے عقب میں نعمان بن رولیس کا گروہ تھا اور اسکے پیچھے عبداللہ بن شکور کی فوج تھی اسکے سب سوار عمدہ ہتھیاروں سے مسلح تھے اسکے بعد سوید بن عمر چار سو پہلوانوں کے ساتھ نکلا ان سب کے پاس گرز تھے جو گردنوں پر رکھے ہوئے تھے اور ان سب کے پیچھے احمر ابن شمیط تھا اس کے ساتھ دو حافظ قرآن بھی دہنے بائیں چلے آتے تھے جن کی زبان پر سورۂ ہل اتیٰ کا ورد تھا اور ان کے نشان کا پھریرہ سفید تھا جب احمر شمیط ان کے قریب پہنچا تو مختار نے اس کے ساتھ نہایت گرم جوشی سے معانقہ کیا اور پھر یہ دونوں سرداران و نامدار پہلو بہ پہلو روانہ ہوئے اور دو فرسخ تک مختار ان کے ہمراہ گیا اور پھر وہ احمر شمیط اور دیگر افسران لشکر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں تم کو یہ ہدایت اور وصیت کرتا ہوں کہ جب معرکہ کارزار قرار پا جائے تم لڑائی میں اپنی طرف سے ابتدا نہ کرنا اور جب لڑائی شروع ہو جائے تو تم ان پر رحم نہ کھانا۔ اور اس کے بعد ان کو رخصت کرکے کوفہ کو واپس چلا آیا احمر شمیط اپنی فوج کو ہمراہ لئے بصرہ کو جا رہا تھا کہ لوگوں نے مصعب کو یہ خبر پہنچائی کہ احمر شمیط مع ایک فوج جرار کے تیرے مقابلہ کو آ رہا ہے یہ سنکر مصعب بھی اسی وقت ۳۰ ہزار فوج کی جمعیت سے کوفہ کو چلدیا۔ خلاصہ یہ احمر شمیط اس طرف سے جا رہا تھا اور مصعب اس طرف سے آ رہا تھا یہاں تک کہ ہر دو لشکر دو فرسخ کے فاصلہ پر جس مقام کو مدار کہتے ہیں فروکش ہوئے اور دونوں نے اس مقام پر پہنچ خیمہ و خرگاہ نصب کر دیے مگر احمر شمیط کو مصعب کے آنے کی اطلاع نہ ہوئی لہٰذا اس نے قصد کیا کہ اس مقام سے کوچ کرکے آگے کو روانہ ہو اتنے میں ایک جاسوس نے آ کر خبر دی کہ اے امیر اب تم آگے کہاں جاتے ہو کیونکہ یہاں سے قریب بمقام مدار مصعب ۳۰ ہزار لشکر کے آ پہنچا ہے کوفہ کے آدمیوں نے جب یہ سنا کہ تیس ہزار فوج کی جمعیت سے مصعب ہمارے مقابلہ کو آتا ہے تو وہ سب اسی جگہ اتر پڑے اور یہ کہنے لگے کہ مخالف کے لشکر کی تعداد بہت بڑی ہے اب ہم کہاں جائیں اور کیا کریں۔ احمر شمیط نے جب سرداران فوج سے اس قسم کے کلمات سنے تو اس نے کل افسران لشکر کو جمع کرکے یہ تقریر کی کہ اے بھائیو آگاہ ہو کہ مصعب زبیر تم سے پیشدستی کرکے ۳۰ ہزار فوج کے ہمراہ مقام مدار تک پہنچ گیا ہے تو اسوقت ان سب نے احمر کو یہ جواب دیا کہ اگر یہ معاملہ ہے تو ہم یہاں سے واپس چلے جاتے ہیں احمر ابن شمیط نے ان لوگوں سے کہا کہ اے لوگو یہ کیسی تمہاری حالت ہے اور یہ کس قسم کا ڈر اور خوف تم پر غالب ہے،

تم تو راہ حق پر ہو اور وہ باطل پر ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جہاں کہیں جاؤ گے موت سے کسی کو چارہ و مفر نہیں اور اگر تم شہید ہو جاؤ گے تو یہ بات تمہارے واسطے ہر حال میں بہتر اور مناسب ہوگی لیکن اگر تم واپس چلے جاؤ گے تو یہ سمجھ لو کہ میں تنہا ان سے مقابلہ کرونگا یہاں تک کہ مارا جاؤں یا آنکہ خدائے قدیر مجھکو ان پر ظفریاب کرے تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ابراہیم ابن مالک اشتر کے ہمراہ صرف دس ہزار آدمی تھے چونکہ وہ سب کے سب مومن دیندار کیدل اور متفق الرائے تھے دیکھو انھوں نے کیسے کیسے کارنمایاں کرنے کے بعد فتح حاصل کی اور کس دلیری سے ابن جبیت کثیر ابن زیاد کو جسمیں ستر ہزار آدمی تھے چن چن کر قتل کیا اور اس معرکہ میں کامیابی حاصل کرنے سے ان کو کیسی نیکنامی حاصل ہوئی تم اپنے دلوں کو مستقل رکھو اور ہمت باندھکر خدا پر توکل اور بھروسہ رکھو کیونکہ خدا ہی تمہارا مددگار ہے یہ ایسا کیا خوف کا مقام ہے کہ جس سے تم نے اپنے دلوں کو خطرناک کر لیا ہے۔ مردوں کیلئے بڑی شرم کی بات ہے جب یہ تقریر مردانہ سواروں اور تمام لشکر کے سامنے احمر شمیطہ نے کی تو ان میں بھی ایک جوش پیدا ہوا اور مصعب کے مقابلہ پر جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے احمر شمیطہ نے خوش ہو کر اسی وقت عبداللہ کو طلب کیا اور پانچسو سوار کے ساتھ اسکو طلایہ لشکر پر مقرر کیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ اگر لشکر مصعب کا تمہارے مقابل ہو جائے تو تم مقابلہ میں سبقت نہ کرنا۔ جب تک ان کی طرف سے نہ ہو اور دشمنوں کو لیت و لعل میں رکھکر مجھے کسی آدمی کے ذریعہ ان کے حملے سے فوراً اطلاع دینا اتفاقاً اس رات کے طلایہ کے لئے مصعب نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا کہ اس عرصہ میں عبداللہ کے طلایہ میں سے ایک شخص جس کا نام عبدالرحمن تھا پانی لانے کی غرض سے باہر نکلا کہ اس کو سامنے سے مصعب کا طلایہ نظر پڑا کہ سو سواروں کے ہمراہ مسلح کھڑا ہوا ہے عبدالرحمن نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مصعب کا طلایہ ہم سے پہلے آموجود ہوا اگر وہ تم پر حملہ کریں تو تم کو بھی بلا خوف و خطر ان کا مقابلہ کرنا چاہئے اگر اس گروہ پر تمکو فتح حاصل ہو جائے تو ضرور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ہماری فتحمندی کے آثار ہیں ان ہی باتوں میں ایک گھنٹہ گذر گیا کہ اور لوگ مصعب کے طلایہ کے قریب پہنچ گئے اور تلوار کھینچکر ان پر حملہ کر دیا اسوقت مصعب کے طلایہ میں سے ایک سوار گھوڑا دوڑا کر مصعب کے پاس گیا اور اسکو یہ اطلاع دی کہ یا امیر ہمارے طلایہ کو دشمن نے گھیر لیا مصعب نے یہ سنکر سواری طلب کی اور اپنی ۴۰ ہزار فوج لیکر موقع پر پہنچ گیا اور اس طرف احمر شمیط کو بھی اطلاع ہوئی کہ وہ بھی اپنے لشکر کو تیار کر کے معرکہ میں جا پہنچا اور دونوں فوجوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے تمام زمین پر گرد و غبار چھا گیا اور اسی طرح تیسرے پہر تک لڑائی ہوتی رہی اور آخر کار فوج مختار نے لشکر مخالف کو معرض ہزیمت میں ڈال دیا۔ مصعب نے جو اپنے لشکر کا یہ حال دیکھا تو تیغ اٹھا اور اپنی ۳۰ ہزار فوج کو یکدفعہ حملہ کرنے کا حکم دیا وہ بکر رم و میدان بن کر لڑائی میں مصروف ہوئے اسوقت احمر شمیطہ نے جو یہ ماجرا دیکھا تو وہ بنفس نفیس مثل شیر غضبناک تلوار کھینچکر دشمن کے لشکر پر جا پڑا اور اس زور شور سے شمشیر زنی کی کہ دونوں فوجوں کے جوان سکتے کے عالم میں رہ گئے۔ اور فوج مخالف میں تزلزل پیدا ہو گیا اور فوج درہم برہم ہونے لگی اسی طرح غروب آفتاب تک نہایت سخت لڑائی ہوا کی۔ آخر احمر شمیطہ نے اپنے لشکر سے یہ تقریر کر کے ان کی جرأت اور ہمت بڑھائی کہ اے جوان مردان عراق رات

رات کے شروع ہونے سے پہلے تم کو اپنے دشمنوں پر ایک اور حملہ کرنا چاہیے اور یہ وہ وقت تھا کہ مصعب میدان کارزار سے لوٹ کر چلا گیا تھا آخر مصعب کی فوج کو سخت شکست ہوئی اور اس کے لشکر کے نشان سرنگوں کر دیے اور لشکر عراق نے ایک فرسخ تک انکا تعاقب کیا اور گروہ کثیر کو تلوار کے گھاٹ آن کی آن میں اتار دیا اور بہتوں کو زخمی اور مجروح کیا یہ حال دیکھکر مصعب کے حواس بجا نہ رہے نہایت پریشان خائف و خاسر اپنے قیام کو واپس چلا گیا اور اس طرف احمر شمیط مظفر و منصور اپنے خیمہ گاہ میں داخل ہوا اور شکرانہ خدا ادا کیا احمر شمیط کی اس فتحیابی سے لشکر عراق کا بڑا رعب ان منافقوں یعنی سپاہ مصعب کے دل پر بیٹھ گیا بلکہ خود مصعب کے بدن میں ایک لرزہ اس شکست سے پڑ گیا تھا اور تمام دنیا گویا اس کی نگاہوں میں سیاہ ہو گئی تھی خلاصہ یہ کہ اس نے اپنے نقیبان لشکر کو بلا کر حکم دیا کہ اس بات کا صحیح اندازہ کرو کہ اس لڑائی میں ہمارے لشکر کے کسقدر آدمی قتل ہوئے چنانچہ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ تیس ہزار میں سے چھ ہزار سپاہی تو اس معرکہ میں کام آ چکے تھے اسکے بعد اپنے قصبہ مدار کے ایک باشندے کو طلب کیا اور اس سے یہ پوچھا کیا تجھ سے یہ ممکن ہے کہ یہاں سے لشکر عراق میں جا کر اس بات کو دریافت کرے کہ عراق کے لشکر میں کس قدر لوگ ہیں اور مختار بھی ان کے ہمراہ ہے یا نہیں اور ان کی فوج کا سپہ سالار کون ہے اور کل حال کی مفصل اطلاع دے دینے میں اس خدمت کی عوض میں تجھ کو ایکہزار درہم عنایت کروں گا۔ اس شخص نے جانے کا اقرار کیا اور مصعب سے یہ کہا کہ وہاں کا مفصل حال معلوم کرکے تجھکو اطلاع دونگا چنانچہ اپنی شکل اور حبیوں کی سی بنالی ویسے ہی کپڑے پہن لئے ایک ہاتھ میں خربا اور شکر کا ایک طبق لئے ہوئے لشکر عراق میں گشت لگانے لگا خلاصہ یہ کہ اس نے خوب اچھی طرح گشت کرکے اس بات کو معلوم کر لیا کہ مختار خود اس لشکر میں نہیں ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی حال دریافت کیا اور اسکے بعد مصعب کے لشکر کو لوٹ گیا اور مصعب کے پاس جا کر مفصل اطلاع دی چنانچہ ان حالات کو سنکر کہ مختار خود اس لشکر میں نہیں ہیں نہایت خوش ہوا اور اپنے لشکر کے ایک سردار کو جسکا نام زیاد بن عمر تھا بلایا اور ایک ہزار سپاہی اس کے حوالے کئے اور حکم دیا کہ کل کے روز جب ہمارے اور اہل عراق کے مابین معرکہ رزم و پیکار گرم ہو تو اسوقت کمین گاہ سے نکل کر عقب سے اسپر حملہ کرنا اس صورت میں گویا دشمن کی فوج کو بیچ میں گھیر لیں گے اور سب کو قتل کر ڈالیں گے زیاد نے مصعب کو جواب دیا کہ میں ہر طرح آپ کا تابع فرمان ہوں اور جو کچھ حکم دیا ہے اس کی تعمیل کروں گا وہ سردار تو یہ حکم سنکر چلا گیا اس طرف مصعب نے قصبۂ مدار کے اس شخص کو کہ جس کو لشکر عراق میں حال دریافت کرنے کیلئے بھیجا تھا بلایا اور بجائے ہزار دینار کے بخشے دینے کا وعدہ کیا تھا صرف دو دینار دیئے جب اس شخص نے مصعب کی بخیلی اور وعدہ خلافی دیکھی تو وہ طیش میں آ گیا اور احمر شمیط کے پاس گیا اور اس سے جو کچھ واقعہ گزرا تھا بیان کیا احمر نے کہا کہ خدا تجھکو تیری خدمت کا عوض عنایت فرمائے اگر تیری یہ بات صحیح ہوئی تو انشاء اللہ تیرا حق ادا کروں گا۔ اسوقت احمر شمیط نے جانا کہ یا از راہ تعصب کے کہتا ہے یہ نہ سمجھا کہ محض خواہش نفسانی و طمع کے کہتا ہے آخر احمر نے یہ قصہ اپنے سرداران لشکر سے بیان کیا اس پر سب کی یہ صلاح ہوئی کہ مصعب کے لشکر پر شبخون مارنا چاہیے اور

عبداللہ کامل نے احمر سے یہ کہا کہ یا امیر اس کام کی انجام دہی کے واسطے وزیر کو بھیجنا چاہئے کیونکہ یہی اس لشکر میں ایک بڑا سردار تھا چنانچہ اس سردار نے اس بات کو قبول کیا جب اچھی طرح رات ہوگئی تو احمر نے پانچسو سپاہی وزیر کے حوالے کئے اور حکم دیا کہ یہاں سے جلد کوچ کر جاؤ نہایت احتیاط کے ساتھ اس امر کو دیکھتے جاؤ کہ دشمن کہاں کہاں کمین گاہ میں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں اور وہاں پہنچ کر حسب ضرورت وقت و مناسب موقع کارروائی کیجیو چنانچہ وزیر نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی اور مع پانچسو سپاہیوں کے ان ملعونوں کی تادیب اور تنبیہ کے واسطے روانہ ہوا خلاصہ یہ کہ عراقی فوج نے تھوڑا سا راستہ قطع کیا تھا کہ دو آدمی مسلح ایک مقام پر سوتے ہوئے نظر آئے چنانچہ ان دونوں آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے پوچھا گیا کہ تم کون لوگ ہو اور کس قبیلے کے ہو لیکن انھوں نے کچھ صحیح نہ بتلایا تب تلوار کھینچ کر عراق کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ ان کو قتل کر ڈالیں اس وقت انھوں نے اقبال کیا کہ ہم زیاد ابن عمران کے سپاہی ہیں اسی وقت وزیر کے حکم کے موافق ان کی مشکیں باندھ لی گئیں اور ان کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھے تھوڑی دور چلے تھے کہ پانچ آدمی اور اسی طرح دکھائی دیئے منجملہ ان کے تین اشخاص سو رہے تھے اور دو آدمی بیدار تھے پس وزیر کے ہمراہیوں نے دریافت کیا کہ تم لوگ کون ہو انھوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ زیاد ابن عمران کی فوج کے سپاہی ہیں وزیر نے پوچھا کہ زیاد کی فوج کس کام میں مشغول ہے اور اسکا کیا ارادہ ہے ان لوگوں نے جواب دیا کہ یہ سب لوگ لڑائی کیلئے مستعد اور آمادہ ہیں اور اسوقت سب سو رہے ہیں اور مالک ابن مطیع ان کی مدد کو آیا ہے اور یہ شخص نعمان ابن معاویہ مردود کا ایک بڑا نامی شاعر تھا اور اس ملعون نے تیرہ ہزار بائیس اشعار اہلبیت اور خاندان نبوت کی ہجو میں تصنیف کئے تھے پس وزیر دلاور نے اپنے رفقاء کو حکم دیا کہ بھائیو یہ وقت ہمت مردانہ کے ساتھ کوشش کرنے کا ہے پس جہاں تک ممکن ہو ان کے قتل و غارت میں تم کو کوشش و سعی کرنا چاہئے۔ کیونکہ خداوند کریم ہمارا حامی و ناصر ہے یہ دیکھ کر وہ آگے بڑھا اور ایک ٹیلے کی آڑ میں ٹھہر گیا اور اس کے بعد اس نے ایک رفیق کو جس کا نام عمر ابن احداف تھا اپنے سامنے بلایا اور ایک سو جوان اسکے ماتحت کئے عمر ابن احداف ایک بڑا جنگی اور نامور آدمی تھا اس سے وزیر نے کہا کہ اے شخص یہ سو جوان لے کر اپنے ہمراہ تو یہاں سے دست عاشت کی طرف روانہ ہو اور ایسے مقام پر قیام کرنا کہ تکبیر کی آواز تیرے کان تک بخوبی پہنچ جائے اور راستہ کی حفاظت میں مصروف رہنا اور کسی شخص کو دشمنوں سے بھاگ کر نکلنے نہ دینا اس کے بعد ایک سردار مسعود بن حارث کو اپنے سامنے بلایا اور دو سو سوار اسکے ہمراہ روانہ کئے اور اس سے یہ کہدیا کہ تو یہاں سے جانب چپ چلا جا اور وہاں ہر راہ کی نگرانی کرنا اور کسی کو جانے نہ دینا اور جو دشمن سامنے آجائے اسے فوراً قتل کر ڈالنا اور وزیر خود مع دو سو سپاہیوں کے زیاد بن عمر اور مالک بن مطیع کے سر پر جبکہ وہ سو رہے تھے جا پہنچا۔ لشکر مخالف کو ان کے آنے کی بالکل خبر نہ تھی کہ دفعتاً جا لیا اور طبل جنگی بجا دیا اور تکبیر کی صدا بلند کی زیاد کے لوگ اسوقت کچھ تو شراب میں مست تھے اور اکثر بے خبر سو رہے تھے جب اس طبل کی آواز ان کے کان میں گئی تو چونک کر ہشیار ہوئے دیکھتے کیا ہیں کہ چاروں طرف سے غنیم کی فوج نے ان کو گھیر لیا ہے زیاد ابن عمر اور مالک کو یہ بالکل

خبر بھی کہ کیا ہو رہا ہے چونکہ وزیر زیاد کے پاس پہنچ چکا تھا زیاد پوچھنے لگا کہ اے لوگو یہ ہمارے لشکر میں کیا غل غپاڑہ ہو رہا ہے وزیر نے اس ملعون کے منہ پر تھوک دیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے ملعون خدا تجھ کو قتل کرے تو نے یہاں پہ خیمے نصب کئے ہیں کیا تیری عقل زائل ہوگئی ہے خدا تعالیٰ نے یہ امر تجھ پر حرام کیا ہے اور یہ کیا مسلمانی ہے کہ دینداروں کے قتل کرنے کیلئے کمین گاہ میں بیٹھے ہو یہ کہتے ہی اپنے سپاہی کو حکم دیا کہ اس مردود کا سرتن سے قلم کر ڈالو چنانچہ اسی وقت اس کا سرتن سے علیحدہ کر دیا گیا اور مالک مطیع کی مشکیں باندھ لی گئیں اسکے علاوہ بہت سے اسکے ہمراہی بھی مار ڈالے وزیر مظفر و منصور اپنے لشکر کو لوٹ آیا جسوقت یہ خبر احمر شمیط کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس پر تحسین و آفرین کی پھر مالک پسر مطیع کا ایک ایک بند جدا کرکے اسکا گوشت کتوں کو کھلایا گیا اور جسقدر لوگ زیاد کی فوج کے گرفتار کرکے لائے تھے ان کو قتل کیا گیا چنانچہ ان دو ہزار آدمیوں میں سے جو مصعب ملعون نے زیاد کے ہمراہ لشکر عراق پر کمینگاہ کیواسطے بھیجے تھے ایک بھی زندہ اور باقی نہ رہا جب یہ خبر مصعب کو پہنچی تو وہ بہت ڈرا اور پریشان ہوا گویا تمام دنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر ہوگئی اسوقت اس نے مہلب سے یہ کہا کہ اے مہلب کیا مصیبت آئی اور کس وجہ سے ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوا تو مہلب نے جواب دیا کہ یہ صرف تیرے بخل کا نتیجہ ہے کہ جس شخص ساکن قصبہ مذکور کو تو نے ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا اور نہ دیا اور اس نے اس بلا کو تیرے اوپر مسلط کیا ہے اب تم اپنی حفاظت کرو دیکھے انجام کار اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے *

مصعب اور مختار نامدار کے لشکروں کی باہم لڑائی اور احمر شمیط کا مارا جانا

اہل تواریخ نے لکھا ہے کہ جب مصعب ابن زبیر نے احمر شمیط کی فوج سے شکست کھائی تو اسوقت اس نے ایک آدمی کو بھیجکر اپنے کل سرداران فوج کو طلب کیا اور احمر شمیط کے معاملے میں سب سے مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے ہم لوگ جو اس گروہ سے جنگ و پیکار میں مصروف ہیں تو صرف امامت کیلئے لڑتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن زبیر امام ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اہلبیت پیغمبر میں سے امام ہے تم اس معاملے میں کیا رائے دیتے ہو آؤ ہم سب بصرے کو لوٹ چلیں اور اسوقت تک انتظار کریں کہ جب تک ابراہیم ابن مالک اشتر اور عبدالملک ابن مروان کی جنگ کا نتیجہ معلوم ہو ان دونوں میں سے جو ظفر یاب ہو جائے اسکے شریک ہو جائیں مصعب کی اس تقریر کا کسی شخص نے جواب نہ دیا مگر ایک شخص مسمی قرعا ابن مسعود ملعون خارجی جو پہلے بصرہ کا قاضی تھا بولا کہ اے امیر یہ تو ظاہر ہے کہ احمر شمیط ایک رافضی محبان ابوتراب سے ہے پس تجھکو ضرور اس سے مقابلہ اور جنگ کرنا چاہئے کیونکہ اس میں تجھ کو ثواب حاصل ہوگا جب مصعب نے اس سے یہ سنا تو کہنے لگا کہ تو ایک عالم اور ہمارا قاضی ہے جو کچھ تو تجویز کریگا میں اسی پر کاربند ہونگا اسیوقت مصعب نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ مستعد جنگ و پیکار رہیں اور لڑائی کی تیاری کریں اور دوسرے روز طبل جنگ بجاتا ہوا میدان کارزار میں آیا اور حرب و ضرب میں مشغول ہوا اور اپنی فوج کی طرف خطاب کرکے کہنے لگا اے یارو آج صبر کرو اور مردانگی کو کام فرماؤ اور ادھر سپاہ مختار میں بھی ہر طرف سے یہ صدا بلند تھی کہ اے طالبان خون حسین آج کا دن جوہر مردانگی دکھانے کا ہے لہذا

سخت کوشش کرو اور آل محمدؐ پر اپنی جان نثار کرو اور اسکے بعد اس روز سخت لڑائی ہوئی جب مصعب نے معرکہ کارزار کو سخت گرم دیکھا تو اس نے محمد ابن اشعث کو ڈانٹ کر کہا کہ اے نامعقول یہ جنگ تیری وجہ سے کرتا ہوں اور تو گروہ میں چھپا ہوا کھڑا ہے تو میدان میں کس لئے نہیں جاتا ہے مصعب کے اس غیرت دلانے پر محمد اشعث اور عمران حجاج یہ دونوں ملعون بھی میدان میں پہنچے اور انھوں نے بھی لڑنا شروع کر دیا اسوقت ان دونوں کے ہمراہ پانچسو آدمی تھے اور سب خاندان نبوت کے قطعی دشمن تھے احمر شمیط کی نظر بھی محمد اشعث کے علم پر پڑی تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے محاربہ کے واسطے خود روانہ ہو لیکن عبداللہ کامل نے کہا اے امیر مجھکو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے چنانچہ عبداللہ کامل اپنا گھوڑا بڑھا کر محمد ابن اشعث کے برابر پہنچا اور اس سے کہا کہ اے ملعون تمام دنیا کے عیب تیری ذات میں موجود ہیں کوئی بھی فعل بد ایسا نہیں جو تجھ میں نہ ہو۔ شراب کا پینا۔ زنا کا کرنا۔ مسلمانوں کی خونریزی پر آمادہ رہنا تیرا خاصہ ہے۔ حتیٰ کہ فرزند رسولؐ۔ جگر گوشہ بتولؑ کو تو نے ذبح کرا دیا کیا اب بھی توبہ نہیں کرتا خدا سے ڈر اور اس دنیائے چند روزہ پر غرہ نہ کرنا۔ عنقریب موت تیرے سر پر آنے والی ہے۔ ابن اشعث حرام زادے نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں فرزند پیغمبر اور ابو تراب کے قتل کو ثواب جانتا ہوں اور اجر کا امیدوار ہوں جسوقت عبداللہ کامل نے اس ملعون کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو نہایت ہی سخت غصہ میں آیا اور تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا اور اس ملعون سے یہ کہکر کہ ہوشیار ہو ایک ایسی ضرب شمشیر آبدار اسکے لگائی کہ اس کا نصف رخسارہ کٹ کر لٹکنے لگا۔ اسوقت محمد ابن اشعث نے اس جواب میں چاہا کہ خود عبداللہ کامل پر تلوار کا وار کرے۔ مگر ہمت جواب دے چکی تھی۔ آخر ابن اشعث عبداللہ کامل کے سامنے سے بھاگ گیا پھر عبداللہ کامل نے اس ملعون کے ہمراہیوں پر حملہ کیا چنانچہ ابن اشعث کے رفقا میں سے بیس آدمی اسکے ہاتھ سے قتل ہوئے اور ۵ آدمی اس نے زندہ گرفتار کر لئے اور ابن اشعث اندھا اور زخمی ہو کر چلا گیا۔

مختار کی فوج میں اس فتح پر تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں مہلب نے جب یہ دیکھا کہ محمد ابن اشعث کو شکست فاش ہوئی تو وہ خود اپنے گروہ اور عمر ابن عبداللہ اور احنف کو ساتھ لے کر وارد میدان کارزار ہوا۔ عرصۂ نبرد میں پہنچ کر اس نے طبل جنگ بجانے کا حکم دیا احمر شمیط نے یہ حال دیکھکر اپنی سواری طلب کی اس وقت عبداللہ کامل نے احمر شمیط سے یوں عرض کیا کہ تم اس جگہ نہایت استقلال کے ساتھ مقیم رہو اور میں جا کر اس فوج سے مقابلہ کرتا ہوں احمر شمیط نے کہا کہ اس موقع پر میدان جنگ میں میرا جانا ضروری ہے اگر اس جنگ میں مجھ سے کوئی کام بن آیا تو سبحان اللہ اس سے کیا بہتر ہے اور اگر میں شہید ہو گیا تو فہو المراد میری دلی یہی تمنا ہے سعادت ابدی حاصل کروں گا تم سب کے سب سیدھے مختار کے پاس چلے جانا اور جو کچھ تمہاری نظر سے گذرا ہے اسکو مفصل بیان کر دینا۔ یہ کہکر احمر شمیط نے بے خوف و خطر مہلب کے مقابلہ کیلئے اپنا گھوڑا بڑھایا اور اس پہ بڑے زور شور سے حملہ کیا اور ایک لحظہ میں مہلب کی فوج کو درہم برہم کر دیا آخر اس کی فوج کو شکست فاش ہوئی اور وہ بھاگ نکلی احمر شمیط نے ان کا تعاقب کیا مفرورین میں سے جو مل گیا اسکو قتل کیا یہاں تک کہ مہلب نے احمر شمیط کے

حملہ کی جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنی کل فوج سے احمر شمیط پر حملہ کیا اور نہایت سخت لڑائی ہونے لگی اس وقت سپاہ عراق نے ایسی بہادری اور مردانگی دکھائی کہ قریب تھا لشکر شام کو شکست فاش ہو جائے ناگاہ اس عرصہ میں ایک تیر سہ پہلو کسی شامی نے احمر شمیط کی پیشانی پر مارا۔ احمر شمیط نے اُف تک نہ کی اور کمال استقلال کے ساتھ تیر کو اپنی پیشانی سے کھینچ لیا لیکن اسکا پھل کسی طرح سے نہ نکلا اور پیشانی میں ٹوٹ کر رہ گیا احمر شمیط میدان جنگ سے واپس آیا۔ اور اپنی فوج میں پہنچکر اس نے عبداللہ کامل کو بلایا اور اس سے یہ کہنے لگا کہ اے برادر میں اس زخم تیر سے ہرگز جانبر نہ ہونگا اور کوئی گھڑی کا مہمان ہوں لہذا تجھ سے رخصت ہوتا ہوں اگر تجھ سے ممکن ہو تو غنیم سے جنگ کرنا ورنہ مختار کے پاس لوٹ جانا اور اس سے میرا سلام عرض کر دینا اور پھر کربلا میں جا کر میرا سلام روضۂ اقدس جناب امام حسین علیہ السلام میں عرض کرنا اور یہ گواہی دے دینا کہ احمر بن شمیط نے مرتے وقت یہ اقرار ہمارے سامنے کیا تھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ واشہد ان علی ولی اللہ یہ کہتے ہی احمر شمیط کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا یہ دیکھتے ہی عبداللہ کامل کمال غیظ و غضب میں آیا۔ علم احمر شمیط اپنے ہاتھ میں لے کر وارد عرصہ قتال ہوا جلہہ نے جب عبداللہ کامل کو اس طرح میدان میں آتے ہوئے دیکھا تو اس نے پکار کر یہ آواز دی کہ اے اہل عراق تمہارا افسر و سردار تو مارا گیا اب کس لئے لڑتے ہو۔ میدان جنگ کو خالی کرو۔ عبداللہ کامل نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اے مومنین پاک نہاد آج کے روز اپنے نام و ننگ و ناموس کی قدر رکھتے ہیں تو سعی کرو اگر خدا نے آبرو رکھ لی تو پھر کچھ پروا نہیں موت ایک روز سب کو کھا جائے گی۔ اس سے کسی کو مفر نہیں مرنا برحق ہے لہذا اس سے بہتر اور کیا ہے کہ ابدی زندگانی پائیں آج کے روز ہم سب اپنی جانیں آل رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نثار کر دیں۔ مصعب نے جب یہ حال دیکھا کہ فوج عراق میدان سے کسی طرح نہیں ہٹتی تو اس نے عباد بن حصین کو حکم دیا کہ تو کل فوج شام کو لے کر ان پر حملہ کر اور میں اپنے لوگوں کے ساتھ ایک طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گا چنانچہ اس مشورے کے بموجب ایک دفعہ ہی دونوں طرف سے مصعب کی فوج نے حملہ کیا اور احمر شمیط کی فوج کو بیچ میں گھیر لیا۔ لشکر عراق نے جب لشکر غنیم کی اس قدر سخت حملہ آوری دیکھی تو ان کے پاؤں بے اختیار میدان معرکت اکھڑ گئے اور ان کو شکست فاش ہوئی لیکن مصعب نے انکا تعاقب نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ مجھکو ان لوگوں سے کچھ سروکار نہیں خیر بہر حال عبداللہ کامل مع اپنی فوج شکست خوردہ کے کوفہ میں پہنچا اور جو کچھ واقعہ گذرا تھا وہ مفصل مختار سے بیان کیا اور اس طرف مصعب ابن زبیر کوفہ کی طرف روانہ ہوا جس وقت مختار کو مصعب کے کوفہ کی طرف آنے کی خبر ملی تو وہ اس کے مقابلہ کیواسطے باہر نکل کر مقیم ہوا۔ لیکن اہل کوفہ کو یہ معلوم ہوا کہ احمر شمیط نے شہادت پائی اور اس کے ساتھ جو فوج مختار نے مصعب کے مقابلہ میں بھیجی تھی اس کو مصعب نے شکست فاش دی تو وہ لوگ نہایت بد دل ہو گئے اور طیاری جنگ میں غفلت اور سستی کرنے لگے آخر مختار نے اکثر اپنے سرداران لشکر عراق کی طرف متوجہ ہو کر یہ خطاب کیا کہ اے دیندارو تم کو میدان جنگ میں کاہلی اور سستی نہ کرنی چاہیئے اور خوب سمجھ لو کہ ہم تم جیسے ہزار بندگان خدا جو بڑے بہادر اور نامور تھے راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کر گئے ان کے

نشان باقی نہیں رہے۔ مگر تا قیام قیامت ان کے نام باقی رہیں گے ایک روز ہم سب کیلئے موت آنے والی ہے اب مصعب کوفہ کے قریب پہنچ چکا ہے۔ پس تم کو بالاتفاق یہ مناسب ہے کہ اسکا علاج کرو اور مردانگی اور دلاوری کے جوہر دکھلانے کا یہی موقع ہے مختار کی اس تقریر پر وہ سب لوگ کہنے لگے کہ امیر خدا وہ دن نہ کرے کہ ہم تیری تدابیر کے انصرام میں کوئی غفلت یا سستی کریں ہم سب طرح سے جنگ کے واسطے تیار ہیں اس جواب پر مختار نے ان کو بہت تحسین و آفرین کی اور یہ کہا کہ بس تم سب لوگ لڑائی کے واسطے مستعد ہو جاؤ اس عرصہ میں مصعب نے ایک مراسلہ مختار کے نام اس مضمون کا بھیجا کہ تو یہ خوب جانتا ہے کہ تو نے جو کچھ اب تک کیا ہے وہ اچھا نہیں کیا اور امام وقت پر خروج کرنا کفر ہے پس تیرے واسطے یہ بہتر اور مناسب ہے کہ اس کفر سے توبہ کر اور ایسی باتوں سے اب بھی باز آ اور اگر تیری یہ خواہش ہے کہ میں تجھکو کسی امارت عطا کر دوں اور میں یہ خوب جانتا ہوں کہ یہ جو کچھ تو نے کیا ہے صرف حکومت اور فرمانروائی کے واسطے کیا ہے پس اگر تو نے میری تحریر پر عمل کیا تو بیشک جو کچھ میں نے لکھا ہے میں بھی اسکے موافق کاربند ہونگا ورنہ حرب و پیکار کیلئے مستعد ہو جاؤ اور میں جو یہاں آیا ہوں تو اسلئے نہیں آیا کہ تو میرے ہاتھ سے زندہ نکل جائے کیونکہ میرے ساتھ عزت دار بڑے بڑے سرداران عرب ہیں اور یہ مراسلہ جو میں نے لکھا ہے اسکا یہ سبب ہے کہ مجھکو تجھ سے ایک قسم کی محبت ہے والسلام جب یہ نامہ مختار کے پاس پہنچا تو اس نے اول سے آخر تک اسکو پڑھا اور پھر اپنے سرداروں سے اس بارہ میں مشورہ کیا کہ تم سب کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے سب نے کہا کہ ہم سب مصعب پر لعنت بھیجتے ہیں پس اسی وقت مصعب کے سفیر کو یہ جواب دیکر واپس روانہ کیا کہ اے ملعون لعنت خدا تجھ پر اور تیرے امام پر جس کی امامت کا تجھکو اعتقاد ہے اور تو اسی شخص زبیر کا بیٹا ہے کہ جس نے اس لعبے کے دروازے پر امیر المومنینؑ سے جنگ و جدل کی تھی اور اب تو ان کے محبوں اور شیعوں سے مقابلہ کرنے کیواسطے آیا ہے اسلئے امر قبیح کا ارتکاب تم جیسے شیاطین الانس سے کوئی محل تعجب نہیں ہے کیونکہ تم لوگوں نے دین کو دنیا کی عوض فروخت کر ڈالا ہے اور آخرت کی تم کو کچھ بھی پروا نہیں ہے اور باوصف ان شیطنتوں کے تم لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہو حشر کا روز نزدیک ہے اسدن تم لوگ خدا اور اسکے رسول کو اپنی اس ہرزہ گی کا کیا جواب دوگے کہ در اصل بموجب حکم خدا و رسولؐ امامت حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے فرزندوں کا حق ہے مگر تم نے دشمن خدا کو اپنا امام بنا رکھا ہے اور یہ امر سراسر حکم و ہدایت پیغمبرؐ کے خلاف ہے پس قیامت کے روز اپنی ان شقاوتوں کا کیا جواب دوگے لعنت خدا تجھ پر اور تیرے تابعین پر ہو والسلام۔ چنانچہ سفیر مصعب اس پیام کو لے کر مصعب کے پاس آیا اور تمام ماجرائے گذشتہ اس سے بیان کیا جب مصعب کو اس جواب سے اطلاع ہوئی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور اس نے جنگ مختار کا مصمم ارادہ کر لیا اور ادہر سے مختار نامدار بھی ۲۰ ہزار سوار جرار لے کر اپنے مقام سے روانہ ہوا اور ایک مقام پر کہ اسکو اسلو کہتے تھے خیمہ زن ہوا اور صرف ایک روز وہاں قیام کیا اور دوسرے دن وہاں سے کوچ کر کے مقام حروری میں اپنے لشکر کو اتارا۔ مختار اور محمد ابن اسعد حذیفۃ الیمانی میں باہم عرصہ سے بہت بڑی دوستی تھی اس سے مختار نے کہا کہ اے برادر مصعب ابن زبیر سے ہمکو مقابلہ کرنے میں یہانتک کوشش کرنی چاہئے کہ وہ قتل ہو جائے

پھر شام میں سوائے مروان کے ہمارا کوئی دشمن باقی نہ رہیگا سوائے اہل شام کے تمام ملک اسلام میں اسکا کوئی دوست اور ہوا خواہ نہیں ہے یہ سنکر محمد اسعد نے مختار کو جواب دیا کہ یا امیر انشاء اللہ اگر خدا کو منظور ہے تو ایسا ہی ہوگا۔ پس جب مصعب کو یہ امر ثابت ہو گیا کہ مختار ضرور مجھ سے مقابلہ کرے گا تو اس نے اپنے ایک سردار عباد حصین کو بلایا اور اس سے یہ کہا کہ تو یہ قرآن لشکرِ مختار میں لے جا اور اہل کوفہ کو جو اسکے شریک ہیں ان کو اس قرآن اور رسولؐ کا واسطہ دے کر خوف دلا اور اپنی طرف دعوت کر شاید یہ لوگ توبہ کر کے مختار سے برگشتہ ہو جائیں اور راہ راست پر آجائیں چنانچہ عباد اسی وقت قرآن کو لیکر قلب لشکر مختار میں جا کر کھڑا ہوا اور اسنے سب کوفیوں کو مخاطب کر کے یہ آواز دی کہ اے اہل کوفہ میں تم لوگوں کو اس کتاب خدا کی طرف بلاتا ہوں اور یہ ہدایت کرتا ہوں کہ خاندان زبیر کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو اور اگر زبیر کے حکم کی اطاعت نہ کروگے تو دونوں جہاں میں تباہ ہوگے یہ سنکر مختار نے آواز دی کہ اے ملعون اس زبیر زادہ پر ہمیشہ خدا کی لعنت ہو تجھکو مطلق شرم نہ آئی جو یہ کلام تیرے منہ سے نکلا کہ فرزند پیغمبر خدا کو چھوڑ دو اور شیطان کی متابعت اختیار کرو اور جبکہ زبیر منافق کا ناخلف خدا اور رسولؐ کو نہیں جانتا تو وہ بھی بندگان خدا کو کتاب خدا و سنت رسولؐ کی طرف کیا دعوت کرسکتا ہے خدا کی قسم میں نے تجھ پر بہت رحم کیا کہ تجھ کو قتل نہ کیا ورنہ میں تجھکو اسی وقت قتل کر ڈالتا جب اس ملعون نے مختار کا یہ جواب سنا تو ڈر کر اپنے لشکر میں واپس چلا گیا اور مصعب سے یہ کہا کہ میں نے ہر چند ان کو کتاب خدا اور سنت رسول کی طرف بلایا مگر انہوں نے قبول نہیں کیا بلکہ سخت جوابات دیے خلاصہ یہ کہ مصعب جب اس جواب سے آگاہ ہو کر حرب پر آمادگی ظاہر کی اور لڑائی کی تیاری میں مصروف ہوا اور اپنے لوگوں کو بہت کچھ تشفی اور تسلی دی مختار کو بھی مصعب کی اس تیاری کی اطلاع ہوئی اور اس نے اسیوقت محمد ابن اسعد کو بلا کر یہ کہا کہ اے برادر میرا ارادہ ہے کہ مصعب کو حضرت امام زین العابدینؑ کی امامت کیطرف دعوت کروں پس اگر اسنے میری اس درخواست کو قبول کیا اور ہمارے شریک ہو گیا تو ہمارے سب کام درست ہو جائینگے محمد ابن اسعد نے کہا کہ اس میں شک نہیں اگر مصعب تمہاری اس درخواست کو قبول کرلے تو ہمارے واسطے نہایت ہی مفید ہوگا مختار نے محمد ابن اسعد سے کہا کہ بھلا آزمانا تو چاہیے پس اسی وقت دوات قلم اور کاغذ طلب کر کے اس مضمون کا ایک خط مصعب کے نام بھیجا کہ جناب تم کو معلوم ہے کہ جو لوگ عقیل اور امجد ہوتے ہیں وہ سب کو عزیز ہوتے ہیں اور صاحبان فہم و فراست نصائح اور مواعظ سے جلد منتفع ہوتے ہیں اور میں یہ جانتا ہوں کہ تو خاندان نبوت اور آل رسول کا محب اور دوست ہے اور یہ بھی تجھکو بخوبی معلوم ہے کہ میں نے جو کچھ اسوقت تک کیا ہے وہ صرف بپاس خاطر اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہے اور اسوقت امام برحق حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں اگر تو میری نصیحت کو پذیرا کرنا چاہتا ہے۔ تو فوراً وہاں سے اٹھ کر میرے لشکر میں چلا آ کہ دونوں متفق ہو کر اس دین متین کو تقویت دیں اور چونکہ میں تیرے حال سے خوب واقف تھا اسلئے یہ مراسلہ تیرے پاس بھیجتا ہوں میں تجھکو یقین اور امید دلاتا ہوں کہ اگر تو ہمارے پاس لشکر مصعب سے اٹھ کر چلا آئے گا اور ہماری شرکت اختیار کرے گا تو میں بصرہ اور کرمان اور خراسان کی حکومت تیرے حوالہ کر دونگا اور اس سے عمدہ اور کوئی ذریعہ بہبودی دین و دنیا کے لئے نہیں والسلام

مختار نے یہ خط ایک نابینا کے ہاتھ میں دیکر اس کو حکم دیا کہ تو یہ خط مہلب کو پہنچا دے اور جو کچھ وہ جواب دے وہ میرے پاس لے آ۔ میں اس کے صلہ میں ہزار دینار تجھ کو عطا کرونگا۔ چنانچہ مراسلہ مذکور کو وہ نابینا لے کر مہلب کے لشکر کو روانہ ہوا اور جب اس کی فوج میں پہنچا تو تمام لشکر میں روتا پھرتا تھا غرضکہ وہ اسی صورت سے مہلب کے خیمہ کے دروازے پر پہنچا۔ مہلب کے نوکر اور ملازم جو دروازہ پر موجود تھے ان سے کہنے لگا میری ایک سرگذشت ہے جسکو میں امیر سے عرض کرنا چاہتا ہوں مہلب نے جب اس کی آواز سنی تو پہچانکر خود خیمہ سے باہر نکل آیا اور اس نابینا کو اپنے سامنے بلایا اور مختار کا خط اس سے لیکر اسکو اول سے آخر تک پڑھا اور پھر اس اندھے سے یہ کہنے لگا کہ اے اندھے تو نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا پھر مختار کا یہ جواب لکھا کہ تیرا خط موصول ہوا اور جو کچھ اسمیں لکھا تھا میں نے اطلاع پائی تو نے جو یہ لکھا ہے کہ تو ہمارے پاس چلا آ۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ بدون موجودگی امام کے تمہارے پاس چلا آؤں تاکہ وہ احکام جنگ نافذ کرے اور لڑائی کیلئے آمادہ ہو اگر کوئی امام وقت موجود ہوتا تو میں ضرور مصعب کی رفاقت ترک کر کے تمہارے پاس چلا آتا کہ اس کے علاوہ جس شخص کا میں نے نمک کھایا ہے اس کی مخالفت اور اس کے معاملات میں خیانت کسی طرح پر نہیں کر سکتا والسلام۔ جب مختار اس جواب مہلب سے مطلع ہوا تو محمد ابن اسعد نے اس سے کہا کہ یا امیر میں نے نہیں کہا تھا کہ مہلب ہرگز اطاعت نہ کریگا اس وقت مختار نے اسکو جواب دیا کہ خیر سب سے بڑی آسان بات تو یہ ہے کہ تم کو میری یاری اور مدد کرنی چاہئے اور اس صورت میں یقین ہے کہ مہلب ہمارے ہاتھ سے عنقریب قتل ہوگا۔ محمد ابن اسعد نے پھر مختار سے دریافت کیا کہ وہ کیا تدبیر ہے جس سے مہلب یا مصعب ہلاک ہوں اسوقت مختار نے محمد ابن اسعد سے کہا کہ تم ایک تھوڑی دیر کے واسطے میرے پاس بیٹھ جاؤ میں اسوقت ایک امر تم سے سخت کلامی سے پیش آؤنگا اور یہ کہوں گا کہ تم کو اسی وقت مصعب سے جنگ کیلئے جانا ضرور ہے تم اس گفتگو کو سنکر غضبناک ہو کر میرے پاس سے اٹھ جانا اور کوفہ میں فوراً چلے جانا پس جاسوس مصعب کو بھی یہ خبر ضرور پہنچائیں گے اور وہ یقیناً مہلب کو تیرے پاس بھیجے گا مگر تو اسوقت تک اسکو لیت و لعل میں رکھنا کہ ادھر سے میں بھی تیرے پاس پہنچ جاؤں اور اسکو آکر گھیر لوں چنانچہ مختار کے اس حکم کی تعمیل محمد ابن اسعد نے فوراً اسی طرح پر کی کہ جو اس کی فوج مختار کے لشکر میں شامل تھی علیحدہ کر کے نقارہ کوچ کا بجاتا ہوا کوفہ کو چلدیا لڑائی موقوف رہی مختار غضبناک ہو کر بیٹھ رہا۔ جاسوس نے مصعب کو بھی اس امر کی اطلاع دی کہ محمد ابن اسعد اس طرح ناراض ہو کر مختار کے پاس سے علیحدہ ہو گیا اور کوفہ کو چلا گیا۔ مصعب نے اسی وقت مہلب کو بلا کر اس واقعہ کی خبر دی اور یہ بھی کہا کہ آج کل مختار کا اقبال برگشتہ ہو رہا ہے سنا ہے کہ انھوں نے محمد ابن اسعد کو ناراض کر دیا اور وہ نہایت غصہ اور طیش میں آکر مختار کے لشکر سے علیحدہ ہو کر کوفہ کو چلا گیا اب تجھ کو یہ مناسب ہے اور مصلحت وقت بھی یہی ہے کہ اپنی فوج کو لیکر اس کے تعاقب میں جا اور اس کو قتل کر۔ مہلب نے مصعب کی اس گفتگو کو سنکر سر جھکا لیا اور دیر تک کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے مصعب کو یہ جواب دیا کہ اے امیر میری رائے میں تو دشمنوں کی یہ ایک چال بازی معلوم ہوتی ہے اور شاید اس کارروائی میں کوئی فریب انھوں نے کیا ہو بہتر یہ ہے کہ اس کام کے واسطے کسی دوسرے شخص کو روانہ کیا جائے

چنانچہ مصعب نے ربیعہ بن حذیفہ کو بلایا اور یہ ملعون قاطبتاً آل رسول اللہ کا دشمن تھا بہر حال مصعب اس ملعون سے کہنے لگا کہ اے برادر میں تجھ سے ایک کام لینا چاہتا ہوں اس کا سرانجام تمہارے ہاتھ میں ہے ربیعہ ملعون نے مصعب کو جواب دیا کہ میں ہر طرح آپ کا تابع فرمان ہوں جو حکم ہوگا فوراً بجالاؤنگا۔ یہ جواب سنکر مصعب نے ربیعہ سے کہا کہ تو نے بھی سنا ہوگا کہ محمد ابن اسعد اور مختار کے مابین دشمنی اور فساد ہو گیا اور اسوقت محمد اسعد اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیکر کوفہ کو واپس جاتا ہے بس تیرا یہ کام ہے کہ تو ابھی محمد ابن اسعد کے تعاقب میں یہاں سے روانہ ہو جا اور راہ میں کسی موقع پر جس طرح ممکن ہو اسکا سر کاٹ کر لے آ۔ ربیعہ نے مصعب کا یہ حکم سنکر کہا کہ میں اسی وقت یہاں سے روانہ ہوتا ہوں اور اسکا سر تمہارے پاس لاتا ہوں یہ ملعون اتنا کہکر اپنے پانچہزار سوار کی جمعیت سے محمد ابن اسعد کے تعاقب میں روانہ ہوا ادہر مختار نامدار کے جاسوس جو خاص اس کام کیواسطے مقرر تھے انھوں نے مختار کو یہ اطلاع دی کہ یا امیر لشکر مصعب نے ربیعہ بن حذیفہ پانچہزار فوج اپنے ہمراہ لیکر محمد ابن اسعد کے تعاقب میں روانہ ہوا ہے یہ خبر سنکر مختار اپنے رفقا کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ اے مومنان پاک نہاد تمکو ایسی تدبیر کوشش کرنی چاہئے کہ ان ملعونوں میں سے ایک شخص بھی زندہ بچکر نہ جانے پائے مالک ابن عمرو کو حکم دیا کہ جبتک میں واپس آؤں تو میری جگہ اس مقام پر قیام کر اور خود مختار ایکہزار سوار چیدہ و جرار کو اپنے ساتھ لیکر ربیعہ ملعون کے تعاقب میں روانہ ہوا ادہر محمد ابن اسعد کوفہ کے دروازے تک پہنچ گیا اس نے اپنے رفقا اور سرداران فوج سے ربیعہ ملعون کی آمد یہ کہدیا تھا کہ تم لوگ خاطر جمع رکھو مختار نامدار ضرور عنقریب ہماری مدد کو آئیگا۔ خلاصہ یہ کہ ربیعہ جب محمد بن اسعد کے قریب پہنچا تو اسوقت محمد ابن اسعد نے ایک سوار اس کے پاس بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ اے ربیعہ تو یہاں کس ضرورت اور غرض سے آیا ہے اور تیرے یہاں اسطرح آنے کا کیا مطلب ہے ربیعہ نے کہا کہ میں اسوقت یہاں صرف اسلئے آیا ہوں کہ تم سب کو قتل کروں اور تمہارے سر کاٹ ڈالوں۔ محمد ابن اسعد ابھی اس گفتگو میں تھے کہ دور سے مختار کے لشکر کے نشان دکھائی دئیے پس وہ سمجھ گیا کہ مختار ربیعہ کے مقابلہ کے واسطے آپہنچا یہ حال دیکھکر وہ خود بھی لوٹ پڑا اور ان ملعونوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ ہاں اے ملاعنہ تمہاری کیا مجال ہے کہ ہمارے سروں پر نظر ڈال سکو اور اس کے بعد نعرہ مار کر اپنے رفقا سے کہا کہ ان نامردوں کو ذرا اپنے تنگ آنے دو۔ رفقائے محمد بن اسعد مختار کی آمد سے نہایت خوش و خرم ہوئے اور ربیعہ کے لشکر میں بڑی گھبراہٹ اور پریشانی پھیل گئی۔ پہلے ربیعہ اور اس کے ہمراہیوں کو یہ گمان تھا کہ مصعب نے ہماری مدد کے واسطے یہ فوج بھیجی ہے اسکو خبر نہ تھی کہ یہ خود مختار آیا ہے اس عرصہ میں لڑائی شروع ہوگئی تھی اور جب ربیعہ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ مختار اپنے لشکر کے ساتھ آیا ہے تو اسکے ہوش جاتے رہے اسطرف سے محمد ابن اسعد کے ساتھیوں نے نیزے اٹھا اٹھا کر ربیعہ اور اسکے لشکر کو بیچ میں گھیر لیا اور آخر کار اسکے ساتھ جسقدر آدمی تھے وہ سب قتل ہوگئے اور ربیعہ کا سر بھی کاٹ لیا گیا جب مصعب کو یہ خبر پہنچی کہ اس چالاکی سے ربیعہ اور اسکی تمام و کمال فوج قتل کردی گئی تو زمانہ اسکی آنکھوں میں سیاہ ہوگیا اور اسکے حواس جاتے رہے اور ادہر مختار اس رات کو مع اپنی فوج و لشکر مظفر و منصور غنیمت بیشمار کے ساتھ اپنے قیام گاہ کو واپس آیا مہلب مصعب کے پاس آیا اور یہ کہنے لگا کہ یا امیر اب بجز صبر کے اور کیا ہوسکتا ہے مجھکو یہی خیال تھا۔ میں اسی وجہ سے نہیں گیا تھا۔ یہ سنکر مصعب نے کہا کہ میں اسوقت سے کوئی کام بغیر تیرے

مشورے اور صلاح کے ذکر کرونگا۔ بہرحال اس رنج و ملال اور ربیعہ کے قتل ہو جانے کے باعث مصعب نے صف آرائی نہ کی
مگر دونوں لشکروں کی طرف سے طلایہ کیلئے لوگ مقرر کر دیئے گئے اتفاق سے ان دونوں طلایوں کا مقابلہ ہو گیا
اور آخر مصعب کے طلایہ کو شکست ہوئی اور افسر کو گرفتار کرکے مختار کے پاس لے آئے۔ مختار نے اس سے پوچھا
کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا کہ مجھکو شہریار کہتے ہیں مختار نے پوچھا کہ ان کے لشکر میں تو کیونکر آیا تھا جواب دیا کہ مہلب
کی محبت اور ملاقات کے باعث ملک خارجی نہ کے ہمراہ یہاں چلا آیا تھا پھر مختار نے دریافت کیا کہ تیرا امام کون ہے اس
نے جواب دیا کہ عبداللہ ابن زبیر میرا امام ہے۔ مختار نے یہ جواب اس شخص کا سنکر اس سے کہا کہ تجھ پر اور ابن زبیر پر خدا
کی لعنت ہو پھر اپنے دل میں سوچا کہ اس کا اس جگہ قتل کرنا مناسب نہیں اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے شخص
تجھ کو آزادی دی جاتی ہے اور یہ تجھکو اختیار ہے کہ خواہ تو ہم لوگوں کی ہمراہی میں قیام کر اور یا یہاں سے کسی طرف
چلا جا تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں نہ تمہارے پاس رہونگا اور نہ لشکر مہلب میں جاؤنگا اب مجھے یہی مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ یہاں سے سیدھا کوفہ کو چلا جاؤں کیونکہ میں نے ان لوگوں کا نمک کھایا ہے اگر یہاں رہونگا تو ضرور ان سے
ہنگامہ اور مقابلہ کرنا پڑے گا اور یہ بات مناسب نہیں اب میں کوفہ کو جاتا ہوں تاکہ دونوں کی شکایت سے بری ہوں
مختار نے یہ سنکر اس سے کہا تجھکو اختیار ہے جہاں جی چاہے چلا جا بس شہریار بہت خوش ہوا اور فوراً امیر کو سلام کرکے
دروازے کے باہر آیا تھوڑی ہی دور باہر نکلا ہوگا کہ امیر مختار نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے کہتے ہیں جس شب
شہریار گرفتار ہوا تھا تو مہلب نہایت غمگین اور آزردہ تھا آخر اس نے اپنے بھائی ابو جعفر کو پانچسو سپاہیوں کے
ہمراہ طلایہ کو روانہ کیا کیونکہ اسکو مختار سے نہایت خوف تھا اور اس نے ابوجعفر کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ اے برادر
اپنی فوج کے جسقدر رستے ہیں ان سب کی کامل طور سے نگرانی کرنا ادھر اس رات میں مختار اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا
کہ اس کے گرد و پیش محمد ابن اسعد اور قدامہ وغیرہ سردار موجود تھے اور معاملات جنگ کی بابت ان سب
میں باہم مشورہ ہو رہا تھا بہرحال دوسرے روز مصعب ۲۲ ہزار فوج کی جمعیت سے طبل جنگ بجاتا ہوا میدان
کارزار میں صف آرا ہوا اور عرصۂ نبرد میں اس نے اپنا نشان کھڑا کر دیا اس طرف مختار بھی اپنی فوج کے ساتھ
اس کے مقابلہ میں استادہ ہوا اور مہلب بھی اپنی جمعیت کے ہمراہ فوج مصعب سے علیحدہ فاصلہ پر صف آرا کھڑا ہوا تھا
اور وہ لڑائی میں نہیں آتا تھا کہ اتنے میں محمد اشعث پیشدستی کرکے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دونوں فوجوں کے
درمیان آ کھڑا ہوا اور آواز بلند کہنے لگا کہ اے اہل عراق جس کا جی چاہے اسوقت میرے مقابلہ کے واسطے آئے
کہ میں لڑنے کیلئے آیا ہوں یہ آواز سنکر ایک سردار عراق سعد بن قیس ہمدانی مقابلہ کے واسطے اپنی صف سے آگے
بڑھا اور محمد اشعث کے اکیس آدمی قتل ہوئے کہتے ہیں کہ محمد ابن اشعث کا ایک غلام جو نہایت خوبصورت تھا
اور اس کے علاوہ بڑا دلیر اور مرد جنگ آزما تھا اسکو محمد اشعث نے اپنے ہتھیار اور لباس دے کر اور یہ کہکر لڑنے کے
لئے بھیجا کہ اپنا نام لے کر اہل عراق سے مقابلہ کر اسوقت مختار کی فوج نے یقین کیا کہ یہ شخص محمد اشعث ہے
اور اس پر لعنت کی بوچھار ہونے لگی۔ بہرحال غلام نے اسوقت مبارز طلبی کی اور یہ پکار کر کہا کہ کون بہادر ہے

جو میرے مقابلہ کو آئے یہ آواز سنکر ایک مرد شیعہ اس ناپاک کے مقابلے کے واسطے نکلا اس کا نام جعفر بن قیس تھا اور یہ شخص محمد اشعث کا بہت سخت دشمن تھا چنانچہ اسی وقت اس غلام کے قریب پہنچکر یہ کہا کہ اے قاتل امام حسینؑ اس وار کو تو روک اور ہشیار ہو جا اسکے بعد ان دونوں میں تلوار چلنے لگی آخر بڑی سخت لڑائی کے بعد اس غلام ملعون نے جعفر بن قیس کو شہید کر دیا سعد ابن قیس اس شہید کے بھائی نے جب دیکھا کہ جعفر بن قیس شہید ہو گیا تو میدان میں پہنچکر ایک تلوار ایسی اس ملعون کے سر پر لگائی کہ فوراً واصل جہنم ہو گیا پہلے تو لشکر عراق نے یہ سمجھا تھا کہ یہ خود ابن اشعث ملعون ہے لیکن جب سعد بن قیس میدان معرکہ سے اسکو قتل کرکے واپس آیا تو اس نے اہل لشکر کو مطلع کیا کہ یہ مقتول محمد اشعث کا غلام تھا آخر مختار کے رفقا نے ابن اشعث کو گھیر لیا اور اس پر حملہ کرنا شروع کیا ادھر مصعب نے اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور دونوں فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی یہاں تک کہ باہم مل گئیں اور بڑے زور شور سے تلوار چلی خلاصہ یہ کہ شام تک اسی طرح لڑائی ہوتی رہی۔ لیکن کسی کو فتح نصیب نہ ہوئی آخر طبل بازگشت بجایا گیا اور دونوں فوجیں علیحدہ ہو کر اپنے اپنے قیام گاہ کو چلی گئیں اور حسب معمول طلایہ کے واسطے دونوں لشکروں سے لوگ مقرر کئے گئے اسوقت مختار نے اپنے رفقا کی جانب متوجہ ہو کر یہ کہا کہ اے یارو ابن اشعث اور عمر ابن الحجاج اگر میرے ہاتھ سے قتل ہو جائیں تو پھر میرے دل میں کوئی آرزو اور تمنا نہ رہیگی۔ اب مجھ کو اتنی ہی زندگی اور درکار ہے کہ یہ دونوں ملعون مارے جائیں دوسرے روز پھر طبل جنگ دونوں لشکروں میں بجا اور دونوں لشکر بصد طمطراق میدان میں صف آرا ہوئے بعد آراستگی صفوف کے مصعب کے لشکر سے ایک سوار نکلا اور اس نے میدان میں آکر مبارزہ طلب کیا۔ چنانچہ عامر بن حسام اس طرف سے مقابلے کے واسطے گیا اور آپس میں خوب رد و بدل ہوئی آخر اس سوار نے عامر کے ایک ایسی تلوار لگائی کہ وہ مومن پاک اسی وقت داخل بہشت ہوا اس شخص کے قتل ہونے سے فوج مختار کچھ بددل ہو گئی محمد ابن اسعد نے یہ حال دیکھکر خود میدان کارزار کا ارادہ کیا اور گھوڑا بڑھا کر اس سوار کو ڈانٹا تو اس وقت اس سوار نے یہ جواب دیا کہ اسقدر تیزی اور تندی نہ کرنی چاہئے۔ جب محمد ابن سعد نے یہ کلمہ اس سوار سے سُنا تو یقین کر لیا اور معلوم ہوا کہ عمر ابن حجاج ہے اسوقت محمد اسعد نے کہا کہ آہا معلوم ہوا تو ہی ہے کہ بیہودہ بکواس کرتا ہے پس یہ کہکر اس پر حملہ کیا اور باہم تلوار چلنے لگی بڑی دیر تک اسی طرح سے شمشیر زنی ہوتی رہی۔ آخر محمد ابن اسعد نے موقع پا کر اپنی شمشیر عدو سوز اٹھائی اور یہ نعرہ مار کر یا محمدؐ و یا علیؑ مدد ایک ایسا ہاتھ اس کے سر پر لگایا کہ اس کے سینہ تک اتر آیا فوراً گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا محمد ابن اسعد نے اُسی وقت اس کا سر گھوڑے سے اتر کر کاٹ لیا اور خدا کا شکر ادا کرنے کے بعد اس کے سر ناپاک کو مختار کے پاس لے گیا اور یہ کہنے لگا کہ اے امیر مبارک ہو کہ آج میں نے عمر بن الحجاج کو قتل کیا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسا شقی میرے ہاتھ سے قتل ہوا جو امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں سے تھا۔ اس پر مختار نے بھی شکر خدا ادا کیا اور کہا کہ ابھی ایک ملعون جو قاتل جناب امام حسین علیہ السلام کا ہے اور باقی رہ گیا ہے وہ بھی اسی طرح مارا جائے تو میرے دل کو چین ہو مگر اس روز لڑائی موقوف ہو گئی اور دوسرے روز پھر صف جنگ آراستہ

ہوئی دونو فوجیں لڑائی کے واسطے برابر کھڑی ہو گئیں اور نہایت زور و شور سے تلوار چلنے لگی حتی کہ مصعب نے خود میدان میں آکر حملہ کیا اُدھر سے مختار بھی شمشیر زنی میں مصروف ہوا کہتے ہیں کہ مختار ایک نہایت بہادر آزمودہ کار جنگ آور تھا یہاں تک کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اس کو فارس الحجاز کا خطاب دیا تھا مختار نے جو بامعان نظر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مہلب ایک طرف علیحدہ کھڑا ہے مگر جنگ سے کچھ غرض نہیں اسوقت مختار سمجھ گیا کہ مہلب کسی خاص مطلب کیلئے علیحدہ کھڑا ہے اس نے اسی وقت محمد ابن اسعد کو اپنے پاس بلاکر یہ کہا کہ اے برادر دیکھ مہلب سامنے اپنی فوج لئے کھڑا ہے تو بھی اس کے مقابلہ میں اس کی برابر جاکر کھڑا ہو جس وقت وہ کسی طرف حملہ کرنے کا ارادہ کرے تو فوراً اسی وقت تو بھی اس کا مقابلہ کرنا محمد ابن اسعد نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اور مہلب کے برابر سے اپنی فوج کے جاکر ایستادہ ہو گیا مہلب نے جب یہ صورت دیکھی تو جان گیا کہ مختار میرے مافی الضمیر سے واقف ہو گیا ہے اور حضرت امیرالمومنین ؑ نے اسکی نسبت یہ بہت ہی درست ارشاد فرمایا ہے کہ مختار فارس الحجاز ہے۔ یہاں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ مختار کی طرف سے ایک سوار مسلح باسلحہ کہ جسکا نام علقمہ تھا اپنے پرے سے نکلا اور پکارا کہ اے سعید پسر عامر الصباحی صف لشکر سے باہر آ سعید اس کی آواز سنکر فوراً اس کے مقابلہ کو آیا۔ لیکن علقمہ نے اس ملعون کو بات کرنے کی بھی مہلت نہ دی اور ایک ایسی تلوار اس شقی کے سر پر لگائی کہ اسی دم فی النار ہو گیا اسکے بعد ایک اور شخص لشکر مصعب سے مقابلہ کو نکلا اس کا نام جبیر بن مارث تھا اسکو بھی علقمہ نے قتل کر ڈالا پھر تیسرا سوار علقمہ سے لڑنے کو آیا اور وہ بھی اس کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا علقمہ ان تینوں کو قتل کر کے اپنی صف لشکر میں جا کھڑا ہوا اور مہلب بدستور اپنی فوج کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور مختار جنگ و حرب میں مصروف تھا قریب تھا کہ مصعب کو شکست ہو مصعب نے اپنے غلام کو مہلب کے پاس بھیجا اور اسکو پیام دیا کہ اگر تو جنگ کی سیر کیواسطے آیا تو کیا مضائقہ ہے تماشا دیکھتا رہ مہلب نے کہلا بھیجا ابھی ذرا صبر کر کہ میرے مقابلہ کا وقت بھی آیا جاتا ہے میں آج دو کاموں سے ایک کام کروں گا مصعب نے یہ سنکر جواب دیا کہ تجھ کو اختیار ہے جو چاہے کر اور مختار اسی طرح تا نماز ظہر جدال و قتال میں مصروف تھا اسکے لشکر میں ایک سردار مالک ابن عمر تھا جو شیعوں میں معزز جانا جاتا تھا اس نے محمد اشعث کی فوج پر حملہ کیا اور اسکے نشان و علم کو سرنگوں کر دینے کا ارادہ کیا اور نہایت تیزی کے ساتھ اسکے قریب پہنچکر یہ کہا کہ النبی محمد الوصی علی اور ایک ایسی شمشیر جانستان اس کے سر پر لگائی کہ سینہ تک اتر آئی اور جان مالک دوزخ کے سپرد کی مالک ابن عمر نے کہا الحمدللہ کہ میں نے حضرت امام حسین ؑ کے قاتل کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اب حضرت امام حسین ؑ کے قاتلوں سے کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ مختار کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی اس نے شکر خدا ادا کیا اور یہ کلمہ اس کی زبان سے نکلا کہ اب جو مجھ پر گذرے کچھ خوف اور اندیشہ نہیں ہے اور کوئی ہمراہیان محمد اشعث سے میدان میں نہیں ہے سب بھاگ گئے۔ اس وقت مختار کی فوج نے لشکر شام پر سخت حملہ کیا اور ان کے قدم معرکہ سے اٹھ گئے مہلب ہر چند لوگوں کو واپس ہونے کی ترغیب دیتا تھا لیکن کوئی نہیں سنتا تھا جب مہلب نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنی فوج سے کہا کہ اب ہمارے حملہ کا موقع ہے چنانچہ اس نے مختار کی فوج پر حملہ کیا۔ جس وقت

بصرے کی فوج مغرورنے مہلب کو حملہ آور دیکھا وہ بھی لوٹ آئے تھے اور اس نے بھی مہلب کی فوج کے ساتھ ہوکر مختار پر سخت یورش کی اور دونوں فوجوں میں نہایت سخت خونریزی اور لڑائی ہونے لگی اس لڑائی میں مختار کی طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے اسوقت مختار نے اپنے رفقا اور فوج سے یہ تقریر کی کہ صرف آج کی رات تم کو اور استقلال اور صبر کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں جمار رہنا چاہیے۔ یقیناً انشاءاللہ ہماری فتح ہوگی چنانچہ مختار کی اس ترغیب و تحریص پر اسکی فوج نے ہٹ کر پھر ایک سخت حملہ مصعب کی فوج پر کیا چنانچہ اس حملہ میں اسکے بہت سے سپاہی مارے گئے یہ حال دیکھکر مصعب نے کہا کہ افسوس یہ سب جنگ وجدال ہم نے محمد اشعث کی خاطر سے کی تھی وہ مارا گیا۔ اس عرصہ میں مختار نے دوبارہ مصعب کے میمنہ پر سخت حملہ کیا اور ایسی شمشیر زنی کی کہ ان لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان سے بھاگ کر راہ فرار اختیار کی اس معرکہ میں عمر ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھی موجود تھے وہ بھی جان بحق تسلیم ہوئے۔ یہ عمر بن علی کچھ دنوں قبل اس لڑائی کے حجاز سے نکل کر کوفہ میں آئے تھے اور چونکہ حضرت محمد حنفیہ کی کوئی تحریر ان کے پاس نہ تھی لہذا مختار نے ان کے حال پر کچھ التفات نہ کی بلکہ ان کی نسبت یہ حکم دیدیا کہ یہاں سے جہاں مناسب سمجھو تم چلے جاؤ کیونکہ میری ذات سے تم کو کوئی نفع نہ پہنچیگا آخر عمر مایوس ہوکر بصرے گئے اور وہاں مصعب سے ملاقات ہوئی اس نے ایک لاکھ درہم ان کو عطا کئے آخرکار انھوں نے مصعب کی ملازمت اختیار کرلی مگر لڑائی رات کو اسی طرح جاری رہی اور اسوقت مصعب کی فوج نے بہت کوشش اور سعی کی اور مقابلہ کو دلیرانہ طور پر قائم رکھا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ مصعب نے اس معرکہ میں فتح پائی اور مختار میدان معرکہ سے شکست کھا کر چھ ہزار آدمیوں کی جمعیت سے واپس کوفہ میں داخل ہوکر ایوان دارالامارت میں محصور ہوگیا۔ اور محاصرہ ایک عرصہ تک رہا محصورین آب وغذا سے تنگ ہوگئے۔ ناچار شور و فریاد بلند کی اور ان سب نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اب سوائے اسکے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ مصعب سے امان لیکر اس کے پاس چلے جائیں جب مختار کو اس ارادہ سے اطلاع ہوئی تو اس نے لوگوں سے کہا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تم نے مصعب کے ملازمین کے اکثر عزیزوں اور اہل خاندان کو قتل وغارت کیا ہے اور ان کے مکانات تباہ و برباد کردیے ہیں پس اگر تم کو مصعب نے امان بھی دیدی تو تم کو وہ لوگ اپنے عزیزوں وغیرہ کے انتقام کی عوض میں ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے اور نہایت ذلت کے ساتھ تم کو قتل کر ڈالیں گے پس میری رائے میں تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب متفق ہوکر ایسی کوشش کریں کہ کسی طرح اس مکان محصور سے باہر نکل جائیں اور میدان میں ان دشمنوں سے مقابلہ کریں کیونکہ آبرو کے ساتھ قتل ہوجانا ذلت کے ساتھ مارے جانے سے میرے نزدیک ہزار درجے بہتر ہے ان لوگوں نے مختار کو اس بات کا یہ جواب دیا کہ ہم لوگوں کو مصعب کے مقابلہ اور مقاتلہ کی بالکل قوت نہیں رہی ہے ہم اس مکان سے ہرگز باہر نہ جائیں گے۔ کیونکہ اول تو ہم سب زخمی اور خستہ ہیں اور اس کے سوا ہماری جماعت بھی ان کے مقابلہ میں تھوڑی ہے اور وہ بہت ہیں مختار نے ہرچند ان کو فہمایش کی اور طرح طرح کی ترغیب و تحریص دلائی کہ اے بھائیو بیوفائی نہ کرو مگر انھوں نے ایک بھی نہ سنی جسطرح حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ان کوفیوں نے بیوفائی کی تھی اسی طرح مختار کو تنہا چھوڑ دیا۔ مختار تنہا تاب و مقاومت

خدا سکا اور دارالامارۃ میں بیٹھ رہا اور دارالامارۃ کے دروازے مضبوط اور مستحکم طور سے بند کرا دیے جس وقت اس حال کی خبر مصعب کو پہنچی تو وہ کوفہ میں مع اپنی فوج کے داخل ہوا اس سے پہلے محمد اشعث کی بھاگی ہوئی فوج بھی یہاں آ گئی تھی اس کے علاوہ سنان ابن انس اور عمر سعد لعین کے اعزا اور رشتہ دار اور اکثر اہل خاندان سب مصعب کے پاس حاضر ہوئے اور اس سے مختار کی شکایت کی۔ اتفاق سے اسوقت کوفہ میں ایک شخص جو سرداران و رؤسا عراق سے بہت بڑا نامی تھا موجود تھا اسکو عبداللہ ابن حاتم کہتے تھے۔ اور ابراہیم ابن مالک اشتر کا چچازاد بھائی تھا یہ شخص بڑا جنگجو اور دلیر تھا اور اس کے چار سو مردان جنگی نہایت جوانمرد رفیق تھے ان سب نے عبداللہ حاتم سے اس بات کی قسم کھائی تھی اور عہد کر لیا تھا کہ اگر تو مصعب سے میدان کارزار گرم کریگا تو ہم ہر طرح تمہارے شریک رہیں گے مصعب جب کوفہ کے دروازے پر پہنچا تو اسوقت مختار مع اپنے ہمراہیوں کے دارالامارۃ میں محصور تھا۔ لیکن عبد اللہ حاتم نے مختار کو اپنی اس رائے کی بالکل اطلاع نہ دی اور نہ کسی کو اپنی مدد کے لئے بلایا اور انہی چار سو جوانان شیر دل کے ہمراہ جنہوں نے اس سے یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک ہم لوگ زندہ ہیں میدان سے نہ بھاگیں گے معرکہ کارزار میں پہنچا اگر مختار کو اس جوانمرد کے حال کی ذرا بھی اطلاع ہوتی تو وہ اس کی مدد کو ضرور باہر نکل آتا خلاصہ یہ کہ جب مصعب کو عبداللہ کا یہ ارادہ معلوم ہوا کہ وہ حملے کے لئے آ رہا ہے تو اس نے اپنی فوج کے کچھ پیدل سپاہیوں کو مقابلہ کا حکم دیا چنانچہ عبداللہ حاتم اور سپاہیان پیدل کی مصعب سے سخت لڑائی ہوئی۔ مصعب کی سب پیدل سپاہ بھاگ گئی اس خبر سے مصعب کی فوج میں یہ غلغلہ پڑ گیا کہ خود مختار محل سے نکل کر معرکہ کارزار میں آ گیا ہے اور نہایت دلیری کے ساتھ جنگ کر رہا ہے پس اس وقت مصعب کی فوج کے ۸ ہزار آدمیوں نے عبداللہ حاتم کو بیچ میں گھیر لیا اور نہایت سخت خونریزی ہوئی ہر چند مصعب کے لوگوں نے آگے بڑھنا چاہا لیکن بڑھ نہ سکے کہتے ہیں کہ اس معرکہ میں ایک ہزار آدمی مصعب کی فوج کے مارے گئے جب مصعب کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی کل فوج کو حملہ کرنیکا حکم دیا اور عبداللہ والا اور اسکے رفقا پر چہار طرف سے پتھروں اور تیروں کا مینہ برس رہا تھا ناگاہ اس جنگ سخت اور گیرودار میں ایک تیر سہ پہلو عبداللہ کی پیشانی پر لگا اور اس کے صدمہ جانگسل سے وہ اسی وقت گھوڑے سے گر گیا اور اسکے گرنے پر تمام فوج اس پر جھک پڑی اور صدہا حربے اور پتھر اس پر پڑنے لگے آخر یہ کہ اس شقاوت اثر فوج در فوج مصعب نے عبداللہ والا قدر کو معہ رفقاء قتل کر ڈالا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور جب یہ جوانان پاکباز شہید ہو چکے تو مصعب کی فوج یہاں سے بڑھ کر آگے چلی اسوقت مختار اپنے محل امارت میں اپنے رفقا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اسکو کئی روز سے آب و دانہ میسر نہ ہوا تھا کہ مصعب نے اپنی فوج کے ساتھ اسکے مکان کو گھیر لیا مختار نے اس حال سے مطلع ہو کر اپنے رفیقوں اور حاضرین سے یہ کہا کہ یارو اب بھی میرا کہنا مانو اور ایک دفعہ باہر نکل کر اپنے نام و ننگ کی حفاظت کیواسطے دشمنوں سے مقابلہ کرو لیکن کسی نے اسکا کہنا نہ سنا اس انکار سے وہ سخت پیچ و تاب میں تھا اس کے علاوہ بھوک اور پیاس کے صدموں نے زندگی سے بیزار کر دیا تھا آخر اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ کہا کہ پروردگار اس بات کا گواہ رہنا کہ تا آل اطہار کی نصرت کے واسطے جبتک مجھ میں طاقت باقی تھی حتی الامکان کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور پھر اسنے اپنے رفقا سے خطاب کیا کہ اے

یاد رہیں عزت سے مرنے کو ذلت اور خواری کے ساتھ جینے پر فوق دیتا ہوں تم سب اب بھی میرا کہنا مانو اور متفق ہو کر دفعتہ ان کافروں پر حملہ کرو مگر افسوس مختار کے کہنے کو کسی نے نہ مانا سب نے ایسی بے مروتی اور بیوفائی ظاہر کی گویا کبھی کچھ علاقہ ہی نہ تھا آخر جب مختار کو خوب یہ امر معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کوئی شخص بھی جنگ اور حرب کے واسطے آمادہ نہیں ہوتا ہے تو مجبوراً اس نے حکم دیا کہ محل کا دروازہ کھولدیا جائے اسوقت ۷ ہزار آدمی مختار کے ساتھ تھے لیکن ان میں سے ایک نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا صرف ۲۰ آدمی جن میں عبداللہ بن حاتم اور محمد ابن اسعد وغیرہ تھے، کہ جو سردار اور امیر تھے مختار کے ساتھ مکان کے دروازے سے نکلے ان سب کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں اور زرہ اور جوشنوں کے نیچے کفنی پہنے ہوئے تھے چنانچہ ان لوگوں نے بلا خوف وخطر مصعب کی فوج پر حملہ کیا اور اسقدر دلیرانہ اور مردانہ شمشیر زنی کی کہ ہمیشہ صفحہ تاریخ روزگار پر درج ہوتی رہے گی اور ۶ ہزار کوفی جو مختار کے ملازم تھے اور جنہوں نے بیوفائی کا تہیہ کر کے مصعب سے پناہ مانگی تھی اور مصعب نے بظاہر ان کی درخواست کو قبول کر لیا تھا جب وہ دار الامارہ سے باہر نکلے تو مصعب کی فوج کے لوگوں نے ان پر بعض اپنے عزیزوں کے خون کا دعوی کیا اور کہا کہ اگر تم رحم کرنا چاہتے ہو تو ہم سب سے دستبردار ہو جاؤ ہم ہرگز تیری ملازمت اور رفاقت میں نہ رہیں گے ان لوگوں کی یہ گفتگو سنکر مصعب نے جواب دیا کہ تم کو اختیار ہے ان کے حق میں جیسا مناسب جانو ویسا عمل میں لاؤ چنانچہ اسی وقت ان چھ ہزار آدمیوں کو گھیر کر قتل کر دیا گیا ادھر مختار اسی طرح مع قلیل رفقا کے بڑی دلیری اور مردانگی سے شمشیر زنی کر رہا تھا اور دشمنوں سے حرب وضرب میں مصروف تھا یہانتک کہ اس کے جسقدر ہمراہی تھے وہ سب کے سب شہید ہو گئے اور مختار خود ازبسکہ زخمی ہو چکا تھا مصعب کے دو سپاہیوں نے کہ دونوں بھائی بھائی تھے. مختار پر حملہ کیا اور زخمہائے شدید جسم مختار پر لگا کر زمین پر گرا دیا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین واحشر مع آئمۃ الطاہرین اور اسکا سر کاٹ کر مصعب کے سامنے حاضر کیا. اس نے ایک ہزار درہم قاتلان مختار کو دیئے اور اسی وقت ایک فتحنامہ لکھکر عبداللہ بن عبدالرحمن کو مع سر مختار کے مکہ میں اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے پاس روانہ کیا. عبداللہ بن عبدالرحمن کہتا ہے کہ میں نماز عشا کے بعد مکہ معظمہ میں پہنچا. پہلے میں مسجد الحرام مکہ معظمہ کے اندر گیا کیونکہ اسوقت عبداللہ ابن زبیر وہاں نماز میں مصروف تھا. میں صبح تک وہاں ٹھہرا رہا اور علی الصباح جب عبداللہ ابن زبیر نے نماز سے فرصت پائی تو میں نے اس کے حضور میں جا کر اس کو وہ فتحنامہ دیا جسکو اس نے اول سے آخر تک پڑھا اسکے بعد میں نے اس سے کہا کہ یا امیر مختار کا سر میرے پاس ہے عبداللہ زبیر نے مجھ سے پوچھا کہ تیری غرض اس کہنے سے کیا ہے میں نے عرض کیا کہ میں انعام کا طالب ہوں تو عبداللہ نے جواب دیا کہ اس سر کو انعام میں لے جا بہر حال میں اس سر کو اسی جگہ چھوڑ کر مسجد سے باہر نکل آیا اور یہ اشعار پڑھے ؎

دل ز دنیا بر کن و اسباب آن — زانکہ او با کس وفاداری نہ کرد
کس رطب بے خار ازیں بستاں نہ چید — کس عسل بے نیش ازیں دکاں نخورد
ہر کہ بر بابے چراغے بر فروخت — چوں تمام افروخت بادش در نورد

کہتے ہیں کہ جان نکلنے کے وقت مختار کی زبان سے نہایت فصاحت کے ساتھ یہ کلمے نکلے تھے اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشہدان محمد عبدہٗ ورسولہٗ واشہدان علیاً ولیہ ووصی رسولہ۔ ایک تاریخ میں لکھا ہے کہ جب ابن حبیہ د عور مختار راہی دارالبقا ہوا تو مصعب نے اس کے محلسرا کا محاصرہ کر لیا اور جو لوگ اس مکان میں مخفی تھے ان پر کھانا پانی بند کر دیا اور ان کو بہت تنگ رکھا آخر وہ لوگ اس محل کی چھت پر چڑھ کر امان طلب کرنے لگے مصعب نے کہا کہ جبتک تم اس محل سے باہر نہ نکلو گے میں تم کو ہرگز امان نہ دونگا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تلوار کھینچکر جسقدر یہ لوگ ہیں ان سب کو قتل کر ڈالو اور خود اس مکان کے اندر داخل ہوا اکثر ان میں سے قتل کئے گئے اور کچھ لوگ بھاگ گئے اسوقت اس محل میں مختار رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیبیاں موجود تھیں انکو گرفتار کر کے مصعب کے سامنے لائے ان میں سے ایک کا نام ام الثابت تھا اور دوسری عبداللہ بن البشیر انصاری کی بیٹی تھی مصعب نے اول ام الثابت سے پوچھا کہ تو مختار کے حق میں کیا کہتی ہے اس نے کہا کہ جو کچھ تیرا قول اسکی نسبت ہے وہی میں کہتی ہوں مصعب نے اس جواب پر اسکو رہا کر دیا اور پھر دوسری بی بی سے بھی یہ سوال کیا تو اس نے کہا کہ اے ابن زبیر مختار سب لوگوں سے زیادہ پارسا اور زاہد تھا۔ اور بہت بڑا مومن دیندار اور رضا شعار تھا اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہ ضرور اہل بہشت سے ہے اور انکا حشر جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوگا یہ سنکر مصعب نے اس عورت کو قتل کرا دیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون رحمۃ اللہ علیہا مختار نے چودھویں ربیع الاول سنہ ۶۶ھ خروج کیا پندرھویں رمضان ۶۷ھ کو سرسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوا ڈیڑھ برس حکومت کی اس عرصہ میں اٹھارہ ہزار قاتل و شریک معرکہ و مقاتلہ جناب سید الشہداء علیہ السلام کو قتل کیا اور ان کے خانماں کو برباد و تباہ کیا۔

از تحقیق انیق سید محمد ابراہیم صاحب قبلہ مجتہد العصر لکھنوی دربارہ امیر مختار متضمن انجام کار

واضح ہو کہ مختار کی مدح و ذم کی روایتوں میں بہت اختلاف ہے علامہ کشی علیہ الرحمۃ نے کتاب رجال میں باسناد حضرت امام بحق ناطق جناب جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت کی ہے یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ مختار حضرت امام زین العابدین ؑ سے غلط باتیں منسوب کرتا تھا نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ مختار نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حضور میں عراق سے ایک عریضہ کیساتھ تحائف و ہدایا بھیجے تھے مگر جبوقت کہ اسکے قاصد حضرت کے دولتسرا پر حاضر ہوئے تو ان لوگوں نے اجازت حضوری طلب کی اس وقت اندر سے ایک خادم نے نکل کر حضرت کی زبانی یہ کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ میں دروغگو آدمیوں کا ہدیہ نہیں لیتا ہوں نہ ان کا خط پڑھونگا اور نیز اس کتاب میں عمر بن علی سے روایت ہے کہ مختار نے ۲۰ ہزار دینار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے تھے چنانچہ ان حضرت نے اس رقم کو قبول فرمالیا اور اس روپیہ سے عقیل ابن ابی طالب کا اور جو اور عزیزوں کے مکانات گر پڑے تھے ان کو تعمیر کرایا اور جب غلط باتیں اور کلمات باطلہ مختار نے کہنے شروع کئے اور اس کے بعد ۴۰ ہزار دینار اور بھیجے تو آنحضرت نے ان کو قبول نہ فرمایا بلکہ واپس فرما دیئے اور کتاب کافی میں حضرت امام بحق ناطق حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جسقدر اسرار مخفی اور مکنون

تھے جب اولاد کیسان میں پہنچے انھوں نے ان کو جا بجا ظاہر کر دیا اور شیخ حسن ابن سلیمان نے کتاب مختصر میں لکھا ہے کہ مختار ابن عبیدہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حضور میں ایک دفعہ ایک لاکھ درہم ارسال کئے لیکن حضرت نے ان کے لینے کو مکروہ جانا اور واپس کرنے میں ایک قسم کا خوف متصور تھا لہٰذا اس کل رقم کو آپ نے کسی مکان میں امانت رکھوا دیا اور جس زمانہ میں مختار مارا گیا اور عبدالملک کو تمام حجاز و عراق پر تسلط حاصل ہوگیا تو آنحضرت نے اس امر سے اسکو مطلع کیا۔ اس نے جواب میں لکھ بھیجا کہ آپ رقم مذکورہ کو اپنے صرف میں لائیں آپ کو گوارا اور مبارک ہو۔ راوی کہتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے مختار پر لعنت بھی کی ہے اور آپ فرماتے تھے کہ اس نے میرا اور خدا پر بہتان و افترا باندھا اور وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اور ابن ادریس نے کتاب سرائر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے فرمایا ان حضرت نے کہ جناب سید الثقلین اور حضرت امیرالمومنین اور حسنین علیہم السلام قیامت کے روز دوزخ کے کنارے تشریف لے جائیں گے تو اس وقت اس دوزخ میں سے ایک شخص تین مرتبہ فریاد کریگا کہ یا رسول اللہ میری فریاد کو پہنچو۔ حضرت کچھ جواب نہ دیں گے اور پھر تین مرتبہ ندا کرے گا کہ یا امیرالمومنین میری فریاد کو پہنچو تو حضرت امیرالمومنین بھی کچھ جواب نہ دیں گے پھر وہ تین مرتبہ یہ کہے گا کہ یا حسین میری داد دیجئے کیونکہ میں نے آپ کے دشمنوں کو قتل کیا ہے اسوقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امام حسین علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ تحقیق اسنے تجھ پر ایک حجت قائم کی ہے اس کی فریاد کو پہنچنا چاہئے۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام دفعتاً مثل عقاب کے کہ زمین کی طرف آتے وقت اپنے پروں کو سمیٹ لیتا ہے مختار کی طرف متوجہ ہونگے اور دوزخ سے نکال کر لے جائیں گے اس وقت راوی نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں یہ کون شخص ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مختار ہے میں نے عرض کیا کہ یہ حضرت باوجود اسقدر جدوجہاد کرنے کے پھر بھی مختار واصل جہنم کیوں کیا گیا تھا آپ نے فرمایا کہ اسکے دل میں دونوں کی محبت کا کسی قدر شائبہ تھا۔ میں اس جل وعلا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث برسالت کیا ہے کہ اگر جبرئیل کے دل میں بھی ان کی محبت کا شائبہ ہو تو وہ بھی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور کتاب تہذیب میں یہی عبارت مرقوم ہے کہ مختار کو دوزخ سے جلا ہوا نکالیں گے۔ پس اگر اس کے دل کو چیر کر دیکھا جائے تو اس میں ان دونوں کی محبت ضرور ہوگی۔ مولانا مجلسی علیہ الرحمتہ نے کتاب بحار الانوار میں لکھا ہے کہ حُب سے حُب حسینؑ مراد ہے اور صورت اول کو اگر سمجھا جائے تو گویا جہنم میں اس کے داخل ہونے کی یہی وجہ تھی۔ اور دوسری صورت میں اگر خیال کیا جائے تو گویا جہنم سے اس کا نکلنا اسی وجہ سے ہوا تھا اور حدیث سے سراسر دوسرا احتمال یعنی حب حسینؑ کا موجود ہونا باقی نہیں رہ سکتا ہے بعضوں کے نزدیک حب ریاست ومال مقصود ہے مگر احتمال اول زیادہ صحیح ہے اور اقرب بصواب ہے اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ مختار کی مدح وذم کے بارہ میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں اور گویا اس خبر سے جمع بین الروایات یا محاکمہ اس طور پر ہو سکتا ہے کہ اگرچہ مختار اپنے مذہب اور دین میں کامل نہ تھا اور حضرت

امام انام کی سرکار سے خون جناب امام حسین علیہ السلام کے واسطے کوئی اجازت صریح خاص نہ تھی تو چونکہ اسکے باعث سے بہت سے نیک کام ظہور پذیر ہوئے ہیں جو مومنین کی مسرت اور فرحت دلی کا باعث ہیں اس باعث سے اسکی عاقبت بخیر ہوگئی اور وہ اس آیت کے تحت میں داخل ہوگیا وآخرون اعترفوا بذنوبہم خلطوا عملاً صالحاً وآخر سیئاً عسی اللہ ان یتوب علیہم ترجمہ اور دوسرے اشخاص کہ جو اپنی خطاؤں پر معترف ہیں اور مقر ہیں۔ لیکن انھوں نے اپنے اعمال نیک کو افعال بد سے خلط ملط کر دیا ہے تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے میں مختار کے بارہ میں سکوت اختیار کرتا ہوں اگرچہ اہل الرائے اصحاب کے نزدیک وہ بندگان مقبولین میں سے ہے۔ انتہی کلام رفع الجنۃ مقامہ۔ مؤلف کہتا ہے کہ ان میں سے بعض ایسی روایات ہیں کہ ان کی راویوں پر پورا پورا اعتماد اور وثوق نہیں لہذا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اگرچہ تاویل کی گنجائش ہے مگر وثوق ایک پر بھی ان میں سے نہیں ہوسکتا رہا ان میں سے بعض روایتوں کا ضعیف الاسناد ہونا۔ سو وہ بخوبی ثابت ہے کیونکہ کلام سید ابن طاؤس وعلامہ نجاشی وکشی وغیرہم علیہ الرحمہ جیسے نہایت ہی موثق اور معتمد علیہ اصحاب کتب رجال ہیں ان سے صاف ظاہر ہے اور صاحب منتہی المقال فی احوال الرجال ہیں احمد ابن طاؤس سے نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ اس میں تو شک نہیں ہے کہ مختار کی بابت زیادہ تر رجحان مدح کی طرف پایا جاتا ہے اگرچہ اسکے راوی متہم ہوں اور اس موقع پر با وصف رواۃ غیر معتمد اور ان کے متہم ہونے کے ان پر کس طرح عمل ہوسکتا ہے۔ رہا تاویل کا بیان اس کی تفصیل کئی وجہ پر ہے اول یہ کہ مختار نے محمد ابن حنفیہ کی طرف سے لوگوں کو دعوت دین کی تھی تو ممکن ہے کہ یہ امر کسی خاص مصلحت کے باعث ہوا ہو اور باطن میں وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا معتقد ہو۔ لیکن اس وجہ سے کہ وہ جناب اس کام کے انجام کار سے واقف تھے کہ وہ مارا جائے گا اور آخر کار بنی امیہ کو امت پر غلبہ اور تسلط حاصل ہوجائیگا پس ان مصالح سے اس جناب نے مختار کے عرائض ومراسلات وہدایا کو واپس کر دیا تھا اور اس باعث مختار نے حضرت محمد حنفیہ سے رجوع کی اور انتقام خون حضرت امام حسینؑ کے واسطے اس نے درخواست کی اور بظاہر خود کو ان کا مطیع ومنقاد قرار دیا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ بغیر خاندان رسالت کے کسی بزرگ کی شرکت کے اس کا یہ ارادہ کہ حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہئے دشوار تھا۔ لیکن حضرت امام محمد زین العابدین علیہ السلام کا باطناً بھی مطیع وفرمانبردار تھا اور قصد انتقام میں بھی حضرت کی محض خوشی اور رضامندی مقصود تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جبکہ خود حضرت محمد حنفیہؓ آنحضرت کی امامت کے قائل تھے اور حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کا معتقد اور مقلد تھا تو پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کا منکر ہو اور بعض روایتوں سے جو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مختار حضرت محمد حنفیہ کی امامت کا قائل تھا ان کو ہی امام برحق اور حجت اللہ علی الارض سمجھتا تھا اور کوئی اس قسم کا عقیدۂ باطل رکھتا تھا یہ امر صرف جہل اور باطل معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں وہ محمد حنفیہ کو اپنا امام جانتا ہو اور پھر اس عقیدے سے توبہ کر لی ہو اور مذہب

حقہ اختیار کر لیا ہو چنانچہ تمثیلاً ہشامین کا معاملہ مختار کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔ ابتدا میں تو وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے قائل نہ تھے بلکہ جہم ابن صفوان کے عقیدے پر تھے مگر آخر انھوں نے مذہب حقہ اختیار کر لیا تھا اور درجات عالیہ پر فائز ہوئے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ جب مخالفین نے ہشامین اور زرارہ وغیرہ کی نسبت کہ یہ اکابر محدثین شیعہ سے ہیں نہایت ہی مکروہ اور قابل نفرت اقوال منسوب کئے۔ حالانکہ ان لوگوں نے صرف مخالفوں کی زبانی فہمائش اور ترغیب مذہب حقہ کی طرف کی تھی تو مختار کی نسبت یہ قرینہ نہایت قوی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس کی نسبت اتہام لگانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہو کیونکہ مختار نے طلب خون حضرت امام حسین علیہ السلام کے انتقام کیلئے کتنا بڑا زبردست اہم امورات کا ذمہ لیا تھا اور ان کے قاتلوں میں سے ہزارہا آدمی جو میدان کربلا میں شریک تھے اسکی شمشیر عدو سوز سے راہی دارالبوار ہوئے اور ان کے گھر اور تمام خاندانوں کو مختار نے نیست و نابود کر دیا اس صورت میں مختار کی نسبت اگر اس قسم کے سخت اتہام ان مخالفوں نے لگا دیے ہوں تو کوئی امر استبعاد نہیں اور نہ محل استعجاب ہے۔ چہ جائیکہ بعض روایات سے جو یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام نے اسکی عرائض اور خطوط واپس کر دیے تھے پس اسکی بابت یہ احتمال ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں بنی امیہ کو کامل غلبہ اور تسلط ممالک محروسہ اسلامیہ پر حاصل تھا اور ان کو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے اس ارشاد فیض بنیاد سے بخوبی اطلاع اور آگاہی تھی کہ مختار میرے فرزند حسینؑ کے ظالموں اور قاتلوں سے ایک روز انتقام لیگا۔ پس اگر امام زین العابدینؑ اسکی جانب التفات فرماتے اور اسکے تحائف و ہدایا کو قبول فرما لیتے تو اس میں شک نہیں کہ مخالفین کو آنحضرتؑ سے بدگمانی پیدا ہو جاتی اور ان کو یہ کامل یقین ہو جاتا کہ بسبب خاص ارتباط و محبت کے جو امام زین العابدینؑ کو مختار سے ہے انھوں نے ہی مختار کو قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لینے پر آمادہ فرمایا ہوگا۔ اگرچہ وہ خود حضرت مختار کی اس کارروائی کے محرک ہوئے ہوں لہذا مخالفوں کے اس توہم اور گمان کے رفع کرنے کیلئے آنحضرتؑ نے حالت تقیہ میں مختار کے تحائف اور ہدیوں کو قبول نہ فرمایا بلکہ سخت کلامی اور الفاظ سب و شتم سے یاد فرمایا ہو اور ان کے قبول کر لینے میں جائے تعجب و حیرت نہیں کیونکہ سیرت آئمہ پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اوقات بحالت شدت خوف اپنے مخصصین سے بھی بیزاری ظاہر فرماتے تھے۔ جیسا کہ ہشام علیہ الرحمۃ کا واقعہ ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ حضرت اپنے تابعین کو حکم دیتے تھے کہ بظاہر تم مخالفین کے مذہب کی تقلید اور پیروی کرو بلکہ بحکم تقیہ اگر مخالفین کی اقتدا کرو گے تو مضائقہ نہیں اندریں باب حضرت امام موسیٰ کاظم اور علی ابن یقطینؓ کا واقعہ قابل غور ہے کیونکہ آنحضرتؑ نے علی ابن یقطین کو مخالفوں کے طریقوں پر وضو کرنیکا حکم دیا تھا چنانچہ اس نے عرصہ تک اسی طرح وضو کیا اور جس وقت ہارون رشید نے اکثر شیاطین کے بہکانے سے علی ابن یقطین کے عقیدہ مذہبی کی خفیہ طور پر تحقیقات اور تفتیش کی تو اس کو اپنے گھر میں بھی ہارون رشید نے موافق مذہب مخالفین کے پایا اسوقت اس کو یہ یقین ہو گیا کہ علی ابن یقطین ہمارے مذہب میں داخل ہے اور اس طرح اسکو جب علی ابن یقطین کی حالت و اعتقادات کی جانب سے اطمینان ہو گیا تو اسوقت حضرت امام ہمام جناب موسیٰ کاظم نے جب اسکو یہ حکم دیا کہ آئندہ سے

بطریق شیعہ وضو کیا کرے اور اسی باعث احادیث میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا کہ جسکو دیکھکر ہمارے مخالفین ہمارے مذہب کے متعلق طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے ہیں اور ایک دفعہ جب زرارہ بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس اختلاف کا سبب دریافت کیا تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ ہمارے اور تمہارے واسطے بہتر ہے اور ہمارے اور تمہارے بقا یا قیام زندگی کا باعث ہے اور اگر تم سب حسب شریعت علانیہ پابندی کرنا چاہو گے تو تمہارا اور ہمارا زندہ رہنا نہایت مشکل اور دشوار ہو گا پس ان صورتوں میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جو مختار کے ہدایا و تحائف باوجودیکہ وہ آنحضرت کی خوشنودی اور رضامندی کا پابند تھا واپس کر دیے تو ان پر کوئی تعجب نہیں ہو سکتا اور جبکہ صرف ہدایا کے قبول فرمانے میں ایک قسم کا خوف آنحضرت کو ملحوظ خاطر تھا تو ہم کو ان علماء کی نسبت جن کے اس قسم کے خیالات ہیں از بس تعجب ہوتا ہے جو مختار کو آنحضرت کی طرف قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لینے کی بابت اذن صریح کے حاصل نہ ہونے کو اس کی عدم مقبولیت کا یا مردودیت کا باعث ٹھہراتے ہیں کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ حضرت اس زمانہ میں کیسی نازک حالت میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے اور اسوقت ان سے کسقدر زمانہ پھرا ہوا تھا اس صورت میں مختار کو وہ حضرت خون حضرت امام حسین علیہ السلام کے انتقام لینے کے لئے کس طرح علانیہ و صراحتاً اجازت دے سکتے تھے البتہ یہ احتمال قوی ہو سکتا ہے کہ اسکو آنحضرت نے خفیہ طور پر اجازت دیدی ہو جیسا کہ اکثر معتبر مورخوں کی تحقیق سے ظاہر ہے بلکہ بعض روایات سے ثابت بھی ہوتا ہے۔ پانچویں دلیل عدم قبولیت مختار کی یہ ہے جسکی تفصیل تاریخ روضۃ الصفا میں موجود ہے یعنی جس زمانہ میں کہ حوالی مدائن میں ملاعنہ نے حضرت امام حسینؑ کو زخمی کیا تو آپ نے قصر ابیض میں قیام فرمایا اسوقت مختار نے جو اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد اکثر اپنے چچا سعد ابن مسعود کی خدمت میں رہا کرتا تھا اس سے تحریک کی کہ میرے نزدیک قرین مصلحت ہے کہ تم حضرت امام حسن علیہ السلام کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دو مگر مختار کی صلاح پر اس کے چچا کو نہایت طیش آیا اور اس نے مختار کو یہ جواب دیا کہ لعنت ہے تجھ پر کہ تو مجھ کو یہ ترغیب دیتا ہے کہ میں فرزند رسولؐ کو دشمنوں کے حوالے کر دوں اور اس کے علاوہ جناب امیر علیہ السلام کو جب ابن ملجم نے ضربت لگائی تھی تو لوگ اسکی نسبت بھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ مختار کے اشارے اور تحریک سے اس نے یہ کام کیا تھا اور اس خوف کے باعث وہ کوفے سے بھاگ گیا تھا اور شیعہ ہر زمانے کے بعد اس پر لعنت بھیجتے تھے مگر جب مسلم ابن عقیل حضرت امیر المومنین حسین علیہ السلام کی طرف سے بیعت لینے کے واسطے کوفہ میں وارد ہوئے تو مختار نے ان کو اپنے ہی مکان میں فروکش کیا اور بخلوص دل ان کی خدمت اور خاطر داری اور مہمانداری میں مصروف رہا تاکہ وہ بدنامی اسکے سر سے ٹلجائے اور جب شیعوں کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اس سب و شتم کی بابت جو بخیال شرکت ابن ملجم کرتے تھے بہت ہی عذر و معذرت کی اور یہی اس سے کہا کہ جو کچھ ہم کو تیری نسبت بدگمانی تھی محض غلطی تھی یہ صاحب روضۃ الصفا کی تحقیق ہے اور اس امر کی بابت عالم جلیل شیخ عبدالجلیل رازی قزوینی نے اپنی کتاب نقض الفضائح میں کیا اچھا محاکمہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جو کچھ صاحب روضۃ الصفا نے

مختار کی بابت اپنی تحقیق لکھی ہے اسکو مورخین آثار نے اچھی طرح نہیں سمجھا معلوم نہیں کہ اس نے کیونکر ایسے سخت اندوہناک اور مکروہ امور کو مختار جیسے شخص کی نسبت یقین کر لیا حالانکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس کی عالم صغرسنی میں دعا فرمائی اور اس کی تعریف بھی کی ہو اور اس سے نصرت اور فتحمندی کا وعدہ بھی کیا ہو اور جس نے اس معصوم بزرگوار کے ارشاد کی پوری پوری تصدیق کر دکھلائی کہ ایک لاکھ سے زیادہ خارجی اور باغی اور قاتلان حضرت امام حسینؑ و دشمنان آل محمدؐ کو نہایت دلیری اور کوشش اور ہمت مردانہ سے تیغ بے دریغ کر دیا اور اپنا گھر ہمیشہ کے لئے جنت میں بنا لیا بلکہ مختار اور اس کے چچا کا قصہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی بابت گذرا اس کی صحیح تفصیل اس طرح پر ہے کہ جب وہ امام معصوم یعنی حضرت امام حسن علیہ السلام سعد کے پاس جو مختار کا چچا تھا اور اس سے پہلے معاویہ کی طرف سے موصل کا حاکم تھا تشریف لا کر مہمان ہوئے تو چونکہ مختار نہایت صاف عقیدہ آدمی تھا۔ لہذا بتقاضائے نور محبت اہل بیت حضرت امام حسینؑ کے بارے میں خائف و ترساں ہوا کہ خدانخواستہ میرا چچا معاویہ کی خاطر سے آنحضرت کو کوئی ایذا پہنچائے۔ پس وہ بکمال غمگین بلکہ گریاں و نالاں شریک اعور حارثی کے پاس جو شیعہ تھا آیا اور اس سے اس طرح اپنا دلی خوف ظاہر کرنے لگا کہ مجھے خوف ہے اور میں اس بات سے نہایت ڈرتا ہوں کہ میرا چچا سعد امام بزرگوار کو جو در حقیقت قبلۂ متقیان اور امام مومنان اور وارث علم انبیا و اوصیا ہیں کوئی ایذا پہنچائے اس معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہے شریک اعور رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس زمانہ میں دانشمندانہ اوصاف سے متحلی اور فرزانگی اور معاملہ فہمی اور کار شناسی میں منتخبات روزگار سے تھا اس نے مختار کو یہ جواب دیا کہ اے میرے فرزند میری رائے اس معاملہ میں یہ ہے کہ تو کسی وقت تنہا خلوت میں اپنے چچا کے پاس جا کر اس سے بنظر امتحان یہ بات کہہ کہ اگر امام حسن علیہ السلام کو میں قتل کر ڈالوں تو معاویہ کے نزدیک ہم لوگوں کی بڑی قدر و منزلت ہو جائے گی اور اس صورت میں وہ ہمارے ملک میں توسیع کر دیگا اگر تیرے چچا کے دل میں حضرت امام حسنؑ کی طرف سے اس لئے رنج ہے کہ وہ تجھ کو طرفدار علیؑ کا جانتے ہیں تو وہ اپنا ما فی الضمیر ظاہر کرے گا اور ہم پر اصلیت کھل جائے گی اور جب ہم پر اصل حقیقت اس کی نیت کی منکشف ہو جائے گی تو اسکا کچھ علاج کیا جائیگا اور آنحضرت کو کسی اور طرف لے جائیں گے۔ چنانچہ مختار اسی وقت اپنے چچا کی خدمت میں آیا اور اپنے چچا سے تنہائی میں اپنا خیال ظاہر کیا چونکہ مختار کا چچا نہایت ہی خلوص دلی سے محب و معتقد خاندان نبوت تھا۔ اس نے مختار کو وہ جواب دیا جیسا کہ صاحب روضۃ الصفا وغیرہ نے اپنی تاریخوں میں نقل کیا ہے اور اس کے جواب سے مختار کو آنحضرت کی جانب سے پورا اطمینان ہو گیا۔ بنا ؤ علیہ مختار سے کوئی برائی سرزد نہیں ہوئی اور نہ اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ انتہیٰ۔ چھٹی دلیل مختار کے عدم مقبول ہونے کی یہ قرار دیجاتی ہے کہ اس ہنگامہ آرائی سے اس کا اصل مطلب اور خاص مقصد انتقام خون حضرت امام حسینؑ نہ تھا بلکہ اس پیرایہ میں اسکو اپنے واسطے ایک جداگانہ سلطنت قائم کرنی منظور تھی اول تو یہ امر بہت سے دلائل سے قابل قبول نہیں اور بفرض محال اگر اس امر کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو مختار کی اس نیت سے اسکی فوقیت وغیرہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے

اور یہ امر اس کے مردود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ مختار نے جو یہ اصول حکومت کا قائم کرنا چاہا تھا یا اس طرح جو اس نے حکومت اور مال اور دولت کا حاصل کرنا چاہا تھا ممکن ہے کہ غیر مشروع طور پر نہ ہو کیونکہ بوجہ طلب دنیا اور خواہش مال و دولت از روئے اسلام ممنوع ہے کہ جو خلاف شریعت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور حقوق واجبہ ادا نہ کئے جائیں جیسا کہ کتاب عین الحیات میں جناب آخوند علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا ہے اور اس بات کا ثبوت نہایت دشوار ہے اسکے علاوہ ظالموں کا نیست و نابود کرنا اور ان کی ریاستوں پر قابض ہو جانا ان کے جتھوں کا توڑ دینا اور ان کے مال و اسباب کا غارت کرنا یہ سب کچھ تو یقینی امر ہے اور یہ امر بھی تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ مختار کے بارہ میں جس قدر ذم کے پہلو وارد ہوئے ہیں ان پر اعتماد اور وثوق نہیں پھر اس صورت میں اس کو برا کہنا یا برائی کے ساتھ اسکو یاد کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے اور ہمارے علمائے عالی مقام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی اس کا قائل نہیں ہوا ہے البتہ بعض نے اسکے معاملہ میں سکوت فرمایا ہے اور اکثر علماء نے اسکی تعریف میں مبالغہ کیا ہے چنانچہ مولانا احمد اردبیلی نے بھی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں لکھا ہے کہ اکثر قصہ خوانوں نے عجیب عجیب باتیں مختار اور مصعب کی نسبت بیان کی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کا قول ہرگز قابل اعتبار نہیں پس اس صورت میں اگر کوئی شخص مختار کے اصل حالات دریافت کرنا چاہے تو وہ کتب مبسوط کو ملاحظہ کرے کہ جو ہمارے ثقات اور عدول علماء نے اس باب میں تصنیف کی ہیں غرضیکہ مختار کے حسن عقیدت میں کوئی کلام نہیں اور علامہ حلی علیہ الرحمۃ نے اسکو مقبولین میں شمار کیا ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ نے ایک جماعت کو جو مختار کو برا کہتی تھی منع فرمایا اور حضرت امام جعفر صادقؑ اس پر رحمت بھیجتے تھے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی اس کے علاوہ جبکہ لاکھوں اور کروڑوں آدمی صرف اس باعث سے کہ ایام محرم الحرام میں حضرت امام حسینؑ کی تکالیف و مصائب پر گریہ وزاری کرتے ہیں یا آنکہ صرف ان کے دلوں میں یہ آرزو و تمنا باقی ہے کہ اگر ہم اسوقت موجود ہوتے تو آنحضرت پر اپنی جان فدا کر دیتے صرف اسقدر متمنی ہونے پر مستحق جنت کے ہو جائیں اور مژدہ یاب دخول بہشت ہوں اور وہ مختار کہ جس نے مثل عمر سعد اور شمر ذی الجوشن اور خولی اصبحی اور قیس ابن اشعث وغیرہ اشقیائے اور قاتلان حضرت امام حسینؑ کو تہ تیغ بیدریغ کیا داخل فردوس نہ ہو۔ تواریخ معتبرہ میں لکھا ہے کہ ایکروز ایک بادشاہ عمر ابن لیث تمام اپنے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا اور اسنے اس روز یہ ایک قاعدہ مقرر کر دیا تھا کہ پورے ایک ہزار جوان چیدہ جس افسر کی فوج میں ہونگے اسکو ایک گرز سونے کا عنایت کرونگا۔ جب وہ جائزہ فوج سے فارغ ہوا تو حساب کرنے سے اسکو معلوم ہوا کہ اس نے اس جائزہ میں ایک سو بیس طلائی گرز سرداروں کو عطا کئے ہیں پس جو وقت کہ اس نے ایک سو بیس گرز کا لفظ کہ جس سے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی کا اندازہ اس کی فوج میں ہوتا تھا سنا تو وہ گھوڑے سے کود پڑا اور اسی وقت سجدہ میں جا کر اپنے منہ پر خاک ملنے لگا اور زار زار روتا تھا الغرض بڑی دیر تک وہ اسی طرح گریہ وزاری میں مصروف رہا آخر بے ہوش ہو گیا اور جب تھوڑی دیر کے بعد اسکو ہوش آیا تو حاضرین میں سے کسی کو اسقدر قوت اور مجال نہ تھی کہ اس سے اس گریہ وزاری اور نالہ

اور بے قراری کا سبب دریافت کرے مگر ان لوگوں میں ان کا ایک مصاحب تھا جو بہت منہ چڑھا اور گستاخ تھا اسکے سامنے گیا اور عرض کرنے لگا کہ ایجان پناہ جس شخص کے پاس ایسا عظیم الشان لشکر اور ایسا جاہ وحشم موجود ہو تو وہ دنیا کے بڑے بڑے معاملات اور مہمات سرانجام دیسکتا ہے اور اسکو لازم ہے کہ ہر وقت اپنی خندان پیشانی رکھے نیز اوروں کو ہنساتا رہے نہ یہ کہ خود روتا رہے اور اوروں کو رولائے یہ موقع زاری اور بے قراری کا نہ تھا بلکہ خوشی اور مبارکبادی کا دن ہے اس رونے پیٹنے کا کیا سبب ہے عمر نے کہا جب میں نے یہ سنا کہ میرے لشکر کی تعداد ایک لاکھ میں ہزار ہے تو میری آنکھوں میں کربلا کا معرکہ پھر گیا اور یہ حسرت پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی اس روز اس لشکر کے ساتھ صحرائے کربلا میں ہوتا تو اس لشکر کی بدولت ان کفار کا بیجا تاک گی راہ نکال ڈالتا یا اپنی جان ان پر قربان کر دیتا کہتے ہیں کہ جب عمر لیث نے انتقال کیا تو لوگوں نے اس کو خواب میں اس حیثیت سے دیکھا کہ اسکے سر پہ تاج ہے اور نہایت فاخرہ لباس پہنے اور پٹکا مرصع بجواہر کمر پر باندھے ہوئے اور حور العین اس کے آگے اور پیچھے اور غلام و اطفال عمدہ اس کے دائیں بائیں خدمت کے لئے موجود ہیں کسی نے سوال کیا کہ یا امیر آپ کو مرنے کے بعد کیا معاملہ پیش آیا جواب دیا کہ میرے پروردگار نے میرے دشمنوں کو مجھ سے رضامند فرمایا اور میرے تمام گناہان صغیرہ کو بخشدیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ میں نے جو ایک روز اپنے لشکر کا جائزہ لے کر یہ حسرت اور تمنا ظاہر کی تھی کہ اگر میں جناب سید الشہداء کے ہمراہ ہوتا تو ان کے دشمنوں سے لڑ کر اپنی جان کو ان پر قربان کر دیتا جبکہ صرف نیت خالص کرنے کی وجہ سے عمر لیث کی مغفرت ہو گئی تو غالباً مختار اور اسکے ہمراہیوں کی نجات بالفعل ہو گی اور ان کو درجات عالیات ملیں گے اور جعفر ابن نما رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جس وقت میں اپنی کتاب مقتل مثیر الاحزان و منیر سبل الاشجان کی تصنیف سے فارغ ہوا جسمیں اخبار و آثار کی تنقیح اور تشریح مثل جواہر گرانبہا سے بھی زیادہ خوشنما معلوم ہوتی ہے تو اس وقت میرے احباب نے بھی یہ استدعا کی کہ اس کتاب اخبار میں علی تاریخ واقعات عمر کیا رانی مختار نامدار اضافہ کر دو۔ مگر میں اس معاملہ میں کبھی تو اپنا قدم آگے بڑھاتا تھا اور کبھی اس خیال کے پورا کرنے سے باز رہنا مناسب سمجھتا تھا اور اپنے احباب سے یہ کہتا تھا کہ ان حالات کے اندر آج سے مجھ کو معاف رکھیں اور اس کے حالات کے انکشاف و اظہار اسرار سے مجھ کو معذور سمجھیں مگر انھوں نے جب بہت اصرار کیا تو میں نے بھی اپنے اس انکار سے کنارہ کیا اور انکے حکم کی تعمیل پر آمادہ ہو گیا اور جو کچھ میرے دل میں تھا اس کو میں نے اظہار کرنا شروع کیا اور مختار کے حالات اور اس کے اوضاع و اطوار واذکار و تفصیل کو میں نے اپنا مونس غمگسار بنایا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ مختار ایک ایسا شخص تھا کہ جس کی ہمت مردانہ اور خدمات فدویانہ کے باعث حضرت رسول خدا کی آتش غیظ و غضب اور رنج و غم جو شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام سے از حد برافروختہ ہو گئی تھی سرد ہو گئی اور حضرت امام زین العابدین کی آنکھوں کو اس وفادار جاں نثار خادم آل اطہار کے ہاتھ سے خنکی اور ٹھنڈک پہنچی اس زمانے کے لوگ اس کی زیارت سے محروم رہتے تھے اور اس کے مدائح و فضائل بیان کرنے میں ہمیشہ تامل کرتے تھے اور اسکی نسبت یہ کہتے تھے کہ یا امت حضرت

محمد حنفیہ کا معتقد ہے اور اس وجہ سے اسکے مزار کی زیارت انھوں نے ترک کردی تھی بلکہ اس سے دور رہنا قرب الٰہی کا باعث جانتے تھے او صفیکہ اس کی قبر کوفہ میں جامع مسجد کے قریب واقع ہے اور جو شخص دروازہ مسلم ابن عقیل سے باہر نکلتا ہے اسکے روضہ کا قبہ ستارہ کی طرح چمکتا ہوا نظر آتا ہے لیکن لوگ علم و یقین سے تجاوز کرکے تقلید میں پھنس گئے اور جو کچھ اس نے عمدہ خدمات کی تھیں ان کو بھلا دیا کیونکہ راہ خدا میں جو کچھ کوشش اور جہاد مردانگی کا حق تھا وہ اس نے ادا کردیا تھا اور حضرت امام ہمام جناب سید سجاد کی مرضی کے موافق اس نے سب کاروبار انجام دیئے تاہم لوگوں نے اسکے مناقب اور فضائل کو بیان کرنا ترک کردیا جس سے سراسر بہتری اور دارین کی بھلائی منصور تھی خلاصہ یہ کہ مختار طلب انتقام خون حضرت امام حسین علیہ السلام میں اس قدر متوجہ اور مصروف تھا کہ اس نے ان ملاعنہ اور ظالموں کو بڑی کوشش اور تلاش سے نیست و نابود کردیا تھا اور ان فاسقوں کا شیشۂ زندگانی جو شراب غفلت سے سرشار تھا سنگ انتقام سے ٹکرا کر چور کردیا تھا اور وہ آخر اس درجہ اور مرتبہ پر فائز ہوا کہ نہ کوئی اہل عرب و عجم سے اس مرتبہ کو پہنچا اور ابراہیم ابن مالک اشتر اس کے افعال کا شریک و شاہد حال رہا اور ابراہیم وہ شخص تھا کہ جس کے مذہب و ملت اور اعتقاد اور یقین میں کسی قسم کا فتور و نقص نہ تھا اور حال مختار اور ابراہیم کا یکساں ہے اور اسی رسالہ کے آخر میں علامہ عبد الجلیل فرماتے ہیں کہ اکثر علما نے حالات مختار متعلقہ مختار کو امعان نظر سے غور فرما کر ملاحظہ نہیں فرمایا اور نہ اخذ اصل واقعات کی طرف توجہ کی بلکہ ایسے خواب غفلت میں رہے کہ کسی نے چشم بصیرت کھولکر بالکل نہ دیکھا اگر احادیث و اخبار متعلقہ مدح مختار کو تامل و تفکر سے دیکھا جائے تو یقین کامل اور اطمینان واثق ہو جاتا ہے کہ مختار مجاہدین سابقین سے تھا جن کی تعریف اور توصیف خداوند کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہے اسکے علاوہ حضرت امام زین العابدینؑ کی دعائے مبارک اس کے حق میں اس بات کی دلیل واضح اور حجت قاطع ہے کہ مختار نامدار اصحاب مقبول اور نیکو کاروں میں سے تھا یقیناً اگر وہ راہ راست اور طریقۂ مرضیہ پر نہ ہوتا تو امام ہمام اس کو فاسد الاعتقاد جانتے اور ایسی دعا کرتے جو اس کے حق میں مستجاب نہ ہوتی اور نہ کوئی ایسی بات اپنی زبان مبارک سے فرماتے جو اس کی شان و منصب کے لائق ہو ورنہ آنجناب کی دعا عبث اور لغو ٹھہرتی ہے حالانکہ امام کی شان ایسے امور سے مبرا و ارفع ہے اور ہم نے اس رسالہ میں مختار کے حق میں جو آئمہ ابرار نے تعریف و توصیف فرمائی ہے اور مذمت سے ممانعت کی ہے۔ تفصیل وار لکھ دیا ہے درحقیقت سوائے اس کے اور کچھ بات نہیں ہے کہ مختار کے دشمنوں نے افواہ غلط اور طعن ہائے معاندانہ عام میں شائع کردیئے ہیں تاکہ وہ مومنین کی نظر سے گر جائے جیسا کہ امیر المومنین کی نسبت ان کے دشمنوں نے صدہا قسم کی برائیاں مشہور کی ہیں کہ جنکے مشہور ہونے سے ایک بہت بڑا حصہ امت رسول اللہؐ کا آنحضرت کی محبت اور اطاعت میں ثابت اور راسخ العقیدہ ہے ان کے سطح قلوب پر ایسے توہمات اور شکوک نے مطلق اثر نہیں کیا بلکہ آنحضرت کے جسقدر فضائل و مناقب مخفی اور پوشیدہ تھے ان پر بخوبی ظاہر ہو گئے اور اسی طرح انکے دل پر مختار کی عظمت کے آثار بھی منکشف ہو گئے انتہیٰ کلامہ اور جب یہ بات واضح ہو چکی تو اب مختار کے مذہب کا

ذکر کیا جاتا ہے جس کی نسبت علماء اخبار نے چند روایات لکھی ہیں ازانجملہ وہ روایت ہے جو تفسیر حضرت امام حسن عسکری میں حضرت امیر المومنین سے منقول ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے قوم بنی اسرائیل میں سے احکام شریعت کی پیروی کی تو انھوں نے نجات دارین پائی اور جنھوں نے ان لوگوں میں سے احکام الٰہی سے سرتابی کی تو ان پر عذاب خدا نازل ہوا یہی تمہارا حال ہے لوگوں نے کہا یا امیر المومنین ہم لوگوں میں کون کون گناہگار ہے حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ ہم اہل بیت کی تعظیم اور ہمارے حقوق کی رعایت کے واسطے مامور ہوئے ہیں اور وہ ہماری مخالفت اور استخفاف اور ہتک کرتے ہیں اور اولاد رسول کو قتل کریں گے وہ ہیں پھر ان میں سے بعض نے التماس کیا کہ یا حضرت ایسا ضرور ہوگا آپ نے فرمایا بے شک یہ خبر صحیح ہے اور یہی وشدنی ہے عنقریب یہ میرے دونوں نور دیدہ اور نورالعین حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ شہید کئے جائیں گے اور حق تعالیٰ ظالموں سے بسبب ان کے ظلم وجور وفسق وفجور کہ جو ان سے سرزد ہوئے ہیں تلوار سے انتقام لے گا۔ پس وہ اپنے اعمال کی سزا پائیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل پر عذاب نازل کیا تھا پھر لوگوں نے آنحضرت سے پوچھا کہ وہ شخص کون ہوگا تو آنحضرت نے فرمایا کہ ایک لڑکا قوم ثقیف سے ہوگا اور اس کا نام مختار بن ابو عبیدہ ہوگا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیر کے اس ارشاد کے تھوڑے دنوں کے بعد مختار پیدا ہوا کہتے ہیں کہ اس حدیث کو علی بن الحسین کی زبانی لوگوں نے حجاج تک پہنچایا یہ سنکر اس نے کہا کہ یہ قول حضرت رسول خدا کا نہیں ہے بلکہ حضرت علی بن ابی طالب کا ہے اور اس بات میں مجھ کو شبہ ہے کہ آیا انھوں نے حضرت رسول خدا سے یہ روایت بیان کی ہے یا نہیں اور علی ابن الحسین تو ابھی بچے ہیں اور بے معنی باتیں کرتے ہیں اور ان کے تابعین ان کی باتوں پر فریب کھاتے ہیں مختار کو ذرا میرے پاس لاؤ چنانچہ مختار کو پیش کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ نطع بچھایا جائے اور اس پر مختار کو بٹھا کر اس کی گردن ماری جائے چنانچہ نطع لایا گیا اور مختار کو اس پر بٹھایا گیا اور غلام آتے جاتے تھے مگر کوئی شخص تلوار نہیں لاتا تھا آخر حجاج نے پوچھا کہ شمشیر کے لانے میں اس قدر دیر کیوں لگا رکھی ہے تو غلاموں نے اس سے عرض کیا کہ اس مکان کی کنجی نہیں ملتی ہے۔ جہاں تلواریں رکھی ہوئی ہیں یہ سنکر مختار نے کہا کہ تو مجھ کو ہرگز قتل نہیں کر سکتا ہے اور حضرت رسول خدا نے کبھی غلط نہیں ارشاد فرمایا ہے اگر تو مجھ کو قتل کریگا تو حق تعالیٰ مجھ کو زندہ کر دے گا جب تک تین لاکھ تراسی ہزار آدمی تمہارے گروہ کے میرے ہاتھ سے قتل نہ ہو جائیں گے میں کبھی قتل نہ ہوں گا اس وقت حجاج نے اپنے کسی مصاحب کو حکم دیا کہ تو اپنی تلوار جلاد کو دیدے چنانچہ جلاد شمشیر لے کر مختار کے قتل کرنے کو چلا اور حجاج اسکے قتل کرنے کی بابت تعجیل کر رہا تھا اور ترغیب دے رہا تھا کہ اس عرصہ میں جلاد کا پاؤں پھسل گیا اور اسکی تلوار اسکے شکم میں گھس گئی جس سے اسکا شکم پارہ پارہ ہو گیا۔ آخر دوسرا جلاد بلایا گیا اور اسکو مختار کے قتل کے واسطے تلوار دی گئی کہ ایک بچھو نے اسکے ڈنک مارا اور وہ زمین پر گر کر مر گیا جب لوگوں نے اس بات کی تحقیق کی تو اس کے پاس سے ایک بچھو کو جاتے ہوئے دیکھا جسکو انھوں نے اسی وقت مار ڈالا تھا۔ مختار نے پھر چلا کر

یہ کہا کہ اے حجاج کیا میں یہ نہیں کہہ چکا ہوں کہ تو مجھ کو ہرگز قتل نہیں کر سکتا واسطے ہو تجھ پر تو کچھ تجھ سے ہو سکے وہ کرلے کیا تجھ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نزار بن غدان نے شاپور ذوالاکتاف سے اسوقت کیا بات کہی تھی جبکہ وہ عربوں کو قتل کر رہا تھا یعنی ایک دفعہ شاپور نے حکم دیا تھا کہ تمام عربوں کو قتل کر دیا جائے چنانچہ یک لخت عرب کے لوگ قتل ہونے لگے اسوقت نزار نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تو مجھکو ایک تھیلی میں رکھکر یہاں سے لے چل۔ اور راہ میں کسی موقع پر چھوڑ دے چنانچہ نزار کے بیٹے نے باپ کے حکم کی تعمیل کی یعنی ایک راستہ پر اس کو لے جا کر چھوڑ دیا کہ اتنے میں اسطرف سے شاپور کا گذر ہوا تو اس نے نزار سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں ایک عرب ہوں اور یہ تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان اعراب بے گناہوں کو تو کیونکر قتل کر سکتا ہے کیونکہ ان میں سے جسقدر گنہگار تھے تو ان کو تو پہلے ہی قتل کر چکا ہے۔ شاپور نے اس وقت کہا کہ میں نے ایک کتاب میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ عربوں میں ایک شخص محمد نام پیدا ہوگا اور وہ پیغمبری کا دعوی کرے گا اور اس کے ہاتھ سے سلطنت عجم تباہ ہوگی پس اس واسطے میں ان کو قتل کرتا ہوں کہ اسکا ظہور نہ ہو اس پر نزار نے شاپور کو یہ جواب دیا کہ اگر یہ خبر کاذبوں کی کتاب میں مندرج ہے تو ناحق ان گناہوں کو قتل کرتا ہے اور اگر صدیقوں کی کتاب میں اس امر کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظہور کنندہ کا خود محافظ ہے تو ہرگز اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ خداوند کریم کا حکم ضرور نافذ اور جاری ہوگا اگرچہ ایک شخص بھی نسل عرب میں باقی اور زندہ موجود نہ رہے۔ نزار کی یہ تقریر سنکر شاپور نے کہا کہ اے نزار تو سچ کہتا ہے اور اسی وقت سے عربوں کے قتل کرنے سے باز رہا اور نزار کے معنی لاغر کے ہیں۔ اور یہی وجہ تسمیہ نزار کی ہے پس مختار نے کہا کہ اے حجاج تقدیر الٰہی اب اس کی مقتضی ہے کہ میں تین لاکھ اسی ہزار آدمی تم میں سے قتل کر دوں پس تو مجھکو قتل کر یا نہ کر کیونکہ حق تعالیٰ یا تو تجھکو میرے قتل سے باز رکھے گا یا مجھکو پھر زندہ کریگا اسواسطے کہ جو کچھ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ بیشک صحیح ہے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں یہ سنکر حجاج نے پھر جلاد کو اسکے قتل کا حکم دیا اور کہا کہ اسکو ابھی قتل کر ڈال مختار نے حجاج سے پھر کہا کہ یہ جلاد مجھکو قتل نہیں کر سکتا میں یہ کہتا ہوں کہ تو خود آکر میرے سر پر تلوار لگا۔ خداوند کریم اسوقت تجھ پر ایک سانپ کو مسلط کر دیگا۔ جیسا کہ جلاد پر عقرب کو مسلط کیا تھا خلاصہ یہ کہ بموجب حکم حجاج کے جلاد مختار کے قتل کرنے کو آگے بڑھنے نہ پایا تھا کہ اتنے میں عبدالملک بن مروان کا ایک خاص مصاحب آیا اور اسنے چلا کر کہا کہ اے جلاد اپنا ہاتھ ابھی نہ چلانا مختار کو ابھی قتل نہ کرنا اور فوراً عبدالملک کا ایک حکم نامہ حجاج کو دیا۔ جس کا یہ مضمون تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد اے حجاج ابن یوسف اسوقت ایک کبوتر نامہ بر ہمارے پاس پہنچا اس سے معلوم ہوا کہ تیرا مختار کے قتل کرنے کا ارادہ ہے صرف اس خیال پر کہ وہ جناب رسالتمآب سے یہ روایت کرتا ہے کہ مختار تمام بنی امیہ کو قتل کریگا اور ان کے گھروں کو برباد کرے گا جس وقت کہ یہ نامہ تیرے پاس پہنچے فوراً اسکو رہا کر دے اور اس کے حال سے معترض نہ ہونا بلکہ اس کے ساتھ نیکی کرنا کیونکہ وہ ولید کی دائی کا شوہر ہے اور ابن ولید نے اسکی بابت مجھ سے سفارش کی ہے اور جو کچھ وہ بیان کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہے

اگر خبر غلط ہے تو ایک جھوٹی خبر بیان کرنے پر کسی مسلمان کی خونریزی ہرگز روا نہیں ہے اور اگر حق ہے تو اس صورت میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو تکذیب نہیں کر سکتا ناچار اس ملعون نے اس حکم کے پہنچنے پر مختار کو رہا کر دیا مگر جب وہ رہا ہو گیا تو اس نے پھر لوگوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ فلاں زمانہ میں خروج کروں گا ایسی ایسی باتیں مجھ سے ہوں گی اور بنی امیہ کے اسقدر آدمیوں کو قتل کروں گا پھر کسی نے یہ خبر حجاج کو پہنچائی تو اس نے دوبارہ مختار کے قتل کا حکم دیدیا مختار نے اس وقت حجاج سے کہا کہ تو میرے قتل پر قادر نہیں ہے اور تو کسی طرح تقدیر الٰہی کو نہیں مٹا سکتا یہاں ابھی مختار اور حجاج میں یہ تقریر ہو رہی تھی کہ پھر عبد الملک کا ایک حکم نامہ کبوتر نامہ بر کی معرفت آیا اس میں پھر بھی لکھا تھا کہ اے حجاج ابن یوسف مختار سے تجھ کو کوئی تعرض نہ کرنا چاہئے کیونکہ پسر ولید کی دائی کا شوہر ہے اور جو روایت کہ وہ بیان کرتا ہے اگر صحیح ہے تو اسکو تو کس طرح قتل کر سکتا ہے جس طرح کہ حضرت دانیال بخت نصر کو قتل نہ کر سکے حالانکہ خدائے کریم کی مشیت کاملہ اس امر کی مقتضی ہوئی تھی کہ وہ یعنی بخت نصر بنی اسرائیل کو تباہ و برباد اور قتل و غارت کرے حجاج نے اس حکمنامہ عبد الملک کو دیکھکر پھر مختار کو رہا کر دیا لیکن اسے منع کیا کہ اس قسم کے کلمات اپنی زبان سے نہ نکالے مگر مختار نے پھر وہی کلمات اور باتیں کرنی شروع کیں آخر تیسری دفعہ مختار کو پھر حجاج کے پاس لے گئے اس نے تیسری دفعہ بھی مختار کے قتل کا حکم دیدیا مگر جسوقت اس کے قتل کا ارادہ کیا تو اسی وقت مثل سابق کے ایک مراسلہ عبد الملک حجاج کے نام اس مضمون کا آیا جسکا ماحصل یہ تھا کہ مختار کو ہرگز قتل نہ کرنا آخر حجاج نے مختار کو محبوس کر دیا اور عبد الملک کو یہ جواب لکھا کہ جو شخص ہماری دشمنی کا علانیہ اظہار کرتا ہے اور یہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ میں اتنے ہزار مددگار بنی امیہ کو قتل کروں گا تو اس شخص کو میں کس لئے قتل نہ کروں اس کا جواب عبد الملک نے حجاج کو یہ بھیجا کہ تو بھی ایک عجیب احمق اور جاہل آدمی ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اگر غلط ہے تو ہم اس صورت میں ایک ایسے شخص کے حقوق پر کس لئے خیال اور لحاظ نہ کریں جس نے ہماری خدمت کی ہے اور صرف ایک مہمل خبر کہنے پر اس کو کیونکر قتل کر ڈالیں اور اگر اس کی یہ باتیں سب صحیح ہیں تو ہم کو یہ ضرور ہے کہ اس کی پرورش کریں تاکہ وہ ہم پر اس طرح آخر میں مسلط ہو جس طرح فرعون پر حضرت موسیٰ مسلط ہوئے تھے خلاصہ یہ کہ حجاج نے مختار کو مطلق العنان کر دیا۔ اور آخر مختار کا معاملہ جو کچھ گذرنے والا تھا وہ گذر گیا اور ان سے جو قتل ہونے والا تھا اس کو قتل کر دیا ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت امیرؑ نے مختار کے حال سے تو مطلع فرمایا تھا مگر آپ نے کوئی وقت معین نہیں فرمایا تو یہ سنکر آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ آیا تم کو اس سے مفصل مطلع کروں۔ لوگوں نے کہا ارشاد ہو۔ فرمایا آج سے تین برس کے بعد فلاں روز عبید اللہ ابن زیاد کا سر اور شمر ذی الجوشن کا سر فلاں روز آئیگا اور ہم اس روز چاشت کا کھانا کھاتے ہونگے اور اس وقت وہ سر ہمارے سامنے رکھے جائیں گے اور ہم ان کو دیکھیں گے جب مختار کے خروج کا دن جو امام نے فرمایا تھا آیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم اسوقت کھانا کھاؤ بلکہ خوش ہو کہ تمہارے دشمن بنی امیہ اسوقت قتل ہو رہے ہیں اصحاب نے اس وقت

دریافت کیا کہ حضرت کہاں پر قتل ہورہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ فلاں مقام پر مختار انھیں قتل کررہا ہے اور عنقریب دو سر فلاں روز ہمارے پاس پہنچیں گے چنانچہ روز موعود پر جبکہ وہ حضرت تعقیبات صلوٰۃ سے فارغ ہوکر کھانا نوش فرمانے کیلئے مع اپنے اصحاب کے تشریف فرما ہوئے تو وہ دو سر حضرت کے سامنے لائے گئے. حضرت امام علیہ السلام اسی وقت سجدے میں گئے اور یہ فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھکو موت نہ دی جب تک کہ میں نے ان سروں کو نہ دیکھ لیا اور دیر تک آپ ان سروں کو ملاحظہ فرماتے رہے اور چونکہ یہ آنحضرت کا معمول تھا کہ بعد کھانے کے خدام حلوا حاضر کیا کرتے تھے تو اس روز اسوجہ سے کہ ان سروں کو دیکھنے میں مصروف تھے حلوا نہ لاسکے اسوقت حاضرین نے یہ عرض کیا کہ یا حضرت آج حلوا دسترخوان پر نہیں آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان سروں کے دیکھنے سے زیادہ اور کونسا حلوا شیریں ہوگا اور اس کے بعد حضرت امیرؑ کا قول بیان کیا اور یہ فرمایا کہ کفار و فساق کے واسطے جو عذاب موجود ہے وہ اس سے زیادہ ہے اور کتاب رجال کشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مختار کو دشنام نہ دو کیونکہ اس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہے اور اس نے ہمارا انتقام اور بدلا لیا ہے اور بیوہ عورتوں کا اس نے نکاح کرادیا ہے اور حالت عسرت اور تنگدستی میں ہم لوگوں میں اس نے مال و دولت تقسیم کی ہے اور اسی کتاب میں عبداللہ بن شریک سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ایک دفعہ عید الضحیٰ کے روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہوا تھا اس وقت آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور حجام کو آپ نے طلب فرمایا تھا میں ان حضرت کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اسی اثناء میں کوفہ سے ایک مرد پیر حاضر ہوا اور اس نے چاہا کہ آنحضرت کو بوسہ دے حضرت نے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تو کون ہے اس نے عرض کیا کہ میں ابو محمد حکم مختار کا بیٹا ہوں اور اسوقت وہ اُن حضرت سے کسی قدر فاصلہ پر کھڑا ہوا تھا حضرت نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ اس کو اپنی بغل میں بٹھالیں انجام کار جب وہ بیٹھ گیا تو اس نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ اصلحک اللہ تعالیٰ لوگ میرے باپ کے حق میں مختلف قسم کے کلمات کہتے ہیں مگر خدا کی قسم جو کچھ آپ ارشاد فرمائیں گے وہ بجا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ لوگ اس کے حق میں کیا کیا کہتے ہیں اس نے التماس کیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مختار دروغگو تھا اب جو کچھ حضرت ارشاد فرمائیں گے میں اسی کو تسلیم کروں گا حضرت نے فرمایا سبحان اللہ خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ وہ اکثر شب کو حضرت فاطمہؑ دختر حضرت علیؑ کے حضور میں حاضر ہوتا تھا اور ان سے باتیں کرتا تھا اور ان کے واسطے بچھونا بچھاتا تھا اور ان سے احادیث اخذ کرتا تھا اور پھر مکرر آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا تیرے باپ پر رحم کرے کہ جس کسی پر ہمارا حق تھا اس سے اس نے طلب کیا اور ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا عوض لیا اور کتاب مذکور میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کسی زن ہاشمیہ نے اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کی اور نہ خضاب کیا جبتک کہ مختار نے قاتلان حضرت امام حسینؑ کے سر ہمارے پاس نہ بھیجے

مورخین کی رائے میں اس لقب سے ملقب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ کیسان اس کے لشکر کا سپہ سالار تھا جس کی کنیت ابوعمرہ تھی اس کا لقب کیسان تھا اور مختار بھی اسی لقب سے مشہور تھا اور بعض کا قول ہے کہ اس نے اپنا لقب کیسان حضرت علی ابن ابیطالبؑ کے ایک غلام کیسان کے نام پر رکھا تھا ایک گروہ کہتا ہے کہ چونکہ حضرت امیرالمومنینؑ نے اسکو کیس کا لقب عطا فرمایا تھا اس باعث اسکو لوگ کیسان کہنے لگے تھے اور ابوعمرہ وہ شخص ہے جسنے مختار کو طلب خون امام حسین پر آمادہ اور مائل کیا تھا اور اسی نے مختار کو ترغیب دے کر قاتلان جناب امام حسین علیہ السلام کا نشان بتایا تھا اور یہ مختار نامدار کا بڑا رازداں اور کل معاملات کا محرم راز تھا ہر امر کا دار و مدار اسی کی ذات پر منحصر تھا اور جہاں کہیں حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قاتلوں کا نشان پاتا تھا وہاں جاکر ان لوگوں کو قتل کر ڈالتا تھا اور اس گھر کو خراب و مسمار کر دیتا تھا کہتے ہیں کہ کوفہ میں جسقدر مکانات خراب و برباد شدہ ہیں وہ سب اسی کے خراب کئے ہوئے ہیں بلکہ تمام کوفہ کے رہنے والوں میں یہ بات ضرب المثل ہو گئی تھی کہ جب کوئی شخص وہاں محتاج اور فقیر ہو جاتا تھا تو یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ کیا اس شخص کے گھر میں ابوعمرہ آیا تھا چنانچہ کسی شاعر نے ایک شعر بھی بکمال فصاحت تصنیف کیا ہے ؎

ابلیس بمافیہ خیر من ابی عمرہ | یغویک ویطغیک ولا یعطیک کسرۃ

یعنی شیطان لعین جو مردود درگاہ رب العالمین ہے باوجود بد طینت اور خبیث طبیعت اور مردم آزار ہونے کے ابوعمرہ سے بہتر ہے کہ جو مجھکو بہکاتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اس پر بھی ایک ٹکڑا روٹی کا مجھکو نہیں دیتا ہے۔ ابن نما علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مختار کا باپ ابوعبیدہ عورتوں کی طرف بہت میل رکھتا تھا اور ان کی تلاش اسکو اکثر رہتی تھی چنانچہ ایک دفعہ تمام قوم کی عورتوں کے نام اس کے سامنے بیان کئے گئے تاکہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے لیکن اس نے ان میں سے کسی کو منظور اور پسند نہ کیا آخر اس نے ایک روز یہ واقعہ عجیب خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس کے پاس آیا ہے اور اسکو یہ صلاح دیتا ہے کہ تو اس عورت صاحب جمال کے ساتھ نکاح کر لے جس کا نام دومہ ہے۔ چنانچہ ابوعبیدہ اس خواب کو دیکھکر بیدار ہوا اور اس نے دوستوں سے خواب مذکور بیان کر کے اس کی تعبیر کی تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ تجھکو عالم خواب میں مساۃ دومہ کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم ملا ہے پس تجھکو مناسب ہے کہ اس عورت کے ساتھ جو وہب کی بیٹی اور عمیر ابن تیب کی پوتی ہے نکاح کرے ابوعبیدہ نے دومہ کے ساتھ نکاح کر لیا کچھ دنوں کے بعد اس کے بطن سے مختار پیدا ہوا کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مختار دومہ کے بطن میں تھا تو دومہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص [illegible] زبان میں بکلام فصیح اس سے مخاطب ہو کر یہ کہہ رہا ہے البشری بالولد اشبہ شی بالاسد اذ الرجال فی کبد تقاتلوا علی بلد کان لہ الحظ الاشد یعنی تجھ کو ایسے فرزند کی ولادت کی مبارکباد اور روح افزا خردہ ہو جیسے کہ جو دنیا کی کل اشیاء میں شیر سے زیادہ مشابہ ہے حالانکہ لوگ حالت سختی میں ہونگے اور ہر شہر میں معرکہ جدال و قتال گرم ہوگا۔ اور یہ تیرا فرزند مخلوق خدا کو خیر کثیرا اور نفع عظیم پہنچائے گا جب مختار پیدا ہوا تو اس کی ماں نے پھر دوبارہ یہ خواب دیکھا کہ وہ شخص جس نے پہلے

نے مختار کا عریضہ مجھے دیا تھا چنانچہ میں نے اس کا جواب لکھا اور اس کنیز سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے تو اس نے اپنا نام حور بتایا اور یہ فرزند اس سے پیدا ہوا اور میں نے اس کا نام زید رکھا ہے اور جو کچھ میں نے حالات آئندہ کا تم سے ذکر کر چکا ہوں وہ بالضرور شدنی ہیں اور یہ تمام واقعہ تیری نظر سے گذرے گا۔ راوی کہتا ہے کہ قسم بخدا جو کچھ امام نے زید علیہ الرحمہ کی نسبت ارشاد فرمایا تھا کہ یہ قتل ہوں گے اور سولی پر چڑھائے جائیں گے وہ بعینہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسکے علاوہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب مزار میں ایک زیارت لکھی ہے جس کی نقل کی جاتی ہے۔ السلام علیک ایھا العبد الصالح یعنی سلام ہو تجھ پر اے بندۂ نیکوکار السلام علیک ایھا الولی الناصح سلام ہو تم پر اے دوست نصیحت کرنے والے اور پند دینے والے السلام علیک یا ابا اسحاق المختار سلام ہو تجھ پر اے ابا اسحاق مختار السلام علیک ایھا الاخذ بالثار المحارب الکفرۃ الفجار سلام ہو تجھ پر جس نے خون امام حسینؑ کا انتقام لیا اور کافران فجار سے محاربہ کیا السلام علیک ایھا المخلص للہ فی طاعتہ و لزین العابدین فی محبتہ سلام ہو تجھ پر کہ جو محض خلوص قلب سے خدا کی اطاعت کرتا تھا اور علیٰ ہذا حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جان و دل سے عاشق تھا السلام علیک یا من رضی عنہ النبی المختار قسیم الجنۃ والنار کاشف الکروب الغمۃ وقائما مقاما لم یصل الیہ احد من الامۃ سلام ہو تجھ پر اے وہ شخص کہ جس سے نبی کریم راضی ہوئے اور نیز حسب مقدر جنت و دوزخ بندگان الٰہی کو تقسیم کرنے والے اور سختی اور شدائد کو دور کرنے والے اس سے رضامند ہیں اور اے وہ نفس قدس کہ جو اس مرتبہ جلیل پر فائز ہوا کہ امت میں اس کے برابر کوئی اس درجہ پر نہیں پہنچا ہے السلام علیک یا من بذل نفسہ فی رضی الائمۃ فی نصرۃ العترۃ الطاھرۃ والاخذ بثارھم من العصابۃ الملعونۃ فجزاک اللہ تعالیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وعن اھلبیتہ سلام ہو تجھ پر اے شخص کہ جس نے اپنے نفس کو خوشنودی آئمہ کے حاصل کرنے میں بذریعہ مدد پہنچانے عترت طاہرہ کو اور نیز فرقۂ ملعونہ سے انتقام لینے کے باعث وقف کر دیا تھا پس حق تعالیٰ تجھ کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے جزائے خیر دے

پہلے باب میں امیر مختار نامدار کے حسب و نسب اسیری اور رہائی کا ذکر ہے

تاریخ روضۃ الصفا سے ظاہر ہے کہ مختار نامدار ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی کا بیٹا ہے جو عہد خلافت عمر میں لشکر مسلمانان عراق کا سپہ سالار تھا اور معرکہ جسر علاقہ ایران میں ہاتھی کے پاؤں کے نیچے دب کر شہید ہوئے ابن نما علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مختار پسر ابو عبیدہ بن عمیر ثقفی تھا اور ایک اور روایت ہے کہ وہ عمیر بن عقدہ بن عنزہ کے بیٹے تھے اور ان کی کنیت ابو اسحاق ہے اور کتاب بحار میں کشی علیہ الرحمتہ سے نقل ہے کہ کیسان مختار کا لقب تھا لیکن بعض

موجود رہتے تھے اس لقب سے ملقب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ کیسان اس کے لشکر کا سپہ سالار تھا جس کی کنیت ابوعمرہ تھی اس کا لقب کیسان تھا اور مختار بھی اسی لقب سے مشہور تھا اور بعض کا قول ہے کہ اس نے یہ لقب کیسان حضرت علی ابن ابیطالب کے ایک غلام کیسان کے نام پر رکھا تھا ایک گروہ کہتا ہے کہ چونکہ حضرت امیر المومنین نے اسکو کیس کا لقب عطا فرمایا تھا اس باعث اسکو لوگ کیسان کہنے لگے تھے اور ابوعمرہ وہ شخص ہے جسنے مختار کو خون امام حسین پر آمادہ اور مائل کیا تھا اور اسی نے مختار کو ترغیب دے کر قاتلان جناب امام حسین علیہ السلام کا نشان بتایا تھا اور یہ مختار نامدار کا بڑا رازدار اور کل معاملات کا محرم راز تھا ہر کام اور معاملہ اسی کی ذات پر منحصر تھا اور جہاں کہیں حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قاتلوں کا نشان پاتا تھا وہاں جا کر ان لوگوں کو قتل کر ڈالتا تھا اور اس گھر کو خراب و مسمار کر دیتا تھا کہتے ہیں کہ کوفہ میں جسقدر مکانات خراب و برباد شدہ ہیں وہ سب اسی کے خراب کئے ہوئے ہیں بلکہ تمام کوفے کے رہنے والوں میں یہ بات ضرب المثل ہو گئی تھی کہ جب کوئی شخص وہاں محتاج اور فقیر ہو جاتا تھا تو یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ گیا اس شخص کے گھر میں ابوعمرہ آیا تھا چنانچہ کسی شاعر نے ایک شعر بھی بکمال فصاحت تصنیف کیا ہے ؎

ابلیس بما فیہ خیر من ابی عمرہ　　　یغویک ویطغیک ولا یعطیک کسرہ

یعنی شیطان لعین جو مردود درگاہ رب العالمین ہے باوجود بدطینت اور خبیث خبیث اور مردود ہونے کے ابوعمرہ سے بہتر ہے کہ جو مجھکو بہکاتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اس پر بھی ایک ٹکڑا روٹی کا مجھکو نہیں دیتا ہے۔ ابن نما علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مختار کا باپ ابوعبیدہ عورتوں کی طرف بہت میل رکھتا تھا اور ان کی تلاش اسکو اکثر رہتی تھی چنانچہ ایک دفعہ تمام قوم کی عورتوں کے نام اس کے سامنے بیان کئے گئے تاکہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے لیکن اس نے ان میں سے کسی کو منظور اور پسند نہ کیا آخر اس نے ایک روز یہ واقعہ عجیب خواب میں دیکھا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا ہے اور اسکو یہ صلاح دیتا ہے کہ تو اس عورت صاحب جمال کے ساتھ نکاح کرے جس کا نام دومہ ہے۔ چنانچہ ابوعبیدہ اس خواب کو دیکھکر بیدار ہوا اور اس نے دوستوں سے خواب مذکور بیان کر کے اس کی تعبیر کی تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ تجھکو عالم خواب میں مسماۃ دومہ کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم ملا ہے پس تجھکو مناسب ہے کہ اس عورت کے ساتھ جو وہب کی بیٹی اور عمیر ابن حنیک کی پوتی ہے نکاح کرے ابوعبیدہ نے دومہ کی ساتھ نکاح کر لیا کچھ دنوں کے بعد اس کے بطن سے مختار پیدا ہوا کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مختار دومہ کے بطن میں تھا تو دومہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص عربی زبان میں بکلام فصیح اس سے مخاطب ہو کر یہ کہہ رہا ہے کہ ابشری بالولد اشبہ شیء بالاسد اذا الرجال فی کبد تقاتلوا علی بلد کان له الحظ الاشد یعنی تجھکو ایسے فرزند کی ولادت کی مبارکباد اور روح افزا خردہ ہو جیسے کہ جو دنیا کی کل اشیا میں شیر سے زیادہ مشابہ ہے۔ جبکہ لوگ حالت جنگ میں ہونگے اور ہر شہر میں معرکہ جدال و قتال گرم ہوگا۔ اور یہ تیرا فرزند مستحق حصہ کثیر اور نفع عظیم پہنچانے گا جب مختار پیدا ہوا تو اس کی ماں نے پھر دوبارہ یہ خواب دیکھا کہ وہ شخص جس نے پہلے

بشارت دی تھی۔ نہایت ہی شیریں کلامی سے یہ کہہ رہا ہے کہ انہ قبل ان یترعرع وقبل ان یتشعشع قلیل الھلم کثیر الطبع یدان بما صنع یعنی اس لڑکے کے آثار شباب اور بلندی قامت ظاہر ہونے سے اس کی ذات میں ایک قسم کی مردانگی اور نکوئی اور مستقل مزاجی نمایاں ہوگی اور انتہا درجہ اپنے دین کا پابند مخلوق خدا کا خیر خواہ اور پشت پناہ ہوگا اور جو کچھ نیک اعمال اس سے سرزد ہوں گے ان کی جزا اسکو ملے گی کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ کے سوائے مختار کے چار فرزند اور بھی تھے جن کے نام جلیبر اور ابو جبیر اور ابو الحکم اور ابو امیہ تھے اور ولادت مختار سنین ہجریہ میں واقع ہوئی اور واقعہ قیس الناطف یعنی معرکہ جسر ایران میں مختار اپنے باپ کے ہمراہ تھا اور اسوقت میں اس کی عمر تیرہ برس کی تھی اور یہ مرد دلاور جنگ وجدال میں نہایت سرعت اور عجلت کے ساتھ شریک ہوتا تھا حالانکہ اس کا چچا سعد ابن مسعود اسکو روکتا تھا خلاصہ یہ کہ مختار دلیری اور مردانگی اور عقل ودانش وہمت وسخاوت اور حاضر جوابی میں یکتائے روزگار تھا اور اپنے معصروں میں بے مثل شمار کیا جاتا تھا اور بڑے بڑے کارہائے عظیمہ اور زمانہ کے تجربوں میں از بس مودب اور مہذب ہوگیا تھا حاصل کلام یہ کہ مختار فصیح تریں کلام وطلاقت لسانی میں نادر روزگار تھا اور ذہن وذکا اور جرأت ودانائی میں صائب الرائے عجیب تر نامور تھا اور ایسے خصائل حمیدہ وفضائل جلیلہ سے متصف تھا کہ اس کے معصروں میں نہ پائے جاتے تھے

بہرحال حضرت مولانا ومقتدانا امیر المومنین وامام المتقین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ التحیۃ والثنا نے مختار کے چچا یعنی مسعود ابن سعد کو اپنے دوران خلافت ظاہری میں تمام علاقہ مدائن پر حکمراں فرمادیا تھا اور مختار اس زمانہ میں اپنے چچا کے ہمراہ تھا لیکن جب زمانہ نے دوسرا پلٹا کھایا اور معاویہ ابن سفیان کے حکم سے مغیرہ ابن شعبہ کوفہ کا حکمراں ہوا تو اس زمانہ میں مختار مدینہ میں حضرت محمد ابن حنفیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور یہاں اس نے ان کی ملازمت اور خدمت اختیار کرلی تھی اور آپ سے اکثر احادیث اخذ کرتا رہتا تھا اور جب سے یہاں سے وہ کوفہ کو واپس گیا تو ایکروز وہ مغیرہ کے ہمراہ سوار ہوکر کوفہ کے بازار میں پھر رہا تھا کہ اتنے میں مغیرہ نے مختار سے یہ عجیب کلمہ کہا کہ ایک بات ایسی ہے کہ اسکو میں جانتا ہوں اور میں اسکو بخوبی سمجھے ہوئے ہوں اگر کوئی شخص اہل کوفہ کے سامنے بیان کرے تو یہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ فوراً اسکی متابعت کرلیں گے اور جو کچھ وہ حکم دیگا اس کی دل وجان سے تعمیل کرنے پر آمادہ ہوجائیں گے۔ مگر افسوس ہے کہ ان لوگوں سے اس بات کا ذکر کرنے والا اور ترغیب دینے والا کوئی مستعد شخص مجھے نظر نہیں آتا ہے خاصکر اہل عجم کی تو یہ حالت ہے کہ جو کچھ ان کے سامنے بیان کیا جاتا ہے تو وہ لوگ فوراً اسپر یقین اور اعتبار کرلیتے ہیں۔ مغیرہ سے یہ تقریر سنکر مختار نے دریافت کیا کہ وہ کیا بات ہے اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھکو بتادیجئے۔ مغیرہ نے یہ جواب دیا کہ اگر کوئی شخص اس وقت اہلبیت کی محبت کا اظہار ان لوگوں کے سامنے کرے تو یہ سب اسکی طرف رجوع ہوجائیں گے اور ہر طرح اسکی اطاعت پسند کریں گے۔ مختار نے اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور مغیرہ کو کچھ جواب نہ دیا لیکن اس روز سے اس نے اپنا یہ معمول کرلیا تھا کہ اہلبیت کی مدح اکثر لوگوں کے سامنے کیا کرتا تھا اور نیز جناب امیر وحسنین علیہم السلام

کے فضائل ومناقب بھی بہ نیت خلوص ان ہی لوگوں کے سامنے بیان کرتا تھا کہ جن کو خاندان رسالت کا دوست جانتا تھا اور ان کے دشمنوں سے اس طرز عمل کو وہ پوشیدہ رکھتا تھا اور ان کے سامنے اعلان میں کمی کرتا تھا اس کا یہ قول تھا کہ بعد حضرت رسالت پناہ کے سوائے عترت کے اور کوئی حکومت وخلافت کی لیاقت نہیں رکھتا اور جو تکالیف بنی فاطمہ اور خاندان نبوت پر گذری ہیں ان کو سن سنکر نہایت غمناک اور اندوہگیں رہتا تھا اتفاق سے ایک روز سعید بن خالد جدلی سے جو کوفے کے ایک نامور عمائدین میں سے تھا اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے سعید سے یہ کہا کہ اے سعید کتب سابقہ میں لکھا ہے کہ قوم ثقیف سے ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جو ظالموں کو قتل اور نیست و نابود کردے گا اور مظلوموں اور مصیبت رسیدوں کی دادرسی کرے گا اور ضعفا کا انتقام لے گا پس جو علامات کہ ایسے شخص میں موجود ہونا بیان کی گئی ہیں وہ سب مجھ میں موجود ہیں البتہ دو علامتیں مجھ میں نہیں ایک تو یہ کہ خروج کنندہ نوجوان ہو اور میری عمر ۶۰ برس سے بھی متجاوز ہوگئی ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ اس شخص کی بصارت ضعیف ہو اور میری نگاہ کی یہ کیفیت ہے کہ گویا عقاب کی نظر سے بھی تیز تر ہے یہ سنکر سعید نے مختار کو جواب دیا کہ تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ پہلے زمانے کے لوگوں کے نزدیک ساٹھ ستر برس کی عمر کے آدمی کو جوان جانتے تھے اور ممکن ہے کہ بینائی کم ہوجائے مختار نے کہا کہ شاید ایسا ہی ہو کچھ دنوں تک تو مختار کا یہی حال رہا لیکن جب معاویہ اس دنیا کو چھوڑ گیا اور یزید پلید اس کا جانشین ہوا تو اس زمانہ میں حضرت امام حسینؑ نے حضرت مسلم ابن عقیل کو بطور سفیر کوفہ کو روانہ فرمایا اور جب حضرت مسلم کوفہ میں پہنچے تو مختار نے مسلم کو اپنے مکان میں نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور ان کی بیعت کی جب اہل کوفہ کی بے وفائی اور شقاوت ابن زیاد بد نہاد کی وجہ سے حضرت مسلم شہید ہوگئے تو لوگوں نے ابن زیاد ملعون سے مختار کی بھی چغلی کھائی اس نے مختار کو فوراً اپنے روبرو طلب کیا اور اس سے یہ کہا کہ اے فرزند ابو عبیدہ تو وہی شخص ہے جس نے دشمنان یزید حضرت مسلم سے بیعت کی ہے اتفاق سے اسوقت ایک سردار کوفہ عمر بن حریث عبید اللہ ابن زیاد کے پاس موجود تھے انھوں نے فوراً یہ گواہی دی کہ یہ خبر تجھ سے کسی نے غلط بیان کی ہے مختار سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا یہ سنکر عبید اللہ ابن زیاد ملعون نے مختار سے کہا کہ اگر اسوقت عمر ابن حریث تیری نیکنامی کی گواہی نہ دیتے تو بیشک میں تجھکو قتل کروا ڈالتا اور مختار کو سخت برا کہا اور دشنام دی اور بیان ہے کہ وہ ملعون اس وقت غصہ میں بھرا ہوا تھا کہ ایک چھڑی جو اس ملعون کے ہاتھ میں تھی مختار کی پیشانی پر ماری جو اس کی آنکھ پر پڑی جس سے اسکو سخت صدمہ پہنچا اور آنکھ کی پلک کٹ گئی اور اس کے بعد اس نے مختار کو قید کردیا اور پھر عبد اللہ بن حارث ابن عبد المطلب کو بھی قید خانہ میں بھیجدیا اور میثم تمار اس قید خانہ تنگ و تار میں پہلے سے محبوس تھا ایک روز اسی حالت اسیری و قید میں عبد اللہ نے اپنے سب بال مونڈوانے اور وہ کہنے لگا کہ یہ ضرور ہے کہ ابن زیاد مجھکو قتل کروا دیگا اسلئے بہتر ہے کہ میں اپنی مو تراشی کرلوں۔ مختار نے جب عبد اللہ کی گفتگو سنی تو اس سے کہا کہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عبید اللہ ابن زیاد مجھکو اور تجھکو قتل نہ کر سکیگا بلکہ عنقریب تو

والی بصرہ ہوگا تم تمارنے مختار سے کہا کہ تو خروج کریگا اور امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لیگا اور جو شخص کہ ہم کو قتل کرنا چاہتا ہے اس کو قتل اور نیست و نابود کرے گا الغرض مختار ہمیشہ خروج پر مستعد اور عازم رہتا تھا۔ یہانتک کہ وہ زمانہ منحوس آگیا کہ امام ہمام علیہ السلام نے ان اشقیاء بدکردار کے ہاتھ سے شہادت پائی تو مختار نے ایک مراسلہ اپنی بہن صفیہ دختر ابو عبیدہ کے پاس جو عبداللہ ابن عمر کی منکوحہ تھی اس مضمون کا بھیجا کہ یزید ابن معاویہ کو میری رہائی کے بارے میں خط لکھے چنانچہ اس نامۂ مختار کے پہنچنے پر عبداللہ ابن عمر نے یزید پلید کے نام سفارش و رہائی کے لئے ایک مراسلہ بھیجا اور جب یزید کے پاس عبداللہ کا خط پہنچا تو اس ملعون نے یہ کہا کہ میں نے مختار کے بارے میں سفارش ابو عبدالرحمان یعنی عبداللہ ابن عمر کو منظور کیا اور ادھر ہند دختر ابو سفیان نے کہ عبداللہ ابن حارث کی خالہ تھی یزید کو اپنے بھانجے کی سفارش میں ایک خط روانہ کیا چنانچہ یزید نے ان تحریروں کے موصول ہونے پر عبیداللہ ابن زیاد کو یہ حکمنامہ روانہ کیا کہ ان دونوں یعنی مختار اور عبداللہ ابن حارث کو قید سے رہائی دیدے جب عبداللہ ابن زیاد کے پاس یزید کا یہ حکم پہنچا تو اس نے ان دونوں کو قید خانہ سے بلوا کر رہا کر دیا۔ لیکن مختار کو یہ حکم سنا دیا کہ تین روز سے زیادہ تو کوفہ میں قیام نہ کرنا ورنہ میں تیری گردن ماردونگا حاصل کلام یہ کہ اس رہائی کے بعد مختار مکہ کی طرف بھاگ گیا راستہ میں جب ایک منزل پر کہ اس کا نام واقصہ ہے پہنچا تو ایک شخص نامور صقعب بن زہیر ازدی سے مختار کی ملاقات ہوئی اس نے مختار سے دریافت کیا کہ اے ابو اسحاق یہ تیری آنکھ پر کس طرح صدمہ پہنچا ہے جواب دیا عبیداللہ ابن زیاد کے ہاتھ سے خدا تعالیٰ مجھکو قتل کرے اگر میں اس کو قتل نہ کروں اور اس کا بند بند جدا نہ کروں اور حضرت امام حسینؑ کے خون کے عوض میں اسقدر ان لوگوں کو ضرور قتل کرونگا کہ جتنے آدمی حضرت یحیٰی علی نبینا کے خون کے عوض میں قتل کئے گئے اور ان لوگوں کی تعداد جو ان کے خون ناحق کے عوض میں قتل ہوئے ستر ہزار تھے میں اس ذات مقدس کی قسم کھاتا ہوں کہ جسنے ہم لوگوں کیلئے قرآن مجید اور فرقان حمید نازل فرمایا ہے اور مذہب اسلام کو ظاہر و آشکارا کیا اور جو گناہوں اور نافرمانی سے بیزار ہے کہ میں قبیلہ اند۔ وعان و مذحج، دہمان، و نہد۔ و خولان و بکر و ہزان و فعل و نبان و علس، و ذبیان اور قیس و غیلان میں سے انتقام خون ناحق حضرت امام انام جناب مولانا ابی عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں گناہگاروں اور سرکشوں اور متمردوں کو قتل و تباہ اور خراب کرونگا اور میں اے صقعب یہ قسم کھا کر کہتا ہوں اس خدائے سمیع و علیم کی کہ قوم بنی کندہ و سلیم اور اشراف تمیم کو داخل جہنم اور نیست و نابود کرونگا یہ کہہ کر مکہ معظمہ کو روانہ ہوگیا اور اسی حال میں اس وقت تک وہاں قیام کیا کہ یزید پلید راہی دار البوار ہوا۔ صاحب تاریخ روضۃ الصفا نے مختار نامدار کے اس واقعہ کی بابت حسب ذیل اپنی تحقیق لکھی ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مسلمؑ مختار کے مکان سے نکل کر حضرت ہانی ابن عروہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور پھر اس کے بعد وہ فائز بشہادت ہوئے تو مختار اس زمانہ میں کوفہ کے قریب کسی گاؤں میں گیا ہوا تھا۔ مگر عبیداللہ ابن زیاد کا حال سنئے کہ اس نے حضرت مسلمؑ کے شہید کرنے کے بعد عمر بن حریث مخزومی سے یہ بات

معلوم ہوتی کہ مجھ کو یزید کے بارے میں عبداللہ ابن زبیر سے بالکل خوف نہیں بلکہ میں اندریں باب محبان علیؑ سے زیادہ تر خوفناک ہوں اگر تم کو ذہین کسی شخص سے جو علیؑ اور ان کے فرزند حسینؑ کا محب ہو واقف ہو تو مجھکو اس کا پتہ بتاؤ عمر نے یہ جواب دیا کہ میں ایسے کسی شخص واقف نہیں ہوں اتفاقاً اس کے دربار میں عمارۃ بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط بھی بیٹھا ہوا تھا اس شقی نے عبیداللہ ابن زیاد کو مختار کی طرف سے یہ بھڑکایا کہ پہلے تو مختار عثمان ابن عفان کا محب تھا اس کے قتل ہونے کے بعد شیعیان ابوتراب میں داخل ہو گیا ہے اور اس نے حضرت مسلمؑ کی رعایت اور نصرت میں بہت بڑی کوشش اور سعی کی تھی یہ سنکر عبیداللہ زیاد ملعون نے اسیوقت مختار کو اپنے سامنے طلب کیا اور جب وہ اس کے روبرو آیا تو عبیداللہ ملعون مختار سے یہ کہنے لگا کہ کیوں مختار کل کا ذکر ہے کہ تو مسلمؑ کا شریک ہو کر اس کا معین و مددگار رہا تھا اور جنگ وجدل کی تھی اور اس وقت بھی علیؑ اور ان کی اولاد کی محبت کا دم بھرتا ہے مختار نے اس شقی کو یہ جواب دیا کہ بیشک میں بواسطہ محبت حضرت محمدؐ رسولؐ اللہ ان کے اہل بیت کو دوست رکھتا ہوں مگر معاملہ مسلم ابن عقیل میں بالکل بے گناہ ہوں اور میرے اس قول کی تصدیق اسیوقت اس شیخ و بزرگ کو ذہنی عمر ابن حریث سے ہو سکتی ہے کہ میں اس زمانہ میں جب حضرت مسلمؑ کا معرکہ جنگ و پیکار پیش تھا اپنے مکان سے باہر نہیں نکلا جب مختار نے عمر ابن حریث کو اپنے معاملہ پر گواہ قرار دیا تو عمر کو اس بات سے ایک شرم آئی کہ وہ اسوقت مختار کے خلاف کوئی اس قسم کی شہادت عبیداللہ ابن زیاد کے سامنے بیان کرے جس سے مختار کو یہ شقی قتل کرے پس اس نے عبیداللہ ابن زیاد سے یہ کہا کہ اعز اللہ الامیر واقعی مختار کے ذمہ جو یہ تہمت لگائی جاتی ہے تو اس سے بالکل بری ہے اسکے قتل میں عجلت نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ اس شخص کا بیٹا ہے کہ جو معرکہ آرائی اور جنگ آوری عراق و شام میں مدت دراز تک خالد ابن ولید کے ہمرکاب رہا ہے چنانچہ عمر ابن حریث کی اس شہادت پر عبیداللہ ابن زیاد ناپاک اگرچہ مختار کی خونریزی اور قتل سے باز رہا۔ لیکن مختار کو فوراً قید میں بھیجدیا اور جب امیر المومنین حسینؑ مقتول ہو گئے تو اس وقت مختار نے زائدہ بن قدامہ کو عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا کیونکہ مختار کی ہمشیر اس سے بیاہی ہوئی تھی اور اپنے حال سے مفصل اطلاع دی اور نیز یہ بھی کہلا بھیجا کہ تم میری مخلصی اور رہائی میں کوشش کرو عبداللہ ابن عمر نے یہ خبر سنکر مختار کی بہن کو جو بیقرار دیکھا تو اس نے اسی وقت یزید کو یہ رقعہ روانہ کیا کہ ابن زیاد نے مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کو کہ میری اس کی باہم قرابت قریبہ ہے بیخطا و قصور قید میں بھیجدیا ہے پس تجھ سے استدعا کی جاتی ہے کہ تو عبیداللہ کے نام فوراً اس مضمون کا حکم روانہ کردے کہ وہ اسی وقت مختار کو قید سے رہا کردے اور چونکہ یزید اس زمانہ کی مصلحت کے باعث عبداللہ ابن عمر کی بات سے تجاوز نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس نے اسی وقت عبیداللہ ابن زیاد کو اس مضمون کا ایک حکمنامہ روانہ کیا۔ کہ مختار کو قیدخانہ سے رہا کردے چنانچہ جب یزید کا یہ حکم عبیداللہ زیاد شقی کے پاس پہنچا تو اس نے نامۂ مذکور کے مضمون سے مطلع ہو کر مختار کو جیلخانے سے اپنے روبرو بلایا اور اس سے اس طرح مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ انی اجلتک ثلاثاً فان اجلتک بعد ذلک بالکوفۃ ضربت عنقک یعنی میں نے تجھکو تین روز کی

مہلت دیتی ہے اگر تین روز کے بعد تو نے کوفہ میں قیام کیا تو تیری گردن ماردونگا مگر اس کے بعد اس شقی نے عبداللہ عفیف کو شہید کردیا اور پھر منبر پر چڑھکر ایک خطبے کے آخر میں اس ملعون اور شقی ازلی نے جو قت یہ الفاظ کہے کہ الحمد للہ الذی اعز یزید وجیشہ بالنصر واذل الحسین وجیشہ بالقتل یعنی اس خدائے کریم کا شکر ہے جس نے فتح ونصرت یزید کو دیکر اسکے لشکر کی آبرو رکھلی اور ذلیل کیا حسینؑ اور اسکے معاونوں کو بسبب قتل ہونے کے جب یہ کلمات شقاوت آیات اس ملعون کی زبان سے نکلے تو مختار نامدار غیظ وغضب کے ساتھ اس مجمع میں سے بے اختیار اٹھکھڑا ہوا اس شقی ازلی کی طرف مخاطب ہوکر کمال دلیری اور بیباکی سے یہ کہنے لگا کہ کذبت یا عدو اللہ وعدو رسولہ بل الحمد للہ الذی اعز الحسین وجیشہ بالجنۃ والمغفرۃ واذلک واذل یزید وجیشہ بالنار والخزی یعنی اے شقی اے دشمن خدا اور دشمن رسولِ خدا تو نے بالکل غلط کہا اور سراسر جھک مارا بلکہ شکر وسپاس اس خدائے برتر کو کہ جس نے حسینؑ اور اس کے لشکر کو جنت عطا فرماکر اور وعدۂ مغفرت دیکر معزز اور گرامی فرمایا اور اے ملعون تجھ کو اور یزید خبیث وشقی اور اسکے لشکر نابکار اور گروہ اشرار کو دوزخ میں ڈالکر ذلیل وخوار کریگا۔ مختار نامدار وفا شعار کی اس تقریر دلیرانہ ومردانہ کو سنکر جسکا ہر ایک حرف نشتر اور ہر ایک لفظ ایک آبدار خنجر سے کم نہ تھا جلکر خاک ہوگیا اور نہایت طیش میں آکر اس نے اپنا گرز مختار کے سر پر دے مارا کہ جو اس پاک نہاد کی پیشانی نورانی پر لگا اور اس کی چوٹ اور صدمہ سے اس کی پیشانی پھٹ گئی اور پھر اس نے اپنے ملازموں کو حکم دیکر مختار کو گرفتار کرا لیا اور یہ ارادہ کیا کہ قتل کر ڈالے اسوقت اس ملعون کے دربار میں اکثر اشراف اور سرداران کوفہ حاضر تھے انھوں نے اس شقی سے یہ کہا کہ اے امیر یہ تو خوب سمجھ کہ اس شخص کو مختار کہتے ہیں اور از روئے حسب ونسب یہ شخص نہایت ہی عالی مرتبہ اور جلیل القدر ہے اول تو اس کا بہنوئی عبداللہ ابن عمر ہے دوسرے عمر ابن سعد وقاص اسکا داماد ہے ہمارا کام خیر خواہانہ اطلاع کر دینے کا تھا اب آئندہ تجھکو اختیار ہے اہل کوفہ کی اس گفتگو پر وہ ملعون ناپاک بہت اندیشناک ہوا اور مختار کے قتل سے باز رہا اور بالآخر اسکو قیدخانہ میں بھیجدیا۔ مختار نے قیدخانہ سے اپنی مفصل کیفیت عبداللہ ابن عمر کو لکھ بھیجی اور نیز یہ بھی لکھا کہ تم ایک خط میری رہائی کی بابت یزید کے پاس جلد روانہ کرو چنانچہ عبداللہ ابن عمر نے اسی وقت ایک خط یزید کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ اولاد اہل بیت رسولؐ کو قتل وغارتگری وایذا رسانی تیرے لئے کافی نہ ہوئی کہ جو تو نے عام مسلمانوں پر ایسے شقی القلب وحرامزادہ کو مسلط وحکمران کیا ہے کہ جو عترت طاہرہ کی نسبت زبان درازی کرتا ہے اور انکو برا بھلا کہتا ہے اور نہایت ہی نالائق حرکات اس سے ظہور پذیر ہوتی ہیں اور سب سے زیادہ جو اس نے ایک نامناسب حرکت کی ہے وہ یہ ہے کہ اسنے عبداللہ ابن عفیف کو قتل کر ڈالا مختار کو قید کردیا جو وقت تیرے پاس یہ خط پہونچے عبیداللہ ابن زیاد کو اسی وقت ایک حکم اس مضمون کا روانہ کر کہ وہ مختار کو قید سے رہائی دیدے اور اگر میری اس تحریر پر التفات کی تو سمجھ لینا کہ اس کی تنبیہ اور سرکوبی کیواسطے یہاں سے ایک ایسا لشکر جرار روانہ کرونگا کہ وہ اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ جب عبداللہ ابن عمر کا یہ خط یزید کی نظر سے گذرا تو وہ ملعون خط مذکور کے مضامین سے

واقف ہو کر عبید اللہ ابن زیاد سے نہایت ناراض ہوا اور اسیوقت اسکے نام اس مضمون کا ایک حکم نامہ روانہ کیا کہ جسوقت میرا یہ حکم تجھ کو موصول ہو فوراً مختار کو باعزاز تمام قید خانہ سے رہا کر دینا اور آئندہ سے بیہودہ گوئی اور زبان درازی کسی کی نسبت نہ کرنا ورنہ یہ سمجھ لینا کہ میں تیری آنکھیں نکلوا دوں گا جب یہ خط یزید کا ابن زیاد ملعون کے پاس پہنچا اس نے فوراً تمام سرداران و عمائد کوفہ کو طلب کیا اور ان کے سامنے مختار کو زندان کوفہ سے نکلوا کر صحیح و سالم اسکے تفویض کر دیا کتاب اخذ الثار و انتصار المختار میں ابو مخنف لوط ابن یحیی الازدی نے لکھا ہے کہ جب حضرت مولانا و مولا المؤمنین جناب ابی عبد اللہ الحسینؑ میدان کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوگئے اور بقیۂ آل رسولؐ پر بنی امیہ کا کامل غلبہ اور تسلط حاصل ہوگیا اور یہ حضرات بنی امیہ کے ظلم و جور کے باعث اطراف عالم میں منتشر ہوگئے تو ابن زیاد بد نہاد نے کوفہ کے گلی کوچوں میں یہ ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ جو شخص حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو خیر و نیکی سے یاد کریگا اسکو قتل کر دیا اس زمانہ میں شہر کوفہ میں ایک شخص تھا جس کا نام مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی تھا یہ شخص ہر روز تین مرتبہ اپنی شمشیر نیام سے نکال کر یہ کہا کرتا تھا کہ اے خدا مجھکو اسقدر دولت عالی اور مرتبہ حکومت عنایت فرما اور لشکر آراستہ مجھے بخش کہ خون حسینؑ کا انتقام انکے دشمنوں سے لے سکوں پس جسوقت یہ عبید اللہ زیاد کو معلوم ہوا نہایت غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ مختار کے مکان پر جا کر اسکے مال پر قبضہ کر لیں اور تلوار اس کی گودی میں ڈال کر کھینچ لائیں جب مختار کو اس کے پاس حاضر کیا تو اس کی قوم کے ۳ ہزار سے زیادہ سوار اور پیادے اسکے ہمراہ تھے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اے مختار تو بنی امیہ کو برا کہتا پھرتا ہے اور ان کو گالیاں دیتا ہے اور ان کے مرنے کی تمنا رکھتا ہے حالانکہ انھوں نے تیرے ساتھ بڑے بڑے احسان کئے ہیں مختار نے کہا میں نے ان کو برا نہیں کہا اور کیونکر ان کی نسبت کوئی کلمہ اپنی زبان سے کہہ سکتا ہوں جبکہ میں خود بھی بنی امیہ سے ہوں ابن زیاد نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اور جس نے مجھ کو خبر دی ہے وہ تجھ سے زیادہ سچا ہے یہ کہکر مختار کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے منہ پر ماری اور دربان جو دار الامارۃ کے دروازے پر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ۳ ہزار سے زیادہ سوار اور پیادے موجود ہیں انھوں نے ابن زیاد سے کہا کہ امیر مختار کے قتل میں جلدی نہ کر کہ تین ہزار سے زیادہ آدمی مختار کی رعایا اور قوم کے دروازے پر موجود ہیں۔ ابن زیاد نے کہا وائے ہو تجھ پر قصر الامارۃ پر کیونکر جمع ہوگئے۔ یہ کہکر داروغۂ جیل کو طلب کیا اور حکم دیا کہ مختار کو جیلخانہ میں لیجا اور ایسی تاریک جگہ میں قید کر جہاں پر دن اور رات میں تمیز نہ ہو سکے اور جیلخانہ میں اس پر بے حد سختی کر اور سوائے قطران و نفت اعنی وہ روغن جو دل و جگر کو جلا دیتا ہے کھانے پینے کو دینا۔ حتی کہ مختار کی آنکھوں سے پانی کا دریا نکلے اور دل و جگر جل کر کباب ہو جائیں داروغۂ زندان مختار کو حسب الحکم ابن زیاد بد نہاد کے اس جیل خانہ میں جو زیر زمین تھا طوق آہنی و بیڑیاں پہنا کر لے گیا اور جیلخانہ میں داخل کر کے اس پر چار عدد قفل لگا کر اس کی تالیاں اپنے ہمراہ لے گیا۔